Maktaba Tul Ishaat.com

قرآن وحدیث کی روشنی میں تحقیقی فتاویٰ کا مجموعہ

فتاویٰ عِبادُ الرحمٰن

جلد ہفتم

مفتی عبدالرحمٰن مُلّا خیل صاحب دامت برکاتہم
رئیس دار الافتاء والتحقیق خطیب ابوبکر صدیق مسجد ڈیفنس

دار الافتاء والتحقیق
ابوبکر صدیق مسجد، فیز ۲ ڈی ایچ اے کراچی

Scanned with CamScanner

Maktaba Tul Ishaat .com

تمام فنون کے کتب کے پی-ڈی-ایف ہمارے ویب سائٹ سے اور پلے سٹور سے فری ڈاون لوڈ کریں۔ ہم روزانہ کی بنیاد پر اس میں مزید کتب شامل کر رہے ہیں اس لیے آپ ہفتے میں ایک بار ضرور ہمارے پلے سٹور اور ویب سائٹ کو چیک کیا کریں۔

ابھی مطلوبہ پی-ڈی-ایف مفت ڈاون لوڈ کریں

تفاسیر	خطبات	منطق
احادیث	سیرت	معانی
فقہ	تاریخ	تصوف
سوانح حیات	صرف	تقابل ادیان
درس نظامی	نحو	تجوید
لغت	فلسفہ	نعت
فتاوی	حکمت	تراجم
اصلاحی	بلاغت	تبلیغ ودعوت
تمام فنون		

مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام
Maktaba Tul Ishaat.com

Maktaba Tul Ishaat. com

جملہ حقوق طباعت بحق ناشر محفوظ ہیں

ناشر: مفتی عبدالرحمٰن ملاخیل صاحب رئیس دارالافتاء والتحقیق ابوبکر صدیق مسجد فیز ۲ ڈی ایچ اے
مطبع: ایجوکیشنل پریس پاکستان چوک کراچی فون نمبر: 32630051

مسائل معلوم کرنے کے لئے مفتی صاحب سے مندرجہ ذیل نمبروں پر رابطہ کر سکتے ہیں براہ کرم نماز اور آرام کے اوقات کا خیال رکھیں۔

برائے رابطہ فون نمبر: 02135804388

موبائل: 0333-2251145 03132775126

☆ ملنے کے پتے ☆

ناشر: مفتی عبدالرحمٰن ملاخیل (مندرجہ بالا تینوں نمبرز)

ایچ ایم سعید کمپنی ادب منزل پاکستان چوک کراچی فون نمبر: 32638114

دارالاشاعت اردو بازار کراچی فون نمبر: 32631861

اسلامی کتب خانہ علامہ بنوری ٹاؤن کراچی

قرآن محل اردو بازار ڈیرہ اسماعیل خان

مولوی سیف الرحمٰن عبدل خیل ڈیرہ اسماعیل خان فون نمبر: 03139341266

مکتبہ جاوید میانوالی شہر

مکتبہ رشیدیہ ۳ شیش محل روڈ لاہور فون نمبر: 04237364516

مکتبہ رشیدیہ سرکی روڈ کوئٹہ فون نمبر: 0812662263

Scanned with CamScanner

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ نمبر
1	﴿کتاب الاکل والشرب﴾	31...
2	﴿کھانے پینے کے مسائل﴾	31..
3	﴿کھانے کیلئے صرف ایک ہاتھ یا چند انگلیاں دھونا کافی نہیں ہے﴾	31
4	﴿کھانے کیلئے بچوں کو پہلے موقع دینا چاہیے﴾	31
5	﴿حرام کھانے پر بسم اللہ پڑھنے کا حکم﴾	32
6	﴿حرام مال کا حلال کے ساتھ مخلوط ہونے	33
7	﴿انگور کا پانی نچوڑ کر کچھ مدت کے بعد اس کا استعمال کرنا کیسا ہے؟﴾	34
8	﴿فارمی مرغیوں کا گوشت کھانا بلاشبہ جائز ہے﴾	35
9	﴿جھینگا کھانے کا حکم﴾	35
10	﴿غدود سالن میں پک جائیں تو سالن کھانا جائز ہے﴾	37
11	﴿آلائش سمیت پانی میں جوش دی ہوئی مرغی کا حکم﴾	38
12	﴿گوشت اگر بدبودار ہو جائے تو اس کا کھانا جائز نہیں﴾	39
13	﴿حلال جانوروں کے کپورے کھانے کا حکم﴾	39
14	﴿نجس اوجھڑی اونٹنی کو کھلانا جائز نہیں﴾	40
15	﴿زندہ گائے کی ہڈی سے انجکشن کے ذریعہ گودا نکالنے اور اس سے جیلی بنانے کا حکم﴾	40.
16	﴿حالت جنابت میں کھانے پینے کا حکم﴾	41
17	﴿نسوار و پان کھانے کا شرعی حکم﴾	42
18	﴿بھوک ہڑتال کا شرعی حکم﴾	42
19	﴿تین انگلیوں سے کھانا مسنون ہے﴾	43

Scanned with CamScanner

Maktaba Tul Ishaat. com

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ نمبر
20	﴿ڈرائیور حضرات کا ہوٹلوں پر کھانا مفت کھانے کا حکم﴾	43
21	﴿ایسے ہوٹل میں سواریاں اتارنا جو ڈرائیور کو مفت اور مسافروں سے زیادہ پیسے لے﴾	44
22	﴿پولٹری فارمز کی فیڈ (خوراک) کا حکم﴾	45
23	﴿مہمان کا باوجود بھوک کہ کہہ دینا کہ میں نے کھانا کھایا ہوا ہے﴾	46
24	﴿نامحرم کے بچے ہوئے کھانے کو استعمال کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے﴾	47
25	﴿شیعہ کی دی ہوئی مچھلی کا حکم﴾	48
26	﴿گوشت وغیرہ کے ملیدے کو حلیم یا ہلیم کہنے میں کوئی گناہ نہیں ہے﴾	48
27	﴿کھانا کھاتے وقت بات چیت کرنا جائز ہے﴾	49
28	﴿بازار میں گھومتے پھرتے کھانا خلاف مروت وادب ہے﴾	50
29	﴿کھانے کے دوران اذان کا جواب دینا ضروری نہیں ہے﴾	50
30	﴿نسوار سگریٹ اور پان کا شرعی حکم﴾	51
31	﴿گرم کھانا تناول کرنا جس سے منہ کے جل جانے کا اندیشہ ہو ممنوع ہے﴾	52
32	﴿چوری کی بجلی سے کھانا پکانا خبث سے خالی نہیں﴾	53
33	﴿نجس پانی سے سیراب ہونے والی سبزیاں پاک ہیں﴾	53
34	﴿غیر شرعی امور کے وقت دعوت ولیمہ میں شریک ہونے کے چند احکام﴾	54
35	﴿باقاعدہ بیٹھ کر تین سانس میں پانی پینا سنت عمل ہے﴾	55
36	﴿ہندو کا جھوٹا پاک ہے﴾	56
37	﴿مرغی کے جھوٹے کا حکم﴾	56
38	﴿''گوشت وچاول کھانوں کا سردار ہے'' حدیث کی تحقیق﴾	57

Scanned with CamScanner

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ نمبر
39	﴿کرسچن کو کھانا کھلانا جائز ہے﴾	58
40	﴿گوشت وغیرہ میں بدبو پیدا ہو جائے تو کیا حکم ہے؟﴾	58
41	﴿زمزم کا پانی کھڑے ہو کر پینا درست ہے﴾	59
42	﴿موبائل فون میں میوزک اور گانے لوڈ کرنے کی آمدنی حرام ہے﴾	59
43	﴿حلال اور حرام مخلوط مال کی دعوت کا حکم﴾	60
44	﴿کھانے پینے کی اشیاء میں لال بیگ گر کر مر جائے تو کیا حکم ہے؟﴾	61
45	﴿حلال جانور کے بچے کے گوشت کا حکم﴾	62
46	**﴿باب اللباس والزينة﴾**	62
47	﴿بڑے ناخن رکھنے کا حکم﴾	62
48	﴿ناخن تراشنے کا مسنون طریقہ﴾	64
49	﴿ٹوٹے ہوئے بال اور ناخنوں کا حکم﴾	64
50	﴿ایام ماہواری میں ناخن پالش استعمال کرنا جائز ہے﴾	65
51	﴿عورتوں کے بال کاٹنے کا حکم﴾	66
52	﴿میت کو مہندی لگانے کا حکم﴾	67
53	﴿عورت کا عورت سے ویکس کروانا﴾	68
54	﴿عورت کیلئے زائد بالوں کا نوچنا بہتر ہے﴾	68
55	﴿عورتوں کیلئے بھنوؤں کے بالوں کو اکھیڑنے کا شرعی حکم﴾	69
56	﴿مہندی کے کلر کا خضاب لگانا جائز ہے﴾	70
57	﴿قمیص، لنگی، پاجامہ، شلوار، اور جبہ ٹخنوں سے اوپر رکھنے کی شرعی حیثیت﴾	71

Scanned with CamScanner

Maktaba Tul Ishaat. com

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ نمبر
58	﴿جینز کی پینٹ پہننے کا حکم﴾	73
59	﴿پینٹ شرٹ کا شرعی حکم﴾	74
60	﴿سونے کا دانت لگوانے کا حکم﴾	76
61	﴿مردوں کیلئے سونے کے بٹن کا استعمال جائز نہیں﴾	77
62	﴿شوہر کی منشاء کے مطابق جائز زینت اختیار کرنا﴾	78
63	﴿بال اور ناخن کاٹنے کا مسنون طریقہ﴾	79
64	﴿گل عصفر اور زعفران جیسے رنگ کے کپڑوں کا استعمال کرنا﴾	80
65	﴿آپ ﷺ کون سا تیل استعمال فرمایا کرتے تھے؟﴾	81
66	﴿سونے، چاندی کی سلائی سے سرمہ لگانا﴾	82
67	﴿عورتوں کے لئے لوہے پیتل وغیرہ کے زیورات﴾	82
68	﴿شادی کے موقع پر سہرا باندھنا﴾	83
69	﴿عورت کے لئے چہرے کے زائد بالوں کا حکم﴾	83
70	﴿نابالغ نرینہ بچوں کو ریشم پہنانا جائز نہیں ہے﴾	84
71	﴿پہننے اور اوڑھنے کے علاوہ ریشم کے استعمال کا حکم﴾	84
72	﴿عیدین کے دن عمدہ لباس پہنا مستحب ہے﴾	85
73	﴿لنڈا کے کپڑے دھو کر پہننا بہتر ہے﴾	86
74	﴿خواتین کا کان اور ناک چھدوانا جائز ہے﴾	86
75	﴿لوہے اور اسٹیل کی انگوٹھی وغیرہ کا حکم﴾	87
76	﴿امیٹیشن زیورات کا حکم﴾	88

Scanned with CamScanner

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ نمبر
77	﴿ہاتھ میں جیبی رومال لیکر گھومنا کیسا ہے؟﴾	89
78	﴿عورت کا فیشن کے طور پر بال کٹوانا جائز نہیں ہے﴾	89
79	﴿غیر شرعی بالوں کی وضاحت﴾	90
80	﴿بے ریش بچوں کا زلفیں رکھنا مناسب نہیں﴾	91
81	﴿عورت کے لئے ہاتھ کے بالوں کا حکم﴾	92
82	﴿نچلے ہونٹ سے متصل بال بھی داڑھی کے حکم میں ہیں﴾	93
83	﴿سر کے بال رکھنے کا سنت طریقہ﴾	93
84	﴿نماز کے علاوہ عام حالات میں بھی ننگے سر رہنا پسندیدہ نہیں ہے﴾	95
85	﴿سینے اور کمر کے بال مونڈنا جائز لیکن خلاف ادب ہے﴾	96
86	﴿داڑھی یا سر سے چند سفید بال نکالنے کا حکم﴾	96
87	﴿کمپنی والے اگر داڑھی منڈوانے پر اگر مجبور کریں تو کیا اس کی گنجائش ہے؟﴾	97
88	﴿سر مونڈوانے کی فضیلت کا بیان﴾	98
89	﴿خواتین کا مصنوعی بال لگوانے کا حکم﴾	98
90	﴿مردوں اور عورتوں کے لباس کی مشابہت میں علاقہ کا عرف معتبر ہے﴾	99
91	﴿عورت کے لئے کونسا لباس پسندیدہ ہے؟﴾	101
92	﴿عورتوں کا بھنویں بنانے کا حکم﴾	102
93	﴿عورتوں کا باریک اور تنگ لباس پہننے کا حکم﴾	103
94	﴿اسلامی لباس کونسا ہے؟﴾	103
95	﴿قومی لباس پہننے اور فینسی بٹن لگوانے میں کوئی حرج نہیں ہے﴾	105

Scanned with CamScanner

Maktaba Tul Ishaat. com

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ نمبر
96	﴿خواتین کا سر کے بالوں کو کاٹنے اور بھنویں بنانے کا حکم﴾	106
97	﴿مردوں کیلئے مہندی لگانے کا حکم﴾	108
98	﴿داڑھی کو رنگنے کا حکم﴾	108
99	﴿داڑھی کی شرعی حدود﴾	109
100	﴿شلوار ٹخنوں سے نیچے رکھنا سخت گناہ ہے﴾	110
101	﴿عورتوں کے لئے چست لباس پہننا جائز نہیں ہے﴾	110
102	﴿عورتوں کا باریک لباس پہن کر نماز پڑھنے کا حکم﴾	112
103	﴿مردوں کے لئے کون سے رنگ کے کپڑے استعمال کرنا منع ہے؟﴾	112
104	﴿عورتوں کا پاؤں، پنڈلیوں اور چہرے سے بال صاف کرنا﴾	113
105	﴿سرخ عمامہ باندھنے کا حکم اور سبز عمامہ کی حیثیت﴾	114
106	﴿مردوں کے لئے بھنویں کاٹنے کا حکم﴾	115
107	﴿چھوٹے نرینہ بچوں کو سونے کی انگوٹھی پہنانا حرام ہے﴾	116
108	﴿چاندی کے خول میں تعویذ پہننا منع ہے﴾	116
109	﴿مردوں کے لئے سونے کا استعمال حرام ہے﴾	117
110	﴿مردوں کے لئے کان چھدوانا ناجائز ہے﴾	118
111	﴿فیشن کے لئے ناخن بڑھانے کا حکم﴾	118
112	﴿مصنوعی بال لگوانے کا حکم﴾	119
113	﴿عورت کا سفید لباس پہننا﴾	121
114	﴿سیاہ خضاب لگانے کا حکم﴾	121

Scanned with CamScanner

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ نمبر
115	﴿اگر شوہر بیوی کو بال سیاہ کرنے پر مجبور کرے تو کیا حکم ہے﴾	122
116	﴿مرد کے لئے انگوٹھی کے نگینے میں سونے کی میخ کا حکم﴾	124
117	﴿بچیوں کے کان چھیدنا جائز ہے﴾	124
118	﴿خواتین کے لئے مردوں جیسا کپڑا پہننا جائز نہیں ہے﴾	125
119	﴿ریشمی نقش ونگار والی ٹوپی کے استعمال کا حکم﴾	125
120	﴿عام حالات یعنی خارج صلوۃ میں سدل الثوب کا حکم﴾	126
121	**﴿باب التداوی﴾**	127
122	﴿طب اور عمل جراحی دور نبوی ﷺ میں﴾	127
123	﴿علاج کرنا بھی سنت ہے اور علاج نہ کرنا بھی﴾	128
124	﴿بعض صورتوں میں علاج نہ کرنا گناہ ہے﴾	130
125	﴿علاج میں میانہ روی اختیار کرنا پسندیدہ ہے﴾	131
126	﴿اعضاء کی پیوندکاری کا حکم﴾	132
127	﴿عورت مجبوری میں مرد ڈاکٹر سے علاج کرواسکتی ہے﴾	134
128	﴿بوجہ عذر اسقاط حمل کی گنجائش ہے﴾	135
129	﴿مانع حیض انجکشن اور ادویات کا حکم﴾	136
130	﴿الکحل ملی اشیاء کے استعمال کا حکم﴾	137
131	﴿ٹی بی کا علاج بندر کے گوشت سے کرنا﴾	138
132	﴿شراب کو بطور دوا استعمال کرنا﴾	139
133	﴿کسی عذر سے بچے کی پیدائش میں وقفہ کرنا جائز ہے﴾	140

Scanned with CamScanner

Maktaba Tul Ishaat. com

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ نمبر
134	﴿چار ماہ سے پہلے اسقاط حمل کا معقول عذر ہو تو جائز ہے﴾	140
135	﴿حاملہ عورت اگر مر جائے اور بچہ زندہ ہو تو پیٹ چاک کرنا چاہیے﴾	141
136	﴿خاندانی منصوبہ بندی﴾	142
137	﴿الکحل کی آمیزش والی ادویات﴾	143
138	﴿کتے کی کھال علاج کے غرض سے استعمال کرنا﴾	143
139	﴿ریچھ کی چربی کے استعمال کا حکم﴾	144
140	﴿بیوی کا دودھ پینا جائز نہیں﴾	145
141	﴿ضبط تولید کا حکم﴾	145
142	﴿بچے کی پیدائش (ولادت) نہ ہوتی ہو تو؟﴾	147
143	﴿باب فی الغناء واللعب والتصاوير ومايتعلق بها﴾	148
143	﴿موسیقی، لہو لعب اور تصاویر سے متعلق مسائل کا حکم﴾	148
144	﴿گانے بجانے کا شرعی حکم﴾	148
145	﴿شادی بیاہ میں دف بجانے کا حکم﴾	150
146	﴿شادی، بیاہ، وغیرہ کی ایسی تقریبات جن میں لہو، ولعب ہو تو ان میں شرکت کا حکم﴾	152
147	﴿ٹی وی کو دیکھنے کا شرعی حکم﴾	153
148	﴿ٹی وی کی خرید و فروخت کا حکم﴾	154
149	﴿عشاء کی نماز کے بعد گیم کھیلنا مکروہ ہے﴾	155
150	﴿جاندار چیز کی تصویر بنانا، رکھنا، کھینچنا، سب گناہ کبیرہ ہے﴾	156
151	﴿تصویر بنانے اور بنوانے کا حکم﴾	158

Scanned with CamScanner

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ نمبر
152	﴿پوشیدہ رکھی ہوئی تصویر کا حکم﴾	159
153	﴿تصویر بنانا ہر حال میں حرام ہے﴾	160
154	﴿تصویر سازی کا مفصل حکم﴾	161
155	﴿اخبارات ورسائل میں تصاویر دیکھنے کا حکم﴾	163
156	﴿غیر اختیاری طور پر جاندار کی تصویر بن جائے تو اس کا حکم﴾	164
157	﴿بچوں کا چندہ کر کے ٹورنامنٹ کرانے کا حکم﴾	165
158	**﴿باب الستر والحجاب﴾**	166
159	﴿لڑکی کو پردہ کس وقت کرانے کا حکم ہے؟﴾	166
160	﴿قریب البلوغ لڑکے سے پردہ کرنا ضروری ہے﴾	167
161	﴿سالی سے پردے کا اہتمام جبکہ رشتہ داری بھی متاثر نہ ہو﴾	167
162	﴿سوتیلی پھوپھی، خالہ اور رضاعی پھوپھی، خالہ سے پردے کا حکم﴾	168
163	﴿دروازوں پر پردے لٹکانے کا حکم﴾	169
164	﴿تنہائی میں بھی ستر چھپانا ضروری ہے﴾	170
165	﴿متعلمہ کا اپنے استاذ کو دیکھنا کیسا ہے؟﴾	170
166	﴿سوتیلی ساس کیلئے سوتیلے داماد سے پردہ ضروری ہے﴾	172
167	﴿عورت کے لئے کسی اجنبی شخص کی آواز سننا کیسا ہے؟﴾	172
168	﴿عورت کے لئے نعت پڑھنا کیسا ہے؟﴾	173
169	﴿بارات کیساتھ عورتوں کا جانا جائز ہے یا نہیں؟﴾	173
170	﴿کیا عورت کے لئے ٹیلیفون اٹھانا جائز ہے﴾	174

Scanned with CamScanner

Maktaba Tul Ishaat. com

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ نمبر
171	رضاعی بیٹے کی ماں اجنبی ہے	175
172	اجنبی عورت پر نظر پڑ جائے تو۔۔۔	176
173	منہ بولی بیٹی کا پردے اور میراث وغیرہ سے متعلق	177
174	غیر محرم سے مصافحہ کرنے کا حکم	177
175	حجاب کا ادنی درجہ نیز اجنبی عورت کے متعلق چند مسائل	179
176	غیر محرم کے ساتھ عورت کا سفر کرنا جائز نہیں	182
177	شادی بیاہ کے موقع پر عورتوں کے نکلنے کا حکم	183
178	شادی سے پہلے منگیتر سے تعلقات قائم کرنا غلط ہے	184
179	نظر الى المخطوبة كا حکم	185
179	نکاح کے ارادہ سے ایک نظر دیکھنا مستحب ہے	185
180	نیک عورتوں کا فاجرہ عورتوں سے پردے کا حکم	186
181	عورت کے کٹے ہوئے اعضاء کو دیکھنے کا حکم	187
182	باب المصافحة والسلام	187
182	سلام اور مصافحہ کے آداب	187
183	مصافحہ ایک ہاتھ سے ہونا چاہیئے یا دونوں ہاتھوں سے؟	187
184	سلام کے وقت ہاتھ سے اشارہ کرنا	188
185	رخصت کے وقت بھی سلام کرنا مسنون ہے	189
186	کسی سے مصافحہ کے بعد اپنے ہاتھ کو چومنے کا حکم	190
187	دوران سلام جھکنے اور بوسہ لینے کا حکم	190

Scanned with CamScanner

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ نمبر
188	﴿نماز کے بعد مصافحہ کرنے کا مسئلہ﴾	192
189	﴿کن لوگوں کو سلام کا جواب دینا چاہیے اور کن کو نہیں؟﴾	193
190	﴿جو شخص گانے سن رہا ہو اس کو دعوت کی نیت سے سلام کرنا جائز ہے﴾	195
191	﴿بے ہودہ کام میں مشغول لوگوں کو سلام کرنا کیسا ہے؟﴾	195
192	﴿جنابت کی حالت میں سلام کا جواب دینا﴾	196
193	﴿خط کے سلام کا جواب دینا بھی ضروری ہے﴾	197
194	﴿غائب کو سلام پہچانے کا حکم﴾	197
195	﴿سلام کا سنانا ضروری ہے﴾	198
196	﴿سلام کے جواب دینا ضروری ہے﴾	199
197	﴿دو آدمیوں کا ایک ساتھ سلام کرنا، مجمع میں چھینکنے والے کے جواب کا حکم﴾	200
198	﴿کسی بزرگ یا عالم دین اور عام آدمی کے ہاتھ کو بوسہ دینے کا حکم﴾	200
199	﴿عورت کا عورت کو بوسہ دینا﴾	201
200	﴿ملاقات کے وقت جھکنا منع ہے﴾	201
201	﴿باب معاملات المسلمين باهل الكتاب والمشركين﴾	202
202	﴿غیر مسلموں کو ان کے مذہبی تہوار پر مبارکباد اور ہدایا دینا بڑا گناہ ہے﴾	202
203	﴿عیسائی اُستاد سے دینی تعلیم حاصل کرنا حماقت ہے﴾	203
204	﴿غیر مسلموں کی عزت واکرام کرنے کا حکم﴾	204
205	﴿مسلمانوں کا غیر مسلموں کے مذہبی تہواروں میں شرکت جائز نہیں ہے﴾	205
206	﴿غیر مسلم کو سلام کرنا﴾	206

Scanned with CamScanner

Maktaba Tul Ishaat. com

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ نمبر
207	﴿غیر مسلم کو قرآن سکھانا جائز ہے﴾	207
208	﴿مسلمان کا مندر اور گرجا گھر کی تعمیر و مرمت کرنا﴾	207
209	﴿شیعہ کے ہوٹل کے کھانے کا حکم﴾	208
210	﴿مسلمان کا غیر مسلم ہندو وغیرہ کی دعوت میں شرکت کرنا﴾	208
211	﴿غیر مسلموں کے ساتھ کھانے پینے کا حکم﴾	209
212	﴿ضرورت کے وقت عیسائی بچے کو خون دینا درست ہے﴾	210
213	﴿غیر مسلم کے ہاں نوکری کا حکم﴾	211
214	﴿غیر مسلموں کے ساتھ لین دین جائز ہے﴾	211
215	﴿غیر مسلم کا مال تلف کرنے کا حکم﴾	212
216	﴿غیر مسلم کو سلام کا مسئلہ﴾	213
217	﴿غیر مسلم کی عیادت جائز ہے﴾	214
218	﴿غیر مسلموں کی عیادت کا حکم﴾	215
219	﴿قادیانیوں کیساتھ تعلقات قائم رکھنا گناہ ہے﴾	216
220	﴿عیسائیوں کو سلام کرنے کا حکم﴾	217
221	**﴿فصل فی متفرقات الحظر والاباحۃ﴾**	217
222	﴿مجبوری کی صورت میں زیر ناف بال کٹوانے کا مسئلہ﴾	217
223	﴿قضائے حاجت کے دوران شرمگاہ کو دیکھنا، پاخانہ میں تھوکنا خلاف ادب ہے﴾	218
224	﴿کوزہ گھمان، ناخن، شیشہ پر عمل سے چور کی شناخت شرعاً معتبر نہیں﴾	219
225	﴿محمد یزدان نام رکھنا مناسب نہیں﴾	221

Scanned with CamScanner

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ نمبر
226	﴿مجسمے کو فروخت کر کے حاصل ہونے والی رقم کا حکم﴾	222
227	﴿کتا پالنے کا حکم﴾	223
228	﴿استمناء بالید بہت بڑا گناہ ہے﴾	226
229	﴿بیوی کے ساتھ لواطت کرنا حرام ہے﴾	227
230	﴿زیر ناف بالوں کی حدود اربعہ کیا ہیں؟﴾	228
231	﴿ناجائز امور کے لئے لاؤڈ سپیکر کرایہ پر دینا جائز نہیں﴾	229
232	﴿انگریزی سیکھنے کے لئے عورت کا مخلوط ماحول میں جانا بڑا گناہ ہے﴾	230
233	﴿انسانی اعضاء کی پیوندکاری کا مفصل فتوی﴾	231
234	﴿اعضاء انسانی کو قیمتاً فروخت کرنا یا بلاقیمت کسی کو دینا جائز ہے یا نہیں؟﴾	234
235	﴿عشاء کے بعد گفتگو کا حکم﴾	235
236	﴿صبح سویرے دُکان کھولنا باعث برکت ہے﴾	236
237	﴿چرس اور افیون کی اسمگلنگ﴾	237
238	﴿بیرون ممالک سے بلیک پر چیزیں لانے کا حکم﴾	237
239	﴿دوران تلاوت آپ ﷺ کے اسم مبارک پر درود شریف پڑھنے کا حکم﴾	238
240	﴿ناپ تول میں کمی بڑا گناہ ہے﴾	239
241	﴿ایزی لوڈ کا حکم﴾	240
242	﴿موبائل فون میں قرآن کریم محفوظ ہو تو اس کیساتھ بیت الخلاء جانا﴾	240
243	﴿عام اوراق اور مقدس اوراق کا حکم﴾	241
244	﴿قرآن پاک کے بوسیدہ اوراق جلانا مناسب نہیں﴾	242

Scanned with CamScanner

Maktaba Tul Ishaat. com

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ نمبر

279 ﴿جائے نماز پر خانہ کعبہ کی تصویر ہو اس پر نماز پڑھنا جائز ہے﴾........266

280 ﴿رات کے وقت جھاڑو لگانا شرعاً ممنوع نہیں ہے﴾........267

281 ﴿سحر کرنا اور کرانا حرام ہے﴾........267

282 ﴿کتے کو بچانے کی خاطر اپنی جان یا گاڑی کو خطرہ میں ڈالنا﴾........269

283 ﴿کتب تفسیر کو بغیر وضو ہاتھ لگانے کا حکم﴾........269

284 ﴿جانوروں کو شراب پلانے سے اس کے دودھ اور گوشت کا حکم﴾........270

285 ﴿موجودہ دور کی لیٹرین اور غسل خانوں میں مسنون دعائیں پڑھنا کیسا ہے؟﴾........271

286 ﴿حکومتی امداد لینے کے لئے دفتر میں فارم جمع کرنا بھیک مانگنا نہیں ہے﴾........271

287 ﴿ناخن یا بالوں کو کاٹنے کے بعد دفن کرنا بہتر ہے﴾........272

288 ﴿سنی ہوئی بات پر کسی کے بارے میں غلط بات کہنا گناہ کبیرہ ہے﴾........273

289 ﴿کسی جاندار کو آگ میں جلانا جائز نہیں ہے﴾........274

290 ﴿ٹائلوں پر آیات قرآنی اور اللہ و رسول ﷺ کے اسماء لکھنے کا حکم﴾........275

291 ﴿جس گھڑی پر سونے کا پانی لگا ہو اس کا استعمال کیسا ہے؟﴾........276

292 ﴿سونے، چاندی کے استعمال میں بالغ و نابالغ کا حکم یکساں ہے﴾........276

293 ﴿ایسے ہوٹل میں کام کرنا جس میں شراب پیش کی جاتی ہو﴾........277

294 ﴿سور کی کھال سے بنے ہوئے جوتے کے کچھ احکامات﴾........278

295 ﴿گرگٹ اور چھپکلی کو قتل کرنا باعث اجر ہے﴾........279

296 ﴿پھلوں کی زیادتی یا عمدگی کے لئے درختوں میں پیوندکاری درست ہے﴾........280

297 ﴿شوقیہ نوکری کرنے والی عورت کی کمائی کا حکم﴾........281

Scanned with CamScanner

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ نمبر
298	﴿سگریٹ کی خرید وفروخت اور اس کے منافع سے کی ہوئی دعوت کا حکم﴾	282
299	﴿غیر مسلم شخص کے لئے قرآن کریم کو بلا حائل چھونا ممنوع ہے﴾	283
300	﴿شوہر کو مطیع کرنے کے لئے تعویذ دینے کا حکم﴾	284
301	﴿کنوینشنل سودی بینک کے ساتھ معاملات کا حکم﴾	286
302	﴿ورثاء کے لئے سودی رقم حلال نہیں﴾	287
303	﴿بچوں کو قضاء حاجت کے لئے قبلہ رخ بٹھانا جائز نہیں﴾	288
304	﴿افیون کے استعمال اور خرید فروخت کا حکم﴾	289
305	﴿جائے نماز پر خانہ کعبہ کی تصویر کا حکم﴾	289
306	﴿مونوگرام پر لکھے مقدس نام کے ساتھ بیت الخلاء جانے کا حکم﴾	290
307	﴿شاگرد کو سزا اور تعزیر دینے کا حکم﴾	291
308	﴿داماد کا اپنی ساس سے گلے ملنا، بوسہ لینا اور خدمت بدنیہ کرنا﴾	292
309	﴿غیر حاضری پر جرمانہ اور چندے کا حکم﴾	293
310	﴿اخبارات میں قرآنی آیات چھاپنے اور اسے چھونے کا حکم﴾	293
311	﴿طلاق دینے پر سوشل بائیکاٹ کرنے کا حکم﴾	294
312	﴿چوری کا مال خریدنے کا حکم﴾	296
313	﴿سودی معاملہ کا کفارہ توبہ ہے﴾	297
314	﴿قرآن کریم کے چوم لینے کو ہی کافی سمجھنا کوئی دینی تعلیم نہیں ہے﴾	298
315	﴿ممی وغیرہ کی بیع درست نہیں ہے﴾	299
316	﴿بوسیدہ اوراق کو دفن کرنا افضل ہے﴾	299
317	﴿درختوں کے نیچے گرے ہوئے پھلوں کو اٹھانا﴾	300

Scanned with CamScanner

Maktaba Tul Ishaat. com

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ نمبر
318	﴿راستہ پر قبضہ کا حکم﴾	301
319	﴿ایسے گاہک کو سامان فروخت کرنا جو اسکو بدعت کی ترویج میں استعمال کرے﴾	302
320	﴿منکرات کا کاروبار کرنے والے کو دکان کرایہ پر دینا مناسب نہیں﴾	303
321	﴿ناجائز تعلقات رکھنے والوں کے ساتھ سوشل بائیکاٹ کا حکم﴾	304
322	﴿تالیاں بجانا غیر اسلامی تہذیب ہے﴾	305
323	﴿پاگل کو خصی کرانا جائز نہیں ہے﴾	305
324	﴿ناجائز کمائی والے سے اجرت اور ہدیہ لینے کا حکم﴾	306
325	﴿لاکٹ پر لفظ اللہ کا نام کندہ کرنے اور اس کی خرید و فروخت کا حکم﴾	307
326	﴿شادی بیاہ کے پروگراموں میں پیسے اور شیرینی پھینکنا جائز ہے﴾	308
327	﴿شراب بنانے والے کو گڑ فروخت کرنا﴾	309
328	﴿ڈاکٹر کا کمیشن کے عوض بلڈ بینک والے کے پاس [illegible]﴾	309
329	﴿بیوی کیساتھ غیر فطری مقام سے جماع کرنا﴾	310
330	﴿قادیانیوں کے ساتھ معاملات کرنا ایمانی غیرت کے خلاف ہے﴾	311
331	﴿جھینگے اور کیکڑے کی خرید و فروخت اور کھانے کا حکم﴾	312
332	﴿مرغ اور بٹیر لڑانا اور اس کا تماشا کرنا﴾	313
333	﴿ضرورت کی بناء پر چھوٹے بچوں کا بغیر وضوء کے قرآن کو چھونا درست ہے﴾	314
334	﴿تہہ خانے میں قرآن کے نسخے ہوتے ہوئے بالاخانے میں رہنے کا حکم﴾	315
335	﴿شوہر کے لئے بلا دخول انزال کرنے کا حکم﴾	315
336	﴿غیر مسلم کا مسجد میں داخل ہونا﴾	317

Scanned with CamScanner

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ نمبر
337	﴿کبوتروں، پرندوں اور مرغیوں وغیرہ کو روٹی کے ٹکڑے کھلانے میں کوئی مضائقہ نہیں﴾	319
338	﴿داڑھی رکھنے کا شرعی حکم﴾	319
339	﴿روٹی پر نمکدان وغیرہ رکھنا احترام کے منافی ہے﴾	322
340	﴿حرام آمدنی والے کی دعوت قبول کرنا چاہیے یا نہیں؟﴾	322
341	﴿موبائل فون سے sms کے ذریعہ دینی مضامین send کرنے کا حکم﴾	323
342	﴿عورتوں کے ڈرائیونگ سیکھنے کا حکم﴾	324
343	﴿اپریل فول منانا بڑے گناہوں کا مجموعہ ہے﴾	325
344	﴿نجومی کو ہاتھ دکھا کر حالات معلوم کرنا گناہ ہے﴾	326
345	﴿پتنگ اڑانا ممنوع ہے﴾	328
346	﴿انتظامیہ کی اجازت کے بغیر چوری چھپے پانی فروخت کرنا حرام ہے﴾	329
347	﴿چوری کی بجلی استعمال میں لانا جائز نہیں ہے﴾	330
348	﴿بجلی چوری کرنا جائز نہیں﴾	331
349	﴿قرعہ کے ذریعے سے دعوت کھانے کا حکم﴾	333
350	﴿مریض جانور کو گولی یا زہر سے مارنے کا حکم﴾	334
351	﴿اناج کے دانے گوبر میں اور سالن میں مینگنی گری ہو تو ان کا حکم﴾	335
352	﴿مردہ جانور کے تھنوں سے نکلنے والا دودھ حلال ہے﴾	336
353	﴿مقدس مقامات کی مٹی اور پتھر پاس رکھنے کا حکم﴾	337
354	﴿سینے کے بال کاٹنے کا حکم﴾	337
355	﴿جھوٹ بول کر سودا بیچنا حرام ہے﴾	338

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ نمبر
318	﴿راستہ پر قبضہ کا حکم﴾	301
319	﴿ایسے گاہک کو سامان فروخت کرنا جو اسکو بدعت کی ترویج میں استعمال کرے﴾	302
320	﴿منکرات کا کاروبار کرنے والے کو دکان کرایہ پر دینا مناسب نہیں﴾	303
321	﴿ناجائز تعلقات رکھنے والوں کے ساتھ سوشل بائیکاٹ کا حکم﴾	304
322	﴿تالیاں بجانا غیر اسلامی تہذیب ہے﴾	305
323	﴿پاگل کو خصی کرانا جائز نہیں ہے﴾	305
324	﴿ناجائز کمائی والے سے اجرت اور ہدیہ لینے کا حکم﴾	306
325	﴿لاکٹ پر لفظ اللہ کا نام کندہ کرنے اور اس کی خرید وفروخت کا حکم﴾	307
326	﴿شادی بیاہ کے پروگراموں میں پیسے اور شیرینی پھینکنا جائز ہے﴾	308
327	﴿شراب بنانے والے کو گڑ فروخت کرنا﴾	309
328	﴿ڈاکٹر کا کمیشن کے عوض بلڈ بینک والے کے پاس مریضوں کو بھیجنا﴾	309
329	﴿بیوی کیساتھ غیر فطری مقام سے جماع کرنا﴾	310
330	﴿قادیانیوں کے ساتھ معاملات کرنا ایمانی غیرت کے خلاف ہے﴾	311
331	﴿جھینگے اور کیکڑے کی خرید وفروخت اور کھانے کا حکم﴾	312
332	﴿مرغ اور بٹیر لڑانا اور اس کا تماشا کرنا﴾	313
333	﴿ضرورت کی بناء پر چھوٹے بچوں کا بغیر وضوء کے قرآن کو چھونا درست ہے﴾	314
334	﴿تہہ خانے میں قرآن کے نسخے ہوتے ہوئے بالا خانے میں رہنے کا حکم﴾	315
335	﴿شوہر کے لئے بلا دخول انزال کرنے کا حکم﴾	315
336	﴿غیر مسلم کا مسجد میں داخل ہونا﴾	317

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ نمبر
337	﴿کبوتروں، پرندوں اور مرغیوں وغیرہ کو روٹی کے ٹکڑے کھلانے میں کوئی مضائقہ نہیں﴾	319
338	﴿داڑھی رکھنے کا شرعی حکم﴾	319
339	﴿روٹی پر نمکدان وغیرہ رکھنا احترام کے منافی ہے﴾	322
340	﴿حرام آمدنی والے کی دعوت قبول کرنا چاہیے یا نہیں؟﴾	322
341	﴿موبائل فون سے sms کے ذریعہ دینی مضامین send کرنے کا حکم﴾	323
342	﴿عورتوں کے ڈرائیونگ سیکھنے کا حکم﴾	324
343	﴿اپریل فول منانا بڑے گناہوں کا مجموعہ ہے﴾	325
344	﴿نجومی کو ہاتھ دکھا کر حالات معلوم کرنا گناہ ہے﴾	326
345	﴿پتنگ اڑانا ممنوع ہے﴾	328
346	﴿انتظامیہ کی اجازت کے بغیر چوری چھپے پانی فروخت کرنا حرام ہے﴾	329
347	﴿چوری کی بجلی استعمال میں لانا جائز نہیں ہے﴾	330
348	﴿بجلی چوری کرنا جائز نہیں﴾	331
349	﴿قرعہ کے ذریعے سے دعوت کھانے کا حکم﴾	333
350	﴿مریض جانور کو گولی یا زہر سے مارنے کا حکم﴾	334
351	﴿اناج کے دانے گوبر میں اور سالن میں مینگنی گری ہو تو ان کا حکم﴾	335
352	﴿مردہ جانور کے تھنوں سے نکلنے والا دودھ حلال ہے﴾	336
353	﴿مقدس مقامات کی مٹی اور پتھر پاس رکھنے کا حکم﴾	337
354	﴿سینے کے بال کاٹنے کا حکم﴾	337
355	﴿جھوٹ بول کر سودا بیچنا حرام ہے﴾	338

Scanned with CamScanner

Maktaba Tul Ishaat. com

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ نمبر

356	﴿الکحل ملی ہوئی پرفیوم کا حکم﴾	339
357	﴿آرمی ڈاگ وغیرہ سے ثبوت جرم نہیں ہوسکتا﴾	341
358	﴿ویڈیو گیم اور موبائل وغیرہ پر گیمیں کھیلنے کا حکم﴾	341
359	﴿مردہ مرغی کے پیٹ سے نکلنے والے انڈے کا حکم﴾	343
360	﴿نسوار کا شرعی حکم﴾	343
361	﴿دوران نماز فون کی گھنٹی بجنے پر اسے بند کرنا ضروری ہے﴾	345
362	﴿ناجائز طریقہ سے حاصل کی گئی ملازمت کا حکم﴾	346
363	﴿سودی بینک سے نوٹ کھلا کروانے کا حکم﴾	346
364	﴿کتاب الوصیۃ والفرائض﴾	349
364	﴿وصیت، میراث اور تقسیم میراث کا بیان﴾	349
365	﴿وصیت سے متعلق ایک صورت کا حکم﴾	349
366	﴿میراث سے متعلق ایک مسئلہ﴾	350
367	﴿وصیت کا حکم﴾	352
368	﴿وصیت موصی لہ کی موت سے باطل ہوجاتی ہے﴾	353
369	﴿وصیت کے مطابق رقم متعینہ مدرسہ میں دینا بہتر ہے ضروری نہیں﴾	354
370	﴿ورثاء راضی نہ ہوں تب بھی جائز وصیت پر عمل ضروری ہے﴾	354
371	﴿اپنی حیات میں وصیت سے رجوع کرنا جائز ہے﴾	355
372	﴿پوتیوں کے حق میں وصیت کا حکم﴾	356
373	﴿حلال مال کے ساتھ حرام مال مل جائے تو؟﴾	357

Scanned with CamScanner

صفحہ نمبر	عنوانات	نمبر شمار
358	﴿جو والد سے پہلے مر جائے وہ والد کا وارث نہیں ہوتا﴾	374
359	﴿میراث میں اگر ماں کو حصہ مل جائے اور پھر ماں کا انتقال ہو جائے تو حصہ کس کی طرف منتقل ہوگا؟﴾	375
360	﴿میراث میں گھریلو اشیاء کی تقسیم کا حکم﴾	376
361	﴿دادا کی میراث میں بہو اور یتیم پوتوں کا حصہ﴾	377
362	﴿بیٹیوں، پوتوں اور پوتیوں میں تقسیم میراث﴾	378
363	﴿بہن سے حصہ معاف کرانے کا حکم﴾	379
364	﴿وراثت کے حقدار وہی ورثاء ہونگے جو مورث کے انتقال کے وقت حیات ہوں﴾	380
365	﴿میراث میں مفقود (لاپتہ) شخص کے حصہ کا حکم﴾	381
366	﴿بیویوں کا میراث میں حصہ اور انکے درمیان زندگی میں تقسیم کرنا﴾	382
367	﴿خدمت کی وجہ سے میراث کے حصے میں اضافہ نہیں ہوتا﴾	383
368	﴿میراث میں کمپنی کی تقسیم﴾	384
370	﴿مسجد میں رقم دینے کی وصیت﴾	385
371	﴿وراثت وغیرہ کا مسئلہ﴾	386
373	﴿منہ بولا بیٹا شرعاً میراث کا مستحق نہیں﴾	387
374	﴿لے پالک کا مسئلہ﴾	388
375	﴿بیٹیوں کو میراث سے محروم کرنے پر وعید﴾	389
376	﴿تقسیم سے پہلے کوئی وارث حق لینے سے انکار کردے تو حق ساقط نہیں ہوتا﴾	390
377	﴿نکاح سے قبل پیدا ہونے والے بچے کو میراث نہیں ملتی﴾	391
378	﴿دوران ملازمت فوت ہونے والے ملازم کے اہل وعیال کو ملنے والی رقم کا حکم﴾	392
379	﴿میراث کی ایک صورت﴾	393

Scanned with CamScanner

Maktaba Tul Ishaat. com

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ نمبر
394	﴿عورتوں کو میراث میں سے حصہ نہ دینا گناہ کبیرہ اور ظلم ہے﴾	380
395	﴿ترکہ میراث میں تمام ورثا کا حق ہے﴾	381
396	﴿میراث سے اپنے آپ کو خارج کرنے کی ایک صورت﴾	382
397	﴿نانا کے موجود ہوتے ہوئے اولاد کو ماں کی میراث سے حصہ ملے گا﴾	383
398	﴿اولاد باپ کی زندگی میں میراث کا مطالبہ نہیں کرسکتی﴾	384
399	﴿دو وارثوں میں معلوم نہ ہوسکے کہ پہلے کون مرا ہے﴾	385
400	﴿مغصوبہ زمین میں وراثت جاری نہیں ہوتی﴾	386
401	﴿یتیم پوتے کی میراث کا مسئلہ﴾	387
402	﴿مرض الوفات میں اپنا اکثر یا کل مال صدقہ کرنا﴾	388
403	﴿والد کی رضامندی کے بغیر لی گئی رقم میں میراث کا حکم﴾	389
404	﴿وصیت اور میراث کا ایک مشترکہ مسئلہ﴾	391
405	﴿بیٹی کی وراثت کا مسئلہ﴾	393
406	﴿ترکہ کی تقسیم﴾	394
407	﴿موت سے پہلے اپنے اعضاء کی وصیت کرنا﴾	395
408	﴿ورثاء کے لئے سود کی رقم حلال نہیں﴾	395
409	﴿ترکہ کو کس وقت تقسیم کیا جائے؟﴾	396
410	﴿دیگر ورثاء کو محروم کرنا اور بیٹی کیلئے وصیت کرنا جائز نہیں ہے﴾	398
411	﴿مسائل شتّیٰ﴾	400
412	﴿تراویح میں قرآن سنانے والے حافظ کو کچھ دینا کیسا ہے؟﴾	400

Scanned with CamScanner

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ نمبر
413	﴿بینک ملازم سے اپنا قرضہ وصول کرنا﴾	402
414	﴿اگر ادارہ انشورنس کرائے تو ملازمین کیلئے اس ادارے کی سہولیات حاصل کرنا جائز ہے؟﴾	402
415	﴿سعودیہ میں ملازمت کیلئے انشورنس اگر ضروری ہو تو گنجائش ہے﴾	403
416	﴿قرآن مجید اگر غفلت کی وجہ سے بھول جائے تو گناہ کبیرہ ہے﴾	405
417	﴿حکومت سے قرضہ لے کر مکان وغیرہ بنوانے کا حکم﴾	407
418	﴿آدمی کا اپنی مطلقہ بیوی کے بچوں سے ملنے کا حکم﴾	408
419	﴿قرض دل میں معاف کرنے کے بعد وصول کرنا﴾	408
420	﴿نیک اولاد کا صدقہ جاریہ ہونا﴾	409
421	﴿قریب المرگ جانور میں زندگی کی علامات﴾	410
422	﴿صاحب والدیک فی الدنیا معروفا﴾	411
422	﴿دنیا میں والدین کے ساتھ نیکی کا سلوک کر﴾	411
423	﴿الصواب ما اجمع علیہ المسلمون﴾	411
424	﴿تعلم اللغات من المباحات﴾	412
424	﴿زبانیں سیکھنا مباح ہے﴾	412
425	﴿دوران صحبت اور قضاء حاجت کے وقت بات کرنے کا حکم﴾	413
426	﴿بچے کے کان میں اذان دینے کا مسنون طریقہ﴾	414
427	﴿موبائل فون کے ذریعے آیت سجدہ اور نومولود کے کان میں اذان دینے کا حکم﴾	414
428	﴿امتحان میں نقل کرنے اور اس کے لئے پیسے دینے کا حکم﴾	415

Scanned with CamScanner

Maktaba Tul Ishaat. com

صفحہ نمبر	عنوانات	نمبر شمار

417	﴿ضرورت کیلئے عورت گھر سے نکل سکتی ہے لیکن شرائط کے ساتھ﴾	429
419	﴿مفلوج کے مال پر ولی کون ہوگا؟﴾	430
421	﴿بیوہ عورت کفالت کے سلسلے میں گھر سے باہر نکل سکتی ہے﴾	431
421	﴿حکومت کی اجازت کے بغیر حکومتی جنگلات کی لکڑی کاٹنا﴾	432
422	﴿نابالغ بچوں کا قرآن چھونے کا حکم﴾	433
423	﴿حضرت عمر کے بیٹے کی طرف منسوب ایک واقعہ کی تحقیق﴾	434
424	﴿چوری کردہ چیز کی رقم ادا کرنے کا حکم﴾	435
425	﴿انبیاء کرام کی شان میں بے ادبی خطرۂ ایمان ہے﴾	436
426	﴿بطور دعا کے (علیہ السلام) انبیاء علیہم السلام کے ساتھ خاص ہے﴾	437
427	﴿جھوٹ بول کر الاؤنس لینا﴾	438
428	﴿بینک کی ملازمت سے نکالنے پر چار پانچ سال کی ایڈوانس تنخواہ لینے کا حکم﴾	439
429	﴿موبائل فون میں قرآن مجید محفوظ کروانے کا حکم﴾	440
430	﴿دودھ میں پانی ملا کر فروخت کرنے کا حکم﴾	441
431	﴿پیر کو سجدہ کرنا شرک ہے﴾	442
432	﴿استمنا بالید حرام ہے﴾	443
432	﴿تجوید کے قواعد کا لحاظ رکھنا صرف قرآن مجید میں ضروری ہے﴾	444
434	﴿قہقہہ مار کر ہنسا مکروہ تحریمی ہے﴾	445
436	﴿واجب الاحترام شخص کی پیشانی یا قدم چومنے کا حکم﴾	446

Scanned with CamScanner

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ نمبر
447	﴿اپنے کو بڑا عالم دکھانے کیلئے مناظرہ کرنا ریاکاری ہے﴾	437
448	﴿مقدس اوراق کو دفنایا جائے یا پانی میں چھوڑا جائے؟﴾	438
449	﴿جس کو بار بار چھینک آتی ہو تو جواب دینا ضروری نہیں ہے﴾	439
450	﴿جہیز میں ٹیلی ویژن دینا﴾	439
451	﴿اشراف نفس کا مفہوم اور اس کے بارے میں ارشادات نبویہ﴾	440
452	﴿برائی کرنے والے کے ساتھ ساتھ اسکا ذریعہ بننے والے پر بھی گناہ ہوگا﴾	441
453	﴿قرآن کے سایہ میں دلہن کی رخصتی کرنا﴾	442
454	﴿کسی ڈاکٹر کے مریض تشخیص کیلئے لیبارٹری جائے تو ڈاکٹر لیبارٹری میں حقدار نہیں بنتا﴾	442
455	﴿ٹیسٹ ٹیوب بے بی کی شرعی حیثیت﴾	444
456	﴿مویشی منڈی میں بیوپاریوں سے جبراً ٹیکس وصول کرنا جائز نہیں ہے﴾	445
457	﴿نظر بد سے بچانے کے لئے کھیتوں میں لکڑی گاڑنے کا حکم﴾	447
458	﴿وعظ میں درود شریف بلند آواز سے پڑھنا﴾	447
459	﴿درزی کے پاس کپڑے کے بچے ہوئے ٹکڑوں کا حکم﴾	448
460	﴿زلزلہ کی وجہ سے نماز توڑنے کا حکم﴾	449
461	﴿عبدالرحمٰن کو رحمٰن اور عبدالرحیم کو رحیم کہہ کر پکارنا﴾	450
462	﴿سفر کے آداب و مستحبات﴾	451
463	﴿ریگولیٹر یا مشین لگوا کر بجلی اور پانی حاصل کرنے کا حکم﴾	454
464	﴿معاہدہ کا پورا کرنا ضروری ہے﴾	455

Maktaba Tul Ishaat. com

صفحہ نمبر	عنوانات	نمبر شمار
456	﴿اپنے حق کا طلب کرنا سوال کے زمرے میں نہیں آتا﴾	465
456	﴿حج یا عمرہ کی ادائیگی کے بعد کاروبار کی غرض سے وہاں چھپ جانا﴾	466
457	﴿فلمی دھنوں میں نعت سننا یا سنانا﴾	467
458	﴿کچرے میں گرائی ہوئی اشیاء اٹھانے کا حکم﴾	468
459	﴿بارات والوں کا راستہ روک کر پیسے وصول کرنا﴾	469
460	﴿کمپنی کے ساتھ طے شدہ معاہدہ کی پاسداری ضروری ہے﴾	470
461	﴿فاسق کی برائی بیان کرنے کا حکم﴾	471
462	﴿کسی مسلمان کو گناہ کا طعنہ دینا جائز نہیں ہے﴾	472
462	﴿علم قیافہ کا مطلب اور حکم﴾	473
463	﴿الیکشن کے متعلق چند سوالات کے جوابات﴾	474
466	﴿دلال کا دھوکہ دے کر کمیشن حاصل کرنا بڑا گناہ ہے﴾	475
467	﴿کمپنی کا گاڑی انشورنس کروا کر ملازم کو شرائط لگا کر دینا جائز نہیں﴾	476
468	﴿چوری کی بجلی استعمال کرنا حرام ہے﴾	477
469	﴿چور کے قبضہ سے لی ہوئی ان چپلوں کا حکم جن کے مالکوں کا علم نہ ہو﴾	478
470	﴿کمپنی کی طرف سے ملازم کا جبری طور پر انشورنس کرنا﴾	479
471	﴿روزانہ سات عجوہ کھجوریں کھانے کے فوائد﴾	480
471	﴿بهيمة موطؤة غير متعينة کا حکم﴾	481
472	﴿بجلی کے میٹر کو اندازے سے آہستہ کرنے یا کروانے کا حکم﴾	482
473	﴿غار حرا میں حضور ﷺ کی عبادت﴾	483
474	﴿شدید ضرورت کے علاوہ عورتوں کا مرد ڈاکٹر سے علاج کرانا جائز نہیں﴾	484

Scanned with CamScanner

صفحہ نمبر	عنوانات	نمبر شمار
475	﴿نوٹ پاک کرنے کا طریقہ﴾	485
476	﴿موبائل میسج کے ذریعہ ایات قرآنیہ، احادیث، اقوال زرّیں وغیرہ بھیجنا﴾	486
478	﴿بچے کو نماز کا حکم دینے کی مدت﴾	487
478	﴿دوران تلاوت آپ ﷺ کا نام مبارک آنے پر درود پڑھنا واجب نہیں﴾	488
479	﴿آپ ﷺ کو غسل دینے کی سعادت کن حضرات نے حاصل کی؟﴾	489
480	﴿خطبہ نکاح کے دوران باتیں کرنا ممنوع ہے﴾	490
481	﴿بغیر طہارت کے نماز پڑھنا سخت گناہ ہے﴾	491
482	﴿سودا فسخ ہونے کے بعد بیعانہ واپس کرنا ضروری ہے﴾	492
483	﴿سودا مکمل ہونے کے بعد اس سے انکار جائز نہیں﴾	493
484	﴿ایک آدمی کا حدیث سے غلط استدلال اور اس کا جواب﴾	494
485	﴿اسلام میں کسی بھی شخص کو بے جا ذلیل کرنے کی شرعاً کوئی گنجائش نہیں ہے﴾	495
487	﴿حائضہ عورت پر آیت سجدہ سننے سے سجدہ تلاوت واجب نہیں ہوتا﴾	496
488	﴿جھگڑے کے اندیشہ سے گھر پر نماز پڑھنے کی گنجائش ہے﴾	497
488	﴿نماز چھوڑنے پر تعزیر بالمال جائز نہیں ہے﴾	498
489	﴿ٹھیکیدار کام کم کرے اور آفیسر محکمہ کے ریکارڈ میں زیادہ ظاہر کرے تو خیانت ہے﴾	499
490	﴿کیا ہیڈ ماسٹر ایمرجنسی کی صورت میں استاد کو چھٹی دے سکتا ہے؟﴾	500
491	﴿مشترکہ مال سے کچھ خریدا تو وہ چیز خریدار کی ہے﴾	501
494	﴿قرآن پاک کی تپائی سے پڑا بنانے کا حکم﴾	502

Scanned with CamScanner

Maktaba Tul Ishaat. com

نمبر شمار | عنوانات | صفحہ نمبر

503 ﴿امام کے سلام پھیرنے کے بعد مدرک کھڑا ہو جائے تو اس پر سجدہ سہو لازم نہیں﴾...495
504 ﴿سونے کے تبادلہ میں برابری ضروری ہے﴾..........496
505 ﴿قرآن کریم میں ہر حکم کی تفصیل کا مطالبہ کرنا گمراہ کن سوچ ہے﴾..........498
506 ﴿بائیں ہاتھ کے پوروں پر تسبیح پڑھنے کا حکم﴾..........499
507 ﴿جھوٹ کی چار اقسام اور ان کا کفارہ﴾..........500
508 ﴿افیون کھانا جائز نہیں ہے﴾..........501
509 ﴿قالین پر نماز درست ہے﴾..........502
510 ﴿اپنے مسلمان بھائی کی آبروریزی کرنا بدترین سود ہے﴾..........503

Scanned with CamScanner

﴿باب الاكل والشرب﴾

﴿کھانے پینے کے مسائل﴾

﴿کھانے کے لیے صرف ایک ہاتھ یا چند انگلیاں دھونا کافی نہیں ہے﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ بعض لوگوں کی یہ عادت ہوتی ہے کہ کھانا کھانے سے پہلے صرف ایک ہاتھ دھو لیتے ہیں یا صرف دو تین انگلیاں دھونے پر اکتفاء کرتے ہیں، آیا اس سے سنت ادا ہو جاتی ہے یا نہیں؟ مستفتی: اکرام اللہ پشاور

﴿جواب﴾ کھانا کھانے سے پہلے دونوں ہاتھوں کا دھونا سنت ہے، صرف ایک ہاتھ دھونے سے، یا دو تین انگلیاں دھونے سے سنت ادا نہیں ہوگی، لہٰذا دونوں ہاتھوں کو دھونا چاہیے تاکہ سنت کا ثواب مل سکے اور برکت حاصل ہو سکے۔

لما فی بحر الرائق:(۱۸۳/۸،كتاب الكراهية ،فصل فى الأكل والشرب،طبع سعيد)

ويستحب غسل اليدين قبل الطعام فان فيه بركة وفى البرهانية والسنة ان يغسل الايدى قبل الطعام وبعده.

ولما فى الهنديه:(۳۳۷/۵،الباب الحادى عشر فى الكراهية فى الأكل وما يتصل به)

قال نجم الائمة البخارى وغيره غسل اليد الواحدة أواصابع اليدين لايكفى لسنة غسل اليدين قبل الطعام لان المذكور غسل اليدين وذلك الى الرسغ كذا فى القنية.

ولما فى الدر المختار:(۳۴۰/۶،كتاب الحظر والاباحة،طبع سعيد)

وسنة الأكل البسملة أوله والحمد له آخره،وغسل اليدين قبله وبعده.

ولما فى فقه الحنفى فى ثوبه الجديد:(۳۱۸/۵،احكام الطعام وآدابه)

ومن السنة_غسل اليدين قبله ولايمسحها بالمنديل طلبا يزول أثر الغسل من يده،فقد ورد انه ﷺ قال:"بركة الطعام الوضوء قبله والوضوء بعده"والمراد بالوضوء الوضوء اللغوى اى غسل اليدين الى الرسغين،وغسل يد واحدة واصابع يد واحدة لايكفى قبل الطعام.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب: محمد تنویر عفا اللہ عنہ

۵ جمادی الاولی ۱۴۳۴ھ — فتوی نمبر: ۳۷۲۳

﴿کھانے کیلئے بچوں کو پہلے موقع دینا چاہیے﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ بسا اوقات دعوت میں

Maktaba Tul Ishaat. com

بچے اور بزرگ دونوں شامل ہوتے ہیں دونوں اکٹھے کھانا کھاتے ہیں تو کھانا کھانے سے پہلے ہاتھ دھونے میں کس کو پہلے موقع دینا چاہیے؟ مستفتی: اکرام اللہ پشاور

﴿جواب﴾ کھانا شروع کرنے سے پہلے ہاتھ دھونا ایک مسنون عمل ہے، احادیث مبارکہ میں بچوں پر چونکہ شفقت اور محبت سے پیش آنے کا حکم آیا ہے، اور اس کے علاوہ بچے کھانے پینے کے زیادہ حریص اور شوقین ہوتے ہیں، لہذا کھانا کھانے سے پہلے بچوں کو پہلے ہاتھ دھونے کا موقع دینا بہتر ہے اس کے بعد بزرگوں کو موقع دینا چاہیے، اور کھانا کھانے کے بعد بزرگوں کا احترام ملحوظ رکھتے ہوئے پہلے انہیں موقع دینا چاہیے بعد میں کم عمروں کو۔

لما فی الهندیه:(۳۳۷/۵،الباب الحادی عشر فی الکراهیة فی الأکل وما یتصل به)

والسنة غسل الایدی قبل الطعام وبعده ،وآداب غسل الایدی قبل الطعام أن یبدأ بالشبان ثم بالشیوخ وبعد الطعام علی العکس کذا فی الظهیریة.

ولما فی البحر الرائق:(۱۸۳/۸،کتاب الکراهیة،طبع سعید)

وفی الواقعات الناطفی الادب فی غسل الایدی قبل الطعام ان یبدأ بالشبان ثم بالشیوخ...والادب فی الغسل بعد الطعام ان یبدأ بالشیوخ.

ولما فی فتاوی قاضی خان :(۳۴۰/۳،کتاب الحظر والاباحة،طبع رشیدیه)

والسنة ان یغسل الید قبل الطعام وبعده ،والادب فی غسل الید قبل الطعام ان یبدأ بالشبان ثم بالشیوخ وبعد الطعام علی العکس.

ولما فی الدر المختار:(۳۴۰/۶،کتاب الحظر والاباحة،طبع سعید)

ویبدأ بالشباب قبله وبالشیوخ بعده وفی الشامیة(قوله یبدأ)ای فی الغسل کما فی التاتر خانیه(قوله بالشباب قبله) لانهم أکثر اکلا والشیوخ أقل در منتقی(قوله وبالشیوخ بعده) لحدیث"لیس منا من لم یوقر کبیرنا"وعذا من التوقیر.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ　　واللہ اعلم بالصواب: محمد تنویر عفا اللہ عنہ

۷ جمادی الاولیٰ ۱۴۳۴ھ　　فتویٰ نمبر: ۳۷۲۴

﴿حرام کھانے پر بسم اللہ پڑھنے کا حکم﴾

﴿سوال﴾ کیا حرام چیز کھانے سے پہلے بسم اللہ پڑھنا جائز ہے؟

﴿جواب﴾ حرام چیز کھانے سے پہلے بسم اللہ کو اگر استخفاف کی نیت سے پڑھا تو یہ موجب کفر ہے اور اگر استخفاف کی نیت سے نہیں پڑھا بلکہ ایسے ہی پڑھ لیا تو اسکے بارے میں اختلاف

Scanned with CamScanner

ہے، صحیح اور راجح یہ ہے کہ کفر نہیں ہے بلکہ حرام ہے۔

لمافي روح المعاني:(۱/۶۷،طبع سعيد)

نعم التسمية على الحرام والمكروه ممالا ينبغي بل هي حرام في الحرام لاكفر على الصحيح مكروهة في المكروه وقيل مكروهة فيهما ان لم يقصد استخفافا وان قصده والعياذبالله تعالى "كفر مطلقا الخ.

الجواب صحیح :عبدالرحمٰن عفااللہ عنہ — واللہ اعلم :شاہد اسحاق عفااللہ عنہ

۱۶جمادی الاولی ۱۴۲۷ھ — فتوی نمبر:۴۳۵

﴿حرام مال کا حلال مال کیساتھ مخلوط ہونے کا حکم﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے ادارے کی کینٹین میں ۲۵/روپے کا ٹوکن دیا جاتا ہے جسے لے جاکر کھانا وصول کیا جاتا ہے، اب اسد، زید، بکر، نے اپنے اپنے ٹوکن الگ الگ لے لئے (بکر کا ذریعہ آمدنی حرام ہے) اور اسد کو تینوں ٹوکن دے دئے گئے کہ قطار میں کھڑا ہو کر کھانا لائے، اسد نے تینوں کیلئے کھانا لے آیا، اب پوچھنا یہ ہے کہ بکر کے ٹوکن سے جو کھانا آیا ہے وہ حرام ہوگا یا نہیں؟ اب فرض کریں کہ وہ کھانا سالن کی پلیٹ ہے کیا اس سے اسد، اور زید اجتناب کریں، یا یہ فرض کریں کہ ہمارے پاس ہماری حلال آمدنی کا کھانا آیا ہے بلا خوف وخطر کھالیں؟ مستفتی: یاسر علی

﴿جواب﴾ مذکورہ صورت میں حرام مال حلال کیساتھ مخلوط ہوگیا ہے، اب تمیز کرنا مشکل ہوگیا ہے، اور حرام چونکہ مغلوب ہے اس لئے کھانے کی گنجائش ہے، البتہ تقوی کا تقاضا تو یہ ہے کہ حرام کمائی والے شخص سے دوستی نہ رکھے۔ ہاں اصلاح مقصود ہو اور یہی کوشش بھی ہو تو ملکر کھانا بھی تقوی کے خلاف نہیں ہے۔

لما في الشامي: (۶/۳۸۶،طبع:سعيد)

وفي الذخيرة :سئل ابو جعفر عمن اكتسب ماله من أمر السلطان والغرامات المحرمة، وغير ذلك هل يحل لمن عرف ذلك أن ياكل من طعامه؟ قال:أحب الي في دينه أن لا ياكل ويسعه حكما ان لم يكن غصبا اورشوة.

ولما في الشامي: (۵/۹۹،طبع:سعيد)

وان كان مالا مختلطامجتمعا من الحرام ولا يعلم أربابه ولا شيئا منه بعينه حل له

Maktaba Tul Ishaat. com

حکما ہوالا حسن دیانۃ التنزہ عنہ

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ　　　واللہ اعلم بالصواب: عزیز اللہ آغا چمن

۱۵صفر الخیر ۱۴۳۳ھ　　　فتویٰ نمبر: ۳۱۴۴

﴿انگور کا پانی نچوڑ کر کچھ مدت کے بعد اس کا استعمال کرنا کیسا ہے؟﴾

﴿سوال﴾ ہمارے علاقے میں بعض لوگ انگور کا پانی نچوڑ کر بوتل یا ڈبہ وغیرہ میں بند کر کے رکھ دیتے ہیں، کم از کم چار یا پانچ مہینے کے بعد اسے نکال کر استعمال کرتے ہیں، بعض لوگ بطورِ نشہ کے پیتے ہیں اور بعض لوگ اس لئے پیتے ہیں کہ یہ فلاں مرض کے لئے بہت مفید ہے حالانکہ یہ کسی ڈاکٹر کا مشورہ بھی نہیں ہوتا اور اتنی مقدار میں پیتے ہیں کہ جس سے نشہ بھی نہیں ہوتا، البتہ بعض دفعہ نشہ بھی ہو جاتا ہے، دوسرا یہ کہ اُس کو کوئی شراب نہیں کہتا بلکہ انگور کا پانی کہتے ہیں، یہی اس کا اسم بن چکا ہے، لہٰذا براہِ کرم حکمِ شرعی سے مطلع فرمائیں۔　　مستفتی: شیر نواز

﴿جواب﴾ مذکورہ صورت میں جن علامات کا ذکر ہے اُن سے معلوم ہوتا ہے کہ انگور کا مذکورہ پانی شراب بن جاتا ہوگا جو کہ حرام ہے خواہ کم ہو یا زیادہ اس کو استعمال کرنا، بیچنا، وغیرہ سب حرام اور ناجائز ہے۔ نیز اُس کو بطورِ دواء کے استعمال کرنا بھی ناجائز ہے مگر مخصوص صورت میں چند شرائط کیساتھ اُس کا استعمال شریعتِ مطہرہ نے جائز رکھا ہے، یاد رہے کہ اُس کو الگ نام دینے سے وہ حلال نہیں ہوگا بلکہ احادیثِ مبارکہ میں اس کو بھی قیامت کی علامت قرار دیا گیا ہے کہ ''شراب کا نام کچھ اور رکھ کر اسے پیا جائے گا'' نعوذ باللہ۔

لمافی قوله تعالیٰ:(سورۃ المائدۃ، آیت ۹۰)

انما الخمر والمیسر والانصاب والازلام رجس من عمل الشیطٰن فاجتنبوه......الأیة.

ولمافی مشکوٰۃ المصابیح:(۳۲۲/۱، طبع قدیمی)

عن ابی مالک الاشعریؓ انه سمع رسول الله ﷺ یقول لیشربن ناس من امتی الخمر یسمونها بغیر اسمها.(رواه ابوداؤد وابن ماجه)

ولمافی التنویر مع الدر:(۲۶/۱۰ تا ۳۰، طبع امدادیه)

(الخمر وهی النیٔ من ماء العنب اذا غلیٰ واشتد وقذف بالزبد) ای الرغوۃ ولم یشترطا قذفه......(وهو الاظهر......(وحرم قلیلها وکثیرها)......(وحرم الانتفاع بها)......(ولا یجوز بها التداوی)

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ　　　واللہ اعلم: محمد شریف حسین عفا اللہ عنہ

۱۹ جمادی الثانی ۱۴۲۷ھ　　　فتویٰ نمبر: ۴۳۵

Scanned with CamScanner

﴿فارمی مرغیوں کا گوشت کھانا بلا شبہ جائز ہے﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ آج کل بازار میں جو مرغیاں پولٹری فارمز سے آتی ہیں انکی خوراک میں خون اور دیگر گندگی شامل ہوتی ہے تو کیا شریعت کی رو سے ان مرغیوں کا گوشت کھانا جائز ہے؟ مستفتی: بلال منڈی بہاؤالدین

﴿جواب﴾ گندی چیزوں کے کھانے سے مرغیوں کا گوشت اگر متاثر ہو یعنی تجربہ سے معلوم ہو کہ ایسی مرغیوں کے گوشت کے ذائقے یا بو میں اسکا اثر ظاہر ہے تو ذبح کرنے سے پہلے چند دنوں تک پاک غذا دانہ وغیرہ دینا چاہیے تا کہ اثر زائل ہو اور اگر ایسا اثر محسوس نہ ہو تو گوشت کے کھانے میں کوئی حرج نہیں ہے اور بازاری مرغیوں کے گوشت میں بدبو وغیرہ کچھ بھی محسوس نہیں ہوتا، اس لئے بلا شبہ جائز ہے۔

لمافی الشامی:(۶/ ۳۴۰،طبع سعید)

(و)لبن (الجلالة) التی تأکل العذرة (و)لبن (الرمکة) ای الفرس وبول الابل لجازه ابویوسفؒ للتداوی (و) کره (لحمهما) ای لحم الجلالة والرمکة وتحبس الجلالة حتی یذهب نتن لحمها وقدر بثلاثة ایام لدجاجة واربعة للشاة وعشرة لابل وبقر علی الاظهر ولو اکلت النجاسة وغیرها بحیث لم یتنن لحمها حلت کما حل جدی غذی بلبن خنزیر لأن لحمه لایتغیر.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم: اسلام بادشاہ بھیٹی

۱۸ ذوالحجہ ۱۴۲۹ھ — فتوی نمبر: ۱۷۷۶

﴿جھینگا کھانے کا حکم﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلے کے بارے میں کہ جھینگے کا کھانا جائز ہے یا نہیں؟ مفصل جواب دیکر عند اللہ ماجور ہوں۔

﴿جواب﴾ جھینگے کو عربی زبان میں ''روبیان'' کہتے ہیں یا ''اربیان'' کہا جاتا ہے۔ آئمہ ثلاثہ کے نزدیک جھینگے کے حلال ہونے میں کوئی شبہ نہیں ہے۔ کیونکہ ان کے نزدیک تمام سمندری حیوانات حلال ہیں۔ اور احناف کے نزدیک جھینگے کا جواز اس بات پر موقوف ہے کہ آیا یہ مچھلی ہے یا نہیں؟

بہت سے ماہرین لغت نے اس بات کو صراحت کی ہے کہ جھینگا مچھلی کی ایک قسم ہے چنانچہ درید

Maktaba Tul Ishaat. com

نے "جمھرۃ اللغۃ" میں کہا ہے کہ "وار بیان ضرب من السمک" یعنی اربیان (جھینگا) مچھلی کی ایک قسم ہے (۳/۳۱۴) لغت کی مشہور کتاب قاموس اور تاج العروس میں بھی جھینگے کو مچھلی شمار کیا گیا ہے۔

ماہرین لغت کی ان تصریحات کے بناء پر احناف میں سے بہت سے حضرات نے جھینگے کے حلال ہونے کا فتویٰ دیا ہے، جیسا کہ صاحب حمادیہ وغیرہ، حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ نے اپنی کتاب "امداد الفتاوی" میں تحریر فرمایا ہے کہ "سمک کے کچھ خواص لازمہ کسی دلیل سے ثابت نہیں ہوئے کہ ان کے انتفاء سے سمکیت منتفی ہو جائے، اب مدار صرف عدول مبصرین کی معرفت پر رہ گیا ہے، اس وقت میرے پاس حیات الحیوان دمیری کی جو کہ ماہیات حیوانات سے بھی باحث ہے موجود ہے اس میں تصریح ہے "الروبیان ھو سمک صغیر جدا" بہرحال احقر کو اس وقت تو اس کے سمک (مچھلی) ہونے میں بالکل اطمینان ہے۔ ولعل الله يحدث بعد ذلك امرا. والله اعلم (امداد الفتاوی ۴/۱۰۳)

لیکن موجودہ دور کے علم حیوانات کے ماہرین "جھینگا" کو مچھلی شمار نہیں کرتے، بلکہ ان کے نزدیک "جھینگا" پانی کے حیوانات کی ایک مستقل قسم ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ جھینگا کیکڑے کے خاندان کا ایک فرد ہے، نہ کہ مچھلی کی کوئی قسم۔

لیکن جواز کا قول اس لئے راجح معلوم ہوتا ہے کہ اس قسم کے مسائل میں شریعت لوگوں کے عام عرف کا اعتبار کرتی ہے فنی باریکیوں کو نہیں دیکھتی، لہذا جھینگے کے مسئلہ میں سختی کرنا مناسب نہیں ہے بالخصوص جبکہ بنیادی طور پر مسئلہ اجتہادی ہے۔

نیز کسی مسئلہ میں فقہاء کا اختلاف تخفیف کا باعث ہے البتہ احتیاط اور تقویٰ کا تقاضا تو یہی ہے کہ مشتبہ چیزوں سے پرہیز کیا جائے۔

لمافی حاشية تفسير جلالين:(ص:۱۰۷، سورة المائده، طبع قديمى)

وفي فتاوى الحمادية ناقلا عن كنز العباد الدود الذى يقال له جهينگه حرام عند بعض العلماء لانه يشبه السمك ويباح عندنا من صيد البحر من انواع السمك وبهذا لايكون من انواع السمك وقال بعضهم حلال لانه يسمى باسماء السمك انتهى فالاحتياط انه لايؤكل كما قال العلماء

ولما فى تاج العروس:(۱/۲۶۷، طبع: داراحياء التراث العربى)(الاربيان سمك)

ولمافى اعلاء السنن:(۱۷/۲۰۸، طبع: دارالكتب العلميه)

وبالجملة فكل ماكان من جنس السمك لغة وعرفا فهو حلال بلاخلاف

Scanned with CamScanner

كالسقنقور والروبيان...ونحوها.

ولمافي بدائع الصنائع:(۳٦/۵،طبع:سعيد كراچی)

ويستوى في حل الأكل جميع انواع السمك من الجريث والمارماهي وغيرهما لان ماذكرنامن الدلائل في اباحة السمك لايفصل بين سمك وسمك الاماخص بدليل وقدورى عن سيدناعلي وابن عباس رضي الله عنهما اباحة الجريث والسمك الذكرولم ينقل عن غيرهما خلاف ذلك فيكون اجماعا.

ولمافي مبسوط السرخسي:(۲۳۰/۱۱،طبع:دارالمعرفة)

السمك ماكول بجميع انواعه ثبت الحل فيه بالكتاب والسنة قال الله تعالى:احل لكم صيد البحر....

ولمافي قاضي خان :(۲۴۵/۳،طبع:قديمی)

لابأس بسائر انواع السمك نحو الجريث والمارماهي....

هوحيوان ذوعمود فقرى يعيش في الماء ويسبح بعواماته ويتنفس بغلصمته (انسائيكلوپيڈياآف برناٹيكا۹/۳۰۵،مطبوعه ۱۹۵۰)

ولمافي الترمذي:

وعن الحسن بن علي رضى الله عنهماقال :حفظت من رسول الله ﷺ :دع مايريبك الى مالايريبك هذاحديث حسن صحيح معناه :اترك ماتشك فيه وخذ مالاتشك فيه.

الجواب صحیح: مفتی عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب: عمران الحق سواتی

۱۰/رجب المرجب۱۴۳۵ھ — فتویٰ نمبر:۴۲۴۱

﴿غدود سالن میں پک جائیں تو سالن کا کھانا جائز ہے﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ حلال جانور جنکے سات اجزاء کا کھانا مکروہ ہے اگر غدود سالن میں پکائے جائیں تو اس شوربے کا استعمال جائز ہے یا نہیں؟ کیونکہ اس میں ابتلائے عام ہے تو پوچھنا یہ ہے کہ ابتلائے عام کی وجہ سے جائز ہوگا یا نہیں؟

مستفتی: محمد عیاض

﴿جواب﴾ غدود یعنی گوشت میں موجود گلٹی نجس نہیں ہے ہاں کھانا مکروہ تحریمی ہے اس لئے سالن کا شوربہ پاک ہے استعمال جائز ہے البتہ غدود سالن میں اس قدر پک جائیں کہ ریزہ ریزہ ہوں تو سالن کھانا بھی جائز نہیں ہوگا اس لئے کہ سالن کیساتھ ساتھ غدود بھی ایسی صورت میں گویا کھائے جاتے ہیں۔

Scanned with CamScanner

Maktaba Tul Ishaat. com

لمافی الشامی (۶/۷۴۹، طبع سعید)

(کره تحريما) وقيل تنزيها والاول اوجه (من الشاة سبع الحياء والخصية والغدة والمثانة والمرارة والدم المسفوح والذكر) للاثر الوارد في كراهة ذلك.

(قوله وقيل تنزيها) قائله صاحب القنسية فانه ذكران الذكر او الغدة لوطبخ في المرقة لاتكره المرقة وكراهة هذه الاشياء كراهة تنزيهة لاتحريما اه واختار الوهبانية مافي القنية وقال ان فيه فائدتين احداهما ان الكراهة تنزيهية والاخرى انه لايكره اكل المرقة واللحم اه.

ولمافي الشامي (۱/۱۸۵ طبع سعيد)

فلو تفتت فيه نحو ضفدع جاز الوضوء به لاشربه لحرمة لحمه." وفي الشامية: لانه قد صارت اجزائه في الماء فيكره الشرب تحريما."

ولما الشامي (۱/۳۲۹ طبع سعيد)

دود لحم وقع في مرقة لاينجس ولاتوكل المرقة ان تفسخ الدود فيها اه اى لانه ميتة وان كان طاهرا قلت: وبه يعلم حكم الدود في الفواكه والثمار.

الجواب صحیح: مفتی عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب: محمد داؤد فاروقی ٹانکوی

۲۹ ربیع الثانی ۱۴۳۵ھ — فتویٰ نمبر: ۴۰۸۰

﴿ آلائش سمیت پانی میں جوش دی ہوئی مرغی کھانا جائز نہیں ﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک مرغی کو ذبح کر کے آلائش سمیت اسکو پانی میں جوش دیا، اب اس کا کھانا جائز ہے یا نہیں؟ مستفتی: دین محمد

﴿جواب﴾ آلائش دور کئے بغیر مرغی کو پانی میں جوش دینے سے نجاست گوشت میں جذب ہو جاتی ہے، اب گوشت پاک نہیں ہوسکتا، اس لئے اسکا کھانا ہرگز جائز نہیں ہے۔

لمافي الدر المختار: (۱/۳۳۴، طبع: سعيد) وكذا دجاجة ملقاة حالة على الماء للنتف قبل شقها. فتح.

ولمافي فتح القدير: (۱/۲۱۱، باب الانجاس، طبع، رشيديه)

ولو القيت دجاجة حالة الغليان في الماء قبل ان يشق بطنها لتنتف او كرش قبل الغسل لايطهر ابدا. هكذا في حاشية الطحطاوي: (۱/۱۶۳ باب الانجاس طبع رشيديه)

ولمافي الاشباه والنظائر (الفن الثاني كتاب الطهارة ص ۱۶۳، طبع قديمي)

الدجاجة اذا ذبحت ونتف ريشها واغليت في الماء قبل شق بطنها صار الماء نجسا وصارت نجسة بحيث لاطريق لاكلها.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب: ذیشان احمد ملازئی

۳ صفر الخیر ۱۴۳۲ھ — فتویٰ نمبر: ۲۸۳۳

Scanned with CamScanner

﴿گوشت اگر بدبودار ہوجائے تواس کا کھانا جائز نہیں﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام کہ ہم نے اپنے گھر کے فریج میں قربانی کا گوشت رکھا تھا، اب وہ بہت بدبودار ہوگیا ہے تو کیا اسکا کھانا ہمارے لئے حلال ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾ بدبودار گوشت ''جسکی بدبو واضح ہو اور ذائقہ بھی خراب ہوگیا ہو اس کا کھانا جائز نہیں ہے۔

لمافی الدر مع الرد:(۱/۳۴۸-۳۴۹،کتاب الطهارة،باب الأنجاس،طبع سعيد)

يحرم أكل لحم أنتن لانحوسمن ولبن......وفي الشامية:(قوله يحرم أكل لحم أنتن)عزاه في التاترخانية الى مشكل الأثار للطحاوى،قال ح:اى لأنه يضر لالأنه نجس.

ولمافى الهندية:(۵/۳۳۹،كتاب الكراهية،طبع رشيديه كوئٹه)واللحم اذاأنتن يحرم أكله.

ولمافى شرح الحموى:(۱/۲۱۸،كتاب الطهارة،طبع ادارة القرآن)

وقال الطحاوى:فى مشكل الأثار اللحم اذاأنتن يحرم أكله والسمن واللبن والزيت والدهن اذاأنتن لايحرم.

الجواب صحیح :عبدالرحمٰن عفااللہ عنہ واللہ اعلم بالصواب: صادق محمد سواتی غفرلہ ولوالدیہ

۱۲صفر الخیر ۱۴۳۲ھ فتویٰ نمبر:۲۸۳۶

﴿حلال جانوروں کے کپورے کھانے کا حکم﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ قربانی کے دنوں میں بعض لوگوں کو حلال جانوروں کے کپورے کھاتے دیکھا ہے کیا یہ جائز ہے یا ناجائز؟ مستفتی: محمد عبداللہ

﴿جواب﴾ حلال جانوروں میں سات چیزیں ایسی ہیں جن کا کھانا حرام یا کم از کم مکروہ تحریمی ہے (۱) رگوں کا خون (۲) پیشاب کا راستہ مادہ کا (۳) پیشاب کا راستہ نر کا (۴) کپورے (۵) دبر یعنی لید فضلہ کا راستہ (۶) پتہ (۷) غدہ گلٹی، لھذا جو لوگ کپورے کھاتے ہیں، کھانا اور کھلانا دونوں گناہ ہے۔

لمافى التنوير:(۶/۷۴۹، طبع: سعيد)

من الشاة سبع الحياء والخصية والغدة والمثانة والمرارة والدم المسفوح والذكر.

ولمافى بدائع الصنائع:(۵/۶۱ طبع سعيد)

امابيان مايحرم أكله من اجزاء الحيوان الماكول فالذى يحرم أكله منه سبعة الدم المسفوح والذكر والانثيان والقبل والغدة والمرارة.

Maktaba Tul Ishaat. com

ولمافی الهندیه:(۲۹۰/۵ طبع رشیدیه)

وأصحابنا مایحرم أکله من أجزاء الحیوان سبعة الدم المسفوح والذکر والانثیان والقبل والغدة والمثانة والمرارة.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب: شاہ جہان ڈیروی

۱۴ محرم الحرام ۱۴۳۳ھ — فتویٰ نمبر: ۳۲۶۰

﴿نجس اوجھڑی اونٹنی کو کھلانا جائز نہیں﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ مردہ گائے کی اوجھڑی دودھ زیادہ کرنے کیلئے اونٹنی کو کھلانا کیسا ہے براہ کرم شریعت کی روشنی میں وضاحت فرمائیں؟

﴿جواب﴾ مردہ گائے کی اوجھڑی نجس ہے اور نجس چیز کا کسی جانور کو کھلانا جائز نہیں، لہٰذا مردہ گائے کی اوجھڑی نجس ہے اس کا اونٹنی کو کھلانا جائز نہیں۔

لمافی الهندیة:(۴۲۳/۵،طبع:قدیمی)

واذا تنجس الطعام او الخبز لا یجوز ان یطعم الصغیر او المعتوه او الحیوان الماکول اللحم وقال اصحابنا لا یجوز الانتفاع بالمیتة علی ای وجه ولا یطعمها الکلاب والجوارح کذا فی القنیة

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب: برکت اللہ

۲۹ جمادی الثانیہ ۱۴۳۳ھ — فتویٰ نمبر: ۳۱۸۳

﴿زندہ گائے کی ہڈی سے انجکشن کے ذریعہ گودا نکالنے اور اس سے جیلی بنانے کا حکم﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک کمپنی جو جیلی بنانے کا کام کرتی ہے اور وہ جیلی اس طرح بناتی ہے کہ زندہ گائے کے پاؤں کی ہڈی میں انجکشن لگاتے ہیں اور اسکے ذریعہ پاؤں سے گودا نکالتے ہیں اور پھر اس گودے سے جیلی بناتے ہیں، اب سوال یہ ہے کہ اس طرح زندہ گائے کی ہڈی سے انجکشن کے ذریعہ گودا نکالنا جائز ہے یا نہیں؟ اسی طرح وہ جیلی جو گودے سے بنائی گئی ہے اسکے کھانے کا کیا حکم ہے؟ مستفتی: مفتی عبدالجبار صاحب علی مسجد

﴿جواب﴾ زندہ گائے سے نکالے ہوئے گودے اور اس سے بنائی ہوئی جیلی مردار کے حکم میں ہے کیونکہ حدیث میں زندہ جانور سے علیحدہ کئے ہوئے حصہ کو مردار قرار دیا گیا ہے، لہٰذا ذبح کئے بغیر زندہ جانور کی ہڈی کا گودا کھانے کی اشیاء میں شامل کرنا بڑا گناہ ہے اور ان اشیاء کا کھانا

Scanned with CamScanner

حرام ہے، اس کے علاوہ زندہ گائے کی ہڈی سے انجکشن کے ذریعہ گودا نکالنا جانور کو مشقت اور عذاب میں ڈالنا ہے اور جانور کو اس طرح مشقت اور تکلیف میں ڈالنا ظلم اور مستقل گناہ ہے، البتہ ذبح کی ہوئی گائے کی ہڈی کو یا اسکے گودے کو استعمال میں لانا بلا کراہت جائز ہے۔

لمافی التجرید:(ج۱۲ص۶۲۸۸،رقم الحديث:۱۳۷،طبع محموديه)

لناماروى عن النبىﷺأنه قال:"ماأبين من الحى فهوميت"ومعلوم الطرف مبين منها وهى حيةفوجب أن يكون منعه بظاهرالخبر......قال اصحابنا[رحمهم الله]:اذاأبان الأقل من الصيدمن ناحيةالعجزفمات،أكل الجملة ولم يؤكل الأقل البائن،وان كان الأقل من جهةالرأس أكل الجميع.وكذافي المبسوط للسرخسي":(۱۱/۲۵۳-۲۵۳-۲۵۴،كتاب الصيد،طبع دار المعرفة،بيروت)

ولمافي التنويرمع الدر:(۶/۲۹۶،طبع سعيد)

(و)كره كل تعذيب بلافائدةمثل(قطع الرأس والسلخ قبل أن تبرد)أى تسكن عن الاضطراب.

ولمافي الهندية:(۵/۳۶۲،طبع رشيديه)

ويكره تعليم البازى بالطيرالحى يأخذه ويعذبه ولابأس بأن يعلم بالمذبوح.كذافي المحيط.

ولمافي الدرالمختار:(۷/۲۰۱،۲۰۲،طبع سعيد)اذظلم الدابةاشدمن الذمى وظلم الذمى اشدمن المسلم.

ولمافي الهندية:(۵/۳۵۳،طبع رشيديه)

اذاكان الحيوان ذكياًأن عدامه طاهر رطباًكان أويابساًيجوزالانتفاع به جميع انواع الانتفاعات رطباًكان أويابساًفيجوز التداوى به على كل حال.

الجواب صحیح:عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ | واللہ اعلم بالصواب:علی خان

۳ جمادی الاولیٰ ۱۴۳۱ھ | فتویٰ نمبر:۲۶۸۰

﴿حالت جنابت میں کھانے پینے کا حکم﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ رمضان المبارک میں سحری کے وقت جب آدمی اٹھتا ہے تو کبھی کبھار غسل کی حاجت پیش آتی ہے، اب غسل کرنے میں سحری کا وقت ختم ہوتا ہے تو حالت جنابت میں سحری کھانے کی گنجائش ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾ حالت جنابت میں کھانا، پینا درست ہے لیکن کھانا ہاتھ منہ دھو کر کھالینا چاہیے اور اگر وضو کر کے کھانا کھائے تو زیادہ بہتر ہے۔

لمافي الدرمع الرد:(۱/۱۷۵،طبع سعيد)ولاأكله و شربه بعدغسل يدوفم.

وفى الشامية:أماقبله فلاينبغى لانه يصيرشارباللماء المستعمل وهومكروه تنزيهاً.

Maktaba Tul Ishaat. com

ولما فی حلبی کبیر:(۱/۴۹،طبع نعمانیہ)

ویکرہ للجنب الأکل والشرب مالم یغسل یدیہ وفاہ وقال قاضیخان یستحب أن یغسل یدیہ وفاہ اذا اراد ان یاکل أویشرب وان ترکہ فلاباس بہ وقالت عائشۃ رضی اللہ عنہا کان رسول اللہ علیہ السلام اذا کان جنبا فأراد أن یاکل او ینام توضأ وضوئہ للصلوٰۃ.

الجواب صحیح :عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم :صلاح الدین چترالی

۷ ربیع الاول ۱۴۲۷ھ — فتویٰ نمبر :۹۹

﴿نسوار و پان کھانے کا شرعی حکم﴾

﴿سوال﴾ جب شریعت میں مٹی کھانا ناجائز ہے اور نسوار، پان وغیرہ میں چونہ استعمال ہوتا ہے جو کہ مٹی ہی کی ایک قسم ہے تو پھر نسوار، پان وغیرہ ناجائز کیوں نہیں ہے؟

﴿جواب﴾ مٹی کی حرمت نجاست کی وجہ سے نہیں ہے بلکہ ضرر کی وجہ سے ہے، مٹی کی جو مقدار مضر نہ ہو اتنی مقدار میں اس کا کھانا ناجائز نہ ہوگا، نسوار اور پان میں بھی چونے کی مقدار بہت کم ہوتی ہے، اس لئے اسکی وجہ سے وہ ناجائز نہیں ہونگے۔

لما فی الھندیۃ (۵/۳۴۱،طبع رشیدیہ)

وسئل بعض الفقہاء عن اکل الطین البخاری ونحوہ قال لابأس بذلک مالم یضر وکراھیۃ أکلہ لاللحرمۃ بل لتھییج الداء.

الجواب صحیح :عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم :عبدالوہاب عفا اللہ عنہ

۵ جمادی الثانی ۱۴۲۷ھ — فتویٰ نمبر :۳۷۸

﴿بھوک ہڑتال کا شرعی حکم﴾

﴿سوال﴾ موجودہ زمانے میں احتجاج کا جو نیا طریقہ بھوک ہڑتال کی صورت میں رائج ہے، کیا شرعاً اس طرح کے احتجاج سے اپنی بات منوانا درست ہے؟

﴿جواب﴾ شریعت مطہرہ نے انسان پر اس کے نفس کے کچھ حقوق مقرر کیے ہیں، صحیح البخاری: (۲/۹۳۳،طبع رحمانیہ) پر حدیث مبارک میں ارشاد ہے: "ولنفسک علیک حقا" انسان اپنے وجود کا خود مالک نہیں یہ سارا پروردگار کا عطیہ محض ہے، ایک دن انسان کو ان سب کا حساب رب کے حضور دینا ہوگا یہی وجہ ہے کہ شریعت نے خودکشی کو حرام قرار دیا ہے اور اپنی

Scanned with CamScanner

جان بچانے کے واسطے بقدر ضرورت سور کا گوشت بھی کھانے کی اجازت دی ہے۔

موجودہ زمانے میں جو بھوک ہڑتال احتجاج کے نام سے کرتے ہیں یہ ایک سیاسی حربہ ہے جسے بروئے کار لا کر اپنے مطالبات منواتے ہیں عموماً اسمیں ظاہراً بھوک دکھائی جاتی ہے جو حقیقتاً بھوک نہیں ہوتی، اپنے جائز مطالبات کو منوانے کا کوئی اور راستہ نہ ہو تو یہ صورت سیاستاً اختیار کی جاسکتی ہے، تاہم اگر کوئی شخص واقعۃً بھوکا رہے اور وہ بھی اسقدر کہ اپنی زندگی کو خطرہ میں ڈال دے تو شرعاً یہ ناجائز اور حرام ہے۔

لمافی الهندية:(۳۳۶/۵،طبع رشيديه)

اما الاكل فعلى مراتب فرض وهوما يندفع به الهلاك فان ترك الاكل والشرب حتىٰ هلك فقد عصىٰ

ولمافي الهندية:(۳۳۸/۵،طبع رشيديه)ولوجاع ولم ياكل مع قدرته حتىٰ مات يائم كذافي الكبرى

الجواب صحیح:عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ واللہ اعلم:محمد عزیز چترالی

۲۵ ربیع الثانی ۱۴۲۷ھ فتویٰ نمبر:۱۳۱

﴿تین انگلیوں سے کھانا مسنون ہے﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے متعلق کہ کھانا کھاتے وقت کتنی انگلیاں استعمال کرنا سنت ہے؟ مستفتی:ربیع الدین

﴿جواب﴾ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت مبارکہ تین انگلیوں سے کھانے کی تھی، لہٰذا تین انگلیوں سے کھانا مسنون طریقہ ہے، البتہ فقہاء نے یہ تصریح فرمائی ہے کہ جہاں تین انگلیوں سے کھانے میں حرج ہو یا سالن ایسا ہو جس کو تین انگلیوں سے کھانا متعذر ہو تو پھر پانچ انگلیاں استعمال کرنے کی بھی اجازت ہے۔

لمافي الصحيح لمسلم:(۱۷۵/۲،طبع قديمي)

عن ابن كعب بن مالك عن أبيه قال كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يأكل بثلاث اصابع ويلعق يده قبل أن يمسحها.وفى رواية:كان يأكل بثلاث اصابع فاذافرغ لعقها.

الجواب صحیح:عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ واللہ اعلم:محمد عزیز چترالی

۴ جمادی الاولیٰ ۱۴۲۷ھ فتویٰ نمبر:۲۵۹

﴿ڈرائیور حضرات کا ہوٹلوں پر کھانا مفت کھانے کا حکم﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ کراچی سے صوبہ سرحد جو

Maktaba Tul Ishaat. com

گاڑیاں چلتی ہیں، ڈرائیور حضرات ایسے ہوٹلوں پر روکتے ہیں جوان کو تو مختلف انواع واقسام کے عمدہ کھانے، چائے اور سگریٹ وغیرہ مفت دیتے ہیں لیکن دوسری طرف مسافروں سے کھانے کی زیادہ رقم وصول کرتے ہیں پھر بعض ڈرائیور ہوٹل والوں سے پہلے سے معاملہ طے کر لیتے ہیں اور بعض طے تو نہیں کرتے لیکن کھانا مفت کھاتے ہیں، پوچھنا یہ ہے کہ ہوٹل والوں کا انہیں کھانا مفت فراہم کر کے مسافروں سے زیادہ رقم وصول کرنا کیسا ہے؟ نیز انکا یہ کھانا شریعت میں حلال ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾ اگر واقعی ڈرائیور حضرات نے ہوٹل والوں کیساتھ یہ معاملہ باقاعدہ طے کیا ہو کہ ہم گاڑی آپ کے پاس روکیں گے آپ ہمیں مفت کھانا کھلائیں گے اور مسافروں کو بے شک مہنگا دیا کریں تو یہ مسافروں کیساتھ ظلم کے علاوہ رشوت خوری بھی ہے، لہٰذا کھانا اور کھلانا حرام ہوگا، معاملہ باقاعدہ طے نہ کیا ہو لیکن اسکا رواج بن چکا ہو اور ڈرائیور لوگ مفت کھانا اپنا حق سمجھتے ہوں تو ایسی صورت میں بھی انکا کھانا حرام اور سخت گناہ ہے، اس کے علاوہ ایک صورت یہ بھی ہو سکتی ہے کہ ہوٹل والے ڈرائیوروں کا احسان سمجھ کر کھانا کھلاتے ہوں اور ڈرائیور حضرات بھی اپنا کوئی حق نہ جانتے ہوں اور نہ ہی اس غرض سے ہوٹل کا انتخاب کرتے ہوں تو مفت کھانے کی گنجائش ہے، ڈرائیوروں کو چاہیے کہ گاڑی ایسے ہوٹل پر روکیں جہاں مسافروں کو مناسب قیمت پر معیاری کھانا ملتا ہو یا جہاں ایک سے زائد کئی ہوٹل ہوں تا کہ مسافر صرف ایک ہوٹل کے محتاج نہ ہوں۔

لمافی قوله تعالیٰ:(سورۃ النساء،آیت ۲۹) ﴿یاایها الذین اٰمنوا لا تاکلوا اموالکم بینکم بالباطل﴾

ولمافی سنن ابی داود:(۱۴۸/۲،طبع رحمانیه)

عن عبدالله ابن عمرو قال:لعن رسول الله ﷺ الراشی والمرتشی.

ولمافی الشامی:(۳۶۲/۵،طبع سعید)

ولو قضی حاجته بلا شرط ولا طمع فاهدی الیه بعد ذلک فهو حلال لاباس وما نقل عن ابن مسعود من کراهته فورع.

الجواب صحیح:عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب:عبدالحکیم کشمیری عفا اللہ عنہ

۱۲ ربیع الاول ۱۴۲۹ھ — فتویٰ نمبر:۱۲۳۵

﴿ایسے ہوٹل میں سواریاں اتارنا جو ڈرائیور کو مفت اور مسافروں سے زیادہ پیسے لے﴾

﴿سوال﴾ کسی لمبے سفر کے دوران ڈرائیور حضرات گاڑی ایسے ہوٹلوں کے پاس روکتے

ہیں جو مسافروں سے کھانے اور دیگر مشروبات وغیرہ کی قیمت زیادہ وصول کرتے ہیں جبکہ خود ڈرائیور حضرات یا اُن کے خاص آدمیوں (مثلاً گاڑی کا عملہ یا مہمان وغیرہ) سے کوئی قیمت وصول نہیں کرتے، غالباً ڈرائیور حضرات سے قیمت اس لئے وصول نہیں کی جاتی کہ اُس کے بدلے سواریوں سے قیمت زیادہ لیتے ہیں، کیا ڈرائیور حضرات کا اس طرح مفت کھانا جائز ہے؟ نیز کیا کسی سواری کا اُن کے ساتھ مذکورہ صورت میں شریک ہونا جائز ہے؟ مستفتی: بخت نواز

﴿جواب﴾ اگر ہوٹل والے واقعی ڈرائیور حضرات کو مفت کھانا اس لئے کھلاتے ہیں کہ اُس کی قیمت سواریوں سے وصول کرتے ہیں اور یہ بات اُن کے درمیان طے ہو چکی ہے (اور ظاہر بھی یہی ہے کیونکہ اُن کے درمیان پہلے سے کوئی تعلق نہیں ہوتا) تو اس صورت میں ڈرائیور حضرات کا مفت کھانا جائز نہیں ہے اور نہ ہی کسی سواری کو (جس کو اُن کے اس کرتوت کا علم ہو) اُن کے ساتھ کھانے میں شریک ہونا جائز ہے۔

اور اگر ہوٹل والے صرف اِس احسان کے بدلے کہ (ڈرائیور نے ہوٹل کو گاہک فراہم کیے ہیں) مفت کھانا کھلاتے ہیں اور اُس کی قیمت مسافروں سے وصول نہیں کرتے اور نہ ہی ڈرائیور حضرات کے دِل میں مفت کھانے کا کوئی لالچ ہو تو اس صورت میں اُن کا مفت کھانا جائز ہے اور اُن کے ساتھ کسی سواری وغیرہ کا شریکِ طعام ہونا بھی جائز ہے لیکن اِس صورت کا پایا جانا بظاہر بعید ہے۔

لمافی الأشباہ والنظائر: (ص ۸۶، طبع قدیمی)

أصلها قوله علیه الصلاة والسلام: "لاضرر ولاضرار" ---- وفسّره فی المغرب بأنه لایضر الرجل اخاہ ابتداء ولاجزاء (انتهی)

ولمافی الشامی: (۳۶۲/۵، طبع سعید)

ولوقضیٰ حاجته بلاشرط ولاطمع فاهدی الیه بعدذلک فهوحلال لابأس به ومانقل عن ابن مسعودمن کراهته فورع.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ		واللہ اعلم: عبدالوہاب عفا اللہ عنہ

۱۴۲۹ھ		فتویٰ نمبر:

﴿پولٹری فارمز کی فیڈ (خوراک) کا حکم﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلے کے متعلق کہ آج کل اخباروں میں یہ خبر

Maktaba Tul Ishaat. com

شائع ہوتی ہے کہ پاکستان کے پولٹری فارمز میں مرغیوں کو جو فیڈ (غذا) دیجاتی ہے اسمیں سور کا گوشت اور چربی ملی ہوئی ہوتی ہے، اب ایسی صورت میں کیا ایسی غذا کھانے والی مرغیاں اور ان کے انڈے حلال ہونگے؟ شرعی مسئلہ سے آگاہ فرمائیں۔

﴿جواب﴾ صورت مذکورہ میں جو نجس غذا مرغیوں کو دیجاتی ہے اگر اس نجاست کا اثر گوشت میں آتا ہو اور گوشت میں بدبو پیدا ہوتی ہو تو ایسے مرغیوں کا کھانا جائز نہ ہوگا لیکن چونکہ اس سے گوشت میں بدبو پیدا نہیں ہوتی اور یہ مشاہدہ ہے، لہٰذا فارمی مرغیاں اور ان کے انڈے حلال ہیں اور ان کے کھانے میں کوئی مضائقہ نہیں۔

لمافی التنویر مع الدر:(۶/۳۲۰-۳۲۱،طبع سعید)

(و)لبن (الجلالة)التی تاکل العذرة(و)لبن(الرمکة)ای الفرس وبول الابل،واجازه ابویوسف للتداوی(و)کره(لحمهما)ای لحم الجلالة والرمکة،وتحبس الجلالة حتی یذهب نتن لحمها،وقدر بثلاثة ایام لدجاجة واربعة لشاة،وعشرة لابل وبقر علی الاظهر ولو اکلت النجاسة وغیرها بحیث لم ینتن لحمها حلت کما حل اکل جدی غذی بلبن خنزیر لان لحمه لایتغیر.

الجواب صحیح:عبدالرحمٰن عفااللہ عنہ — واللہ اعلم:محمد عزیز چترالی عفااللہ عنہ

۲۵ ربیع الاولی ۱۴۲۷ھ — فتوی نمبر:۶۵

﴿مہمان کا باوجود بھوک کے کہہ دینا کہ میں نے کھانا کھایا ہوا ہے﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں مفتیان عظام مندرجہ ذیل مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے علاقے میں جب کوئی مہمان رشتہ دار وغیرہ کے گھر میں جاتا ہے تو کھانے کو جی چاہنے کے باوجود کچھ تکلف کرتا ہے کہ "میں نے کھایا ہے یا جی نہیں چاہ رہا وغیرہ ہم خود بھی رواج کی وجہ سے ایسا کرتے ہیں، کیا یہ درست ہے؟ اور یہ جھوٹ میں داخل ہے یا نہیں؟ مستفتی:تاج محمد بگرامی

﴿جواب﴾ عن اسماء بنت یزید قالت اتی النبی صلی اللہ علیه وسلم بطعام فعرض علینا فقلنا لانشتهیه قال لاتجمعن جوعا وکذبا رواه ابن ماجه(مشکوۃ باب الضیافة:ص/۳۷۰،طبع سعید)

یہ حدیث ہمیں بتارہی ہے کہ ایک مسلمان کے مزاج میں سادگی اور بے تکلفی ہونی چاہیے جب میزبان بطیب خاطر مہمان کو کھانے کی دعوت دیتا ہے تو کھانے کو جی چاہنے کے باوجود

Scanned with CamScanner

استغناء کا اظہار کرنا اپنے آپ کو دو پریشانیوں میں مبتلا کرنا ہے، ایک بھوک کی مشقت اور دوسری جھوٹ کا وبال جو بہت بڑی نادانی اور خسارے کی بات ہے۔

تاہم اگر مہمان کو یہ گمان ہو کہ میزبان مجھے دل سے کھانے کی دعوت نہیں دے رہا بلکہ صرف مروتاً کہہ دیا ہے تو اس کے لئے گنجائش ہے کہ وہ کہہ دے کہ میں نے کھایا ہے دل میں یہ خیال لاتے ہوئے کہ میں نے کل کھایا تھا، اس طرح مہمان جھوٹ سے بھی بچ جائے گا اور مقصد بھی پورا ہو جائے گا، البتہ صاف جھوٹ بولنا پھر بھی جائز نہیں ہے

لمافی الشامی:(۴۲۸/۶،طبع سعید)

وذلک کقول من دعی لطعام أکلت یعنی امس وکمافی قصۃ الخلیل علیہ الصلاۃ والسلام.

الجواب صحیح:عبدالرحمٰن عفااللہ عنہ والله اعلم:عبدالوہاب عفااللہ عنہ

۲ جمادی الاولیٰ ۱۴۲۷ھ فتویٰ نمبر:۲۸۲

﴿نامحرم کے بچے ہوئے کھانے کو استعمال کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے﴾

﴿سوال﴾ مہمان وغیرہ کا بچا ہوا کھانا گھر کی عورتوں کے لئے استعمال کرنا کیسا ہے؟ ہمارے علاقے میں اس کو معیوب سمجھا جاتا ہے، کیا یہ درست ہے؟

﴿جواب﴾ بچے ہوئے کھانے کا استعمال گھر کی عورتوں کے لئے جائز ہے، معیوب سمجھنے کی کوئی وجہ نہیں ہے، البتہ فقہاء کرامؒ نے اس وقت جوٹھے کو ناجائز لکھا ہے کہ کوئی مرد نامحرم عورت کے جوٹھے کو یا کوئی عورت نامحرم مرد کے جوٹھے کو بطور تلذذ استعمال کرے، اسی طرح نامحرم کا جوٹھا اس کی موجودگی میں ہو تو منع ہے، اس سے بھی شیطان کو غلط وسوسہ ڈالنے کا موقع ملتا ہے۔

لمافی تقریرات الرافعی:(۳۱۱/۶،طبع ایچ ایم سعید)

(قول الشارح یکرہ للمرأۃ سور الرجل وسورھا لہ) قال فی النھر لیس ھذا لعدم الطھارۃ بل للاستلذاذ قال ط اما عند عدمہ فلا علی الظاھر وحررہ وینبغی ان یقید بما اذا علم المرأۃ التی شربت من الماء او علمت ھی الرجل الشارب اما بدونہ فلا کراھۃ لان الانسان لا یشتھی من لا یعلمہ.اھ سندی.

الجواب صحیح:عبدالرحمٰن عفااللہ عنہ والله اعلم:عبدالوہاب عفااللہ عنہ

۱۷ ربیع الثانی ۱۴۲۷ھ فتویٰ نمبر:۱۹۲

Scanned with CamScanner

Maktaba Tul Ishaat. com

﴿شیعہ کی دی ہوئی مچھلی کا حکم﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام کہ ہمارے پڑوس میں ایک شیعہ ہے جس کا مشغلہ مچھلیوں کا شکار ہے وہ جب مچھلیوں کو دریا سے نکال کرلاتا ہے تو ان میں سے کچھ مچھلیاں ہمیں بھی کھانے کیلئے دے دیتا ہے تو کیا ہمارے لئے ان مچھلیوں کا کھانا جائز ہے یا نہیں؟ مستفتی: افسر علی

﴿جواب﴾ شیعہ مچھلی شکار کرے تو اسکی حلت وحرمت میں شبہ کیوں؟ مچھلی تو ہندو اگر شکار کرے وہ بھی حلال ہے۔

لمافی تبیین الحقائق:(۱۳۱/۷-۱۳۲،طبع ایچ ایم سعید)

ولاباس باکل سمکۃ یصیدھا مجوسی لانہاتحل من غیر تسمیۃ،فان المسلم اذااخذ سمکۃ وترک التسمیۃ علیہاتحل ومایحل بدون التسمیۃ،فالمجوسی وغیرہ فیہ سواء.

ولمافی فتح القدیر:(۴۹۹/۹،طبع رشیدیہ کوئٹہ)فان المجوسی اذااصطادسمکۃ حل اکلہا.

الجواب صحیح:عبدالرحمٰن عفااللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب: عقیل احمد حقانی

۳ ربیع الاول ۱۴۳۱ھ — فتوی نمبر:۲۵۰۱

﴿گوشت وغیرہ کے ملیدے کو حلیم یا ہلیم کہنے میں کوئی گناہ نہیں ہے﴾

﴿سوال﴾ آج کل حلیم کے نام سے ایک کھانا مشہور ہے جس کے بارے میں سنا گیا ہے کہ اس کھانے کا یہ نام حضرت حسن یا حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے رکھا تھا، یہ بات درست ہے یا نہیں؟ نیز کھانے کا یہ نام رکھنا جائز ہے جبکہ الحلیم اللہ جل جلالہ کے ناموں میں سے ایک نام ہے؟

﴿جواب﴾ گوشت، جَو، مصالحے اور کھچڑی کے اجزاء سے حلیم یا ہلیم کے نام سے جو ملیدہ تیار ہوتا ہے اس کا نام حضرت حسن یا حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے تجویز کیا ہے اس کا نہ ہمیں علم ہے اور نہ تحقیق کی فرصت، جس کو فرصت ہو اور غیر ضروری باتوں کی تحقیق کا شوق ہو تو وہ خود یہ شوق پورا کرے، یہ کسی مفتی کی ذمہ داری نہیں ہے، البتہ اتنا بتانا ہماری ذمہ داری ہے کہ اس کھانے کی پہچان چونکہ اسی نام سے ہے، اس لئے حلیم یا ہلیم کہنے میں کوئی گناہ نہیں ہے۔

لمافی الدرمع الرد:(۵۹۸/۹،طبع امدادیہ)

وجازالتسمیۃ بعلیّ ورشیدمن الأسماء المشترکۃ،ویرادفی حقناغیرمایرادفی حق اللہ تعالی،لکن التسمیۃ بغیرذلک فی زماننااولی لأن العوام یصغرونہاعن النداء.

وفی الشامیۃ:قولہ:(وجازالتسمیۃ بعلیّ الخ)الذی فی التاترخانیۃ عن السراجیۃ: التسمیۃ

Scanned with CamScanner

باسم يوجد في كتاب الله تعالى كالعليّ والكبير والرشيد والبديع جائزة الخ، ومثله في المنح عنها، وظاهره الجواز ولو معرفاً بأل قوله: (لكن التسمية الخ) قال أبو الليث: لاأحبّ للعجم أن يسموا عبدالرحمٰن وعبدالرحيم، لأنهم لايعرفون تفسيره، ويسمونه بالتصغير.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم: عبدالرحمٰن غفرلہ ولوالدیہ

۱۲ ربیع الاول ۱۴۳۰ھ — فتویٰ نمبر: ۲۰۲۷

﴿کھانا کھاتے وقت بات چیت کرنا جائز ہے﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں مفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ جب دسترخوان پر روٹی رکھ دی جائے اور سالن ابھی تک پیش نہ کیا ہو تو سالن کا انتظار کرنا چاہیے یا روٹی کھانا شروع کرنا چاہیے، نیز یہ بھی بتائیں کہ کھانا خاموش ہو کر کھانا چاہیے یا گفتگو کرتے ہوئے جبکہ سنا گیا ہے کہ خاموش ہو کر کھانا درست نہیں؟

مستفتی: رحمت ولی

﴿جواب﴾ روٹی اللہ تعالیٰ کی نعمتوں میں سے ایک بڑی نعمت ہے، اس کو ادب واحترام کے ساتھ کھانا اس نعمت کا حق ہے، لہٰذا اس کے آداب میں سے یہ بھی ہے کہ جب دسترخوان پر روٹی رکھ دی جائے اور سالن ابھی تک موجود نہ ہو تو سالن کا انتظار کئے بغیر روٹی کھانا شروع کرنا چاہیے۔

لمافي البحر الرائق: (۸/۱۸۳، طبع سعيد)

وينبغي أن لاينتظر الادام اذاحضر الخبز ويأخذ في الأكل قبل أن يأتي الادام.

ولمافي الهندية: (۵/۳۳۷، طبع رشيديه)

ومن أكرام الخبز أن لاينتظر الادام اذاحضر كذافي الاختيار شرح المختار.

خاموش ہو کر کھانا اور اس کو اچھا سمجھنا درست نہیں یہ مجوسیوں کا طریقہ ہے، اسے ترک کرنا چاہیے فقہائے کرام نے اس کو مکروہ لکھا ہے، لہٰذا کھانے کے دوران خاموشی کے بجائے کوئی دینی یا دنیوی اچھی بات کرنی چاہیے۔

لمافي الهندية: (۵/۳۴۵، طبع رشيديه)

يكره السكوت حالة الأكل لانه تشبه بالمجوس كذافي السراجية، ولايسكت على الطعام ولكن يتكلم بالمعروف وحكايات الصالحين كذافي الغرائب.

ولمافي الشامي: (۹/۴۹۱، طبع امداديه)

ويكره السكون حالة الأكل لأنه تشبه بالمجوس ويتكلم بالمعروف.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم: صلاح الدین چترالی

۲۲ ربیع الثانی ۱۴۲۷ھ — فتویٰ نمبر: ۷

Scanned with CamScanner

Maktaba Tul Ishaat. com

﴿بازار میں گھومتے پھرتے کھانا پینا خلاف مروت وادب ہے﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ کچھ لوگ جو کہ بازاروں میں گھومتے پھرتے ہیں ساتھ میں کھانے کی چیزیں ہوتی ہیں جنکو وہ کھاتے رہتے ہیں۔ پوچھنا یہ ہے کہ کیا اسطرح کھانا یہ رزق کی بے حرمتی نہیں ہے؟ مستفتی: خالد دیر

﴿جواب﴾ گھومتے پھرتے کھانا کھانا خلاف مروت وادب ہے شرعاً ناپسندیدہ ہے ایسے لاپرواہ آدمی کی شرعاً گواہی بھی قابل قبول نہیں ہے۔

لمافی الشامی:۵/۴۸۳(طبع سعید)

(قوله او يأكل على الطريق)أى بان يكون بمرأى من الناس بحر—واما اذاشرب الماء أواكل النواكه على الطريق لايقدح عدالته لان الناس لاتستقبح ذلك.

ولمافی الهندية ۳/۴۶۸(طبع رشيديه)

ولاتقبل شهادة من يفعل الافعال المستحقرة كالبول على الطريق والاكل عليهاكذافى الهداية،وكذامن ياكل فى السوق بين الناس.

ولمافی البحر:۷/ص۹۲(طبع سعيد)

والمراد بالاكل على الطريق والبول بان يكون بمرأى الناس —قال فى الهداية ولاتقبل شهادة من يفعل الافعال المستحقرة مثل البول والاكل على الطريق.

الجواب صحیح: مفتی عبدالرحمٰن عفااللہ عنہ واللہ اعلم بالصواب: دوست محمد روغانی

۲۷ جمادی الثانیہ ۱۴۳۵ھ فتویٰ نمبر: ۳۲۰۵

﴿کھانے کے دوران اذان کا جواب دینا ضروری نہیں ہے﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلے کے بارے میں کہ کھانا کھانے کے دوران اگر اذان شروع ہو جائے تو کیا اس وقت بھی اذان کا جواب دینا ضروری ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾ کھانے کے دوران اذان کا جواب دینا ضروری نہیں ہے اور کھانے سے فارغ ہونے کے بعد اگر زیادہ وقت نہ گزرا ہو تو اس وقت اذان کا جواب دینا چاہیے۔

لمافی الدر مع الرد:(۱/۳۹۶،۳۹۷طبع:سعید کراچی)

(ويجيب)وجوباً،وقال الحلوانى ندبا،والواجب الاجابة بالقدم (من سمع الاذان) ولوجنبالاحائضاًونفساً،وسامع خطبة وفى صلاة جنازة وجماع،ومستراح واكل وتعليم علم وتعلمه،بخلاف قرآن.

Scanned with CamScanner

تنبیہ:ھل یجب بعد الفراغ من ھذہ المذکورات ام لا؟ینبغی انہ ان لم یطل الفصل فنعم،وان طال فلا،

ولمافی البحر:(۱/۲۶۰،طبع:سعید کراچی)

ولم ارحکم مااذافرغ المؤذن ولم یتابعہ السامع ھل یجیب بعد فراغہ وینبغی انہ ان طال الفصل لایجیب والایجیب وفی المجتبی فی ثمانیۃ مواضع اذاسمع الاذان لایجیب فی الصلوۃ.....وکذالاتجیب الاجابۃ عند الاکل کماصرح بہ.

ولمافی فقہ الاسلامی وادلتہ:(۱/۷۱۳،طبع:رشیدیہ)

وقال الحنفیۃ:تشمل الاجابۃ من سمع الاذان ولوکان جنباً،لاحائضاًونفساء،وسامع خطبۃ وفی صلوۃ جنازۃ،وجماع،ومستراح فی بیت الخلاء،واکل،وتعلیم علم وتعلمہ،لکن فی اثناء قراءۃ القرآن یجیب لانہ لایفوت،وتکرار القراءۃ للاجر.

الجواب صحیح:مفتی عبدالرحمٰن عفی اللہ عنہ　　　واللہ اعلم بالصواب:دوست محمد روغانی

۲۹جمادی الثانیہ۱۴۳۵ھ　　　فتوی نمبر:۴۲۲۴

﴿نسوار سگریٹ اور پان کا شرعی حکم﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام کہ نسوار،سگریٹ اور پان کی شرعی حیثیت کیا ہے؟ کیا یہ مکروہ ہیں؟ کراہت ہے تو کونسی؟ کیا یہ تبذیر کے زمرے میں نہیں آتے ہیں؟

﴿جواب﴾ مذکورہ چیزیں فی نفسہ مباحات کے زمرے میں آتی ہیں جب تک حالت سکر کو نہ پہنچ جائیں اور بلاضرورت استعمال نہ کی جائیں،حکیم الامت حضرت تھانوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں"بلاضرورت کراہت تو سمجھتا ہوں اور بضرورت کھانا اور پینا دونوں جائز ہیں۔

اور ضرورت میں نفس اکل مکروہ نہیں،دوسرے عوارض خارجیہ سے گو کراہت ہو جائے اور عوارض کی خفت وشدت سے کراہت کی شدت وخفت میں تفاوت ہوگا اور سکر تمبا کو میں نہیں ہے صرف حدت ہے اسی سے پریشانی ہوتی ہے لیکن عقل ماؤف نہیں ہوتی اور عوارض خارجیہ ہی کے اعتبار سے کھانا اخف ہے بہ نسبت پینے کے کما ھو مشاھد"(امداد الفتاویٰ:۴/۱۱۶،طبع دارالعلوم)

اسی طرح نسوار میں بھی سکر نہیں ہوتا ہے محض حدت اور تیزی ہوتی ہے،بہرحال حد سے زیادہ استعمال ان کا کراہت سے خالی نہیں تبذیر کے زمرے میں تو آتے ہی ہیں،ان کے استعمال کے بعد منہ کی بدبو زائل کئے بغیر مسجد یا کسی اجتماع میں جانا درست نہیں مکروہ ہے،اس سے ایذاء مسلم کا اندیشہ ہے اور ایذاء مسلم حرام ہے،اس سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے۔

Scanned with CamScanner

Maktaba Tul Ishaat. com

لمافی الترمذی:(۲/۲،طبع فاروقی ملتان)

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم "من أكل من هذه قال أول مرة الثوم ثم قال الثوم والبصل والكراث فلا يقربنا في مساجدنا". هذا حديث حسن صحيح.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ　　　　واللہ اعلم: محمد عزیز چترالی عفا اللہ عنہ

۶ جمادی الاولیٰ ۱۴۲۷ھ　　　　فتویٰ نمبر: ۲۶۵

﴿گرم کھانا تناول کرنا جس سے منہ کے جل جانے کا اندیشہ ہو ممنوع ہے﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ کسی نے بتایا کہ گرم کھانا ہماری شریعت میں منع ہے جبکہ چائے گرم ہی پی جاتی ہے چائے کے بارے میں شریعت کا کیا حکم ہے کہ گرم چائے پینا حرام یا مکروہ یا جائز ہے؟ نیز بعض مرتبہ کھانے میں چربی ہوتی ہے گرم گرم ہی کھانا کھایا جاسکتا ہے کیونکہ گلے وغیرہ کیلئے چربی والا ٹھنڈا کھانا نقصان دہ ثابت ہوتا ہے، براہ کرم اس بات کی مکمل تحقیق کر کے رہنمائی فرمائیں؟　　　　مستفتی: بھائی ارشد بکری والا

﴿جواب﴾ کھانا اتنا گرم ہو کہ اس سے بھاپ نکل رہی ہو اور ہاتھ یا منہ جلنے کا اندیشہ ہو تو شریعت مطہرہ نے از روئے شفقت کھانے سے منع کیا ہے، اتنا گرم نہ ہو تو کھانے میں کوئی ممانعت نہیں، البتہ بہتر یہ ہے کہ اتنا انتظار کیا جائے کہ آگ کی گرمی زائل ہو جائے، ایسے کھانے میں برکت زیادہ ہوتی ہے۔

البتہ چائے یا دوسرا کھانا کہ ٹھنڈا ہونے سے اس کا ذائقہ نہیں رہتا یا مقصد حاصل نہیں ہوتا تو گرم گرم کھانے میں بے برکتی بھی نہیں ہوگی ہاں اس قدر گرم ہو جس سے بھاپ نکلے یا جسم جلنے کا اندیشہ ہو جائے ہو یا کوئی اور چیز اس حالت میں کھانا بلا شبہ مکروہ ہے، نیز چائے پیتے وقت جو یہ دیکھا گیا ہے کہ لوگ پھونک مارتے ہیں فقہاء کرام نے اس کو مکروہ کہا ہے۔

لمافی معجم ابن الاعرابی:(۱/۱۳۲)عن ابن شهاب أن رسول الله ﷺ نهى عن الطعام الحار.

مولانا سعد حسن خان صاحبؒ اس حدیث کا مفہوم بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں حضور ﷺ بہت گرم کھانا جس سے بھاپ نکل رہی ہو تناول نہیں فرماتے بلکہ اسکو ٹھنڈا ہونے دیتے گرم کھانے کے لئے کبھی فرماتے کہ اللہ تعالیٰ نے ہم کو آگ نہیں کھلائی اور کبھی فرماتے کہ گرم کھانے میں برکت نہیں ہوتی۔ (نبوی لیل ونہار: ص ۲۰۵ طبع میر محمد کتب خانہ)

Scanned with CamScanner

لمافی احیاء علوم الدین:(۲/۵،طبع بیروت)

ولا ینفخ فی الطعام الحار۔۔۔۔فھو منھی عنہ بل یصبر الی ان یسھل اکلہ۔

ولمافی الفقہ الاسلامی وادلتہ:(۴/۲۶۲۳،طبع رشیدیہ)ولا یاکل الطعام حارا ولا یشمہ۔

الجواب صحیح:عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ واللہ اعلم بالصواب: بلال احمد

۲۳جمادی الاولی ۱۴۲۸ھ فتوی نمبر:۹۰۶

﴿چوری کی بجلی سے کھانا پکانا خبث سے خالی نہیں﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلے کے بارے میں کہ بجلی چوری کر کے ہیٹر جلا کر کھانا پکانے اور پھر اس کو کھا کر نماز پڑھنے سے نماز فاسد ہو جاتی ہے؟ بینوا توجروا۔

﴿جواب﴾ بجلی کی چوری تو حرام ہے اس سے پکا ہوا کھانا اگر چہ حرام نہیں ہے لیکن خبث سے خالی بھی نہیں ہے۔جس سے نماز کی قبولیت بھی متاثر ہوگی،تاہم فرض ذمہ سے ساقط ہو جائے گا۔

لمافی المظھری:(۱/۱۶۷،طبع رشیدیہ)

(یاایھاالذین امنواکلوامن طیبات)حلالات مستلذات(مارزقنکم)عن ابی ھریرۃقال قال رسول اللہ ﷺان اللہ طیب لایقبل الا الطیب وان اللہ امرالمومنین بماامر المرسلین فقال یاایھاالرسل کلوامن الطیبات واعملواصالحا-وقال یاایھاالذین امنواکلوامن طیبات مارزقناکم-ثم ذکرالرجل یطیل السفریمدیدہ الی السماء یارب یارب اشعث اغبرمطعمہ حرام ومشربہ حرام وملبسہ حرام وغذی بالحرام فانی یستجاب لذلک.رواہ مسلم۔۔۔۔الخ.

الجواب صحیح:عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ واللہ اعلم بالصواب:خضر حیات کمالوی

۱۹ربیع الثانی ۱۴۲۸ھ فتوی نمبر:۷۹۵

﴿نجس پانی سے سیراب ہونے والی سبزیاں پاک ہیں﴾

﴿سوال﴾ شہر کے قریب میری کچھ کھیتی باڑی کے قابل زمین ہے اور میں اس میں سبزیاں مثلاً ٹماٹر،پالک،مولی،گاجر وغیرہ کاشت کرتا ہوں اور ان کو سیراب کرنے کے لئے شہر کی نالیوں سے نکلنے والا گندا اور ناپاک پانی استعمال کرتا ہوں تو کیا میرے لئے ان سبزیوں کا استعمال کرنا اور فروخت کرنا جائز ہے؟

﴿جواب﴾ ناپاک پانی سے سیراب ہونے والی سبزیاں وغیرہ پاک ہیں ان کا خود استعمال

Maktaba Tul Ishaat. com

کرنا اور بیچنا جائز ہے، البتہ استعمال سے قبل دھولیا جائے تاکہ اگر اس کے اوپر ناپاک پانی یا اس کے اجزاء لگے ہوئے ہوں تو اس سے صاف ہو جائے۔

لمافی الشامی:(۹/۲۹۲،طبع امدادیہ)

فرع:فی ابی السعود:الزروع المسقیۃ بالنجاسات لاتحرم ولاتکرہ عنداکثرالفقہاء.

واللہ اعلم بالصواب: خضر حیات کمالوی
الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ
فتوی نمبر:۱۰۲۱
۲۸ جمادی الثانی ۱۴۲۸ھ

﴿غیر شرعی امور کے وقت دعوت ولیمہ میں شریک ہونے کے چند احکام﴾

﴿سوال﴾ ولیمہ کی دعوت میں جب غیر شرعی امور کا ارتکاب ہو رہا ہو تو اس صورت میں ولیمہ کی دعوت قبول کرنی چاہیے؟ اگر دعوت میں شریک ہونے کے بعد گناہ کا علم ہو جائے تو پھر کیا کرنا چاہیے؟ اس مسئلہ میں عوام اور خواص کا حکم یکساں ہے یا عوام کیلئے کسی قدر گنجائش ہے؟

﴿جواب﴾ اگر دعوت ولیمہ میں شریک ہونے کے بعد غیر شرعی امور کا علم ہو جائے تو پھر یہ دیکھنا ہوگا کہ گناہ کا ارتکاب کھانے کی جگہ پر ہو رہا ہے یا کھانے کی جگہ سے دور ہو رہا ہے، بصورت ثانی عام شخص کیلئے ٹھہرنے اور کھانے کی گنجائش ہے، قدرت ہو تو گناہ سے منع کرے ورنہ صبر کرے۔ عالم مقتدی گناہ سے روکنے پر قادر نہ ہو تو ان کے حق میں وہاں پر تشریف رکھنا اور کھانا کھانا درست نہیں ہے اور بصورت اول (جب گناہ کا ارتکاب کھانے کی جگہ پر ہو رہا ہو) تو عالم کی طرح عام شخص کے لئے بھی ٹھہرنا اور کھانا کھانا درست نہیں ہے۔

اور اگر دعوت ولیمہ میں شریک ہونے سے پہلے غیر شرعی امور کا علم تھا تو پھر عوام، خواص دونوں کے لئے شرکت کرنا جائز نہیں ہے، ہاں اگر کوئی عالم و مقتدی یہ جانتا ہو کہ اس کے آنے پر غیر شرعی امور کا ارتکاب ترک کیا جاتا ہے تو پھر وہ شریک ہو سکتا ہے۔

لمافی الھندیۃ:(۵/۳۴۳،طبع رشیدیہ)

من دعی الی ولیمۃ فوجد ثمۃ لعبا اوغنا فلاباس ان یقعد ویاکل فان قدر علی المنع یمنعھم وان لم یقدر یصبر وھذا اذالم یکن مقتدی بہ اما اذاکان ولم یقدر علی منعھم فانہ یخرج ولایقعد ولوکان ذلک علی المائدۃ لاینبغی ان یقعد وان لم یکن مقتدی بہ وھذا کلہ بعدالحضور واما اذاعلم قبل الحضور فلایحضر لانہ لایلزم حق الدعوۃ بخلاف ما اذاھجم علیہ لانہ قدلزمہ کذافی السراج الوھاج وان علم المقتدی بہ بذلک قبل

الدخول وهو محترم يعلم انه لودخل يتركون ذٰلك فعليه ان يدخل والالم يدخل.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب: رشید عالم مروت

۲۸ جمادی الثانی ۱۴۲۸ھ — فتوی نمبر: ۱۰۳۳

﴿باقاعدہ بیٹھ کر تین سانس میں پانی پینا مستحب ہے﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اور مفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ بیٹھ کر تین سانس میں پانی پینا سنت سے ثابت ہے یا نہیں؟ کھڑے ہو کر پانی پینے کا شرعاً کیا حکم ہے؟ احادیث مبارکہ سے مدلل اور تسلی بخش جواب عنایت فرمائیں۔ مستفتی: محمد شاکر الطاف ٹاؤن

﴿جواب﴾ جی ہاں باقاعدہ بیٹھ کر تین سانس میں پانی پینا سنت سے ثابت ہے اور اس کے خلاف پر نکیر فرمائی گئی ہے اور بغیر مجبوری کے کھڑے ہو کر پانی پینا درست نہیں ہے، بعض روایات میں قئے کرانے کا بھی زجراً حکم ہے۔

البتہ کسی عذر کی بناء پر ہو' مثلاً وہ جگہ خراب ہے یا بیٹھنے کی صورت میں تکلیف کا اندیشہ ہے وغیرہ وغیرہ تو ایسی صورت میں کھڑے ہو کر پانی پینے کی گنجائش ہے۔

لمافي الصحيح لمسلم: (۱/۱۷۴، طبع قديمي)

(۱) عن انسؓ قال كان رسول الله ﷺ يتنفس في الشراب ثلاثا ويقول انه أروى و أبرأو أمرأ، قال أنسؓ فانا أتنفس في الشراب ثلاثا.........(۵) أنه سمع أباهريرةؓ يقول: قال رسول الله ﷺ لايشربن احدمنكم قائما فمن نسي فليستقيء.

ولمافي جامع للترمذي: (۲/۱۰، طبع دار القران والحديث)

(۲) عن ابن عباسؓ قال قال رسول الله ﷺ لاتشربوا واحدا كشرب البعير ولكن اشربوا مثنٰى وثلث وسمّوا اذاانتم شربتم واحمدوا اذاانتم رفعتم..(۳) عن الجارود بن العلاء ان النبي ﷺ نهى عن الشرب قائما.(۴) عن قتادة عن انسؓ أن النبي ﷺ نهى ان يشرب الرجل قائما فقيل الأكل قال ذاك أشد وأخبث.

ولمافي تكملة فتح الملهم: (۴/۱۲، طبع دار العلوم كراچی)

والذي يظهر لهذا العبد الضعيف عفاالله عنه: أن الكراهة في المواقع التي يتيسر فيها محل للجلوس، فأما اذالم يتيسر أوكان في الجلوس تكلف شديد فلاكراهة ايضا ويحتمل أن تكون أحاديث الشرب قائما متعلقة بمثل هذه المواقع كما عندزمزم فانه ربمايشكل الجلوس هناك لكثرة الزحام والطين.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم: محمد اسلم چترالی غفرلہ

۲۶ محرم الحرام ۱۴۲۹ھ — فتوی نمبر: ۱۱۰۶

Maktaba Tul Ishaat. com

﴿ہندو کا جوٹھا پاک ہے﴾

﴿سوال﴾ جناب مفتی صاحب! ہندو نے پیپسی کی ایک بوتل منگوائی وہ پی لی اس کے بعد دوسری بوتل منگوائی آدھی بوتل اس نے پی لی اور آدھی مجھے دی، میں نے پی لی، بعد میں مجھے خیال آیا کہ میں نے تو کافر کا جوٹھا پیا، اب پوچھنا یہ ہے کہ کافر کا جوٹھا پاک ہے یا ناپاک؟

﴿جواب﴾ ہندو کا جوٹھا پاک ہے، استعمال کرنا جائز ہے، البتہ ہندو کے ساتھ دوستانہ تعلق قائم رکھنا یہاں تک کہ ایک دوسرے کا جھوٹا بھی استعمال کرتے رہیں اور یہ احساس نہ ہو کہ کیا ہندو کیا مسلم؟! تو قطعاً جائز نہیں ہے، ہاں ترغیب اور دعوت کی غرض سے ہو تو دوستی لگانا بھی جائز ہے۔

لمافی حلبی کبیر:(ص۱۲۶،طبع نعمانیه)

(سؤر الادمی طاهر)بالاتفاق(سواء کان مسلما اوکافرا اوجنبا)اوحائضا اومحدثا(اوطاهرا)

ولمافی التنویرمع الدر:(۱/۲۲۲،طبع سعید)(فسؤر آدمی مطلقا)ولوجنبا اوکافرا اوامرأة.

وفی الشامیة:(قوله اوکافرا)لانه علیه الصلاة والسلام انزل بعض المشرکین فی المسجد علیٰ مافی الصحیحین،فالمراد بقوله تعالی انما المشرکون نجس النجاسة فی اعتقادهم بحر......(قوله اوامرأة)أی ولوحائضا اونفساء،لماروی مسلم وغیره عن عائشة قالت"کنت اشرب وانا حائض فاناوله النبی ﷺ فیضع فاه علیٰ موضع فی"بحر.

الجواب صحیح:عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب:محمد وارث خان

۲۶رجب المرجب ۱۴۲۹ھ — فتویٰ نمبر:۱۷۱۴

﴿مرغی کے جوٹھے کا حکم﴾

﴿سوال﴾ جناب مفتی صاحب! ایک شخص نے غسل کے لئے گرم پانی بالٹی میں ڈالا مرغی نے اس میں چونچ ڈال دی، اب پوچھنا یہ ہے کہ یہ پانی پاک ہے یا ناپاک اور ایسے پانی سے غسل کیا جا سکتا ہے یا نہیں؟

مستفتی:حیات خان سٹل ہانڈی سواتی

﴿جواب﴾ آزاد مرغی جو دانوں کے علاوہ گندگی بھی کھالیتی ہے کا جھوٹا مکروہ ہے، اس پانی کے علاوہ پاک پانی میسر نہ ہو تو استعمال کر سکتے ہیں۔

ولمافی القدوری:(ص۲۳،طبع قدیمی)

وسور الهرة ودجاجة المخلاة وسباع الطیور ومایسکن فی البیوت مثل الحیة والفارة مکروه

Scanned with CamScanner

ولمافی حلبی کبیر:(ص۱۲۷،طبع نعمانیه)

(وسؤرسباع الطیر)کالصقروالبازی والشاهین ونحوها)وسؤرمایسکن فی البیوت من الحشرات وغیرها(مثل الحیۃوالعقرب والوزغۃوالفارۃوالدجاجۃالمخلاۃ)ای المطلقۃ غیرالمحبوسۃ(والهرۃمکروہ)ای یکرہ التوضؤبه عندوجودغیرہ وکذاشربه کراهۃ تنزیه.

الجواب صحیح:عبدالرحمٰن عفااللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب:محمدوارث خان

۶ جمادی الاولیٰ ۱۴۲۹ھ — فتویٰ نمبر:۱۴۲۵

«"گوشت وچاول کھانوں کا سردار ہے" حدیث کی تحقیق»

«سوال» شمائل کبریٰ میں ایک مرفوع روایت ہے،جس میں گوشت اور چاول کو کھانوں کا سردار قرار دیا ہے،عبدالرحمٰن اس کی تحقیق کرے۔

مستفتی:مربی ومرشدی شیخ طریقت حضرت واصف منظور صاحب نوراللہ مرقدہ

«جواب» شمائل کبریٰ کی مذکورہ حدیث پر از روئے سند اگر چہ محدثین نے کلام کیا ہے یعنی بعض نے اس کو ضعیف قرار دیا ہے،تاہم اس معنی کی دیگر احادیث سے اس کی تائید ہو جاتی ہے اور ایسی حدیث اگر چہ ضعیف ہو لیکن دیگر مؤیدات کی وجہ سے حسن لغیرہ کے درجہ میں آجاتی ہے، ذیل کی احادیث میں گوشت پھر چاول دونوں کو الگ الگ کھانوں کا سردار بتایا گیا ہے تو ظاہر ہے کسی کھانے میں اگر دونوں ایک ساتھ ہوں تو ایسا کھانا واقعی تمام کھانوں کا سردار شمار ہوگا۔

لمافی الطب النبوی لأبی نعیم الأصفهانی:(۳۵/۲،۷،اللحم،طبع بیروت)

عن أبیه علی رضوان الله علیهم،قال:قال رسول الله ﷺ:سیدطعام الدنیااللحم ثم الأرز.

ولمافی الموضوعات الکبریٰ:(ص۱۳۶،طبع قدیمی)

سیدطعام اهل الدنیاوالآخرۃاللحم---- وقال السخاوی:وله شواهدمنها:عن علی رفعه بلفظ"سیدطعام الدنیااللحم ثم الأرز"(اخرجه ابونعیم فی"الطب النبوی")وهکذاعن صهیب بلفظ"سیدالطعام فی الدنیاوالآخرۃاللحم ثم الأرز"(اخرجه الدیلمی من جهۃالحاکم)

ولمافی تدریب الراوی:(ص۱۳۶،طبع قدیمی)

"حسن لغیرہ"مالایخلواسنادہ من مستورلم تتحقق أهلیته ولیس مغفلاکثیرالخطاء فیمایرویه ولاهومتهم بالکذب فی الحدیث ولاظهرمنه سبب آخرمفسق ویکون متن الحدیث مع ذلک معروفابروایۃمثله أونحوہ من وجه آخرأوآکثرحتی اعتضد بمتابعۃ من تابع راویه علی مثله،أوبماله من شاهدوهوورودحدیث آخرنحوہ،فیخرج بذلک عن أن یکون شاذاًأومنکراً.

الجواب صحیح:عبدالرحمٰن عفااللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب:ظہوراحمدشمس

۶ جمادی الاولیٰ ۱۴۲۹ھ — فتویٰ نمبر:۱۴۱۸

Scanned with CamScanner

Maktaba Tul Ishaat. com

﴿کرسچن کو کھانا کھلانا جائز ہے﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ کرسچن غیر مسلم عورتیں گھروں میں آتی ہیں ان کو اللہ کی رضا کی نیت سے کھانا کھلانا کیسا ہے؟ مستفتی: عبدالجلیل صاحب

﴿جواب﴾ صدقات واجبہ مثلاً زکوۃ عشر نذر کفارہ وغیرہ کے علاوہ خیرات ان کو دینا جائز ہے، لہٰذا اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے ان کو کھانا کھلانا جائز ہے۔

لمافی الهندية:(۱۸۸/۱،طبع رشيديه)

أما أهل الذمة فلا يجوز صرف الزكوة اليهم بالاتفاق ويجوز صرف صدقة التطوع اليهم بالاتفاق واختلفوا في صدقة الفطر والنذور والكفارات قال ابو حنيفة ومحمدؒ يجوز الا أن فقراء المسلمين احب الينا كذا في شرح الطحاوي۔

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب: محمد حسن

۱۱ رجب المرجب ۱۴۲۹ھ — فتویٰ نمبر: ۱۶۵۳

﴿گوشت وغیرہ میں بدبو پیدا ہو جائے تو کیا حکم ہے؟﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر گوشت وغیرہ یا باقی کھانے پینے کی اشیاء میں بدبو پیدا ہو جائے تو ان کا استعمال جائز ہے یا ناجائز؟

﴿جواب﴾ گوشت یا اسی طرح کسی کھانے والی چیز میں بدبو پیدا ہو جائے تو چونکہ ایسی چیز صحت کے لئے مضر ہے، اس لئے اس کا استعمال جائز نہیں ہے، البتہ پینے والی کسی چیز میں بدبو پیدا ہو جائے تو وہ اتنی مضر نہیں ہوتی، اس لئے ان کا استعمال جائز ہے اگر کسی ذریعے سے معلوم ہو جائے کہ یہ بھی صحت کے لئے مضر ہے تو ان کا استعمال بھی درست نہیں ہوگا۔

لمافي الشامي:(۳۲۸/۱-۳۲۹،طبع سعيد)

(قوله يحرم أكل لحم أنتن)عزاه في التاترخانية الى مشكل الآثار للطحاوي:قال ح:أي لأنه يضر لا لأنه نجس،وأما نحو اللبن المنتن فلا يضر ذكره الشرنبلالي في شرح كراهية الوهبانية،اه،قلت،ونقل في التاترخانية عن صلاة الجلابي أنه اذا اشتد تغيره تنجس،ثم نقل التوفيق بحمل الأول على ما اذا لم يشتد،ومثله في القنية،لكن في الحموي عن النهاية أن الاستحالة الى فساد لا توجب النجاسة لا محالة اھ۔

ولمافي الهندية:(۳۳۹/۵،طبع رشيديه)

واللحم اذا أنتن يحرم أكله والسمن واللبن والزيت والدهن اذا أنتن لا يحرم والطعام اذا

تغیر واشتد تنجس والاشربۃ بالتغیر لاتحرم کذافی خزانۃ الفتاوی.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ واللہ اعلم بالصواب: شاہد محمود عفا اللہ عنہ

۹ رجب ۱۴۲۹ھ فتویٰ نمبر: ۱۶۴۸

﴿زمزم کا پانی کھڑے ہوکر پینا درست ہے﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ زمزم کا پانی کھڑے ہوکر پینے کا کیا حکم ہے؟ شرعاً یہ جائز ہے؟ مستفتی: قاری رحمت اللہ کالام سواتی

﴿جواب﴾ بیٹھ کر پینا پانی پینے کے آداب میں سے ہے بغیر عذر کے کھڑے ہوکر عام پانی نہیں پینا چاہیے، البتہ زمزم کا پانی اسی طرح وضوء کا باقی ماندہ پانی بغیر عذر کے بھی کھڑے ہوکر پی سکتے ہیں، اسکی گنجائش ہے۔

لمافی التنویر مع الدر: (۱/۱۲۸-۱۲۹، طبع ایچ ایم سعید)

(اللهم اجعلني من التوابين واجعلني من المتطهرين وأن يشرب بعده من فضل وضوئه) كماء زمزم (مستقبل القبلة قائما) أو قاعد، او فيما عداهما يكره قائما تنزيها.

وفي الشامية: واعلم أنه ورد في الصحيحين أنه ﷺ قال "لايشربن أحدمنكم قائما فمن نسي فليستقئ" وفيهما "أنه شرب من زمزم قائما".

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ واللہ اعلم: حبیب الوہاب سواتی

۱۸ جمادی الثانی ۱۴۳۹ھ فتویٰ نمبر: ۱۶۱۳

﴿موبائل فون میں میوزک اور گانے لوڈ کرنے کی آمدنی حرام ہے﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ میری موبائل کمونیکشن کی دکان ہے اور لوگوں کی فرمائش پر ان کے موبائل فون میں رنگ ٹونز لوڈ کرتا ہوں اور یہ ٹونز ہر قسم کی ہوتی ہے لیکن اکثر میوزک اور گانوں پر مشتمل ہوتی ہیں، سوال یہ ہے کہ کیا یہ کاروبار جائز ہے؟ اور اس کے ذریعے سے حاصل ہونے والی آمدنی کا کیا حکم ہے؟ مستفتی: جاوید خان لانڈھی

﴿جواب﴾ اسلام میں موسیقی اور گانا بجانا اور سننا ناجائز اور حرام ہے اور قرآن وحدیث میں اس پر شدید وعیدیں آئیں ہیں، لہٰذا موبائل فون میں ایسی رنگ ٹونز لوڈ کرنا ناجائز ہے جو میوزک اور گانوں وغیرہ پر مشتمل ہوں اور اس کے ذریعے حاصل ہونے والی آمدنی بھی حلال

Scanned with CamScanner

Maktaba Tul Ishaat. com

نہیں ہے، تاہم ایسی رنگ ٹونز لوڈ کرنا، جو میوزک اور گانوں پر مشتمل نہ ہوں، جائز ہے اور اس کے ذریعے سے حاصل ہونے والی آمدنی بھی حلال ہے۔

لمافی قوله تعالیٰ: (سورۃ لقمان، آیت ۶)

ومن الناس من يشترى لهو الحديث ليضل عن سبيل الله بغير علم ويتخذها هزوا اولئک لهم عذاب مهين...... الآية.

ولما فی روح المعانی: (۲۱/۹۱، طبع رشيديه)

عن ابی الصهباء قال: سألت عبدالله ابن مسعود عن قوله تعالى: ومن الناس من يشترى لهو الحديث، قال: هو والله الغناء، وبه فسر كثير.

ولما فی المشکوٰۃ: (۲/۴۱۱، طبع سعید)

عن جابرؓ قال: قال رسول الله ﷺ: الغناء ينبت النفاق فی القلب كماينبت الماء الزرع.

واللہ اعلم بالصواب: عبدالرزاق غفرلہ — الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ

فتوی نمبر: ۱۱۴۹ — ۴ صفر الخیر ۱۴۲۹ھ

﴿حلال اور حرام مخلوط مال کی دعوت کا حکم﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہم کھانے کی دعوت کے لئے پیسے جمع کرتے ہیں، ہم میں سے ایک ساتھی کا اکثر مال حرام کا ہے اور وہ سرکاری ملازم ہے تنخواہ لیتا ہے ہمارے لئے اس کھانے کا کیا حکم ہے؟ یعنی جس میں اس کا پیسہ بھی شامل ہو۔

﴿جواب﴾ تقوی تو یہ ہے کہ ایسے شخص کو دعوت میں شریک نہ کریں یا اس کا حصہ اپنی طرف سے ادا کریں، اس سے پیسے نہ لیں ویسے شریک کرنے کی بھی گنجائش ہے، خصوصاً دعوت کی غرض سے اگر شریک کریں اور ساتھ ساتھ کسب حلال کی بھی ترغیب دیدیں تو زیادہ بہتر ہے، لہٰذا صورت مسؤلہ میں مذکورہ شخص چونکہ تنخواہ دار بھی ہے یعنی اس کی آمدنی میں اچھی خاصی مقدار حلال کی بھی ہے، اس لئے اسکو شریک کرنا بلاشبہ جائز ہے، آپ یہ سمجھا کریں کہ ہم اپنے حصہ سے کھا رہے ہیں یا اس کے حلال سے کھا رہے ہیں۔

لمافی الهندية: (۵/۳۴۳، طبع رشيديه)

آكل الربا وكاسب الحرام أهدى اليه أو اضافه وغالب ماله حرام لا يقبل ولا يأكل مالم يخبره أن ذلک المال أصله حلال ورثه أو استقرضه.

ولما فی الولوالجية: (۴/۳۳۶، طبع فاروقيه پشاور)

رجل اهدى الى انسان أو أضافه فان كان غالب مال المهدى حراما، لا ينبغى أن يقبل؛

Scanned with CamScanner

ولا يأكل من طعامه مالم يخبره أن ذلك المال حلال اوورثه أواستقرضه.

ولمافی الشامی:(۲/۲۱۹،طبع امدادیه)

سئل الفقيه أبوجعفرعمن اكتسب ماله من امراء السلطان وجمع المال من أخذ الغرامات المحرمات وغيرذلك هل يحل لمن عرف ذلك أن يأكل من طعامه ؟ قال: أحب الي أن لايأكل منه ويسعه حكماأن يأكله ان كان ذلك الطعام لم يكن في يد المطعم غصباًأورشوة اه.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفااللہ عنہ — واللہ اعلم: حبیب الوہاب سواتی

۱۴جمادی الثانی ۱۴۲۹ھ — فتویٰ نمبر:۱۵۲۶

﴿کھانے پینے کی اشیاء میں لال بیگ گر کر مرجائے تو کیا حکم ہے؟﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اور مفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ دودھ یا چائے میں لال بیگ مراہوا پایا، اس دودھ یا چائے کا استعمال جائز ہے یا ناجائز؟

﴿جواب﴾ لال بیگ اوراس جیسے دیگر کیڑے مکوڑے جن میں خون نہیں ہے، چائے دودھ یاپانی وغیرہ میں گر کر مرنے سے وہ دودھ پانی وغیرہ ناپاک نہیں ہوتا، اس چیز کونکال کر دودھ پانی وغیرہ استعمال کرسکتے ہیں، البتہ وہ چیز مرکراس میں ریزہ ریزہ ہوجائے تو کھانے پینے میں استعمال سے گریز کریں، اس لئے کہ یہ چیزیں ناپاک اگرچہ نہیں ہیں (خون نہ ہونیکی وجہ سے) تاہم ان کا کھانا جائز نہیں ہے۔

ولمافی الدرالمختار:(۱/۱۸۲،طبع سعید)

وفي المجتبى:الاصح في علق مص الدم انه يفسدومنه يعلم حكم بق،وقرادوعلق. وفي الوهبانية:دودالقزوماءه وبزره وخرؤه طاهركدودةمتولدةمن نجاسة.وكذافي حلبي كبير:(ص۱۴۴-۱۴۵،طبع نعمانيه)

ولمافی حلبی کبیر:(ص۱۴۵،طبع نعمانیه)

(وذكرالاسبيجابي في شرحه مايعيش في الماء ممالايؤكل لحمه اذامات في الماء و تفتت فانه يكره شرب الماء)وهومروى عن محمدٌلاختلاط الاجزاء المحرم أكلهابالماء فربماابتلعت بشربه مع انهاحرام ومايحتمل فيه تناول الحرام يكره تناوله.

ولمافی الهدایة:(۱/۳۶،باب الماء،طبع رحمانیه)

وموت ماليس له نفس سائلةفي الماء لاينجسه كالبق والذباب والزنابيروالعقرب ونحوها.....لناقوله عليه السلام فيه هذاهوالحلال أكله وشربه والوضوء منه.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفااللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب: محمد ادریس چارسدوی

۲۶ذی الحجہ ۱۴۲۸ھ — فتویٰ نمبر:۱۰۵۹

Scanned with CamScanner

﴿حلال جانور کے بچے کے گوشت کا حکم﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر بھینس کا تازہ بچہ پیدا ہو جائے اور اسکو فوراً ذبح کر دیا جائے اس کے گوشت کا استعمال جائز ہے یا نہیں؟ اور اس میں کسی قسم کی کراہت تو نہیں؟

مستفتی: شاہد اللہ قریشی بنارس کراچی

﴿جواب﴾ حلال جانور چاہے چھوٹا ہو یا بڑا اس کو ذبح کر کے اس کا گوشت کھانا جائز ہے عموماً طبعی کراہت ہوتی ہے لیکن شرعاً کوئی کراہت نہیں ہے۔

لمافی الدر مع الرد:(۳۰۲/۶،طبع ایچ ایم سعید)

وفی منظومۃ النسفی قولہ:

ان الجنین مفرد بحکمہ ؛ لم یتذک بذکاۃ أمہ

وفی الشامیۃ:ومعنی البیت أن الجنین وھو الولد فی البطن ان ذکی علی حدۃ حل والا،ولا یتبع أمہ فی تذکیتھا لو خرج میتا فالشرط الثانی مفسر للأول.

ولمافی الفقہ الاسلامی:(۲۷۷۹/۴،طبع رشیدیہ)

الثانی ان تلقیہ حیا قبل ذبحہ فلا یوکل الاان یذکی (یذبح) وھو مستقر الحیاۃ ... فوجب افرادہ بالذبح لیخرج الدم عنہ فیحل بہ ولا یحل بذکاۃ أمہ اذ المقصود بالذکاۃ اخراج دمہ لیتمیز من اللحم فیطیب.

الجواب صحیح: عبد الرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب: احمد علی عفی عنہ

۶ ربیع الاول ۱۴۳۱ھ — فتویٰ نمبر: ۲۲۹۰

﴿باب اللباس والزینۃ﴾

﴿بڑے ناخن رکھنے کا حکم﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ آج کل یہ فیشن ہے کہ لوگ اپنے ناخن لمبے لمبے کر کے چھوڑ دیتے ہیں اور پھر انہی کیساتھ کھانا وغیرہ بھی کھاتے ہیں، اب پوچھنا یہ ہے کہ کیا شریعت کی رو سے ان کا یہ کام جائز ہے نیز ان ناخنوں کیساتھ کھانے کا کیا حکم ہے۔

مستفتی: ایک نمازی ابوبکر صدیق مسجد

﴿جواب﴾ ناخنوں کے بارے میں شرعی حکم یہ ہے کہ ناخنوں کو ہر ہفتہ میں ایک مرتبہ تراشنا چاہئے، احادیث میں اس کے بارے میں بہت فضائل وارد ہوئے ہیں ہر ہفتہ میں نہ تراش سکے تو

پندرہ دن میں تراشے، چالیس دن سے زیادہ تک ناخن رکھنا گناہ ہے، مکروہ تحریمی ہے، اور اس کے متعلق سخت وعیدیں آئی ہیں فقہاء کرام لکھتے ہیں کہ جس شخص کے ناخن لمبے ہونگے تو اس کے رزق سے برکت اٹھ جاتی ہے اور اس کے رزق کو تنگ کردیا جاتا ہے، اطباء فرماتے ہیں کہ ناخن لمبے ہوں تو آدمی طرح طرح کی بیماریوں میں مبتلا ہوجاتا ہے، آج کل ناخنوں کو لمبا کرنے کا عورتوں میں رائج فیشن مغربی تہذیب کا ایک فتنہ ہے، اس سے عورت گھریلو خدمات انجام دینے سے دور رہتی ہے، اس طرح ماڈرن بننے کے شوق میں گھر والوں کی شفقت سے محروم ہوجاتی ہے، اور اپنی صحت کو بھی برباد کرتی ہے، ناخنوں کو لمبا کرنا درندہ صفت ہے انسانی فطرت کے خلاف ہے۔

لمافی قوله تعالی (سورة الحشر آیت ۷پاره۲۸)﴿وما اتكم الرسول فخذوه وما نهكم عنه فانتهوا﴾

لما مشكوة المصابيح: (ص:۳۸۰طبع:سعيد)

عن ابی هريرة قال رسول الله ﷺ الفطرة خمس الختان الاستحداد وقص الشارب تقليم الاظفار ونتف الابط متفق عليه

ولما فی سنن ابی داود :(۲/۲۲۵،طبع:رحمانيه)

عن انس بن مالک قال وقت لنا رسول الله ﷺحلق العانة وتقليم الاظفار وقص الشارب ونتف الابط اربعين يوما مرة

ولما فی مرقات المفاتيح :(۸/۲۷۳طبع:رشيديه)

وفی القنية الأفضل ان يقلم اظفاره ويحفی شاربه ويحلق عانته وينظف بدنه فی الاغتسال فی الاسبوع مرة فان لم يفعل ذالک ففی كل خمسة عشريوما ولا عذره فی تركه وراء الاربعين ،فالاسبوع هو الافضل والخمسة عشر هو الاوسط والاربعون هو الابعد ولا عذر فيما راء الاربعين ويستحق الوعيد عندنا (رواه مسلم)

ولما فی الدر المختار (۶/۴۰۵)سعيد

(ويستحب قلم اظافيره)الالمجاهد فی دار الحرب فيستحب توفير شاربه واظفاره (يوم الجمعة)وكونه بعد الصلاة افضل الا اذا اخره اليه تأخيرا فاحشا فيكره لأن من كان ظفره طويلا كان رزقه ضيقا ،وفی الحديث" من قلم اظافيره يوم الجمعة اعاذه الله من البلايا الى الجمعة الاخرى وزيادة ثلاثة ايام كقول علی رضی الله عنه قلموا اظفاركم بسنة وآداب: يمينها خوابس يسارها اوخسب

ولما فی الشامی :(۶/۴۰۵،طبع:سعيد)

قال السيوطی :وبالجملة فارجحها ای الاقوال دليلا ونقلا يوم الجمعة الإخبار الواردة فيه ليس بواهية جدا مع ان الضعيف يعمل به فی فضائل الاعمال اه.مدنی

وقال الجراحی :وروی الديلمی بسندرواه عن ابی هريرة رفعه "من قلم اظفاره يوم

Scanned with CamScanner

Maktaba Tul Ishaat. com

السبت خرج منه الداء ودخل فيه الشفاء، ومن قلم يوم الاحد خرج منه الافاقة ودخل فيه الغنى ومن قلمها يو م الثنين خرج منه الجنـ ـ ودخلت فيه الصحة ومن قلمها يو م الثلا ثا ء خرج منه المرض ودخل فيه الشفاء، ومن قلمها يو م الا ربعاء خرج منه الوسواس والخوف ودخل فيه الامن والشفاء، ومن قلمها يو م الخميس خرج منه الجذام وخلت فيه العافية ومن قلمها يو م الجمعة دخلت فيه الرحمة وخرجت منه الذنوب

الجواب صحیح: عبد الرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب: عزیز اللہ آغا عفی عنہ

۲۷ جماد الثانیہ ۱۴۳۳ھ — فتویٰ نمبر: ۳۲۲۸

﴿ناخن تراشنے کا مسنون طریقہ﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ناخن کاٹنے کا سنت طریقہ کیا ہے؟ براہ کرم جواب دیکر عنداللہ ماجور ہوں۔

مستفتی: حاجی نصیر احمد

﴿جواب﴾ ہاتھوں کے ناخن کاٹنے کا افضل طریقہ یہ ہے کہ دائیں ہاتھ کی شہادت کی انگلی سے شروع کریں اور چاروں انگلیوں کے ناخن کاٹ لیں پھر بائیں ہاتھ کی چھنگلی سے شروع کر کے پورے ہاتھ کے ناخن کاٹ لیں اور اخیر میں دائیں ہاتھ کے انگوٹھے کا ناخن کاٹیں۔ اور پاؤں کے ناخن کاٹنے کا بہتر طریقہ یہ ہیکہ دائیں پاؤں کی چھنگلی سے شروع کریں اور بائیں پاؤں کی چھنگلی پر ختم کردیں۔

لما فی الدر مع الرد: (۲/۶۰۲، طبع: سعید)

وفی شرح غزاویة روی "أنه ﷺ بدأ بمسبحة اليمنى الى الخنصر ثم بخنصر اليسرى الى الابهام وختم بابهام اليمنى" وذكر له الغزالي في الاحياء وجها وجيهاولم يثبت في اصابع الرجل نقل ،والا ولى تقليمها كتخليلها......قال الشامي :(قوله والاولى تقليمها كتخليلها)يعني يبدأ بخنصر رجله اليمين ويختم بخنصر اليسرى.

ولما في الهندية: (۵/۳۵۸، طبع: رشيدية)

وينبغي أن يكون ابتداء قص الاظافير من يد اليمنى و كذ الانتهاء بها فيبدأ بسبابة اليد اليمنى ويختم بابهامها وفي الرجل يبدأ بخنصر اليمنى ويختم بخنصر اليسرى.

الجواب صحیح: عبد الرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب: تنویر الرحمٰن غفرلہ ولوالدیہ

۵ جمادی الثانی ۱۴۳۴ھ — فتویٰ نمبر: ۳۷۴۴

﴿ٹوٹے ہوئے بال اور ناخنوں کا حکم﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ عورتوں کے وہ بال جو

کنگھا کرتے وقت ٹوٹ جاتے ہیں یا ناخن کاٹ لیتے ہیں ان بالوں اور ناخنوں کا کیا حکم ہے؟ ویسے پھینک دے یا دفن کرے؟ مستفتی: عبدالواجد پشاور

﴿جواب﴾ بدنِ انسان کے اعضاء واجزاء قابل احترام ہیں، لہٰذا بال ہو یا ناخن وغیرہ کاٹ کر ناپاک جگہوں میں پھینکنا مناسب نہیں ہے، بہتر یہ ہے کہ کسی پاک جگہ دفن کر دیا جائے۔

لما فی الشامی:(۲۰۵/۶، کتاب الحظر والاباحۃ:طبع سعید).

فاذا قلم اظفاره او جز شعره ينبغي ان يدفنه فان رمى به فلا باس وان القاه فى الكنيف او فى المغتسل كره لانه يورث داء خانيه ويدفن اربعة الظفر والشعر وخرقة الحيض والدم عتابية اهـ.

ولما فی الفتاوی العالمگیریۃ:(۳۵۸/۵، طبع قدیمی).

فاذا قلم اظفاره او جزشعره ينبغي ان يدفن ذالک الظفر والشعر المجزوز فان رمى به فلا باس وان القاه فى الكنيف او فى المغتسل يكره ذالک لان ذالک يورث داء.....يدفن اربعة الظفر والشعر وخرقة الحيض والدم كذا فى الفتاوى العتابيه.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب: محمد تنویر عفا اللہ عنہ

۶ ربیع الثانی ۱۴۳۴ھ — فتوی نمبر: ۳۶۶۱

﴿ایام ماہواری میں ناخن پالش استعمال کرنا جائز ہے﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ مجھے ناخن پالش لگانے کا بہت شوق ہے، اب میری شادی دیندار آدمی سے ہوئی انہوں نے یہ مسئلہ بتایا کہ ناخن پالش استعمال نہیں کرو کیونکہ ناخن پالش لگی ہوئی ہو تو وضو اور غسل نہیں ہوتا، اب پوچھنا یہ ہے کہ ماہواری کے دنوں میں ناخن پالش استعمال کرسکتی ہوں یا نہیں کیونکہ ان دنوں میں نماز تو نہیں پڑھنی ہوتی کہ جس کیلئے وضوء کیا جائے؟ مستفتیہ: ہمشیرہ داؤد شاہ

﴿جواب﴾ بیوی اپنے شوہر کیلئے زینت اختیار کرے، شرعاً یہ پسندیدہ عمل ہے، البتہ ناخن یا جسم کے دوسرے حصہ پر ایسی کوئی چیز لگانا جو پانی پہنچنے کیلئے مانع ہو منع ہے، اس لئے کہ واجب غسل یا وضوء اس کے ساتھ نہیں ہو سکے گا، لہٰذا ناخن پالش اگر ایسی ہے یعنی صرف رنگ نہیں ہے بلکہ ناخن پر پلستر بن کر جم جاتی ہے اور پانی پہنچنے کیلئے مانع رہتی ہے تو ایسی ناخن پالش استعمال کرنا منع ہے، البتہ ماہواری کے ایام میں وضوء وغیرہ کی ضرورت چونکہ نہیں ہوتی اسلئے ایسے دنوں میں استعمال کرنا جائز ہے اور پاک ہوتے ہی اسکو دور کر دیں۔

Scanned with CamScanner

Maktaba Tul Ishaat. com

لمافی الدر المختار:(۱/۷۵۵،طبع سعید)

ویستحب التجمل واباح الله الزینۃ بقوله تعالی -قل من حرم زینۃ الله التی اخرج لعبادہ۔۔۔الایۃ-وخرج صلی الله علیه وسلم وعلیه رداء قیمته الف دینار زیلعی.

ولمافی التنویر مع الدر والرد:(۱/۱۵۴،طبع سعید)

(ولا یمنع)الطهارۃ(ونیم)ای خرء ذباب......بخلاف نحو عجین......فی الشامیۃ:(قوله به یفتی)صرح به فی الخلاصۃ،وقال:لان الماء شیء لطیف یصل تحته غالباًویرد علیه ماقدمناآنفاًومفادہ عدم الجواز اذاعلم انه لم یصل الماء تحته،قال فی الحلیۃ وهو اثبت.

الجواب صحیح:عبدالرحمٰن عفااللہ عنہ   واللہ اعلم بالصواب:سلمان احمد

۲۳ ربیع الاول ۱۴۳۰ھ   فتویٰ نمبر:۲۰۶۹

﴿عورتوں کے بال کاٹنے کا حکم﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلے کے بارے میں کہ عورتوں کو اپنے سر کے بال کٹوانے کی شریعت میں اجازت ہے یا نہیں؟ نیز چھوٹی بچیوں کے بالوں کا کیا حکم ہے؟

﴿جواب﴾ نو سال سے زائد عمر کی لڑکیوں اور عورتوں کو بغیر ضرورت وعذر (حد سے زیادہ جوئیں یا کوئی اور تکلیف وغیرہ ہو) کے اپنے سر کے بال منڈوانا یا کتروانا جائز نہیں: حدیث پاک میں بالوں کو عورت کے لئے باعثِ زینت قرار دیا گیا ہے، نیز کٹوانے میں مردوں اور کفار کی عورتوں کے ساتھ مشابہت پائی جاتی ہے، اس لئے ہر مومنہ کو اس سے احتراز لازم ہے۔

البتہ کسی عورت کے بال اتنے لمبے ہوں کہ ان کے سنبھالنے میں غیر معمولی دشواری اور الجھن ہو یا بہت چھوٹے ہوں کہ بڑھتے ہی نہ ہوں اور ان کے سرے کٹوانے سے بڑھ جانے کی امید ہو تو ضرورت کی وجہ سے معمولی کاٹنے کی گنجائش ہے۔

لمافی سنن النسائی:(۲/۲۷۵،طبع قدیمی)

عن علی رضی الله عنه نهی رسول الله صلی الله علیه وسلم ان تحلق المرأۃ رأسها.

ولمافی صحیح البخاری:(۲/۸۷۴،طبع رحمانیه)

عن ابن عباس رضی الله عنه قال لعن النبی صلی الله علیه وسلم المتشبهین من الرجال بالنساء والمتشبهات من النساء بالرجال.

ولمافی الدر المختار:(۶/۴۰۷،طبع سعید)

وفیه:قطعت شعر رأسها اثمت ولعنت زاد فی البزازیۃ وان باذن الزوج لأنه لاطاعۃ لمخلوق فی معصیۃ الخالق،ولذا یحرم علی الرجل قطع لحیته،والمعنی المؤثر التشبه بالرجال اھ.

Scanned with CamScanner

ولمافی امداد الفتاوی:(۲۲۹/۴،طبع دار العلوم)قلت الحلق عام للقص فشمله الحدیث.

ولمافی الاشباہ مع الحموی:(۷۳/۳،طبع ادارۃ القرآن کراچی)

وتمنع من حلق رأسها،اقول قد ذکر العلائی فی کراھۃ انہ لابأس للمرأۃ ان تحلق رأسھا لعذر مرض ووجع وبغیر عذر لایجوز انتھی.....والظاھر ان المراد بحلق شعر رأسھا ازالتہ سواء کان بحلق اوقص اونتف اونورۃ.

ولمافی صحیح لمسلم:(۱۴۸/۱،طبع قدیمی)

وکان ازواج النبی یأخذن من رؤوسھن حتی تکون کالوفرۃ.......قال النووی رحمہ اللہ ولعل أزواج النبی صلی اللہ علیہ وسلم فعلن ھذا بعد وفاتہ لترکھن التزین واستغنائھن عن تطویل الشعر وتخفیفا لمؤنۃ رؤوسھن.....ولا یظن بھن فعلہ فی حیاتہ وفیہ دلیل علی جواز تخفیف الشعور للنساء.

الجواب صحیح:عبد الرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب:مغیرہ شہاب غفرلہ ولوالدیہ

۱۷ صفر الخیر ۱۴۳۲ھ — فتویٰ نمبر:۳۰۵۳

﴿میت کو مہندی لگانے کا حکم﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے علاقہ میں کوئی عورت اگر فوت ہو جائے،تو اولیاء ان کو مہندی لگا کر زیورات کچھ دیر تک پہناتے ہیں۔اب پوچھنا یہ ہے کہ شرعاً ایسا کرنا جائز ہے؟

مستفتی:ملک گل محمد کوہاٹی

﴿جواب﴾ میت کو مہندی لگانا،زیورات پہنانا جاہلانہ رسم ہے۔علاقہ کے علماء کرام کو چاہیے کہ اس رسم کو روکنے کی تدبیر کریں۔

لما فی بدائع الصنائع:(۳۰۱/۱،طبع:سعید)

والسنۃ ان یدفن المیت بجمیع أجزائہ ولا ینتف ولھذا لا تقص اظفارہ وشاربہ ولا یختن ولا ینتف ابطہ ولا تحلق عانتہ ولان ذلک یفعل لحق الزینۃ والمیت لیس بمحل الزینۃ ولھذا لایزال عنہ شیء مما ذکرنا وان کان فیہ حصول الزینۃ وھذا عندنا وعند شافعیؒ یسرح ویزال عنہ شعر العانۃ والعانہ والابط اذا کانا طویلین .....الخ

ولما فی الشامی:(۱۹۷/۲،۱۹۸،طبع:سعید)

(ولا یسرح شعرہ) ای یکرہ تحریماً (قولہ أی یکرہ تحریماً) لما فی القنیہ من ان التزیین بعد موتھا والامتشاط وقطع الشعر لایجوز نھر.

الجواب صحیح:عبد الرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب:ارشد سعید کوہاٹی

۲۷ جمادی الثانیہ ۱۴۳۳ھ — فتویٰ نمبر:۳۳۳۰

Scanned with CamScanner

Maktaba Tul Ishaat. com

﴿عورت کا عورت سے ویکس کروانا﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ کسی عورت کا ستر دوسری مسلمان عورت سے کہاں تک ضروری ہے، مثلاً کوئی عورت کسی دوسری عورت کی مدد سے بازو، پنڈلی اور بدن کے بعض دوسرے حصوں کے نامناسب بالوں کو بذریعہ ویکس صاف کروائیں، تو ایسی صورت میں ستر کس قدر ضروری ہے تا کہ گناہ نہ ہو اور جائز مقصد بھی پورا ہو۔

﴿جواب﴾ ناف سے لیکر نیچے گھٹنوں تک کا حصہ جس طرح مرد کسی دوسرے مرد کے سامنے نہیں کھول سکتا اسی طرح عورت بھی کسی دوسری عورت کے سامنے بدن کا یہ حصہ ظاہر نہیں کر سکتی، بدن کے باقی حصوں کو ہم جنس کے سامنے کھولنے کی گنجائش ہے بشرطیکہ بے حیا عورت نہ ہو جو مردوں کے سامنے باپردہ عورت کے بدن کا حال بیان کرے۔

لمافی التنویر مع الدر، ۳۷۱/۶، طبع: سعید

"وتنظر المرأة المسلمة من المرأة كالرجل من الرجل وكذا تنظر المرأة من الرجل كنظر الرجل للرجل ان امنت شهوتها فلو لم تأمن اوخافت اوشكت حرم استحسانا كالرجل هو الصحيح في الفصلين تتارخانية معزيا للمضمرات"

وفيه ايضا، ۳۷۱/۶

"ولا تنبغي للمرأة الصالحة ان تنظر اليها المرأة الفاجرة لانها تصفها عند الرجال فلا تضع جلبابها ولا خمارها كما في السراج".

ولمافی بدائع الصنائع، کتاب الاستحسان، ۱۲۴/۵، طبع: سعید

"فكل مايحل للرجل ان ينظر اليه من الرجل يحل للمرأة ان تنظر اليه من المرأة وكل مالا يحل له لا يحل لها فتنظر المرأة من المرأة الى سائر جسدها الا مابين السرة والركبة .....ولا يجوز لها ان تنظر مابين سرتها الى الركبة الا عند الضرورة".

الجواب صحیح: مفتی عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ | واللہ اعلم بالصواب: کمیل الدین گلگتی

۲۰ ربیع الاول ۱۴۳۴ھ | فتوی نمبر: ۳۶۳۵

﴿عورت کے لئے زائد بالوں کا نوچنا بہتر ہے﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ کیا عورتیں اپنے جسم کے زائد بال سک اپیل مشین سے اتار سکتی ہیں؟ جو کہ ریزر تو نہیں لیکن لوہے سے بنی ہے جو بال کھینچتی ہے؟

﴿جواب﴾ خواتین کے لئے زائد بالوں کو نوچنے کا حکم ہے اور یہ اولیٰ ہے اگر واقعی وہ مشین

ایسی ہے کہ وہ بالوں کو نوچتی ہے کاٹتی نہیں ہے تو اس کا استعمال بلا کراہت جائز ہے۔

لمافی الشامی ،۶/۴۰۶،طبع: سعید

"قوله : (ويستحب حلق عانته)قال في الهندية : ويبتدئ من تحت السرة ولو عالج بالنورة يجوز كذا في الغرائب وفي الاشباه والسنة في عانة المرأة النتف (قوله : وتنظيف بدنه)بنحو ازالة الشعر من ابطيه ويجوز فيه الحلق والنتف اولى ".

ولمافی الشامی ،۲/۵۵۰

"تنبيه : ذكر الحلق في الابطين تبعاللجامع الصغير ايماء الىٰ جوازه وان كان النتف هو السنة ولذا عبر به في الاصل".

ولمافی حاشية الطحطاوی علی مراقی الفلاح ،ص: ۵۲۷،طبع: قديمی

"واصل السنة يتادى بكل مزيل لحصول المقصود وهو النظافة وانما جاء الحديث بلفظ الحلق لانه الاغلب وسواء في ذالك الرجل والمرأة وقال النووی : الاولىٰ في حقه الحلق وفي حقها النتف والابط اولى فيه النتف لورود الخبر ولان الحلق يغلظ الشعر ويزيد الرائحة الكريهة بخلاف النتف".

الجواب صحیح: مفتی عبد الرحمٰن عفا اللہ عنہ | واللہ اعلم بالصواب : کمیل الدین گلگتی

۱۶ ربیع الاول ۱۴۳۳ھ | فتویٰ نمبر: ۶۳۶

﴿عورتوں کے لئے بھنوؤں کے بالوں کو اکھیڑنے کا شرعی حکم﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ کیا بھنوؤں کے زائد بالوں کا اکھیڑنا جائز ہے؟ برائے کرم شریعت کی روشنی میں رہنمائی فرمائیں۔ مستفتیہ: متعلمہ معہد الفقیر

﴿جواب﴾ بھنوؤں کے زائد نامناسب بالوں کو اکھیڑنا مطلقاً جائز ہے، اور شوہر کے لئے زینت کی غرض سے باریک کرنے کی بھی گنجائش ہے بشرطیکہ صرف شوہر کے لئے زینت کی غرض سے ہو، فیشن کی غرض سے نہ ہو۔

لما فی سنن ابی داؤد: (۲/۲۲۱،کتاب الترجل باب فی صلۃ الشعر)طبع رحمانیۃ

"عن ابن عباسؓ قال لعنت الواصلة والمستوصلة والنامصة والمتنمصة والواشمة والمستوشمة من غير داء" .قال ابوداؤد: وتفسير الواصلة التي تصل الشعر بشعر النساء والمستوصلة المعمول بها والنامصة التي تنقش الحاجب حتى ترقه ۔۔۔الخ

ولما فی الشامی: (۹/۳۷۳)طبع سعید

(قوله والنامصة الخ) ذكر في الاختيار ايضاً وفي المغرب: النمص: نتف الشعر ومنه المنماص المنقاش ،ولعله محمول على ما اذا فعلته لتتزين للاجانب والا فلو كان في

Maktaba Tul Ishaat. com

وجهها شعر ينفر زوجها عنه بسببه .ففى تحريم ازالته بعد،لان الزينة للنساء مطلوبة للتحسين الا ان يحمل على مالا ضرورة اليه لما فى نتفه بالمنماص من الايذاء،وفى تبيين المحارم ازالة الشعر من الوجه حرام الا اذا نبت للمرأة لحية أو شوارب فلا تحرم ازالته بل تستحب .وفى التاتا رخانية من المضمرات:ولا باس بأخذ الحاجبين وشعر وجهه ما لم يشبه المخنث ومثله فى المجتبى.

ولما فى الهندية:(۳۳۸/۵ كتاب الكراهية) طبع قديمى كتب خانه

وعن ابى يوسف رحمه الله تعالى لا بأس بأخذالحاجبين و شعر وجهه ما لم يشبه بالمخنث.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ واللہ اعلم بالصواب: محمد زبیر غفر لہ ولوالدیہ

۲۳ ربیع الاول ۱۴۳۴ھ فتوی نمبر: ۳۶۲۳

﴿مہندی کے کلر کا خضاب لگانا جائز ہے﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ میری عمر ۳۳ سال کے قریب ہے اللہ تعالیٰ کی توفیق سے میں نے داڑھی رکھ لی اب میرا مسئلہ یہ ہے کہ میری داڑھی میں سفید بال ہیں جسکی وجہ سے میری بیوی اور والدہ بولتی ہیں کہ ابھی کیوں رکھی آیا میں اپنی بیوی کی وجہ سے سیاہ رنگ کا خضاب استعمال کر سکتا ہوں یا نہیں؟ یا پھر کس قسم کا خضاب استعمال کروں؟

﴿جواب﴾ بالکل سیاہ رنگ کے خضاب کا استعمال جائز نہیں کیونکہ حدیث میں اسکی سخت ممانعت آئی ہے، البتہ (۱) مہندی کے رنگ حناء (۲) زرد رنگ، کا (۳) کتم جو سیاہ مائل ہو (براؤن) لگا سکتے ہیں۔

لمافى صحيح المسلم:(۱۹۹/۲،طبع قديمى)

جابربن عبدالله قال اتى بابى قحافة يوم فتح مكة وراسه ولحيته كالثغامة بياضا فقال رسول الله ﷺ غيروا هذا بشئ واجتنبوا السواد.

ولمافى الدرمع الرد:(۴۲۲/۶،طبع ايچ ايم سعيد)

يستحب للرجل خضاب شعره ولحيته ولو فى غير حرب فى الاصح،والاصح انه عليه الصلاة والسلام لم يفعله،ويكره بالسواد.

وفى الشامية:(قوله والاصح أنه عليه الصلاة والسلام لم يفعله)لانه لم يحتج اليه،لانه توفى ولم يبلغ شيبه عشرين شعرة فى راسه و لحيته،بل كان سبع عشرة كما فى البخارى وغيره وورد ان ابا بكرؓ خضب بالحناء والكتم مدنى (قوله ويكره بالسواد) اى لغير الحرب قال فى الذخيرة اما الخضاب بالسواد للغزو ليكون اهيب فى عين العدو فهو محمود بالاتفاق وان ليزين نفسه للنساء فمكروه،وعليه عامة المشايخ وبعضهم

Scanned with CamScanner

جوزہ بلاکراهۃروی عن ابی یوسف انه قال کمایعجبنی ان تتزین لی یعجبها ان اتزین لها.

الجواب صحیح:عبدالرحمٰن عفااللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب:محمد زبیر اکرام

۲۸ربیع الاول ۱۴۳۱ھ — فتویٰ نمبر:۲۵۶۱

﴿قمیص، لنگی، پاجامہ، شلوار، اور جبہ ٹخنوں سے اوپر رکھنے کی شرعی حیثیت﴾

﴿سوال﴾ محترم ومکرم مفتی صاحب مدظلہ! ترکی کے ایک حنفی المسلک شخص نے پاجامے کو ٹخنوں سے اوپر رکھنے سے متعلق علماء کرام کے تاکیدی فرامین کا قرآن وحدیث کی روشنی میں ثبوت طلب کیا ہے، براہِ کرم راہ نمائی فرما کر مشکور ہوں۔ مستفتی:حاجی نصیراحمد ڈیفنس فیز۲

﴿جواب﴾ پاجامہ، شلوار، قمیص، لنگی اور جبہ ٹخنوں سے اوپر رکھنا اسلام میں واجب ہے، نیچے رکھنا سخت ترین گناہ، غرور وتکبر کی علامت اور اللہ تعالیٰ کے قہر وغضب کا باعث ہے اور یہ حکم عام حالات اور نماز دونوں میں ہے، تاہم نماز کے دوران یہ حکم اور بھی مؤکد ہو جاتا ہے کیوں کہ یہ اللہ تعالیٰ سے مناجات کا مخصوص وقت ہے۔

شریعتِ مطہرہ میں پاجامہ (وغیرہ) ٹخنوں سے اوپر رکھنا واجب ہے نصف پنڈلی پر رکھنا مستحب اور ٹخنے اور پنڈلی کے درمیان رکھنا جائز ہے، پاجامہ وغیرہ ٹخنوں سے نیچے رکھنے پر احادیثِ مبارکہ میں سخت وعیدیں وارد ہوئی ہیں، اُن میں سے چند مع ترجمہ درج ذیل ہیں:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے: بخاری: (۲/۸۶۳، رقم الحدیث:۵۷۸۷، رحمانیہ)

"ما اسفل من الكعبين من الازار فى النار"

ترجمہ: پاجامے کا جو حصہ ٹخنوں کے نیچے ہوگا وہ آگ یعنی جہنم میں ہوگا۔

بخاری شریف میں اسی صفحے پر حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے:

"أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال :لا ينظرالله يو م القيامة الىٰ من جرّ ثوبه بطرا"

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے دن اللہ تعالیٰ نظرِ رحمت نہیں فرمائیں گے اس آدمی کی طرف جو تکبر میں پاجامہ گھسیٹے۔

بخاری شریف میں اسی صفحے پر حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت ہے:

"لا ينظر الله الىٰ من جرّ ثوبه خيلاء "(حديث نمبر:۵۷۸۳)

Maktaba Tul Ishaat. com

ترجمہ: اللہ تعالیٰ (رحمت کی نظر سے) نہیں دیکھتے اس شخص کی طرف جو غرور وتکبر میں پاجامہ گھسیٹے۔

ابن عمر رضی اللہ عنہما کی ابوداود (۲/۲۱۲، رقم الحدیث: ۴۰۹۵، رحمانیہ) میں حسن روایت ہے:

"ما قال رسول الله صلى الله عليه وسلم في الازار فهو في القميص".

ترجمہ: جو کچھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پاجامہ کے بارے میں فرمایا وہ (حکم) قمیص میں (بھی) ہے۔

لمافي أبي داؤد: (۲/۲۱۰، رقم الحديث: ۴۰۸۷، طبع رحمانيه)

عن النبي صلى الله عليه وسلم أنه قال: "ثلاثة لا يكلمهم الله ولا ينظر اليهم يوم القيمة ولا يزكيهم ولهم عذاب اليم" قلت: من هم؟ يارسول الله! قد خابوا وخسروا، فأعادها ثلاثا قلت: من هم؟ يارسول الله خابوا وخسروا! قال: "المسبل والمنّان والمنفق سلعته بالحلف الكاذب أو الفاجر" (بلفظ ابو داؤد. ناقل)

ترجمہ: ابوذرغفاری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تین آدمی ایسے ہیں جن سے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن نہ کلام فرمائیں گے اور نہ اُن کی طرف نظرِ رحمت فرمائیں گے اور نہ ہی اُن کا تزکیہ (صفائی باطن) فرمائیں گے اور اُن کے لئے دردناک عذاب ہوگا، میں نے عرض کیا: وہ کون لوگ ہیں؟ اے اللہ کے رسول بے شک وہ رسوا ہوئے اور خسارے میں پڑ گئے، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ جملہ تین دفعہ دہرایا، میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! کون ہیں وہ لوگ؟ رسوا ہوئے اور خسارے میں پڑ گئے، آپ ﷺ نے فرمایا: (وہ) کپڑا لٹکانے والا اور احسان جتلانے والا اور جھوٹی قسم کے ذریعے اپنا سامان فروخت کرنے والا (ہے)۔

حضرت ابوذرغفاری رضی اللہ عنہ کی روایت ہے: ابوداؤد شریف: (۲/۲۱۱، رقم الحدیث: ۴۰۹۳، رحمانیہ)

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "أزارة المسلم الى نصف الساق ولا حرج أو لا جناح فيما بينه وبين الكعبين، ما أسفل من الكعبين من الازار فهو في النار، من جر ازاره بطرا لم ينظر الله اليه".

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مسلمان کا پاجامہ نصف پنڈلی تک ہوتا ہے، اور کوئی حرج نہیں یا فرمایا کوئی گناہ نہیں نصف پنڈلی اور ٹخنوں کے درمیان میں، ٹخنوں کا جو حصہ

Scanned with CamScanner

پاجامے میں (چھپا ہوا) ہوگا وہ آگ (جہنم) میں ہوگا (اور) جو شخص تکبر میں پاجامہ گھسیٹے اللہ تعالیٰ اُس کی طرف نظرِ رحمت سے نہیں دیکھتے۔

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ الموفق للصواب: عنایت اللہ کاکڑ

یکم صفر المظفر ۱۴۳۲ھ — فتوی نمبر: ۲۸۲۳

﴿جینز کی پینٹ پہننے کا حکم﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ جینز کی پینٹ جو جسم کے ساتھ چپکی ہوئی ہوتی ہے، پہن کر نماز پڑھی جاسکتی ہے یا نہیں؟ نیز علماء، طلباء اور حفاظ کے لئے اس کا پہنا کیسا ہے؟ بینوا توجرا۔ مستفتی: محمد سیف اللہ العادل اسلام آبادی

﴿جواب﴾ جینز کی پینٹ چست اور تنگ ہونے کی وجہ سے جسم کے ساتھ چپکی ہوئی ہوتی ہے جسکی وجہ سے اعضاء مستورہ کی ہیئت ظاہر ہوتی ہے جن کا چھپانا ضروری ہے، ایسی تنگ اور چست پینٹ کے استعمال سے اجتناب ضروری ہے۔

البتہ اگر پینٹ اتنی کشادہ اور ڈھیلی ہو کہ اسے پہن کر اعضاء مستورہ مکمل طور پر چھپ جائیں اور ان کی ہیئت بھی ظاہر نہ ہوتی ہو تو ایسی پینٹ کے ستعمال کی گنجائش معلوم ہوتی ہے مگر حتی الامکان سنت کے خلاف لباس پہنے سے اپنے آپکو بچانا چاہیے۔

باقی رہا علماء، طلباء اور حفاظ کا معاملہ تو انکے حق میں پینٹ کے استعمال کی اجازت نہیں دی جاسکتی چونکہ وہ انبیاء کے وارث اور لوگوں کے مقتداء ہیں، اس لئے انہیں چاہیے کہ وہ اپنے وقار کا خیال رکھے اور ہر حال میں سنت کے مطابق لباس پہنے کا اہتمام کریں۔

لمافی سنن الترمذی:(۲۰۸/۱،أبواب اللباس،طبع فاروقی ملتان)

عن أم سلمة قالت كان أحب الثياب الى رسول الله صلى الله عليه وسلم القميص،هذاحديث حسن غريب.

ولمافی سنن الترمذی:(۱۰۳/۲،باب ماجاء فی لبس البیاض،طبع فاروقی ملتان)

عن سمرة بن جندب قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: ألبسوا البياض فانها أطهر وأطيب وكفنوا فيها موتاكم ،هذاحديث حسن.

ولمافی الشامی:(۸۴/۲،کتاب الصلاة،باب شروط الصلاة،طبع امدادیه)

قوله:(ولايضر التصاقه)اى بالالية مثلاً،وقوله "تشكله" من عطف المسبب على السبب

Maktaba Tul Ishaat. com

وعبارة شرح المنية أما لو كان غليظاً لا يرى منه لون البشرة إلا أنه التصق بالعضو وتشكل بشكله فصار شكل العضو مرئياً فينبغي ان لا يمنع جواز الصلاة لحصول الستر اھ قال ط: وانظر هل يحرم النظر إلى ذلك المتشكل مطلقاً أو حيث وجدت الشهوة؟ اھ قلت: سنتكلم على ذلك في كتاب الحظر، والذي يظهر من كلامهم هناك هو الأول.

ولما في الشامي: (۹/۵۲۶، كتب الحظر والاباحة، طبع امداديه)

وفي الذخيرة وغيرها: وإن كان على المرأة ثياب فلا بأس بأن يتأمل جسدها، وهذا إذا لم تكن ثيابها ملتزقة بحيث تصف ما تحتها، ولم يكن رقيقاً بحيث يصف ما تحته، فإن كانت بخلاف ذلك فينبغي له أن يغض بصره اھ وفي التبيين قالوا: ولا بأس بالتأمل في جسدها وعليها ثياب ما لم يكن ثوب يبين حجمها، فلا ينظر إليه حينئذ لقوله عليه الصلاة والسلام "من تأمل خلف امرأة ورأى ثيابها حتى تبين له حجم عظامها لم يرح رائحة الجنة" ولأنه متى لم يصف ثيابها ما تحتها من جسدها يكون ناظراً إلى ثيابها وقامتها دون أعضائها فصار كما إذا نظر إلى خيمة هي فيها ومتى كان يصف يكون ناظراً إلى أعضائها اھ

أقول: مفاده أن رؤية الثوب بحيث يصف حجم العضو ممنوعة...... وعلى هذا لا يحل النظر إلى عورة غيره فوق ثوب ملتزق بها يصف حجمها فيحمل ما مر على ما إذا لم يصف حجمها.

ولما في الهندية: (۱/۵۸، في شروط الصلاة، طبع رشيديه كوئته)

والثوب الرقيق الذي يصف ما تحته لا تجوز الصلاة فيه كذا في التبيين.

ولما في تبيين الحقائق: (۱/۲۵۲-۲۵۳، شروط الصلاة، طبع سعيد)

والثوب الرقيق الذي يصف ما تحته لا تجوز الصلاة فيه، لأنه مكشوف العورة معنىً وكذا في الفقه الاسلامي وأدلته: (۱/۳۹، شروط الستر، طبع رشيديه)

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب: صادق محمد سواتی غفرلہ ولوالدیہ

۲۱ محرم الحرام ۱۴۳۲ھ — فتویٰ نمبر: ۲۷۹۴

﴿پینٹ شرٹ کا شرعی حکم﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں مفتیانِ کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ میں نماز اور گھر میں اکثر شلوار قمیص پہننے کا اہتمام کرتا ہوں البتہ آفس میں مجھے پینٹ شرٹ پہننی پڑتی ہے اس کے بارے میں چند علماء کرام سے پوچھا تو انہوں نے کہا کہ پینٹ شرٹ پہننا حرام ہے کیا ان کی یہ بات صحیح ہے؟ اور کیا میں آفس کے اوقات میں پینٹ شرٹ پہن سکتا ہوں؟ براہِ کرم مدلل جواب عنایت فرمائیں۔

مستفتی: نعمان خان راولپنڈی

﴿جواب﴾ پینٹ شرٹ پہننا حرام تو نہیں ہے لیکن کوئی اسلامی لباس بھی نہیں ہے اس لئے

Scanned with CamScanner

مکروہ ضرور ہے، مجبوری ہو یا بعض کاموں کیلئے پہن کر اس میں سہولت ہو تو کراہت بھی نہیں ہے، لھذا سادہ اور کھلا لباس پہننے کا اہتمام ہونا چاہیئے، البتہ ضرورت ہو یا مجبوری تو اس کی گنجائش ہے۔

لما فی سنن الترمذی:۲۰۸/۱،طبع فاروقی)

عن ام سلمۃ قالت کان احب الثیاب الی رسول اللہ ﷺ القمیص،ھذا حدیث حسن غریب.

ولما فی سنن الترمذی:۱۰۴/۲،طبع فاروقی)

عن سمرۃ بن جندبؓ قال قال رسول اللہ ﷺ: البسو البیاض فانھا اطھر واطیب وکفنوا فیھا موتاکم،ھذا حدیث حسن.

ولما فی بذل المجھود:۴۱/۵،طبع الشیخ)

قال القاری ای من تشبہ نفسہ بالکفار مثلا فی اللباس وغیرہ او بالفساق او الفجار او باھل التصوف والصلحاء الابرار فھو منھم ای فی الاثم او الخیر عند اللہ تعالی.

ولما فی مرقاۃ:۲۲۲/۸،طبع رشیدیہ)

من شبہ نفسہ بالکفار مثلا فی اللباس وغیرہ او بالفساق او الفجار او باھل التصوف والصلحاء الابرار (فھو منھم) ای فی الاثم والخیر قال الطیبی ھذا عام فی الخلق والخلق والشعار.

ولما فی فتح الملھم:۹۳/۴،طبع دار العلوم)

کان ذلک شعارھم حینئذ وھم کفار ثم لما لم یصر الآن یختص بشعارھم زال ذلک المعنی فتزول الکراھۃ.

ولما فی شرح فقہ الاکبر:۳۰۳،طبع بیروت)

فانا ممنوعون من التشبیہ بالکفر واھل البدعۃ المنکرۃ فی شعارھم ــــ فالمدار علی الشعار.

ولما فی فتاوی عزیزی:۱۰۵/۱،طبع رحیمیۃ)

وانچہ مخصوص بکفار نیست گو کہ کفار آنر ابیشتر استعمال میکنند ومسلمان کمتر پس مضائقہ ندارد الخ.

ولمافی الشامی :۵۲۶/۹،طبع:امدادیہ)

وفی الذخیرۃ وغیرھا وان کان علی المرأۃ ثیاب فلا بأس بأن یتامل جسدھا وھذا اذا لم تکن ثیابھا ملتزقۃ بحیث تصف ما تحتھا ولم یکن رقیقا بحیث یصف ما تحتہ فان کانت بخلاف ذلک فینبغی لہ ان یغض بصرہ وفی التبیین قالوا ولا بأس بالتأمل فی جسدھا وعلیھا ثیاب ما لم یکن ثوب یبین حجمھا فلا ینظر الیہ حینئذ لقولہ علیہ السلام "من تأمل خلف امرأۃ ورأی ثیابھا حتی تبین لہ حجم عظامھا لم یرح رائحۃ الجنۃ" ولانہ متی لم یصف ثیابھا ما تحتھا من جسدھا یکون ناظرا الی ثیابھا وقامتھا دون اعضائھا فصار کما اذا نظر الی خیمۃ ھی فیھا ومتی کان یصف یکون ناظرا الی اعضائھا.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ | واللہ اعلم بالصواب: عمر فاروق لاہوری

۷ جمادی الثانی ۱۴۳۴ھ | فتوی نمبر: ۳۷۴۵

Maktaba Tul Ishaat. com

﴿سونے کا دانت لگوانے کا حکم﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ آدمی کا اگر کوئی دانت گر جائے یا گرنے کے قریب ہو تو اس کی جگہ متبادل سونے کا مصنوعی دانت یا اس کو سونے کی تار سے باندھ سکتا ہے یا نہیں؟ جبکہ چاندی وغیرہ کے دانت لگوانے سے بدبو پیدا ہونے کا اندیشہ ہو تو کیا ضرورت کی وجہ سے ایسا کر سکتے ہیں؟

مستفتی: ارشاد راولپنڈی

﴿جواب﴾ دانت پر چاندی کا خول یا چاندی کی تار سے باندھنے میں بدبو کا اندیشہ ہے اور سونے کے خول یا تار سے باندھنے کی صورت میں بدبو کا اندیشہ نہیں رہتا یہ سمجھ نہیں آ رہا، لہٰذا خاص عذر کے بغیر مرد کے لئے سونا استعمال کرنا منع ہے، چاندی سے ضرورت پوری کریں، ہاں واقعی عذر ہو اور فن کے ماہر لوگ سونا استعمال کرنے پر اصرار کریں تو گنجائش ہے۔

لمافی الهداية:(۴/۴۵۹،طبع رحمانیه)

(ولا تشد الاسنان بالذهب وتشد بالفضة) وهذا عند أبي حنيفة وقال محمد: لا بأس بالذهب أيضا وعن أبي يوسف مثل قول كل منهما لهما (أن عرفجة بن اسعد الكناني أصيب أنفه يوم الكلاب فاتخذ أنفا من فضة فأنتن فأمره النبي عليه الصلاة والسلام بأن يتخذ أنفا من ذهب) ولأبي حنيفة أن الأصل فيه التحريم والاباحة لضرورة وقد اندفعت بالفضة وهي الأدنى فبقي الذهب على التحريم والضرورة فيما روى لم تندفع في الأنف دونه حيث أنتن.

ولمافي التنوير مع الدر:(۶/۳۶۱-۳۶۲،طبع سعيد)

(ولا يشدسنه) المتحرك (بذهب بل بفضة) وجوزهما محمد.

وفي الشامية:(قوله المتحرك) قيد به لما قال الكرخي اذا سقطت ثنية رجل فان أبا حنيفة يكره أن يعيدها ويشدها بفضة أو ذهب ويقول هي كسن ميتة ولكن يأخذ سن شاة ذكية يشد مكانها وخالفه أبو يوسف فقال لا بأس به ولا يشدسنه سن ميتة استحسن ذلك وبينهما فرق عندي وان لم يحضرني اه اتقاني. زاد في التاترخانية قال بشر قال أبو يوسف: سألت أبا حنيفة عن ذلك في مجلس آخر فلم ير باعادتها بأسا (قوله وجوزهما محمد) اي جوز الذهب والفضة اي جوز الشد بهما وأما أبو يوسف فقيل معه وقيل مع الامام.

ولمافي الهندية:(۵/۳۳۶،طبع رشيديه)

قال محمد في الجامع الصغير ولا يشد الأسنان بالذهب ويشدها بالفضة يريد به اذا تحركت الأسنان وخيف سقوطها فأراد صاحبها أن يشدها يشدها بالفضة ولا يشدها بالذهب وهذا قول أبي حنيفة وقال محمد يشدها بالذهب أيضا ولم يذكر في الجامع الصغير قول ابي يوسف قيل هو مع محمد وقيل هو مع ابي حنيفة.

Scanned with CamScanner

وذكر الحاكم فی المنتقی لو تحرکت سن رجل وخاف سقوطها فشدها بالذهب أو بالفضة لم يكن به بأس عند ابی حنيفة وابی يوسف رحمهما الله وروی الحسن عن ابی حنيفة أنه فرق بين السن والأنف فقال فی السن لا بأس بأن يشدها بالذهب وفی الأنف كره ذلك كذا فی المحيط

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب: طاہر زمان راولپنڈی

۱۰ ربیع الاول ۱۴۳۲ھ — فتویٰ نمبر: ۳۰۰۱

﴿مردوں کیلئے سونے کے بٹن کا استعمال جائز نہیں﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارا ایک رشتہ دار ہے وہ ابھی کچھ دن پہلے باہر ملک سے پاکستان آیا ہے وہ لباس میں خاص کر کرتہ بنانے میں بہت تکلف سے کام لیتا ہے وہ اسمیں مخصوص قسم کے سونے کے بٹنوں کا استعمال کرتا ہے ہم اسکو منع کرتے ہیں لیکن یہ ایک آزاد مزاج آدمی ہے، کہتا ہے کہ مولویوں نے سب کچھ حرام کیا ہے۔ یہ تو نعمت کا اظہار ہے اور یہ جائز ہے۔ جیسا کہ آپ حضرات کو معلوم ہے کہ میں اکثر مسائل میں آپ کیطرف رجوع کرتا ہوں، اب پوچھنا یہ ہے کہ اس حوالے سے ہماری صحیح راہنمائی فرمائیں۔

﴿جواب﴾ مردوں کیلئے سونے کے بٹن کا استعمال جائز نہیں ہے۔ کیونکہ حدیث شریف میں مردوں کیلئے سونے کا استعمال حرام ہونے کی صراحت ہے، اسی طرح فقہاء کرام رحمہ اللہ نے بھی اس کے ناجائز ہونے کی تصریح فرمائی ہے۔ رہا آپ کے رشتہ دار کا یہ کہنا کہ مولویوں نے سب کچھ حرام کیا ہے۔ یہ بات قابل افسوس ہے مولوی لوگ اپنے طرف سے تو ڑا کسی عمل کو حرام یا حلال قرار دے سکتے ہیں۔

علماء کرام تو آپ ﷺ کی تعلیمات کی روشنی میں رہنمائی کرتے ہیں چنانچہ صحیح مسلم کی واضح روایت ہے کہ آپ ﷺ نے مردوں کیلئے سونے کا استعمال منع فرمایا ہے۔

(لما فی السلم مع شرحه للنوی ج: ۲/۱۹۵)

عن ابی هريرةؓ عن النبی ﷺ أنه نهی عن خاتم الذهب ای فی حق الرجال (وقبل أسطر) أجمع المسلمون ....علی تحريمه علی الرجال

(لما فی السنن نسائی: ج ۲/۲۹۳)

عن ابی موسی ان رسول الله ﷺ قال: ان الله عزوجل احل لاناث امتی الحرير والذهب وحرمه علی ذكورها

Scanned with CamScanner

Maktaba Tul Ishaat. com

(لما فی الدر المختار، باب اللباس: ج ۶/ ۳۵۸)

(ولا یتحلی) الرجل (بذھب وفضۃ) مطلقا (الا بخاتم ومنطقۃ وحلیۃ سیف منھا) ای الفضۃ اذا لم یرد بہ التزین۔

الجواب صحیح: مفتی عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب: صفی اللہ غفر لہ ولوالدیہ

۲۶ جمادی الثانیہ ۱۴۳۵ھ — فتوی نمبر: ۴۲۱۳

﴿شوہر کی منشاء کے مطابق جائز زینت اختیار کرنا﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام درج ذیل مسئلہ کے بارے میں کہ ایک عورت شرعی پردہ کا اہتمام کرتی ہے اور بغیر کسی عذر کے گھر سے باہر بھی نہیں نکلتی اور اگر کبھی نکلے بھی تو خوب پردہ کا اہتمام کرتی ہے، گھر میں خاوند کے علاوہ کوئی اور رشتہ داران کے ساتھ نہیں رہتا لیکن گھر میں رہتے ہوئے خاوند کے سامنے وہ ایسا لباس استعمال کرتی ہے کہ اس کی قمیص کا گلہ بہت کھلا ہوتا ہے اور خاوند اس کے اس لباس کو ناپسند کرتے ہوئے جب اسے یہ کہتا ہے کہ ایسا لباس مت پہنو تو وہ کہتی ہے کہ میں گھر ہی میں تو ایسا لباس پہنتی ہوں اور یہ میرے لئے جائز ہے، پوچھنا یہ ہے کہ اس کے لئے ایسا کرنا شرعاً جائز ہے جبکہ شوہر بھی اس کے اس لباس کو ناپسند کرتا ہے اور اسے ایسا لباس پہننے سے منع کرتا ہے۔

مستفتی: محمد ہارون

﴿جواب﴾ شوہر کے لئے زینت اختیار کرنے کا شریعت بیوی کو بے شک حکم دیتی ہے لیکن زینت وہ جو شوہر کو پسند ہو، سلیم الطبع اور غیرتمند شوہر کو مکمل اور باحیا لباس میں ہی بیوی اچھی لگتی ہے جبکہ نیک سمجھدار بیوی شوہر کے منشاء کو جانتی ہے اور اس کے مطابق عمل کرتی ہے۔

مذکورہ لباس سے شوہر باقاعدہ منع کریں اس کے باوجود بیوی کہے کہ گھر ہی میں ایسا لباس پہنتی ہوں اور یہ میرے لئے جائز ہے تو اس سے وہ اپنی جہالت اور زبان درازی کا ثبوت پیش کر رہی ہے۔

لما فی روح المعانی (۱۸/ ۲۵۹ طبع رشیدیہ)

(ولا یبدین زینتھن الا لبعولتھن) ای ازواجھن فانھم المقصودون بالزینۃ والمأمورات نساؤھم بھا لھم، حتیٰ أن لھم ضربھن علیٰ ترکھا.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب: محمد کاشف عزیز غفرلہ

۲۳ جمادی الاولیٰ ۱۴۳۰ھ — فتوی نمبر: ۲۱۸۵

Scanned with CamScanner

﴿بال اور ناخن کاٹنے کا مسنون طریقہ﴾

﴿سوال﴾ سر کے بال رکھنے کا مسنون طریقہ کیا ہے؟ سر کے بال اور ناخنوں کو کاٹنے کا مسنون طریقہ کیا ہے؟ نیز ان کو کاٹنے کے لئے کسی دن کی فضیلت ہے؟ مستفتی: محمد حلیم صاحب

﴿جواب﴾ تین (۳) طریقوں سے بال رکھنا مسنون ہے: (وفرہ، لمہ، جمہ)

(۱) وفرہ سے مراد بالوں کو کانوں کی لو تک رکھنا (۲) لمہ سے مراد بالوں کو کانوں کی لو اور گردن کے درمیان تک رکھنا (۳) کندھوں تک بال چھوڑنا جمہ کہلاتا ہے، تینوں طریقوں میں سے کسی بھی ایک طریقہ پر بال رکھنا مسنون طریقہ ہے۔

(۲) سر کے بال مونڈانے کے متعلق امام طحاویؒ سے سنیت کا قول منقول ہے جبکہ دیگر علماء نے بھی حضرت علیؓ کے دائمی عمل کی وجہ سے اسے مسنون قرار دیا، البتہ استحباب میں کوئی شک نہیں۔

(۳) جس طرح مونڈانا جائز ہے اسی طرح سب بالوں کو یکساں طور پر برابر کرنا بھی جائز ہے، البتہ قزع ناجائز اور حرام ہے، قزع سے مراد سر کے بعض حصہ کے بال مونڈانا اور بعض کو چھوڑنا اور یہ ہندوانہ رسم ہے یا بعض کو کم اور بعض کو زیادہ کاٹنا جیسا کہ آج کل انگریزی بال رکھنے کا فیشن عام رائج ہے تو اس صورت میں تشبہ بالکفار بھی لازم آتا ہے جس سے حضور ﷺ نے منع فرمایا، اس لئے بالوں کو اس طریقہ سے بنانا کہ کچھ حصہ کو بہت کم کردیا اور کچھ حصہ کے بالوں کو لمبا چھوڑ دیا، یہ جائز نہیں ہے، گناہ ہے۔

(۴) ناخن کاٹنے کا افضل طریقہ یہ ہے کہ دائیں ہاتھ سے شروع کر کے دائیں ہاتھ پر ختم کیا جائے یعنی دائیں ہاتھ کی شہادت کی انگلی سے شروع کر کے چاروں انگلیوں کے ناخن کاٹے پھر بائیں ہاتھ کی چھنگلی سے شروع کر کے پانچوں انگلیوں کے ناخن کاٹے پھر اخیر میں دائیں ہاتھ کے انگوٹھے کا ناخن کاٹے۔

اور پاؤں کے ناخن کاٹنے کا بہتر طریقہ یہ ہے کہ دائیں پاؤں کے چھنگلی سے شروع کرے اور بائیں پاؤں کی چھنگلی پر ختم کرے، ناخن وغیرہ کاٹنے کیلئے بہتر دن جمعہ کا ہے، تاہم اگر ناخن بہت بڑے ہوگئے ہوں تو جمعہ کے دن تک مؤخر کرنا مکروہ ہے، ناخن وغیرہ کاٹنے کیلئے بہتر وقت جمعے کی نماز سے پہلے کا ہے۔

Maktaba Tul Ishaat. com

لمافی سنن ابی داؤد:(۲/۲۲۳،طبع رحمانیه)

(۱)عن انسؓ قال کان شعررسول اللهﷺالی شحمة اذنیه(۲)عن البراءؓ قال مارأیت من ذی لمة احسن فی حلة حمراء زادمحمدله شعریضرب منکبیه(۳)عن عائشةؓ قالت کان شعررسول اللهﷺفوق الوفرةدون الجمة.

ولمافی سنن ابی داود:(۱/۳۵،طبع رحمانیه)

عن علیؓ قال ان رسول اللهﷺقال من ترک موضع شعرةمن جنابةلم یغسلهافعل بها کذاوکذامن النارقال علیؓ فمن ثم عادیت راسی فمن ثم عادیت راسی فمن ثم عادیت راسی وکان یجزشعره رضی الله عنه.

ولمافی سنن ابی داؤد:(۲/۲۲۲،طبع رحمانیه)

عن ابن عمرؓ قال نهی رسول اللهﷺعن القزع والقزع ان یحلق راس الصبی فیترک بعض شعره

ولمافی سنن ابی داؤد:(۲/۲۰۳،طبع رحمانیه)عن ابن عمرؓ قال النبیﷺمن تشبه بقوم فهومنهم.

ولمافی الهندیة:(۵/۳۵۷-۳۵۸،طبع رشیدیه)

ان السنة فی شعرالراس اماالفرق واماالحلق وذکرالطحاویؒ الحلق سنةونسب ذلک الی العلماء الثلاثة کذافی التاتارخانیة.

رجل وقت لقلم اظافیره اولحلق راسه یوم الجمعةقالواان کان یری جواز ذلک فی غیریوم الجمعة واخره الی یوم الجمعةتاخیرافاحشاکان مکروهالان من کان ظفره طویلایکون رزقه ضیقاوان لم یجاوزالحدوان اخره تبرکابالاخبارفهومستحب کذافی فتاوی قاضیخان وینبغی ان یکون ابتداء قص الاظافیرمن الیدالیمنی وکذاالانتهاء بهافیبداء بسبابةالید الیمنی ویختم بابهاموفی الرجل یبداء بخنصرالیمنی ویختم بخنصراالیسری......وقلم الاظفارسنة......الافضل ان یقلم اظفاره ...فی کل اسبوع مرةفان لم یفعل ففی کل خمسةعشریوماولایعذرفی ترکه وراء الاربعین.

ولمافی التنویرمع الدر:(۶/۴۰۵،طبع سعید)

(ویستحب قلم اظافیره یوم الجمعة)وکونه بعدالصلاةافضل الااذااخره الیه تاخیرافاحشافیکره لان من کان ظفره طویلاکان رزقه ضیقا.

وفی الشامیة:(قوله وفی الحدیث)......قال"کان رسول اللهﷺیقص شاربه ویقلم اظفاره یوم الجمعةقبل ان یروح الی الصلاة".

الجواب صحیح:عبدالرحمٰن عفااللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب:سعیداحمدعفااللہ عنہ

۲۰ربیع الاول ۱۴۲۸ھ — فتوی نمبر:۶۸۶

﴿گل عصفر اور زعفران جیسے رنگ کے کپڑوں کا استعمال کرنا﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے متعلق کہ مردوں کے لئے کونسے

کونسے رنگ کے کپڑے استعمال کرنا جائز ہے، گہرا رنگ جو عموماً عورتیں استعمال کرتی ہیں جائز ہے یا نہیں؟ گل عصفر اور زعفران سے رنگا ہوا کپڑا تو ممنوع ہے لیکن اگر کوئی کپڑا زعفران یا گل عصفر جیسے رنگ مثلاً زرد رنگ جو کہ مصنوعی رنگ ہے سے رنگا ہو تو اس کا استعمال کیسا ہے؟

﴿جواب﴾ خالص سرخ لباس مردوں کے لئے پسندیدہ نہیں اس کے علاوہ بھی دیگر ایسے کپڑے جو عورتوں کے ساتھ مخصوص سمجھے جاتے ہیں ان کے ساتھ تشبہ لازم آنے کی وجہ سے پہننا مردوں کے لئے جائز نہیں۔

عصفر اور زعفران سے رنگا ہوا کپڑا مردوں کے لئے استعمال کرنا جائز نہیں، البتہ کوئی رنگ بعینہٖ عصفر یا زعفران کے رنگ جیسا ہو مگر خود عصفر یا زعفران نہ ہو تو اس کا استعمال جائز ہے بشرطیکہ ایسے رنگوں کے کپڑے اس علاقہ کی خواتین کے ساتھ خاص نہ ہوں، باقی تمام رنگ جائز ہیں۔

لمافی سنن ابی داؤد:(۲/۲۰۵،طبع رحمانیه)

عن علی بن ابی طالب رضی الله عنه ان رسول الله صلی الله علیه وسلم نهی عن لبس القسی وعن لبس المعصفروعن تختم الذهب الخ.....لعن رسول الله صلی الله علیه وسلم المتشبهین من الرجال بالنساء والمتشبهات من النساء بالرجال(مسلم)

ولمافی التنویرمع الدر:(۶/۳۵۸،طبع سعید)

(کره لبس المعصفروالمزعفرالاحمروالاصفرللرجال)مفاده انه لایکره للنساء(ولاباس بسائرالالوان)وفی المجتبی والقهستانی وشرح النقایةلابی المکارم: لاباس بلبس الثوب الاحمراه.ومفاده ان الکراهةتنزیهیةلکن صرح فی التحفةبالحرمة فافادانهاتحریمیةوهی المحمل عندالاطلاق قاله المصنف.

وفی الشامیة:وفی الحاوی الزاهدی یکره للرجال لبس المعصفروالمزعفروالمورس والمحمرای الاحمرحریرا کان اوغیره اذاکان فی صبغه دم والافلا.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم: عبدالوہاب لغمانی عفا اللہ عنہ

۲۳ ربیع الاول ۱۴۳۱ھ — فتویٰ نمبر: ۲۵۵۸

﴿آپ ﷺ کون سا تیل استعمال فرمایا کرتے تھے﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ آپ ﷺ کون سا تیل استعمال فرماتے تھے؟

مستفتی: علی بن عارف بٹ

﴿جواب﴾ احادیث میں یہ ذکر تو ہے کہ آپ ﷺ سر مبارک پر تیل کثرت سے لگاتے

Maktaba Tul Ishaat. com

تھے۔ لیکن کون سا تیل؟ اس کی صراحت ہمیں نہیں ملی۔ البتہ زیتون کے تیل سے متعلق آپ ﷺ کا ارشاد ہے کہ زیتون کا تیل کھانے میں استعمال کرتے رہو اور اسے لگایا بھی کرو اس لیے کہ یہ برکت والا درخت ہے۔

لما فی الشمائل الترمذی:(ص۴،طبع:فاروقی)

عن انس بن مالکؓ قال قال رسول اللہ ﷺ یکثر دھن رأسہ وتسریح لحیۃ ویکثر القناع حتی کأن ثوبہ ثوب زیات.

ولما فی الترمذی:(۲/۷،طبع:فاروقی)

عن أبیہ أن عمر بن خطابؓ قال قال رسول اللہ ﷺ کلوا الزیت وادھنوا بہ فانہ من شجرۃ مبارکۃ۔۔۔عن أبی اسید قال قال النبی ﷺ کلوامن الزیت وادھنوابہ فانہ شجرۃ مبارکۃ.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب: تنویر الرحمٰن غفرلہ

۱۰ ربیع الاول ۱۴۳۲ھ — فتویٰ نمبر: ۳۵۷۰

﴿سونے، چاندی کی سلائی سے سرمہ لگانا﴾

﴿سوال﴾ کیا سونے یا چاندی کی سلائی سے سرمہ لگانا جائز ہے؟

﴿جواب﴾ مکروہ ہے۔

لمافی التنویر مع الدر:(۶/۳۴۱،کتاب الحظر والاباحۃ،طبع سعید)

(وکذا)یکرہ(الأکل بملعقۃ الفضۃ والذھب والاکتحال بمیلھما.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم: شاہد اسحاق عفا اللہ عنہ

۱۴۲۷ھ — فتویٰ نمبر:

﴿عورتوں کے لئے لوہے پیتل وغیرہ کے زیورات﴾

﴿سوال﴾ عورتوں کیلئے لوہے پیتل وغیرہ کی انگوٹھی، کنگن وغیرہ پہننا جائز ہے یا نہیں؟ حالانکہ اس کا رواج بہت عام ہو چکا ہے۔

﴿جواب﴾ سونے چاندی کے علاوہ لوہے پیتل وغیرہ کے زیورات عورتوں کے لئے استعمال کرنا جائز ہے، البتہ انگوٹھی ان چیزوں کی منع ہے۔

لمافی الھندیۃ:(۵/۳۵۹،طبع رشیدیہ)

ولاباس للنساء بتعلیق الخرز فی شعورھن من صفر اونحاس اوشبہ اوحدید ونحوھا للزینۃ والسوار منھا.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم: عبدالوہاب عفا اللہ عنہ

۱۴۲۷ھ — فتویٰ نمبر:

Scanned with CamScanner

﴿شادی کے موقع پر سہرا باندھنا﴾

﴿سوال﴾ شادی کے موقع پر ''سہرا باندھنا'' کیسا ہے؟ بینوا توجروا۔

﴿جواب﴾ سہرا باندھنا ہندوانہ رسم ہے، اس کا ترک کرنا لازم ہے، اکابر علماء کرام نے اس سے منع فرمایا ہے۔

لمافی سنن أبی داؤد:(۲/۲۰۳،طبع رحمانیه)من تشبه بقوم فهو منهم...... الحدیث.

ولمافی المرقاۃ:(۸/۲۲۲،طبع رشیدیه)

من تشبه بقوم فهو منهم ای من شبه نفسه بالکفار مثلافی اللباس وغیره،اوبالفساق، اوالفجار،أوباهل التصوف والصلحاء الابرار فهو منهم ای فی الاثم والخیرالخ.

الجواب صحیح:عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب:انیس طالب کان اللہ لہ

۱۵ ربیع الثانی ۱۴۳۱ھ — فتوی نمبر:۲۵۹۳

﴿عورت کے لئے چہرے کے زائد بالوں کا حکم﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ میں عرصہ دراز سے اپنی بھنویں بنوا رہی ہوں اور میرے بال خلاف عادت کافی بڑھ چکے ہیں اگر میں انکو صاف نہ کروں تو یہ بال کافی بدنما اور خلاف عادت ہوجاتے ہیں جس کی وجہ سے مجھے شوہر کے سامنے شرمندگی اٹھانی پڑتی ہے کیونکہ عام طور پر عورتوں کے اس جگہ پر بال نہیں ہوتے، اب کیا شریعت میں کوئی ایسی سختی ہے کہ میں ان بالوں کو صاف نہ کروں۔ برائے مہربانی اگر شریعت میرے لئے کوئی رخصت دے تو آگاہ کریں۔ مستفتیہ:بنت عارف

﴿جواب﴾ شوہر کے لئے زینت اختیار کرنے کا شریعت نے عورت کو حق دیا ہے، فیشن مقصود نہ ہو تو زائد بالوں کو صاف کرنے میں کوئی قباحت نہیں۔

لمافی الشامی:(۹/۵۳۶،طبع امدادیه)

قوله:(والنامصة الخ)...... النمص:نتف الشعر...... ولعله محمول علی ماإذافعلته لتتزین للاجانب، والا فلوکان فی وجهها شعر ینفرزوجها عنها بسببه ففی تحریم ازالته بعد،لان الزینة للنساء مطلوبة للتحسین...... الخ.

الجواب صحیح:عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب:محمد کاشف عزیز

۲۷ ذی الحجہ ۱۴۲۹ھ — فتوی نمبر:۱۷۹۷

Scanned with CamScanner

Maktaba Tul Ishaat. com

﴿نابالغ نرینہ بچوں کو ریشم پہنانا جائز نہیں ہے﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلے کے بارے میں کہ نابالغ بچوں کو ریشم کا کپڑا پہنانا جائز ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾ جس طرح بالغ مرد حضرات کے لئے خالص ریشم جائز نہیں ہے، اسی طرح نرینہ اولاد کو پہنانا بھی جائز نہیں ہے اگر کسی نے پہنایا تو گناہ پہنانے والے پر ہوگا، تاہم آج کل بازاروں میں جو کپڑا ریشم کے نام سے ملتا ہے، وہ عموماً مصنوعی ریشم ہوتا ہے، اس لئے اس کا استعمال جائز ہے الا یہ کہ اس کا خالص ریشم ہونا ثابت ہوجائے۔

لمافی التنویر مع الرد:(۳۶۲/۶،طبع سعید)(وکرہ الباس الصبی ذھبا أوحریرا)

وفی الشامیۃ:والاثم علی من البسھم لاناامرنا بحفظھم ذکرہ التمرتاشی۔

الجواب صحیح:عبدالرحمٰن عفااللہ عنہ واللہ اعلم:عبدالوہاب عفااللہ عنہ

۵جمادی الثانی ۱۴۲۷ھ فتویٰ نمبر:۳۷۹

﴿پہننے اور اوڑھنے کے علاوہ ریشم کے استعمال کا حکم﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام مندرجہ ذیل مسئلہ کے بارے میں کہ ریشم کا کپڑا مرد کے لئے پہننا منع ہے لیکن اگر ریشم کی چادر بچھی ہوئی ہو اور آدمی اس کے اوپر بیٹھے اور اس پر ہاتھ وغیرہ لگائے یا کرسی، صوفے وغیرہ اس سے سجائے تو اس کا کیا حکم ہے؟

﴿جواب﴾ ریشم کا کپڑا مرد کے لئے پہننا اوڑھنا ممنوع ہے، پہننے اور اوڑھنے کے علاوہ ریشم کا استعمال جائز ہے مثلاً بچھونے کے طور پر استعمال کرنا، کرسی یا صوفے وغیرہ اس سے سجانا اور پھر اس پر بیٹھنا وغیرہ تو اس کی گنجائش ہے۔

لمافی الشامی:(۳۵۵/۶-۳۵۶،طبع ایچ ایم سعید)

(قولہ ویحل توسدہ)الوسادۃ المخدۃ منح وتسمی مرفقۃ انساحل لماروی:ان النبی ﷺ جلس علی مرفقۃ حریروکان علی بساط ابن عباس رضی اللہ عنھمامرفقۃ حریرو روی ان انسارضی اللہ عنہ حضرولیمۃ فجلس علی وسادۃ حریر،ولان الجلوس علی الحریر استخفاف ولیس بتعظیم......

[تتمۃ]یجری الاختلاف المار بین الامام وصاحبیہ فی ستر الحریر وتعلیقہ علی الابواب کما فی الھدایۃ،وکذالایکرہ وضع ملاءۃ الحریر علی مھد الصبی،وقدمنا کراھۃ استعمال

Scanned with CamScanner

اللحاف من الابريسم، لانه نوع لبس بخلاف الصلاة على السجادة منه،لان الحرام هو اللبس دون الانتفاع ....لكن نقل الحموى عن شرح الهاملية للحدادى انه تكره الصلاة على الثوب الحرير للرجال اھ.

قلت:والاول اوجه اذلافرق يظهر بين الافتراش للجلوس اوالنوم اوللصلاة تدبر.

ولمافى حاشية الطحطاوى على الدر:(۱۷۹/۴،طبع رشيديه)

وفيه اشارة الى انه لايكره الاستناد الى وسادة من ديباج وهو منقش بالحرير و كذا الجلوس على بساط الحرير والصلاة على سجادة من الابريسم لان الحرام هو اللبس اما الانتفاع بسائر الوجوه فليس بحرام.

الجواب صحیح:عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ　　　　واللہ اعلم بالصواب:عدنان خدابخش

۱۲ربیع الاول ۱۴۳۱ھ　　　　فتوی نمبر:۲۵۱۶

﴿عیدین کے دن عمدہ لباس پہننا مستحب ہے﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ عید کے دن نئے کپڑے پہننے کی شرعی حیثیت کیا ہے؟ بالکل نئے کپڑے بنوانا ضروری ہے یا دھلے ہوئے صاف کپڑے بھی پہن سکتے ہیں؟　　　　مستفتی:محمد یونس کراچوی

﴿جواب﴾ عید مسلمانوں کے لئے اجتماعی خوشی اور عبادت کا دن ہے اس کو عمدہ لباس اور خوراک وغیرہ کے ذریعہ منانا استحباب کے درجہ میں مطلوب ہے،اس لئے پاک صاف کپڑے پہننا خوشی ظاہر کرنے کے لئے کافی ہے،نیا کپڑا کوئی ضروری نہیں ہے،البتہ بالکل نئے اور خوبصورت کپڑے آسانی سے میسر ہوں تو زیادہ بہتر ہے،اس لئے کہ تہذیب اور وقار کے دائرہ میں رہتے ہوئے اس روز خوشی کا اظہار کرنا مطلوب ہے اور پرانے صاف کپڑوں کی بنسبت نئے کپڑوں میں یہ مقصد زیادہ حاصل ہوتا ہے۔

لمافى التنوير مع الدر:(۱۶۸/۲،طبع سعيد)

(وندب يوم الفطر أكله)حلوا وترا ولو قرويا(قبل)خروجه الى(صلاتها واستياكه واغتساله وتطيبه)بماله ريح لالون(ولبسه حسن ثيابه) ولو غير ابيض.

ولمافى فتاوى سراجية:(ص۱۸،طبع سعيد)

ويستحب فى عيد الفطر اذا اصبح أن يغسل ويستاك ويذوق شيئا ويلبس احسن ثيابه جديدا كان أو غسيلا ويمس الطيب ان وجده لئلا يؤذى جليسه برائحة خبيثة.

Scanned with CamScanner

Maktaba Tul Ishaat. com

ولما فی حلبی کبیر:(ص۲۸۷،طبع نعمانیہ)

ثم یستحب لصلوۃ العید مایستحب للجمعۃ من الاغتسال والاستیاک والتطیب ولبس احسن الثیاب.

الجواب صحیح:عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ | واللہ اعلم بالصواب:محمد سجاد کشمیری

۱۱ ربیع الثانی ۱۴۲۸ھ | فتویٰ نمبر:۲۱۱۷

﴿لنڈا کے کپڑے دھوکر پہننا بہتر ہے﴾

﴿سوال﴾ لنڈے کے کپڑے بغیر دھوئے پہن کر نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

﴿جواب﴾ کباڑے کے کپڑے اکثر غیر مسلموں کے استعمال شدہ ہوتے ہیں، اس لئے بہتر تو یہ ہے کہ انکو دھو کر پہنا جائے، البتہ پتلون اور شلوار کے علاوہ جو کپڑے ہیں بغیر دھوئے پہن کر نماز پڑھنا جائز ہے، شلوار اور پتلون دھو کر استعمال کرنی چاہیے کیونکہ ان کی ناپاکی کا ظن غالب ہوتا ہے۔

لما فی الدر مع الرد:(۳۵۰/۱،طبع سعید)

ثیاب الفسقۃ واھل الذمۃ طاھرۃ.......وفی الشامیۃ:(قولہ ثیاب الفسقۃ الخ) قال فی الفتح:وقال بعض المشائخ:تکرہ الصلوٰۃ فی ثیاب اھل الفسقۃ لأنھم لایتقون الخمور، قال المصنف یعنی صاحب الھدایۃ:الاصح أنہ لا یکرہ لأنہ لم یکرہ من ثیاب اھل الذمۃ الاالسراویل مع استحلالھم الخمر، فھذا اولیٰ اھ.

الجواب صحیح:عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ | واللہ اعلم بالصواب:محمد سجاد کشمیری

۲۸ جمادی الاولیٰ ۱۴۳۰ھ | فتویٰ نمبر:۲۲۰۸

﴿خواتین کیلئے کان، ناک چھدوانا جائز ہے﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ بعض خواتین کان اور ناک چھیدواتی ہیں، خصوصاً گاؤں میں یہ کام زیادہ ہے، یہ سب بطور زینت کے کرتی ہیں، کان اور ناک میں اس طرح سوراخ کرنا شرعی اعتبار سے جائز بھی ہے یا نہیں؟ مستفتی رحمت گل

﴿جواب﴾ کان اور ناک چھیدوانے کو بطور زینت خواتین کیلئے فقہاء کرام نے جائز لکھا ہے۔

لما فی الھندیۃ:(۳۵۷/۵،طبع رشیدیہ)

ولابأس بثقب آذان النسوان کذافی الظھیریہ ولابأس بثقب آذان الاطفال من البنات لأنھم کانوایفعلون ذالک فی زمان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من غیرانکار.

Scanned with CamScanner

ولمافی الدرمع الرد:(۹/۶۰۲،طبع امدادیه)

ولا بأس بثقب أذن البنت والطفل استحسانا ملتقط قلت: وهل يجوز الخزام في الأنف، لم أره. وفي الشامية: قوله:(والطفل)ظاهره أن المراد به الذكر، مع أن ثقب الأذن لتعليق القرط وهو من زينة النساء فلا يحل للذكور، والذي في عامة الكتب وقدمناه عن التاتارخانية: لا بأس بثقب أذن الطفل من البنات، وزاد في الحاوي القدسي ولا يجوز ثقب آذان البنين، فالصواب اسقاط الواو، قوله:(لم اره)قلت: ان كان مما يتزين النساء به كما هو في بعض البلاد فهو فيها كثقب القرط وقدنص الشافعية على جوازه.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ　　　　واللہ اعلم: صلاح الدین چترالی

۱۷ ربیع الثانی ۱۴۲۷ھ　　　　فتوی نمبر: ۱۵۳

﴿لوہے اور اسٹیل وغیرہ کی انگوٹھی وغیرہ پہننا جائز نہیں ہے﴾

﴿سوال﴾ کیا اسٹیل اور لوہا مکس یعنی دونوں سے بنا ہوا چھلہ مردوں کے لئے بطور انگوٹھی استعمال کرنا جائز ہے؟　　　　مستفتی: محمد نواز صاحب کورنگی

﴿جواب﴾ مذکورہ چھلے کا استعمال مردوں (اور عورتوں سب) کے لئے ناجائز ہے، واضح رہے کہ مردوں کے لئے چاندی کے علاوہ کسی اور دھات سے بنی ہوئی انگوٹھی کا استعمال جائز نہیں ہے، ہاں لوہے کی ایسی انگوٹھی جس پر سونا یا چاندی چڑھائی گئی ہو کو استعمال کرنا صرف عورتوں کے لئے جائز ہے۔

لمافی التنویر مع الدر:(۹/۵۱۷،طبع امدادیه)

(ولا يتختم)الا بالفضة لحصول الاستغناء بها فيحرم(بغيرها كحجر)......(وذهب وحديد وصفر)وفي الشامية: ان رجلا جاء الى النبي صلى الله عليه وسلم وعليه خاتم من شبه، فقال له "مالي اجد منك ريح الأصنام؟" فطرحه، ثم جاء وعليه خاتم من حديد فقال: مال أجد عليك حلية اهل النار؟ فطرحه فقال: يارسول الله من اى شيئ أتخذه؟ قال: اتخذه من ورق ولا تتمه مثقالا" فعلم ان التختم بالذهب والحديد والصفر حرام.

ولمافی الهندية:(۵/۳۳۵،طبع رشيديه)

التختم بالحديد والصفر والنحاس والرصاص مكروه للرجال والنساء جميعا واما العقيق ففي اختلاف المشائخ اما اليشب ونحوه فلا بأس بالتختم به كالعقيق كذا في العيني هو الصحيح كذا في جواهر الأخلاطي التختم بالعظم جائز كذا في الغرائب ولا بأس بأن يتخذ خاتم حديد قد لوى عليه فضة(او البس بفضة)حتى لا يرى

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ　　　　واللہ اعلم: محمد شریف حسین

۱۳ رجب ۱۴۲۷ھ　　　　فتوی نمبر: ۵۳۲

Scanned with CamScanner

Maktaba Tul Ishaat. com

﴿امیٹیشن زیورات کا حکم﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں مفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ آج کل اکثر عورتیں سونے چاندی کے زیورات کے علاوہ امیٹیشن یعنی دوسری دھاتوں کے زیورات یا انگوٹھی استعمال کرتی ہیں، کیا عورتوں کے لئے اس قسم کے زیورات استعمال کرنا جائز ہے؟ (۲) مرد کس قسم کی انگوٹھی شرعاً استعمال کرسکتا ہے؟

مستفتی: شاہ اعظم، سہراب گوٹھ

﴿جواب﴾ (۱) چونکہ شریعت مطہرہ نے عورتوں کو زیب وزینت اختیار کرنے کی اجازت دی ہے، اس قاعدہ کی رو سے سونے چاندی کے استعمال کی طرح دوسری دھاتوں کے زیورات کا استعمال بھی عورتوں کے لئے جائز ہے، چنانچہ امام ربانی حجۃ الاسلام فقیہ الامت حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی صاحب فرماتے ہیں کہ "عورتوں کو چوڑیاں ہر قسم کی پہننا جائز ہے" (تالیفات رشیدیہ: ص ۴۸۷، طبع ادارہ اسلامیات) خواہ کانچ کی ہوں خواہ سونے کی چاندی لوہے تانبے پیتل کی ہوں۔

البتہ سونے چاندی کے علاوہ دوسری دھاتوں مثلاً لوہے تانبے پیتل وغیرہ کی انگوٹھی استعمال کرنا خواتین وحضرات دونوں کے لئے ناجائز ہے، احادیث میں ان کے استعمال کرنے کے بارے میں ممانعت آئی ہے، خواتین کے لئے انگوٹھی کی ممانعت پر دیگر اشیاء کو قیاس نہ کیا جائے، اس لئے کہ انگوٹھی کی ممانعت خواتین کے لئے خلاف قیاس شارع علیہ السلام کا حکم ہے اور اصول فقہ کے قاعدہ کے مطابق خلاف قیاس حکم اپنے مورد تک خاص رہتا ہے۔

(۲) مرد چاندی کی انگوٹھی استعمال کرسکتا ہے جبکہ اس کا وزن ساڑھے چار ماشہ سے کم ہو، انگوٹھی کے علاوہ سونے چاندی کا کوئی اور زیور پہننا مرد کے لئے جائز نہیں۔

لمافی التنویر مع الدر: (۶/۳۵۸-۳۵۹، ۳۶۰، طبع سعید)

(ولا یتحلی) الرجل (بذهب وفضة) مطلقا...... (ولا یتختم) الا بالفضة لحصول الاستغناء بها فیحرم (بغیرها کحجر)...... (وذهب وحدید وصفر) ورصاص و زجاج وغیرها المامر.

وفی الشامیة: (فیحرم بغیرها الخ) لماروی الطحاوی باسناده الی عمران بن حصین وأبی هریرة قال: "نهی رسول الله صلی الله علیه وسلم عن خاتم الذهب" وروی صاحب السنن باسناده الی عبدالله بن بریدة عن أبیه: أن رجلا جاء الی النبی صلی الله علیه وسلم وعلیه خاتم من شبه فقال له "مالی أجدمنک ریح الاصنام؟ فطرحه، ثم جاء وعلیه خاتم من حدید فقال: مالی أجد علیک حلیة اهل النار؟ فطرحه فقال: یارسول الله من أی

Scanned with CamScanner

شيء اتخذه؟قال:اتخذه من ورق ولاتتمه مثقالا" فعلم أن التختم بالذهب والحديدوالصفر حرام، فالحق اليشب بذلك لأنه قديتخذمنه الاصنام،فاشبه الشبه الذى هو منصوص معلوم بالنص اتفاقي والشبه محركا:النحاس الاصفر وفي الجوهرة: والتختم بالحديدوالصفروالنحاس والرصاص مكروه للرجال والنساء.

ولمافي الشامي:(٦/٤٢٠،طبع سعيد)

فلايحل للذكوروالذى فى عامة الكتب وقدمناه عن التاتارخانيه لابأس بثقب أذن الطفل من البنات وزادفي الحاوي لقدسي ولايجوزثقب آذان البنين فالصواب اسقاط الواؤ،قوله (لم اره)قلت:ان كان ممايتزين النساء به كماهوفي بعض البلاد فهو فيها كثقب القرط. وقدنص الشافعية على جوازه.

الجواب صحیح:عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ والله اعلم:صلاح الدین چترالی

۱۴۲۷ھ فتویٰ نمبر:

﴿ہاتھ میں جیبی رومال لیکر گھومنا کیسا ہے؟﴾

﴿سوال﴾ بعض لوگ ہاتھ میں چھوٹا سارومال لیکر پھرتے ہیں کیا یہ طریقہ شرعا جائز ہے؟ بعض لوگ اسکو تکبر سمجھتے ہیں، شریعت کی روشنی میں وضاحت فرمائیں کہ درست بات کیا ہے؟

﴿جواب﴾ رومال وغیرہ ضرورت کے لئے پاس رکھنا جائز ہے اور تکبر کی غرض سے ناجائز ہے، عام طور پر لوگ ضرورت ہی کیلئے رکھتے ہیں اور مسلمانوں کو حکم ہے کہ ایک دوسرے کے بارے میں اچھا گمان کریں۔

لمافي التنوير مع الدر:(٦/٣٦٣،طبع سعيد)

(لا)يكره(خرقة لوضوء......اومخاط)اوعرق لولحاجة ولوللتكبرتكره.

الجواب صحیح:عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ والله اعلم:عبدالوہاب عفا اللہ عنہ

۵ جمادی الثانی ۱۴۲۷ھ فتویٰ نمبر:۳۸۰

﴿عورت کا فیشن کے طور پر بال کٹوانا جائز نہیں ہے﴾

﴿سوال﴾ آج کل عورتیں فیشن کے طور پر بال کٹواتی ہیں، کیا عورتوں کے لئے سر کے بال کٹوانا فیشن کے طور پر شرعا جائز ہے؟ مستفتی:خلیل احمد

﴿جواب﴾ خواتین کو بغیر عذر سر کے بال کٹوانا جائز نہیں ہے، فیشن کے طور پر کاٹنا یا مردوں کی طرح رکھنا تو باعث لعنت ہے، چنانچہ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے

Maktaba Tul Ishaat. com

ارشاد فرمایا کہ "اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے عورتوں کی مشابہت کرنے والے مردوں پر اور مردوں کی مشابہت کرنے والی عورتوں پر" مشکوٰۃ: (۲/۳۸۰، طبع سعید)

لمافی الھندیۃ: (۵/۳۵۸، طبع رشیدیہ)

ولو حلقت المرأۃ رأسہا فان فعلت لوجع أصابہا لاباس بہ وان فعلت ذلک تشبہاً بالرجل فہو مکروہ کذافی الکبریٰ.

ولمافی البحر: (۲/۲۰۵، طبع سعید)

واذاحلقت المرأۃ شعر رأسہا فان کان لوجع أصابہا فلاباس بہ وان حلقت تشبہ الرجال فہو مکروہ.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ   واللہ اعلم: صلاح الدین ڈیروی

۲۶ ربیع الثانی ۱۴۲۷ھ   فتویٰ نمبر: ۲۱۲

﴿غیر شرعی بالوں کی وضاحت﴾

﴿سوال﴾ فوجی حضرات اپنے سر کے بال دونوں طرف کانوں کے پاس سے اور پیچھے سے استرے سے منڈاتے ہیں اور اسی طرح بعض لوگ اپنے چھوٹے بچوں کے بال بھی ایسے ہی منڈاتے ہیں، کیا ایسے بال رکھنا درست ہے؟

﴿جواب﴾ سر کے بعض حصہ کے بال منڈانا اور بعض کے چھوڑنا یا بعض زیادہ تراشنا اور بعض کم، حدیث پاک میں ایسے بال رکھنے کی صراحۃً ممانعت آئی ہے، لہٰذا ایسا کرنا مکروہ تحریمی ہے، نیز بچے اور بڑے کی اس میں کوئی تخصیص نہیں ہے۔

البتہ بچے خود مکلف نہیں ہیں، اس لئے ان بچوں کے بڑوں پر گناہ ہوگا جو اس طرح بال بنواتے ہیں، فوجی آدمی اگر اپنی مرضی سے بال اس طرح کٹواتا ہے تو بلاشبہ وہ گناہ کا ارتکاب کر رہا ہے اور اگر وہ فوجی ضابطہ وغیرہ کے تحت بادل ناخواستہ مجبوراً کر رہا ہے تو اس صورت میں گناہ اعلیٰ افسر اور یہ حکم جاری کرنے والے پر ہوگا عام فوجیوں پر نہیں۔

لمافی بذل المجھود: (۵/۷۸، طبع الشیخ)

اخرج الامام ابوداود رحمہ اللہ تعالی عن ابن عمر رضی اللہ تعالی عنہما قال نہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن القزع، والقزع ان یحلق رأس الصبی فیترک بعض شعرہ. وعنہما رضی اللہ تعالی عنہما ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم نہی عن القزع وھو ان یحلق رأس الصبی ویترک لہ ذوابۃ...... وعن ابن عمر رضی اللہ تعالی عنہما ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم رأی صبیا قد حلق بعض راسہ وترک بعضہ

Scanned with CamScanner

فنهاهم عن ذلک فقال احلقوه كله أواتركوه كله.

قال صاحب بذل المجهود:قلت وليس هذامختصابالصبي بل اذافعله كبيريكره له ذلک فذكرالصبي باعتبارالعادة الغالبة.

ولمافي ردالمحتار:(۶/۴۰۷،طبع سعيد)

وفي الذخيرة:ولابأس ان يحلق وسط رأسه ويرسل شعره من غيره ان يفتله وان فتله فذلک مكروه،لانه يصيرمشبهاببعض الكفرةوالمجوس في ديارنايرسلون الشعرمن غيرفتل،ولكن لايحلقون وسط الرأس بل يجزون الناصية تاترخانية قال:ويكره القزع وهوأن يحلق البعض ويترك البعض قطعامقدارثلاثةأصابع كذافي الغرائب.

ولمافي الهندية:(۵/۳۵۷،طبع رشيديه)

عن ابي حنيفةرحمه الله تعالى يكره ان يحلق قفاه الاعندالحجامة كذافي الينابيع.

الجواب صحیح:عبدالرحمٰن عفااللہ عنہ — واللہ اعلم:شاہداسحاق عفااللہ عنہ

۲۸محرم الحرام ۱۴۲۷ھ — فتویٰ نمبر:۲۶

﴿بے ریش بچوں کا زلفیں رکھنا مناسب نہیں﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علما کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ مدارس میں بے ریش طلباء زلفیں رکھ لیتے ہیں بعض مدارس میں اساتذہ کرام وغیرہ سختی سے منع کرتے ہیں بلکہ بال کٹواتے ہیں تو کیا یہ سنت کیخلاف کرنا شمار نہیں ہوگا بعض کہتے ہیں داڑھی مبارک آنے سے پہلے زلفیں رکھنا سنت سے ثابت نہیں، کیا یہ بات صحیح ہے کس عمر میں زلفیں رکھنا سنت ہے۔

﴿جواب﴾ نبی کریم ﷺ زلفیں رکھتے تھے تو حلق بھی فرمایا کرتے تھے اور زیرتربیت لڑکوں کا باقاعدہ حلق کروانا بھی آپ ﷺ سے ثابت ہے۔اسی طرح صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا بھی دونوں طرح کا معمول رہا ہے۔لہذا زلفیں رکھنا مسنون ہے تو حلق کرنا بھی مسنون ہے سنن زوائد میں ان کا شمار ہوتا ہے اس کیلئے خاص عمر وغیرہ کی قید نہیں۔مدارس میں پڑھنے والے طلباء، اساتذہ کرام اور منتظمین کے زیرتربیت رہتے ہیں کسی مصلحت کی خاطر وہ طلباء کو حلق کرنے کا حکم کریں تو طلباء پر اطاعت واجب ہے اور اسطرح کا حکم کرنا سنت کیخلاف نہیں بلکہ عین مطابق ہے۔

(لما في بذل المجهود:(۵/۷۸،مكتبة الشيخ)

عن انس بن مالک قال كانت لي ذوابه فقالت لي امي لاجزها كان رسول الله ﷺ "يمدها و ياخذها" قال الشيخ السهارنفوري رحمه الله تعالى " ان الذوابة انما يجوز

Maktaba Tul Ishaat. com

اتخاذها لغلام اذا كانت مع غيرها من شعور التي في الراس واما اذا حلق شعره كله و ترك له ذوابة فهو القزع التي نهى عنه رسول الله ﷺ.

(لما في بذل المجهود: (۵/ ۷۷، مكتبة الشيخ)

وعن عبد الله بن جعفر رضي الله تعالى عنهما "ان النبي ﷺ امهل ال جعفر ثلاثا ان ياتيهم ثم اتاهم فقال لا تبكو على اخي بعد اليوم ثم قال ادعو لي بني اخي فجيء بنا كانا افرخ فقال ادعو لي الحلاق فامره فحلق رؤسنا قال الشيخ السهارنفوري رحمه الله تعالى "وفيه ان الكبير من اقارب الاطفال يتولى امرهم وينظر في مصالحهم من حلق الراس وغيره.

(لما في ردالمحتار: (۶/ ۴۰۷، ایچ ایم سعید)

وفي الروضة الزندويستي ان السنة في شعر الراس اما الفرق واما الحلق وذكر الطحاوي "ان الحلق سنة" ان يحلق وسط راسه و يرسل شعره من غير ان يفتله وان فتله فذلك مكروه لانه يصير مشابها ببعض الكفرة والمجوس في ديارنا يرسلون الشعر من غير فتل ولكن لا يحلقون وسط الراس بل يجزون الناصية تاتارخانيه قال ط و يكره القزع وهو ان يحلق البعض و يترك البعض قطعا مقدار ثلاثة اصابع كذا في الغرائب ،وعن ابي حنيفه رحمه الله تعالى " يكره ان يحلق قفاء الا عنده الحجامة لذا في الينابيع ، و كذا في العالمگيريه.

(لما في ردالمحتار: (۱/ ۱۰۳، ایچ ایم سعید)

سنة الزوائد عادة ان النبي ﷺ واظب عليها حتى صارت عادة له ولم يتركها الا احيانا لان السنة هي الطريقة المسلوكة في الدين فهي في نفسها عباده وسميت عادة

(لما في كنز العمال: (۶/ ۲۷۶، رحمانيه) احلقوه كله واتركوه كله

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ — واللہ اعلم بالصواب: محمد حامد یاسین، بھکر

۲۶ محرم الحرام ۱۴۳۴ھ — فتویٰ نمبر: ۳۵۰۲

﴿عورت کے لئے ہاتھ کے بالوں کا حکم﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ لڑکیوں کے ہاتھوں پر جو بال ہوتے ہیں کیا ان کو صاف کرسکتی ہیں؟

مستفتیہ: متعلمہ یوسفیہ بنوریہ

﴿جواب﴾ وہ زیب وزینت جس کو عورت اپنے شوہر کی خوشنودی کے لئے اختیار کرے اور غرض فاسد اس سے وابستہ نہ ہو تو شریعت میں اس کی گنجائش ہے، لہٰذا یہ بال اگر بدنما معلوم ہو رہے ہیں تو ان کو صاف کرسکتی ہیں۔

Scanned with CamScanner

لمافی الشامی:(۶/۴۲۶،طبع سعید)

(قوله وله ضرب زوجته على ترك الصلاة) وكذا على تركها للزينة.....الخ.

ولمافيه ايضاً:(۳/۲۵۸،طبع سعيد) وحقه عليها أن تطيعه في كل مباح ويأمرها به.

الجواب صحیح:عبدالرحمٰن عفااللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب:محمد کاشف عزیز غفرلہ

۹ ذیقعدہ ۱۴۳۰ھ — فتویٰ نمبر:۲۳۹۸

﴿نچلے ہونٹ سے متصل بال بھی داڑھی کے حکم میں ہیں﴾

﴿سوال﴾ میں جب کھانا کھاتا ہوں تو اکثر لقموں کے ساتھ داڑھی کے وہ بال جو نچلے ہونٹ سے متصل ہیں (بچہ داڑھی) منہ کے اندر داخل ہو جاتے ہیں یعنی میری بچہ داڑھی کے بال ایسے اوپر اٹھے ہوئے ہیں کہ نوالہ منہ کے قریب لیجاتا ہوں تو اس سمیت بال بھی منہ میں جاتے ہیں، کیا ایسی صورت میں میرے لئے یہ جائز ہے کہ میں اپنے بچہ داڑھی کے بال کچھ مناسب مقدار میں کم کروں؟ بینوا توجروا۔ مستفتی:عبدالرؤف صاحب

﴿جواب﴾ بچہ داڑھی بھی داڑھی کا حصہ ہے اور داڑھی کا حکم رکھتی ہے، وضو میں اس کا دھونا فرض ہے، قبضہ سے کم کاٹنا جائز نہیں، تاہم بال اگر اس طرح اوپر اٹھے ہوئے ہوں جو لقمے کے ساتھ منہ کے اندر جاتے ہوں تو ان کو مناسب طریقے سے تراشنا چاہیے، ان کو نامناسب اور بے ڈھنگا نہیں چھوڑنا چاہیے کیونکہ سنت کے اندر ترغیب کا پہلو نمایاں ہونا چاہیے نہ کہ وحشت اور کراہت کا۔

لمافی الدرالمختار:(۱/۲۱۶،طبع امدادیه)

يجب غسل بشرة لم يسترها الشعر كحاجب وشارب وعنفقة في المختار.

ولمافي الشامي:(۳/۳۹۷،طبع امداديه) لاباس باخذ اطراف اللحية اذا طالت.

الجواب صحیح:عبدالرحمٰن عفااللہ عنہ — واللہ اعلم:محمد عزیز چترالی

۲۳ ربیع الثانی ۱۴۲۷ھ — فتویٰ نمبر:۱۷۷

﴿سر کے بال رکھنے کا سنت طریقہ﴾

﴿سوال﴾ سر مونڈنا اور سر پر بال رکھنا کیا دونوں سنت ہیں؟ بال بالکل اُسترے سے صاف کرنا زیادہ بہتر ہے یا ایک مقدار میں کم کر کے رکھنا؟ نیز سنت طریقے پر بال رکھنے کے لئے کیا یہ ضروری ہے کہ پہلے اُنہیں مونڈ دیا جائے، یا کم کیا جائے اگر خلاف سنت ہوں؟ یا اُنہی کو

Maktaba Tul Ishaat. com

بڑھنے دیا جائے؟ کیا جب بال بڑھتے بڑھتے کانوں کے اوپر آ جائیں تو انہیں کم کرنا یعنی کانوں کے قریب قریب اُسترے سے صاف کرنا جائز ہے؟ جسکو خط بنوانا کہتے ہیں اور کیا گردن کے بال بھی صاف کر سکتے ہیں؟ نیز سنت طریقے پر بال رکھنے کی کیا صورت ہے؟

﴿جواب﴾ سنت کے مطابق بال رکھنے کی تین صورتیں ہیں: (الف) کانوں کی لو تک بال رکھنا جس کو وفرہ کہتے ہیں۔ (ب) اُس سے مزید لمبے بال رکھنا (یعنی گردن تک) جس کو لمّہ کہتے ہیں۔ (ج) کندھوں تک بڑھانا جس کو جمّہ کہتے ہیں۔

سر کے بالوں کو منڈانا بھی جائز ہے، نیز ایک مقدار میں کم کرنا بھی جائز ہے، تاہم اس سلسلے میں سب سے افضل پہلی تین صورتیں یعنی وفرہ، لمہ، جمہ ہیں، اُس کے بعد پورے سر کا حلق اُس کے بعد تیسرے درجے میں سب بالوں کو برابر کم کر کے رکھنا ہے۔

اگر بال خلافِ سنت ہوں اور آدمی چاہے کہ میں سنت کے مطابق بال رکھوں تو بہتر یہ ہے کہ وہ سب بالوں کو ایک برابر کرے یا منڈا کر یا قینچی وغیرہ سے سر کے بال اگر اِدھر اُدھر منتشر ہونے لگیں مثلاً یہ کہ کانوں پر آ جائیں تو انہیں قینچی وغیرہ سے کناروں سے برابر کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے، البتہ گردن کے بال صاف کرنا درست ہے۔

لمافی مشکوٰۃ المصابیح: (۲/۳۸۲، طبع سعید)

عن عائشۃؓ ــــ وکان له شعر فوق الجمۃ ودون الوفرۃ رواہ الترمذیؒ ــــــــ وفی حاشیته: الجمۃ مایسقط علی المنکبین، قوله الوفرۃ ــــ ماوصل الی شحمۃ الاذن.

ولمافی مشکوٰۃ المصابیح: (۲/۳۸۴، طبع سعید)

عن عطاء بن یسارؒ قال کان رسول اللہ ﷺ فی المسجد فدخل رجل ثائر الراس واللحیۃ فأشار الیه رسول اللہ ﷺ بیدہ کأنه یامرہ باصلاح شعرہ ولحیته ففعل ثم رجع فقال رسول اللہ ﷺ ألیس ھذا خیراً من أن یاتی أحدکم وھو ثائر الراس کأنه شیطان.

ولمافی مشکوٰۃ المصابیح: (۲/۳۸۰، طبع سعید)

عن نافع عن ابن عمرؓ قال سمعت النبیؐ ﷺ ینھیٰ عن القزع قیل لنافع ما القزع قال یحلق بعض راس الصبی ویترک البعض.

ولمافی الھندیۃ: (۵/۳۵۷، طبع رشیدیه)

وعن أبی حنیفۃؒ یکرہ أن یحلق قفاہ الأعند الحجامۃ کذافی الینابیع.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم: محمد شریف حسین عفا اللہ عنہ

۶ رجب ۱۴۲۷ھ — فتویٰ نمبر: ۵۱۷

﴿نماز کے علاوہ عام حالات میں بھی ننگے سر رہنا پسندیدہ نہیں ہے﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے کہ نماز کے علاوہ عام حالات میں بھی عمامہ یا ٹوپی پہننا ضروری ہے؟ یا اس طرح ننگے سر رہنے میں کوئی قباحت نہیں ہے۔ شریعت میں اسکا کیا حکم ہے بینوا توجروا۔ مستفتی: زاہد اللہ

﴿جواب﴾ نماز کے علاوہ عام حالات میں بھی عمامہ یا ٹوپی پہننا آنحضرت ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا معمول تھا اور آج تک دیندار مسلمانوں میں بھی چلا آرہا ہے، اسی لئے سر پر عمامہ یا ٹوپی استعمال کرنا اسلامی تہذیب ولباس شمار ہوتا ہے، اور علماء وصلحاء کا شعار ہے اس کے خلاف عام حالات میں ننگے سر رہنا ناپسندیدہ اور خلاف ادب ہے، اور یہ غیروں کی خصوصا انگریزوں کی تہذیب ہے جو اسلامی تہذیب کے بالکل خلاف ہے۔ لھذا مروّت اور غیرت ایمانی کا تقاضہ یہی ہے کہ ہم غیروں کی نقالی چھوڑ کر اسلامی تہذیب کو اپنے معاشرہ میں ترویج دیں

شیخ عبدالقادر جیلانیؒ لکھتے ہیں" سر اور بدن کا وہ حصہ جو ستر میں داخل نہیں ہے، اس بارے میں باشرع اور باتہذیب نیک لوگوں کا معمول اور انکی عادت یہ ہے کہ وہ اسکو چھپائے رکھتے ہیں، اسلئے سر کو یا بدن کے ایسے حصے کو لوگوں کے سامنے کھولنا مکروہ ہے (غنیۃ الطالبین: ج۱/۱۳)

اور علامہ ابن جوزیؒ فرماتے ہیں کہ:" عقلمند پر یہ بات مخفی نہیں ہے کہ لوگوں کے سامنے سر کھلا رکھنا ناپسندیدہ ہے جسے بڑے نظر سے دیکھا جاتا ہے اور یہ ادب، مروّت کے خلاف ہے، شریعت میں صرف احرام حج میں سر کھلا رکھنے کا حکم ہے، جس کا مقصد تعبد ہے یعنی اللہ تعالیٰ کے سامنے اپنی رضامندی اور اپنی بندگی کا اظہار ہے (فتاوی رحیمیہ: ج۱۰/۱۵۶)

(لمافی جمع الوسائل شرح الشمائل ج ۱/ ۲۰۲ باب ماجاء فی عمامة رسول ﷺ)

واعلم أنه ﷺ كانت له عمامة سوداء تسمى السحاب وكان يلبس تحتها القلانس جمع قلنسوة وهي غشاء مبطن يستر به الرأس .قاله القراء وقال غيره :هي التي تسميها الشاشية والعراقية وروى الطبراني وابو الشيخ والبيهقي في شعب الايمان من حديث ابن عمر رضي الله عنهما :كان رسول الله ﷺ يلبس قلنسوة ذات آذان يلبسها في السفر ...الخ

(لمافي الهداية: ۳/ ۱۷۰ باب من يقبل شهادته ومن لايقبل)

قال: ولا من يفعل الافعال المستحقرة كالبول على الطريق والأكل على الطريق لانه

Maktaba Tul Ishaat. com

تارك للمروة واذاكان لايستحي عن مثل ذالك لايمتنع عن الكذب فيتهم ...الخ

الجواب صحیح: مفتی عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب: صفی اللہ غفرلہ ولوالدیہ

٢٦ جمادالثانیہ ١٤٣٥ھ — فتویٰ نمبر: ٤٢١٣

﴿سینے اور کمر کے بال مونڈنا جائز لیکن خلاف ادب ہے﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلے کے بارے میں کہ کیا بازو اور سینے وغیرہ کے بالوں کو مونڈنا جائز ہے؟ نیز اس سلسلے میں بال صاف کرنے والا پاؤڈر بھی استعمال کر سکتے ہیں؟

﴿جواب﴾ مردوں کے لئے سینے کمر وغیرہ کے بالوں کو مونڈنا جائز اگر چہ ہے، تاہم خلاف ادب ضرور ہے۔

لمافي الهندية:(٥/٣٥٨،طبع رشيديه)وفي حلق شعر الصدر والظهر ترك الادب كذافي القنية.

رہا بال صاف کرنے کے لئے پاؤڈر کا استعمال سو وہ بھی جائز ہے۔

لمافي الهندية:(٥/٣٥٨،طبع رشيديه)

وفي الابط يجوز الحلق والنتف اولیٰ ويبتدئ في حلق العانة من تحت السرة ولو عالج بالنورة في العانة يجوز كذافي الغرائب.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم: محمد شریف حسین عفا اللہ عنہ

٩ جمادی الاولیٰ ١٤٢٧ھ — فتویٰ نمبر: ٢٨٢

﴿داڑھی یا سر سے چند سفید بال نکالنے کا حکم﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلے کے بارے میں کہ بعض لوگوں کی داڑھی یا سر کے بال نوجوانی ہی میں سفید ہو جاتے ہیں، کیا ایسے بالوں کو نکالنے کی شریعت میں کوئی گنجائش ہے یا نہیں؟ نیز بتائیں کہ حالتِ جنابت میں مونچھ بنانا اور سر کے بال کاٹنا کیسا ہے؟

﴿جواب﴾ اگر ازالہ عیب کے لئے ہو تو نکالنے کی گنجائش ہے۔

لمافي الدرمع الرد:(٩/٥٨٣،طبع امداديه)

ولا بأس بنتف الشيب وأخذ أطراف اللحية.وفي الشامية:قيده في البزازية بأن لايكون على وجه التزين.

حالتِ جنابت میں بال کاٹنے کو فقہاءِ کرام نے مکروہ لکھا ہے لہٰذا اس سے بچنا بہتر ہے۔

Scanned with CamScanner

لمافی الهندية:(۵/۳۵۸،طبع رشيديه)

حلق الشعر حالة الجنابة مكروه وكذا قص الأظافير كذا في الغرائب.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ واللہ اعلم: صلاح الدین چترالی

۲۳ ربیع الثانی ۱۴۲۷ھ فتوی نمبر: ۱۸۱

﴿کمپنی والے داڑھی منڈوانے پر اگر مجبور کریں تو کیا اس کی گنجائش ہے؟﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلے کے بارے میں کہ ایک آدمی کافی عرصہ سے بے روزگار تھا اس کو ایک غیر ملکی کمپنی میں نوکری ملی اور اس کا تقرر بھی ہو گیا لیکن اب وہ کمپنی والے داڑھی منڈوانے کی شرط لگا رہے ہیں کہ داڑھی اگر منڈواتے نہیں تو ہم تم کو نکال دیں گے۔ تو کیا اس آدمی کیلئے داڑھی منڈوانے کی گنجائش ہے یا نہیں؟ مستفتی: ایک سائل فون پر

﴿جواب﴾ آپ ﷺ نے داڑھی بڑھانے کا حکم فرمایا ہے، اور آپ علیہ السلام کے ہر حکم کی تعمیل واجب ہے اور اس کی مخالفت حرام ہے، لہذا داڑھی منڈوانے کی کوئی گنجائش نہیں ہے کمپنی والے اگر ظلم پر تلے ہوئے ہیں اور محض داڑھی کی وجہ سے اس شخص کو نکال رہے ہیں تو اللہ تعالیٰ اس شخص کے لئے اس سے بہتر انتظام کریں گے۔

لمافي صحيح المسلم:(۱/۱۲۹،طبع:قديمي)

عن ابن عمرؓ قال قال رسول الله ﷺ خالفوا المشركين احفوا الشوارب واوفوا اللحى...عن ابى هريرةؓ قال قال رسول الله ﷺ جزوا الشوارب وارخوا اللحى خالفوا المجوس وفي الشروى وكان من عادة الفرس قص اللحية فنهى الشرع عن ذالك

ولما في الشامي:(۲/۴۱۸،طبع سعيد مطلب في الاخذ من اللحية)

واما الاخذ منها وهي دون ذالك كما يفعله بعض المغاربة ومخنثة الرجال فلم يبحه احد اه ملخصاً هكذا في فتح القدير:(۲/۳۵۲،طبع رشيديه)

الجواب صحیح: مفتی عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ واللہ اعلم بالصواب: عمران الحق سواتی

۲۱ رجب المرجب ۱۴۳۵ھ فتوی نمبر: ۴۲۴۹

﴿سر مونڈوانے کی فضیلت کا بیان﴾

﴿سوال﴾ سر مونڈوانے کی فضیلت بیان کرتے ہوئے یہ بتایا جاتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ کو سر مونڈانے کی وجہ سے تین مرتبہ دعا دی یہ کہاں تک درست ہے؟ نیز ساتھ ساتھ

Scanned with CamScanner

Maktaba Tul Ishaat. com

یہ بھی وضاحت ہو کہ کیا یہ فضیلت صرف حج کے ساتھ ہی خاص ہے یا عام حالات میں بھی ہے؟

﴿جواب﴾ مذکورہ روایت کو امام مسلمؒ وغیرہ نے نقل فرمایا ہے تاہم اس میں حضرت علی المرتضیٰؓ کو تین مرتبہ دعا دینے کا ذکر نہیں ہے بلکہ صرف یہ مذکور ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سر مونڈنے والوں کے حق میں تین مرتبہ دعا دی اور ایک مرتبہ بال قصر یعنی کم کرنے والوں کے حق میں بھی دعا فرمائی۔

مذکورہ حدیث پاک اگرچہ حجۃ الوداع کے موقع پر حجاج کرام کے لئے ارشاد فرمائی گئی ہے اور "المحلقین والمقصرین" میں الف لام اگرچہ عہد خارجی ہے تاہم اسے جنسی پر محمول بھی کیا جاسکتا ہے یعنی اللہ تعالیٰ کی وسعت رحمت سے امید کی جاتی ہے کہ نہ صرف مذکورہ حجاج کرام اس سے بہرہ ور ہوگئے بلکہ دیگر حلق کرنے والے مسلمان بھی اس سے مستفید ہونگے (انشاء اللہ) بشرطیکہ ثواب کی نیت سے حلق کریں۔

لمافی المشکوٰۃ: (۲/۲۳۲، طبع سعید)

عن یحیی بن الحصین عن جدته انها سمعت النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی حجة الوداع دعا للمحلقین ثلثا وللمقصرین مرة واحدة. رواه مسلم.

الجواب صحیح: عبد الرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم: محمد شریف حسین عفا اللہ عنہ

۱۳ رجب ۱۴۲۷ھ — فتویٰ نمبر: ۵۶۳

﴿خواتین کا مصنوعی بال لگوانے کا حکم﴾

﴿سوال﴾ آج کل بعض خواتین بازار سے مصنوعی بال خرید لیتی ہیں اور اپنے سر کے بالوں سے لگا لیتی ہیں تاکہ بال لمبے ہوں، کیا شرعی اعتبار سے ایسا کرنا جائز ہے یا ناجائز؟ مستفتی: گل فراز

﴿جواب﴾ اگر یہ بال انسان کے ہوں تو ناجائز ہے اور ان کا استعمال کرنا گناہ ہے، اس پر لعنت آئی ہے، اس طرح خنزیر کے بال بھی استعمال کرنا ناجائز ہے، ان کے علاوہ باقی جانوروں کے ہوں یا مصنوعی بال ہوں تو استعمال کرنے کی گنجائش ہے۔

لمافی الهداية: (۲/۵۷، طبع رحمانیه)

ولا يجوز بيع شعر الخنزير لانه نجس العين...... ولا يجوز بيع شعور الانسان ولا الانتفاع به لان الادمی مكرم لا مبتذل فلا يجوز ان يكون شیء من اجزائه مهانا مبتذلا وقد قال عليه

Scanned with CamScanner

السلام لعن الله الواصلة والمستوصلة الحديث وانما يرخص فيما يتخذ من الوبر فيزيد في قرون النساء وذوائبهن.

ولما في التنوير مع الدر:(۲۴۵/۷،طبع امداديه)

(وشعر الانسان)لكرامة الادمي ولوكافراذكره المصنف وغيره في بحث شعر الخنزير. وفي الشامية:(قوله وشعر الانسان)ولايجوز الانتفاع به لحديث "لعن الله الواصلة والمستوصلة" وانما يرخص فيما يتخذ من الوبر فيزيد في قرون النساء وذوائبهن.هداية.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم: صلاح الدین چترالی عفا اللہ عنہ

۲۶ ربیع الثانی ۱۴۲۷ھ — فتویٰ نمبر: ۲۰۸

﴿مردوں اور عورتوں کے لباس کی مشابہت میں علاقہ کا عرف معتبر ہے﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے ہاں پورے خاندان میں لڑکیوں کے پہننے کا لباس اسطرح ہے کہ ان کی چاک بند ہوتی ہے لیکن اگر کوئی لڑکی چاک والے کپڑے پہن لے تو اس پر سخت اعتراض ہوتا ہے کہ اس لڑکی نے مردوں کی مشابہت کی ہے اور ثبوت کے طور پر یہ حدیث پیش کرتے ہیں، "عن النبی ﷺ الله لعن المشبهات من النساء بالرجال والمتشبهين من الرجال بالنساء"

استدلال اس طور پر کرتے ہیں کہ مردوں کے چاک والے کپڑے ہیں اور عورتوں کے کپڑوں کے چاک بند ہوتے ہیں، لہٰذا جو عورتیں چاک والے کپڑے پہنتی ہیں وہ مردوں کے ساتھ مشابہت اختیار کرتی ہیں اور قرآن کی یہ آیت پیش کرتے ہیں "ولا تبرجن تبرج الجاهلية الاولى" کہ پہلے زمانے کی عورتیں چاک والے کپڑے پہنتی تھیں تو اللہ نے یہ آیت کریمہ نازل فرمائی کہ یہ چاک والے کپڑے نہ پہنے اور یہ لوگ کہتے ہیں کہ اسمیں نماز بھی نہیں ہوتی اور جو شخص ان کپڑوں کو جائز قرار دیتے ہیں وہ سخت گنہگار ہیں حالانکہ جب ہم یہ کپڑے پہنتی ہیں تو بالکل پردے میں ہوتی ہیں اور بڑی چادر اوڑھتی ہیں یعنی بالکل بے پردگی، بے حیائی نہیں ہوتی، لہٰذا تسلی بخش جواب عنایت فرما کر مشکور وممنون فرمائیں۔

﴿جواب﴾ واضح رہے کہ آپ ﷺ نے مردوں کو عورتوں کی مشابہت اور عورتوں کو مردوں کی مشابہت اختیار کرنے سے منع فرمایا ہے، البتہ شریعت میں اس مشابہت کی کوئی حد متعین نہیں

Scanned with CamScanner

Maktaba Tul Ishaat. com

لیکن اتنی بات ضرور ہے کہ عرف وعمل میں جو چیزیں مردوں کے ساتھ خاص ہوں انہیں عورتوں کے لئے اختیار کرنے کی اجازت نہیں اور جو عورتوں کے ساتھ خاص ہوں انہیں مردوں کے لئے اختیار کرنے کی اجازت نہیں، ایسا ہی لباس کی مشابہت میں بھی عرف کا بڑا دخل ہے۔

چنانچہ اگر کسی علاقہ میں چاک والا لباس مردوں کے ساتھ خاص ہو اور وہاں کی تہذیب وتمدن میں عورتوں کے لباس کے منافی سمجھا جاتا ہو تو ایسے علاقہ میں کسی عورت کا چاک والا لباس پہننا بھی مشابہت میں داخل ہونے کی وجہ سے درست نہ ہوگا، البتہ یہ حکم صرف اسی علاقہ کے ساتھ خاص ہوگا اور جن علاقوں میں یہ لباس عام طور پر عورتیں پہنتی ہیں وہ مشابہت کے زمرہ میں داخل نہیں ہے۔

اور رہی قرآن کریم کی آیت "ولاتبرجن تبرج الجاهلية الاولى" تو مفسرین حضرات نے اس آیت کے ذیل میں "الجاهلية الاولى" کی تشریح کرتے ہوئے مختلف اقوال نقل کئے ہیں جن میں ایک قول یہ بھی ہے کہ ابوالعالیہؒ نے فرمایا کہ الاولی سے مراد حضرت داود اور سلیمان علیہما السلام کا زمانہ ہے اس زمانے میں عورتیں ایسی قمیص پہنتی تھیں جو جانبین سے سلی ہوئی نہیں ہوتی جس کی وجہ سے ستر پوشی نہیں ہوتی، سو ایسا چاک والا لباس کسی بھی علاقہ میں عورتیں پہنیں تو شرعاً ممنوع اور گناہ ہے۔

اس لئے کہ یہاں شناعت اور قباحت کی وجہ دراصل ستر پوشی کے خلاف ارتکاب ہے اور ستر پوشی کا حکم کسی زمانہ یا علاقہ کے ساتھ خاص نہیں۔

ولمافی عمدة القاري: (۲۲/۶۳، طبع رشيديه)

باب المتشبهين بالنساء، والمتشبهات بالرجال اى هذاباب فى ذم الرجال المتشبهين بالنساء، وبيان ذم النساء المتشبهات بالرجال ويدل على ذلك ذكر اللعن فى حديث الباب وتشبه الرجال بالنساء فى اللباس والزينة التى تختص بالنساء مثل لبس المقانع والقلائد — ونحو ذلك مما ليس لرجال لبسه وتشبه النساء بالرجال مثل لبس النعال الرقاق — ولبس الاردية والطيالسة والعمائم ونحو ذلك مما ليس لهن استعماله — وهيئة اللباس قد تختلف باختلاف عادة كل بلد فرب ما قوم لايفترق زى نسائهم من رجالهم لكن تمتاز النساء بالاحتجابات والاستتار. وكذافى المظهرى: (۳/۳۲۲ سورة الاعراف، طبع رشيديه)

ولمافى روح المعاني: (۲۲/۲۵۸، طبع رشيديه)

"ولاتبرجن تبرج الجاهلية الاولى" وذكر فى مراد الجاهلية الاولى اقوال منها وقال ابو العالية: كانت الاولى زمن داود وسليمان عليهما السلام وكان للمرأة قميص من

Scanned with CamScanner

الدر غیر مخیط الجانبین یظهر منه الاعکان والسوأتان.

ولمافی المظهری:(۳۲۹/۷،طبع رشیدیه)

قال ابوالعالية:هی زمن داودوسليمان عليهماالسلام وكان للمرأة قميص من الدر غير مخيط الجانبين يظهر منه الاعكان والسوأتان.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفااللہ عنہ واللہ اعلم بالصواب: نعیم اقبال عفااللہ عنہ

۳رجب ۱۴۳۱ھ فتویٰ نمبر: ۲۷۳۷

﴿عورت کے لئے کونسالباس پسندیدہ ہے؟﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے علاقے میں عورتیں اس قسم کا لباس پہنتی ہیں کہ ان کے چاک بند ہوتے ہیں، البتہ بعض عورتیں ایسا کرتی ہیں کہ سینے کے نیچے اور ناف سے اوپر ایک قسم کی پٹی باندھتی ہیں جس کی وجہ سے سینہ کے حصہ میں لباس تنگ ہو جاتا ہے اور سینہ کی ہیئت واضح نظر آتی ہے۔ جس کی وجہ سے بہت سے لوگوں کو ان عورتوں کے لباس پر اعتراض رہتا ہے، لہٰذا آپ حضرات کی خدمت میں عرض ہے کہ ان بعض عورتوں کا یہ عمل درست ہے یا نہیں؟ اگر نہیں تو عورتوں کے لئے کس ہیئت کا لباس پسندیدہ ہے؟

﴿جواب﴾ لباس کا اصل مقصد ستر پوشی ہے، اس لئے جس لباس سے ستر پوشی کا مقصد حاصل نہ ہو اس لباس کا پہننا جائز نہیں، ایسا باریک یا چست لباس جس سے جسم کی رنگت اور اعضاء کی ہیئت نمایاں ہو، عورت کے لئے پہننا جائز نہیں ہے، اس لئے کہ یہ بھی ستر پوشی کے منافی ہے، آپ علیہ السلام کے ارشاد کا مفہوم ہے کہ بے شمار پہننے والی لباس کے باوجود عریاں ہیں (ننگی ہیں) ایسی عورتوں پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے اور ان کو جنت کی خوشبو بھی نصیب نہ ہوگی۔

لہٰذا آپ کے علاقہ کے بعض عورتوں کے سینوں کی ہیئت واقعی کپڑوں کے اندر سے اگر نمایاں نظر آرہی ہے تو یہ اس وعید میں داخل ہے، البتہ سینہ کے اوپر دوپٹہ ڈالنے کا اگر اہتمام کرتی ہیں یا صرف گھروں میں رہتے ہوئے اپنے شوہروں کے سامنے اس طرح کے لباس میں آتی ہیں تو اس کی گنجائش ہے۔

عام طور پر عورتوں کو ایسا لباس اختیار کرنا پسندیدہ ہے جس سے ستر پوشی پوری طرح ہو اور علاقے کی روایات کے بھی موافق ہو یعنی دوسروں کی نقالی نہ ہو۔

Scanned with CamScanner

Maktaba Tul Ishaat. com

لمافی البخاری:(۱/۲۲،طبع قدیمی)

عن ام سلمۃؓ قالت استیقظ النبی صلی اللہ علیہ وسلم ذات لیلۃ فقال سبحان اللہ ما ذا انزل اللیلۃ من الفتن وماذا فتح من الخزائن ایقظوا صواحب الحجر فرب کاسیۃ فی الدنیا عاریۃ فی الآخرۃ.

ولمافی الشامی:(۶/۳۶۵-۳۶۶،طبع ایچ ایم سعید)

وان کان علی المرأۃ ثیاب فلا بأس بان یتأمل جسدھا وھذا اذا لم تکن ثیابھا ملتزقۃ بھا بحیث تصف ما تحتھا ولم یکن رقیقا بحیث یصف ما تحتہ ـــ ولانہ متی لم یصف ثیابھا ما تحتھا من جسدھا یکون ناظرا الی ثیابھا وقامتھا دون اعضائھا فصار کما اذا نظر الی خیمۃ ھی فیھا ومتی کان یصف یکون ناظرا الی اعضاء ھاھ.

أقول مفادہ ان رؤیۃ الثوب بحیث یصف حجم العضو ممنوعۃ ولو کثیفا لا تری منہ البشرۃ.

الجواب صحیح:عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ　　　　واللہ اعلم بالصواب:احمد علی عفی عنہ

۱۳رجب المرجب ۱۴۳۱ھ　　　　فتویٰ نمبر:۲۷۴۴

﴿عورتوں کا بھنویں بنانے کا حکم﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ عورت کو اپنی بھنویں زیب وزینت کے لئے بنانا جائز ہے؟ اگر بھنویں بدنما لگ رہی ہوں تو کیا اس صورت میں گنجائش ہے؟ نیز چہرے اور مونچھوں کے بالوں کو جڑ سے اکھاڑنا جائز ہے یا ناجائز اور ہاتھ کے بال اگر شوہر کو بدنما لگیں تو اسکا کیا حکم ہے؟　　　　مستفتیہ:ام عکاشہ

﴿جواب﴾ آج کل جو فیشن عام ہو رہا ہے کہ عورتیں اپنی بھنوؤں کو تلوار کی طرح ڈیزائن دیکر بناتی ہیں، اس طرح فیشنی بھنویں بنانا جائز نہیں۔

لمافی صحیح المسلم:(۲/۲۰۵،طبع قدیمی)

عن علقمۃ عن عبداللہؓ قال لعن رسول اللہ ﷺ الواشمات والمستوشمات والنامصات والمتنمصات والمتفلجات للحسن المغیرات خلق اللہ الخ.

البتہ جو بال بدنما لگیں خواہ بھنوؤں کے ہوں یا چہرے کے ان کو صاف کرنے اور بنوانے کی گنجائش ہے۔

لمافی الشامی:(۶/۳۷۳،طبع سعید)

(قولہ والنامصۃ الخ)ذکرہ فی الاختیار ایضا وفی المغرب. النمص:نتف الشعر ومنہ المنماص المنقاش اھ ولعلہ محمول علی ما اذا فعلتہ لتتزین للاجانب والا فلو کان

فی وجهها شعر ينفر زوجها عنها بسببه،ففی تحريم ازالته بعد،لان الزينة للنساء مطلوبة للتحسين،الا ان يحمل علی ما لا ضرورة اليه لما فی نتفه بالمنماص من الايذاء،وفی تبيين المحارم ازالة الشعر من الوجه حرام الا اذا نبتت للمرأة لحية أو شوارب فلا تحرم ازالته بل تستحب وفی التاتارخانية عن المضمرات ولا باس باخذ الحاجبين وشعر وجهه مالم يشبه المخنث اه ومثله فی المجتبی تأمل.

الجواب صحیح:عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب:بلال احمد

۲۲ ربیع الاول ۱۴۲۸ھ — فتوی نمبر:۷۴۳

﴿عورتوں کا باریک اور تنگ لباس پہننے کا حکم﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ میں کہ عورتوں کا ایسا باریک تنگ لباس پہننا جس میں اُن کے تمام اعضاء نمایاں نظر آتے ہوں جیسے کہ آج کل یہ رواج عام ہوتا جارہا ہے اوراس کو برانہیں سمجھا جاتا کیا اسلام میں اس طرح لباس پہننے کی اجازت ہے؟ مستفتی:محمد طیب

﴿جواب﴾ اسلام نے خواتین کو پردے کا حکم دیا ہے اورایسا باریک تنگ لباس پہننے سے روکا ہے جس سے جسم کا کوئی حصہ نظر آتا ہو یا کسی عضو کی ساخت وڈول ظاہر ونمایاں ہوتی ہو حدیث شریف میں ایسی عورتوں کے بارے میں سخت وعید آئی ہے فرمایا ہے کہ ایسی عورتیں جنت کی خوشبو تک نہیں پائینگی۔

لما فی صحيح البخاری:(۲۲/۱،باب العلم والعظمة بالليل،طبع قديمی)

عن ام سلمة(رضی الله تعالٰی عنها)قالت استيقظ النبیﷺ فقال......فرُبَّ كاسيةٍ فی الدنيا عاريةٌ فی الأخرة.

ولما فی الشامی:(۵۲۶/۹،كتاب الحظر والاباحة،فصل فی النظر والمس،طبع امداديه)

اقول:مفاده أن رؤية الثوب بحيث يصف حجم العضو ممنوعة ولو كثيفاً لاترى البشرة منه.

ولما فی صحيح المسلم:(۲۰۵/۲،طبع قديمی)

عن ابی هريرة قال قال رسول اللهﷺ صنفان من اهل النار لم ارهما قوم معهم سياط كاذناب البقر يضربون بها الناس ونساء كاسيات عاريات مميلات مائلات رؤسهن كاسنمة البخت المائلة لايدخلن الجنة ولايجدن ريحها وان ريحها لتوجد من مسيرة كذا وكذا.

الجواب صحیح:عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب:عبدالرحمٰن

۳ ربیع الاول ۱۴۳۰ھ — فتوی نمبر:۹۸۹

﴿اسلامی لباس کونسا ہے؟﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ میں کہ میں اسلامی لباس پہننے کا خواہشمند

Maktaba Tul Ishaat. com

ہوں لیکن یہ نہیں جانتا کہ اسلامی لباس کونسا ہے کیونکہ معاشرہ میں مختلف قسم کے لباس رائج ہیں۔ براہ مہربانی صحیح اسلامی لباس کی وضاحت فرما کر مطمئن فرماویں۔ مستفتی: صدیق اللہ کوئٹہ

﴿جواب﴾ لباس کے متعلق اسلام نے خاص وضع، ہیئت کی پابندی نہیں لگائی، البتہ رنگ کے لحاظ سے سفید لباس حضور ﷺ کو زیادہ پسند تھا۔

لمافی مشکوۃ المصابیح:(۲/۳۷۳،طبع ایچ ایم سعید)

وعن سمرۃ ان النبی ﷺ قال البسوا الثیاب البیض فانها اطهر واطیب وکفنوا فیها موتاکم رواه احمد والترمذی والنسائی وابن ماجة.

ولمافی سنن الترمذی:(۱/۲۰۸)عن ام سلمة قالت کان احب الثیاب الی رسول الله ﷺ القمیص.

اور ہر دور کے علماء وصلحاء لباس کی جو ہیئت اور ساخت اپناتے ہیں، وہی شرعاً پسندیدہ ہے، اس کے علاوہ بھی اگرچہ اسلامی لباس کے خلاف نہیں ہے لیکن زیادہ پسندیدہ وہی ہے جو اس دور کے صلحاء اپنا معمول بنالیں تاہم کچھ حدود وقیود ضرور ہیں جن سے تجاوز نہیں ہونا چاہیے بلکہ جو لباس ان شرعی حدود میں ہوگا وہ اسلامی لباس کہلانے کے لائق ہے، وہ حدود مندرجہ ذیل ہیں:

(۱) لباس اتنا چھوٹا، باریک یا چست نہ ہو کہ ان اعضاء کی ساخت وڈول ظاہر ہو جائے جن کا چھپانا واجب ہے بلکہ مکمل ستر پوشی ہونی چاہیے۔ (۲) لباس میں کافروں اور فاسقوں بے دین لوگوں کی نقالی اور تشبہ اختیار نہ کریں (۳) جس لباس سے تکبر تفاخر نمائش اسراف ظاہر ہوتا ہو اس سے اجتناب کریں (۴) مالدار شخص اتنا گھٹیا لباس نہ پہنے کہ دیکھنے والے اسے مفلس (۵) اپنی مالی استطاعت سے زیادہ قیمت کے لباس کا اہتمام نہ (۶) مرد شلوار، تہبند اور پائجامہ وغیرہ اتنا نیچا نہ کریں کہ ٹخنے یا ٹخنوں کا کچھ حصہ اس میں چھپ جائے یہ سخت گناہ (۷) مردوں کیلئے اصلی ریشم کا لباس پہننا حرام ہے، عورتوں کیلئے حلال (۸) مرد زنانہ لباس اور عورتیں مردانہ لباس نہ (۹) خالص سرخ لباس پہننا مردوں کے لئے مکروہ ہے، البتہ کسی اور رنگ کی آمیزش ہو یا سرخ دھاری دار ہو تو مضائقہ نہیں نیز بہتر لباس وہ ہے جو ستر کو زیادہ چھپائے چونکہ شلوار، کرتا، جبہ سے ستر زیادہ چھپا ہوا ہوتا ہے، اس لئے موجودہ دور کے علماء وصلحاء اس کو زیادہ پسند کرتے ہیں۔

لمافی قوله تعالی:(سورۃ الاعراف،آیت۲۶)

(یابنی آدم قد انزلنا علیکم لباسا یواری سوآتکم وریشا ولباس التقوی ذلک خیر۔۔۔الآیة.

Scanned with CamScanner

ولمافی قوله تعالٰی:(سورة الانعام،آیت۱۴۰)ولاتُسرِفُوا انّه لایُحِبُّ المُسرِفین.....الآیة.

ولمافی سنن ابی داؤد:(۲/۲۰۳،کتاب اللباس،باب ماجاء فی الاقبیة،طبع رحمانیه)

عن ابن عُمَرقال قال رسول الله ﷺ من تَشَبَّه بِقوم فهومنهم.

ولمافی صحیح البخاری:(۲/۳۸۳،کتاب اللباس،طبع رحمانیه)

قال النبی ﷺ کُلواواشربواوالبسواوتصدّقوافی غیراسراف ولامَخیلَة وقال ابن عباس رضی الله عنهما:کُل ماشئت والبس ماشئت ماأخطأتک اثنتان سَرَفٌ اومَخیلة. اخرجه البخاریؒ فی اللباس.

عن ابی هریرة عن النبی ﷺ قال مااسفل من الکعبین من الازارفی النار.

ولمافی جامع الترمذی:(۱/۲۰۵،باب ماجاء فی الحریر،طبع فاروقی ملتان)

عن ابی موسی الاشعری أن رسول الله ﷺ قال:حُرِّم لباس الحریروالذهبُ علی ذکور امتی وأحِلّ لاناثهم.أخرجه الترمذی فی کتاب اللباس.

ولمافی صحیح البخاری:(۲/۸۹۸،طبع رحمانیه)

عن ابن عباس رضی الله تعالٰی عنه:قال لعن النبی ﷺ المُخَنَّثین من الرجال، والمتَرَجّلات من النسآء،أخرجه البخاری فی کتاب اللباس باب اخراجهم.

ولمافی صحیح البخاری:(۲/۸۹۳،باب الثوب الاحمر،طبع رحمانیه)

سمع البرآء یقول کان النبی ﷺ مَربُوعاًوقدرأیتُه فی حُلّةٍحَمرآء مارأیت شیئااحسَنَ منه.

ولمافی الشامی:(۹/۵۲۶،کتاب الحظروالاباحة،فصل فی النظروالمس،طبع امدادیه)

أقول:مفاده أن رؤیة الثوب بحیث یصف حجم العضوممنوعة ولوکثیفاًلاتری البشرة منه.

الجواب صحیح:عبدالرحمٰن عفااللہ عنہ | واللہ اعلم:عبدالرحمٰن عفااللہ عنہ

۹ربیع الاول ۱۴۳۰ھ | فتویٰ نمبر:۱۹۹۹

﴿قومی لباس پہننے اور فینسی بٹن لگوانے میں کوئی حرج نہیں ہے﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے ہاں ایک عام رواج ہے کہ لوگ بڑی بڑی شلواریں بنواتے ہیں،جسکی وجہ سے انکا سوٹ کم ازکم پندرہ سے سولہ میٹر پر مشتمل ہوتا ہے۔کیا یہ فضول خرچی،تکبر اور اسراف میں داخل نہیں؟اگر نہیں تو پھر اس کی حدود کی تعیین فرمائیں،تاکہ ایک عام آدمی شریعت کے مطابق لباس بنواسکے۔نیز آج کل مارکیٹوں میں فینسی بٹنوں کا عام رواج ہے،کیا کپڑوں پر ایسے بٹن لگوانے کی اجازت ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾ رواج اگر عام ہے کہ تمام لوگ بڑی بڑی شلواریں بنواتے ہیں اور کوئی اتنی بڑی

Scanned with CamScanner

Maktaba Tul Ishaat. com

اگر نہ بنائے تو لوگوں کی نظروں میں عجیب لگے پھر تو بڑی شلواریں بنوانے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے، ایسی صورت میں یہ قومی لباس شمار ہوتا ہے بشرطیکہ ٹخنوں سے نیچے نہ لٹکائے اس لئے کہ ٹخنوں سے نیچے لٹکانے کی خصوصیت کیساتھ ممانعت آئی ہے اگرچہ قومی لباس ہو اس کو ترک کرنا ضروری ہوگا، اور ٹخنوں سے نیچے اگر نہیں لٹکائے اور علاقہ کا عام لباس ہے تو ضرورت سے زیادہ کپڑے کا استعمال اسراف میں شمار نہیں ہوگا، ہاں قومی لباس نہ ہو بعض لوگ اس طرح کی شلواریں بناتے ہوں تو اسراف کیوجہ سے اور تفاخر کی علامت بظاہر معلوم ہونے کی وجہ سے گناہ شمار ہوگا۔

لما فی تکملہ فتح الملهم :(۱۲۰/۴ طبع دار العلوم کراچی)

عن ابن عمر ان رسول الله ﷺ قال: "لا ينظر الله الیٰ من جر ثوبه "...فأما لغير الخيلاء، فيختلف الحال، فان كان الثوب علىٰ قدر لابسه، لكنه يسدله، فهذا لا يظهر فيه تحريم، ولا سيما ان كان عن غير قصد، كالذي وقع لأبي بكر، وان كا ن الثوب زائدا علىٰ قدر لا بسه، فهذا قد يتجه المنع فيه من جهة الاسراف، فينتهي الى التحريم.

لما فی الهندية :(۳۳۳/۵ طبع رشيديه)

ويكره للرجل لبس السراويل المخرفجة وهي التي تقع علىٰ ظهر القدمين كذا في الفتاوى العتابيه.

لما فی الشامی :(۳۵۱/۶ طبع ایچ ایم سعید)

اعلم ان الكسوة منها فرض وهو ما يستر العورة ويدفع الحر والبرد ...ومستحب: وهو الزائد لاخذ الزينة واظهار نعمة الله تعالىٰ...ومباح وهو الثوب الجميل للتزين في الاعياد والجمع ومجامع الناس لا في جميع الاوقات، ومكروه وهو اللبس للتكبر.

فینسی بٹنوں کا استعمال فی نفسہ جائز ہے۔ البتہ آوارہ قسم کے لوگوں کا فیشن ہو تو ایسی چیزوں کے استعمال سے گریز کرنا چاہیے۔

لما فی الفقه الحنفی وثوبه الجدید :(۳۵۱/۵ طبع بیروت)

ولا باس بعروة القميص وزره من الحرير، لانه تبع، ولا باس كذلك بازرار الديباج والذهب.

لما فی الشامی :(۳۵۵/۶ طبع ایچ ایم سعید) لا باس بازرار الديباج والذهب، هكذا في البحر.

الجواب صحیح: مفتی عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب: عزیز احمد خضداری غفرلہ ولوالدیہ

۲۸ ربیع الثانی ۱۴۳۵ھ — فتویٰ نمبر: ۳۱۱۳

﴿خواتین کا سر کے بالوں کو کاٹنے اور بھنویں بنانے کا حکم﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام کہ عورت کے بال اگر نصف کمر سے تجاوز کر

Scanned with CamScanner

جائیں تو اس کو کٹوانا یا کم کروانا جائز ہے یا نہیں؟ نیز بھنویں بنانا باریک کرنا جائز ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾ عورت کے بال اگر اتنے لمبے ہو جائیں کہ جس کی وجہ سے وہ واقعی الجھن محسوس کر رہی ہو یا مشقت میں پڑ جائے تو اس صورت میں بالوں کو بقدر ضرورت کم کروا سکتی ہے بشرطیکہ فاحشہ قسم کی عورتوں کیساتھ مشابہت کی غرض سے نہ ہو۔

لمافی فتح الملهم:(۱۵۶/۲،طبع دارالعلوم،باب القدر المستحب من الماء فی غسل الجنابة)

وكان أزواج النبي ﷺ يأخذن من رؤسهن حتى تكون كالوفرة،.قال القاضي عياض رحمه الله— وفيه دليل على جوازتخفيف الشعور للنساء

امداد الفتاویٰ میں لکھا ہے "تو حدیث کا مدلول نفی قرون نہیں ہوا بلکہ تخفیف شعور ہوا، چنانچہ نوویؒ نے کہا: فيه دليل على جواز تخفيف الشعور للنساء اور غرض اس تخفیف سے ترک شعور زینت تھی، کما قال النووی عن عیاض" الخ۔ امداد الفتاویٰ: (۲۲۸/۴، طبع دارالعلوم کراچی)

لمافی الدر المختار:(۵۸۳/۹،طبع امدادیه)وفيه:قطعت شعر راسها أثمت ولعنت.

ولمافی الهندية:(۳۵۸/۵،كتاب الكراهية،۱۹،طبع رشيديه)

ولوحلقت المرأة رأسها فان فعلت لوجع أصابها لابأس به وان فعلت ذلك تشبها بالرجل فهومكروه كذافي الكبرى،ومثله في البحر:(۲۰۵/۸،طبع سعيد)

ولمافی الحموی شرح الاشباه والنظائر:(۳/۲۸،الفن الثالث احكام الانثى،طبع ادارة القرآن)

قوله وتمنع عن حلق راسها اى حلق شعر راسها الى قوله والظاهران المراد بحلق شعر راسها ازالته سواء كان بحلق اوقص اونتف اونورة فليحرر.

بھنوؤں کے زائد بدنما بالوں کو دور کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے، خصوصاً شوہر کے لئے زینت کی غرض سے کوئی خاتون اگر اس طرح کرتی ہے لیکن فاحشہ قسم کی عورتوں اور ہیجڑوں کی طرح ہیئت اختیار کرنے سے گریز کرے۔

لمافی الشامی:(۵۳۶/۹،كتاب الحظر،فصل في النظر،طبع امداديه)

ولابأس بأخذالحاجبين وشعروجهه مالم يشبه المخنث اه ومثله في المجتبىٰ. تأمل.

ولمافی الهندية:(۳۵۸/۵،الباب التاسع عشر في الختان،طبع رشيديه)

ولابأس بأخذ الحاجبين وشعر وجهه مالم يتشبه بالمخنث كذافي الينابيع.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب: عبدالرحمٰن

۲ ربیع الاول ۱۴۳۰ھ — فتویٰ نمبر: ۱۹۵۶

Scanned with CamScanner

Maktaba Tul Ishaat. com

﴿مردوں کیلئے مہندی لگانے کا حکم﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام کہ ہمارے علاقہ میں یہ رواج ہے کہ عید کے موقع پر لڑکے اور مرد اپنے پاؤں پر مہندی لگاتے ہیں کیا یہ شریعت میں درست ہے؟ مستفتی: محمد اکبر

﴿جواب﴾ مہندی لگانے کا حکم عورتوں کیلئے ہے، مردوں کے لئے نہیں بلکہ بلاضرورت مردوں کیلئے مہندی لگانا منع ہے۔

لمافی البحر الرائق:(۱۸۳/۸،طبع ایچ ایم سعید کراچی)

ولا بأس للنساء بخضاب اليد والرجل مالم يكن خضا ب فيه تماثيل ويكره للرجال والصبيان لان ذلك تزين وهو مباح للنساء دون الرجال.

ولما فی الھندیۃ:(۳۵۹/۵،طبع رشیدیہ)

ولا ينبغي ان يخضب يدى الصبي الذكر ورجله الا عندالحاجة ويجوز ذلك للنساء.

ولمافی الشامی:(۱۰۴/۶،طبع امدادیہ ملتان)

قوله:(خضاب شعره ولحيته)لايديه ورجليه فانه مكروه للتشبه بالنساء.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفااللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب: بلال احمد

۹ جمادی الثانی ۱۴۲۸ھ — فتوی نمبر:۹۶۴

﴿داڑھی کو رنگنے کا حکم﴾

﴿سوال﴾ داڑھی کو سیاہ خضاب یا اسکے علاوہ دوسرے رنگ سے رنگنا کیسا ہے؟ مستفتی: نصیر احمد

﴿جواب﴾ داڑھی کو سیاہ کرنا خواہ وہ خضاب کے ذریعے ہو یا کیمیکل کے ذریعے بہر صورت ناجائز ہے اور حدیث شریف میں آیا ہے کہ ایسے شخص کو جنت کی خوشبو تک نصیب نہ ہوگی۔

لمافی سنن ابی داؤد:(۲۲۶/۲،طبع رحمانیہ)

عن ابن عباسؓ قال قال رسول اللهﷺ يكون قوم يخضبون فى آخر الزمان كحواصل الحمام لايريحون رائحة الجنة.

البتہ سیاہ خضاب کے علاوہ سرخ اور زرد یا سرخ اور سیاہ کو ملا کر یعنی نسواری (brown) رنگ سے داڑھی مبارک کو رنگنا مرغوب اور پسندیدہ ہے۔

لمافی صحیح المسلم:(۱۹۹/۲،طبع قدیمی)

عن جابرؓ قال اتى بابى قحافة يوم فتح مكة ورأسه ولحيته كالثغامة بياضا فقال رسول اللهﷺ غيروا بشئ واجتنبوا السواد قال النوويؒ تحت هذا الحديث استحباب خضاب

Scanned with CamScanner

الشيب للرجل والمرأة بصفرة وحمرة ويحرم خضابه بالسواد على الاصح.

ولمافي الهندية:(۵/۳۵۹،طبع رشيديه)

اتفق المشايخ ان الخضاب فى حق الرجال بالحمرة سنة وانه من سيماء المسلمين وعلاماتهم..... وعن الامام ان الخضاب حسن ولكن بالحناء والكتم والوسمة واراد به اللحيه وشعر الرأس والخضاب فى غيرحال الحرب لاباس به كذافي الوجيزللكردرى.

ولمافي الدرمع الرد:(۶/۷۰۲-۷۰۵،طبع امداديه ملتان)

ويستحب للرجل خضاب شعره ولحيته ولوفى غيرحرب فى الاصح.

وفي الشامية:قوله:(والاصح انه ﷺلم يفعله)لانه لم يحتج اليه،لانه توفى ولم يبلغ شيبه عشرين شعرة فى راسه ولحيته،بل كان سبع عشرة كمافى البخارى وغيره وورد ان ابابكرؓ خضب بالحناء والكتم مدنى.

الجواب صحیح:عبدالرحمٰن عفااللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب:بلال احمد

۱۸ربیع الاول ۱۴۲۹ھ — فتویٰ نمبر:۶۷۶

﴿داڑھی کی شرعی حدود﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ چہرہ پرداڑھی کی کیا حدود ہیں؟نیز داڑھی کے خط بنانے کی شرعی حیثیت کیا ہے اور چہرے کے زائد بالوں کو پوڈر وغیرہ سے صاف کرنا کیسا ہے؟

مستفتی:قاری نادرصاحب

﴿جواب﴾ داڑھی ان بالوں کو کہتے ہیں جو جبڑوں اور ٹھوڑی پرہوں اور جو بال اس سے زائد رخساروغیرہ پرہوں ان کے خط بنوانے اور صاف کرنے کی گنجائش ہے،تاہم اولی یہ ہے کہ خط نہ کرایا جائے،البتہ اگر چہرے کے بال حد سے زیادہ بڑھ جائیں اور بدنما لگیں تو اس صورت میں خط بنانا بہتر ہے۔

لمافي تاج العروس:(۱۰/۳۲۳،طبع دار احياء التراث)(اللحية بالكسر شعر الخدين والذقن)

ولمافي البحر الرائق:(۸/۲۰۲،طبع ايچ ايم سعيد)

وفي المضمرات ولاباس بان ياخذالحاجبين وشعروجهه مالم يتشبه المخنث.

وكذا فى الهندية:(۵/۳۵۹،طبع رشيديه كوئٹه)ومثله فى الشامى:(۶/۴۰۷،طبع سعيد)

الجواب صحیح:عبدالرحمٰن عفااللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب:بلال احمد

۱۸جمادی الاولیٰ ۱۴۲۸ھ — فتویٰ نمبر:۹۰۵

Maktaba Tul Ishaat. com

﴿شلوار ٹخنوں سے نیچے رکھنا سخت گناہ ہے﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے متعلق کہ ہمارے امام صاحب جماعت کے کھڑے ہونے کے موقعہ پر اکثر کہتے ہیں کہ صفیں سیدھی ہوں اور شلوار ٹخنوں سے اوپر ہو، عرض یہ ہے کہ شلوار کا ٹخنوں سے نیچے رکھنا صرف نماز میں منع ہے یا نماز سے باہر بھی منع ہے؟

﴿جواب﴾ شلوار وغیرہ کا ٹخنوں سے نیچے رکھنا مرد کیلئے تکبر کی علامت ہے اور تکبر ہر حال میں کبیرہ گناہ ہے نماز میں اس کی شناعت اور زیادہ ہو جاتی ہے، لہٰذا نماز کے موقع پر اس کی ترغیب دینا اچھی بات ہے، تاہم اس سے یہ نہ سمجھا جائے کہ یہ حکم نماز کے ساتھ خاص ہے۔

لمافی صحیح البخاری:(۲/۸۶۳،طبع رحمانیہ)

عن ابن عمر ان رسول اللہ ﷺ قال لاینظر اللہ الی من جر ثوبہ خیلاء ــــ عن ابی ھریرۃ عن النبی ﷺ قال ما اسفل من الکعبین من الازار فی النار رواھما البخاری.

ولمافی تکملۃ فتح الملھم:(۴/۱۲۳،طبع دار العلوم کراچی)

الحاصل عند ھذا العبد الضعیف عفا اللہ عنہ ان العلۃ الاصلیۃ من وراء تحریم الاسبال ھی الخیلاء کما صرح بہ رسول اللہ ﷺ فی حدیث الباب ــــ وعلی ھذا کلما تحقق الاسبال تحت الکعبین جاء المنع الا فی غیر حالۃ الاختیار.

ولمافی الھندیۃ:(۵/۳۳۳،طبع رشیدیہ)

تقصیر الثیاب سنۃ واسبال الازار والقمیص بدعۃ ینبغی أن یکون الازار فوق الکعبین الی نصف الساق الخ.

ولمافی الشامی:(۶/۳۵۱،طبع سعید) یکرہ للرجال السراویل التی تقع علی ظھر القدمین عتابیۃ.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب: عبداللہ عفا اللہ عنہ

۲۹ جمادی الثانی ۱۴۲۸ھ — فتویٰ نمبر: ۱۰۲۷

﴿عورتوں کے لئے چست لباس پہننا جائز نہیں ہے﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ آج کل عورتوں میں ایسے لباس کا رواج عام ہو چکا ہے جو جسم کے اعضاء سے چپکا ہوتا ہے، اسی طرح بعض عورتیں بالکل باریک لباس استعمال کرتی ہیں، پوچھنا یہ ہے کہ شریعت میں ایسا لباس پہننا کیسا ہے؟ اور اگر ایسا لباس عورت گھر میں مردوں کے سامنے پہنے تو شرعاً اسکی گنجائش ہے یا نہیں؟ مستفتی: نصیر احمد

﴿جواب﴾ عورتوں کے لئے ایسے باریک لباس کا استعمال جس سے جسمانی اعضاء نظر

آئیں ناجائز اور حرام ہے، یہی حکم ایسے لباس کا ہے جس کا کپڑا باریک نہ ہو لیکن وہ عورت کے جسم کے ساتھ اس طرح چپکا ہوا ہو کہ جسمانی اعضاء کی ہیئت واضح ہو، شوہر کے علاوہ کسی محرم کے سامنے بھی عورت ایسا لباس نہیں پہن سکتی اور نہ ہی ان کا اسکی طرف دیکھنا جائز ہوگا، البتہ گھر میں باریک دوپٹہ محارم کے سامنے اوڑھنے کی گنجائش ہے بشرطیکہ فتنہ کا اندیشہ نہ ہو۔

لمافی احکام القرآن للجصاص:(۳/۴۶۱،طبع قدیمی)

روت صفية بنت شيبة عن عائشة انها قالت:نعم نساء الانصار،لم يكن يمنعهن الحياء أن يتفقهن في الدين وان يسألن عنه لمانزلت سورة النورعمدن الى حجوز مناطقهن فشققنه فاختمرن به.....وفي ذلك دليل على ان صدر المرأة ونحرها عورة لايجوزللاجنبي النظراليها.

ولمافي سنن أبي داؤد:(۲/۲۱۲،طبع رحمانيه)

عن عائشة ان اسماء بنت ابي بكردخلت على رسول الله صلى الله عليه وسلم وعليهاثياب رقاق فأعرض عنهارسول الله صلى الله عليه وسلم،وقال:ياأسماء ان المرأة اذابلغت المحيض لم يصلح لهاان يرى منهاالاهذاوهذاواشارالى وجهه وكفيه.

ولمافي المشكوة:(ص۳۷۷،طبع سعيد)

عن علقمة عن ابي علقمة عن امه قالت:دخلت حفصة بنت عبدالرحمن على عائشة وعليها خمار رقيق فشققته عائشة وكستها خماراًكثيف.

ولمافي احكام القران للتهانوى:(۳/۳۸۳،طبع ادارة القرآن والعلوم الاسلامية)

ذكر في كراهية البزازية:ولباسهاان كان ملتزقاًبيدنهااورقيقاًفالنظرمن وراءهاكالنظر الى بدنها،والنظرالى العورة لايجوزالاللضرورة ،قلت وقدعمت به البلوى في بلادنا من لبس الثياب الملتزقة ببدنهاوالرقيقة،وهي لاتجوزعندالمحارم ايضاًغيرالزوج فكيف بالاجانب؟والناس عنه غافلون.

ولمافي الشامي:(۹/۵۲۶،طبع امداديه)

ولاباس بالتامل في جسدهاوعليهاثياب مالم يكن ثوب يبين حجمهافلاينظراليه حينئذ،لقوله عليه السلام:"من تامل خلف امرأة ورأى ثيابهاحتى تبين له حجم عظامهالم يرح رائحة الجنة".

وفي الشامية:أقول مفاده:ان رؤية الثوب بحيث يصف حجم العضو ممنوعة ولوكثيفالاترى البشرة منه.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب: عبدالحکیم کشمیری

۱۱ جمادی الثانی ۱۴۲۹ھ — فتویٰ نمبر: ۱۵۳۶

Maktaba Tul Ishaat. com

﴿عورتوں کا باریک لباس پہن کر نماز پڑھنے کا حکم﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر عورت ایسا لباس پہن کر نماز پڑھے جو اس کے جسم سے چپکا ہوا ہو تو اس کی نماز ہو جائے گی یا نہیں؟ نیز اگر سر کے بال اور بازوؤں کا کچھ حصہ کھلا ہوا ہو یا سر پر باریک دوپٹہ ہو تو نماز کا کیا حکم ہے؟ مستفتی: نصیر احمد

﴿جواب﴾ واضح رہے کہ نماز پڑھتے وقت عورت کے لئے چہرے، ہتھیلیوں اور پاؤں کے علاوہ پورے جسم کو چھپانا ضروری ہے، مذکورہ اعضاء کے علاوہ کسی عضو کا چوتھائی حصہ ایک رکن کی مقدار (جس میں تین مرتبہ سبحان ربی الاعلی پڑھا جا سکے) کھل جائے تو نماز نہ ہوگی اور یہی حکم ایسے باریک لباس پہن کر نماز پڑھنے کا ہے، جس سے اعضاء نظر آتے ہوں۔

البتہ اگر تنگ لباس کا کپڑا اتنا موٹا ہو جس سے جسمانی اعضاء نظر نہ آئیں پہن کر نماز پڑھنے سے نماز ادا ہو جائے گی لیکن شوہر کے علاوہ کسی کے سامنے بھی ایسے لباس کا استعمال ہرگز جائز نہیں ہے۔

لمافی التنویر مع الدر: (۲/۸۱، طبع امدادیہ)

(ویمنع کشف ربع عضو) قدر اداء الرکن بلا صنعہ (من عورۃ غلیظۃ او خفیفۃ)—
(والشرط سترھا عن غیرہ) ولو حکما کمکان مظلم..... (وعادم ساتر) لا یصف ماتحتہ.

وفی الشامیۃ: قولہ: (لا یصف ماتحتہ) بان لا یری منہ لون البشرۃ احترازا عن الرقیق ونحو الزجاج..... اما لو کان غلیظا لا یری منہ لون البشرۃ الا انہ التصق بالعضو وتشکل بشکلہ فصار شکل العضو مرئیا فینبغی ان لا یمنع جواز الصلاۃ لحصول الستر اھ قال ط: وانظر ھل یحرم النظر الی ذلک المتشکل مطلقا او حیث وجدت الشھوۃ؟— والذی یظھر من کلامھم ھناک ھو الاول.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب: عبدالحکیم کشمیری

۱۱ جمادی الثانی ۱۴۲۹ھ — فتویٰ نمبر: ۱۵۳۷

﴿مردوں کے لئے کونسے رنگ کے کپڑے استعمال کرنا منع ہے؟﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ شریعت نے مردوں کو کون کونسے رنگ کے کپڑے پہننے سے منع کیا ہے؟ مستفتی: محمد زبیر خان

﴿جواب﴾ شریعت نے مردوں کو گل عصفر اور زعفران سے رنگے ہوئے کپڑے پہنے

سے منع کیا ہے اور کسی علاقہ میں کوئی رنگ عورتوں کے ساتھ خاص ہو جائے تو اس سے بھی منع فرمایا ہے جبکہ سرخ رنگ مردوں کے لئے خصوصیت سے منع فرمایا ہے۔

لمافی سنن ابی داؤد:(۲/۲۰۸،طبع رحمانیه)

عن عبدالله بن عمروؓ قال مرّعلی النبی ﷺ رجل علیه ثوبان احمران فسلم علیه فلم یردعلیه النبی ﷺ وفی حاشیته عن عمران بن حصینؓ مرفوعا ایاکم والحمرة فانها احب الزینة الی الشیطان.

ولمافی التنویرمع الدر:(۹/۵۰۶-۵۱۵،طبع امدادیه)

(یحرم لبس الحریرولوبحائل).....(علی الرجل لاالمرأة الاقدراربع اصابع).....وکره لبس المعصفروالمزعفرالاحمروالاصفرللرجال)مفاده انه لایکره للنساء(ولاباس بسائرالالوان.

ولمافی الهندیة:(۵/۳۳۲،طبع رشیدیه)

یکره للرجل ان یلبس الثوب المصبوغ بالعصفروالزعفران والورس کذافی قاضیخان.

ولمافی فقه الاسلامی وادلته:(۴/۲۶۴۰،طبع رشیدیه)

وکره تنزیها عندالحنفیة للرجال لبس المعصفروالمزعفرالاحمروالاحمروالاصفر ولایکره للنساء ولاباس لهن بسائرالالوان.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب: عبدالحکیم کشمیری عفا اللہ عنہ

۱۸ جمادی الثانی ۱۴۲۹ھ — فتویٰ نمبر:۱۵۸۱

﴿عورتوں کا پاؤں، پنڈلیوں اور چہرے سے بال صاف کرنا﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے متعلق کہ عورتوں کا پاوں، بازووں، پنڈلیوں اور چہرے سے بال صاف کرنا شرعا کیسا ہے؟ مستفتی: محمد شفیع کورنگی

﴿جواب﴾ عورتوں کا ان اعضاء سے بال صاف کرنا محض زیبائش کے لئے فیشن کے طور پر یا غیر محرم کو دکھلانے کے لئے ہو تو ناجائز ہے لیکن اگر ان اعضاء پر غیر معتاد بال اگ آئیں جو بدنمائی کا سبب بن رہے ہوں اور شوہر کو ان کی وجہ سے ناگواری ہو رہی ہو تو گنجائش ہے۔

لما فی سنن ابی داؤد:(۲/۲۲۱،طبع رحمانیه)

عن ابن عباس رضی الله عنه قال:لعنت الواصلة والمستوصلة والنامصة و المتنمصة والواشمة والمستوشمة من غیرداء.

ولمافی الشامی:(۶/۳۷۳،طبع سعید)

النمص:نتف الشعر ومنه المنماص المنقاش اه.ولعله محمول علی اذافعلته لتتزین

Maktaba Tul Ishaat. com

للأجانب، والا فلوكان في وجهها شعر ينفر زوجها عنها بسببه، ففي تحريم ازالته بعد، لأن الزينة للنساء مطلوبة للتحسين، الا أن يحمل على مالا ضرورة اليه لمافي نتفه با لمنماص من الايذاء، وفي تبيين المحارم ازالة الشعر من الوجه حرام الااذانبت للمرأة لحية أو شوارب فلاتحرم ازالته بل تستحب اه.

ولمافي الهندية:(۵/۳۵۸،طبع رشيديه) ولا بأس بأخذ الحاجبين وشعر وجهه مالم يتشبه بالمخنث.

الجواب صحیح:عبدالرحمٰن عفااللہ عنہ

واللہ اعلم بالصواب:عبدالحکیم کشمیری

۶ ذی الحجہ ۱۴۲۸ھ

فتوی نمبر:۱۰۳۵

سرخ عمامہ باندھنے کا حکم اور سبز عمامہ کی حیثیت

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ سرخ عمامہ باندھنا کیسا ہے؟ نیز سبز عمامہ سنت سے ثابت ہے یا نہیں؟

مستفتی:ظہیر صاحب ڈیفنس فیز ۲ کراچی

جواب: جو رنگ مکمل سرخ ہو اور اس میں دھاریاں یا کسی دوسرے رنگ کی آمیزش نہ ہو تو ایسا خالص سرخ رنگ مردوں کے لئے مکروہ ہے،لہٰذا اس کا لباس اور عمامہ پہننا درست نہیں ہے،البتہ اگر دھاری دار سرخ ہو یا اس میں دوسرے رنگ کی آمیزش ہو تو ایسی صورت میں اس کا لباس بنانا یا عمامہ باندھنا جائز ہے۔

باقی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سبز رنگ کو پسند فرمایا ہے اور اس رنگ کی قباء وچادر اور حلّہ استعمال بھی کیا ہے مگر آپ ﷺ سے سبز عمامہ استعمال فرمانا روایۃً منقول نہیں ہے،پس سبز عمامہ سنت سے ثابت تو نہیں لیکن اس رنگ کا عمامہ باندھنا ناجائز بھی نہیں ہے،اس لئے سبز عمامہ باندھنے کی گنجائش ہے۔

آج کل بعض لوگ سنت عمامہ کو سبز رنگ کے ساتھ خاص سمجھتے ہیں،یہ درست نہیں ہے اس لئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سبز عمامہ روایۃً منقول نہیں ہے،مجموعہ احادیث میں عمامہ کے تین رنگ سیاہ،سفید اور زرد رنگ کا ثبوت ملتا ہے۔

لمافي سنن ابی داؤد:(۲/۲۰۸،طبع رحمانيه)

عن عبدالله بن عمرو قال مرّ على النبي ﷺ رجل عليه ثوبان احمران فسلم عليه فلم يردعليه النبي ﷺ،وفي حاشيته عن عمران بن حصين مرفوعا اياكم والحمرة فانها

احب الزینۃ الی الشیطان.

ولمافی التنویر مع الرد:(۳۵۸/۶،طبع سعید)

(وکرہ لبس المعصفر والمزعفر والاحمر والاصفر للرجال)......وفی الشامیۃ:اقول ولکن جل الکتب علی الکراھۃ کالسراج والمحیط والاختیار والمنتقی والذخیرۃ وغیرھا وبہ افتی العلامۃ القاسم وفی الحاوی الزاھدی ولا یکرہ فی الرأس اجماعاً

وھکذافی البحر الرائق:(۱۹۰/۸،طبع سعید)وھکذافی قاضیخان علی ھامش الھندیۃ: (۴۱۲/۳،طبع رشیدیہ)

الجواب صحیح:عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ   واللہ اعلم:عبدالرزاق

۲۵ جمادی الثانی ۱۴۲۹ھ   فتوی نمبر:۱۵۷۶

﴿مردوں کے لئے بھنویں کاٹنے کا حکم﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ(۱) مردوں کیلئے بھنووں کو کاٹ کر برابر کرنے کا کیا حکم ہے؟ جبکہ وہ زیادہ بڑھ گئے ہوں، نیز سینے کے بالوں کو صاف کرنا کیسا ہے؟(۲) موئے زیرناف کو کیمیکل ملی کریم یا پاوڈر سے صاف کرنا کیسا ہے؟

﴿جواب﴾(۱)بھنویں اگر زیادہ بڑھ گئی ہوں اور بدنما نظر آئیں یا دیکھنے میں دشواری ہو تو کاٹ کر برابر کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے بشرطیکہ زیب وزینت مقصود نہ ہو اور سینے کے بالوں کو صاف کرنا خلاف ادب بتایا گیا ہے،لہٰذا اس سے اجتناب کرنا بہتر ہے۔(۲)موئے زیرناف کو کیمیکل ملی کریم یا پاوڈر سے صاف کرنا بھی جائز ہے،البتہ استرے سے صاف کرنا مستحب ہے۔

لمافی الشامی:(۴۰۶/۶-۴۰۷،طبع سعید)

(قولہ ویستحب حلق عانتہ)قال فی الھندیۃ ویبتدئ من تحت السرۃ ولو عالج بالنورۃ یجوز......ولا باس باخذ الحاجبین وشعر وجھہ مالم یشبہ المخنث......وفی حلق شعر الصدور والظھر ترک الادب کذافی القنیۃ اھ.

ولمافی الھندیۃ:(۳۵۸/۵،طبع رشیدیہ)

ویبتدی فی حلق العانۃ من تحت السرۃ ولو عالج بالنورۃ یجوز.ولا باس باخذ الحاجبین وشعر وجھہ مایتشبہ بالمخنث کذافی الینابیع......وفی حلق شعر الصدور والظھر ترک الادب کذافی القنیۃ.

الجواب صحیح:عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ   واللہ اعلم بالصواب:عبدالرزاق

۴ جمادی الثانی ۱۴۲۹ھ   فتوی نمبر:۱۵۵۳

Scanned with CamScanner

Maktaba Tul Ishaat. com

﴿چھوٹے نرینہ بچوں کو سونے کی انگوٹھی پہنانا حرام ہے﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ شیر خوار یا دوسرے نابالغ بچوں کو سونے کی انگوٹھی پہنانا جائز ہے؟
مستفتی: سہیل خان

﴿جواب﴾ اسلام نے بلا قید بلوغ مردوں کیلئے سونے کے استعمال کو ناجائز اور حرام اور عورتوں کیلئے جائز اور حلال قرار دیا ہے، لہٰذا نرینہ چھوٹے بچوں کو سونے کی انگوٹھی یا ہار پہنانا ناجائز اور حرام ہے اس سے احتراز کرنا ضروری ہے ورنہ تو گناہ اور وبال پہنانے والے پر ہوگا۔

لمافی جامع الترمذی:(۲۰۵/۱،طبع فاروقی ملتان)

عن ابی موسیٰ الاشعریؓ ان رسول اللہ ﷺ قال حرم لباس الحریر والذهب علیٰ ذکورامتی واحل لاناثهم.

ولمافی التنویر مع الرد:(۵۲۲/۹،طبع امدادیه)(وكره الباس الصبی ذهباًأوحريراً)

وفی الشامیة:قوله(وكره الخ)لان النص حرم الذهب والحرير علیٰ ذكورالامة بلا قيد البلوغ،والحرية والاثم علیٰ من البسهم لانا امرنابحفظهم.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب: عبدالرزاق

۲۵ ربیع الاول ۱۴۲۹ھ — فتویٰ نمبر: ۱۲۵۷

﴿چاندی کے خول میں تعویذ پہننا منع ہے﴾

﴿سوال﴾ کیا فرما ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ میرا ایک چھوٹا بچہ ہے جو مغرب کے بعد سے شروع ہو کر رات گئے تک روتا رہتا ہے، جس کی وجہ سے ہم اس کو ایک عامل کے پاس لیکر گئے تو انہوں نے اس کیلئے تعویذات دیکر کہا کہ ان کو چاندی میں بند کر کے اس کو پہنا دو۔ اب پوچھنا یہ ہے کہ کیا چھوٹے بچے کو شرعاً چاندی پہنانے کی اجازت ہے؟

﴿جواب﴾ صرف خواتین زیورات کے طور پر سونا چاندی استعمال کر سکتی ہیں اور مرد حضرات کیلئے ایک مثقال کی حد تک چاندی کی انگوٹھی استعمال کرنے کی گنجائش ہے، لہذا چھوٹے بچے کو چاندی کے خول میں تعویذ پہنانے کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔

لمافی البدائع :(۵۲۶/۲،طبع:دارالکتب بیروت)

ومنها الفضة ،لان النص الوارد بتحريم الذهب علی الرجال يكون واردابتحريم الفضة دلالة ،فيكره للرجال استعمالهافی جميع مايكره استعمال الذهب فيه الاالتختم به

Scanned with CamScanner

اذاضرب علی صیغة مایلبسه الرجال، ولایزید علی المثقال.

لمافی الشامی:(۳۵۸/۶،طبع:سعید کراچی)

ولایتحلی الرجل بذهب وفضة مطلقاالابخاتم ومنطقة وحلیة سیف منهاای الفضة اذالم یرد به التزیین.

ولمافی البحر:(۱۹۰/۸،طبع:سعید کراچی)۔

ولایتحلی الرجل بالذهب والفضة الابالخاتم والمنطقة وحلیة السیف من الفضة .

ولمافی الفقه الحنفی فی ثوبه الجدید:(۳۲۷/۵،طبع:دارالقلم)

ویحرم استعمال الذهب والفضة فیمایرجع للبدن ولابأس باتخاذ الاولی منهماللتجمل من غیراستعمل اصلاً.

الجواب صحیح:مفتی عبدالرحمٰن عفااللہ عنہ　　　واللہ اعلم بالصواب:عزیزاحمد خضداری غفرلہ ولوالدیہ

۱۹ ربیع الثانی ۱۴۳۵ھ　　　فتوی نمبر:۴۰۸۴

﴿مردوں کے لئے سونے کا استعمال حرام ہے﴾

﴿سوال﴾ کیافرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے ہاں شادی بیاہ کے موقع پرلڑکی کے گھر والے دولہا کے لئے سونے کی انگوٹھی بناتے ہیں اورشادی والے دن مذکورہ سونے کی انگوٹھی دولہا کو پہنائی جاتی ہے،اب سوال یہ ہے کہ کیاخوشی مثلاً شادی وغیرہ کے موقع پرمردوں کے لئے سونے کے استعمال کی گنجائش ہے؟　　　مستفتی آصف خان کراچی

﴿جواب﴾ دین اسلام نے مردوں کے لئے سونے کے استعمال کوحرام اورناجائزقراردیا ہےخواہ خوشی کاموقع ہویااس کے علاوہ کوئی اورموقع،پس شادی بیاہ کے موقع پردولہا کاسونے کی انگوٹھی پہنناحرام ہے،البتہ ذاتی استعمال کے لئے نہیں بلکہ بیوی کوپہنانے کے لئے یابیچنے کی غرض سے ان سے وصول کرلے توکوئی حرج نہیں ہے،دلہن کے گھروالوں کوچاہیے کہ سونے کے علاوہ چاندی کی انگوٹھی یاکوئی دوسری چیزمثلاً گھڑی وغیرہ دلجوئی کے لئے دامادکودیناچاہیں تو دیدیاکریں۔

لمافی جامع الترمذی:(۲۰۵/۱،طبع فاروقی ملتان)

عن ابی موسی الاشعریؓ ان رسول اللہ ﷺقال حُرِّم لباس الحریروالذهب علی ذکور امتی وأحلّ لاناثهم.

ولمافی التنویرمع الدر:(۵۱۷/۹-۵۱۸،طبع امدادیه)

(ولایتختم)الابالفضةلحصول الاستغناء بهافیحرم(بغیرهاکحجر)......(وذهب وحدید وصفر)

Maktaba Tul Ishaat. com

وفی الشامية: قوله (فيحرم بغيرها) لماروی الطحاوی باسناده الی عمران بن حصين وابی هريرة قال: "نهی رسول الله ﷺ عن خاتم الذهب".

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ　　　واللہ اعلم بالصواب: عبدالرزاق

۲۳ ربیع الاول ۱۴۲۹ھ　　　فتویٰ نمبر: ۱۲۵۳

﴿مردوں کے لئے کان چھدوانا ناجائز ہے﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام کہ آجکل لڑکے فیشن کے طور پر اپنے کان چھیدواتے ہیں اور اس میں عورتوں کی طرح بالی ڈالتے ہیں، اس کا کیا حکم ہے؟ کیا مردوں کے لئے کان چھیدوانا جائز ہے؟ نیز اس طرح فیشن کے لئے مختلف دھاگوں سے کنگن کی مثل چیز بنا کر خوبصورتی کے لئے ہاتھ میں پہن لیتے ہیں، اس کا کیا حکم ہے؟　　　مستفتی: محمد شعیب کیماڑی

﴿جواب﴾ اسلام نے مردوں کو عورتوں کی مشابہت اور عورتوں کو مردوں کی مشابہت اختیار کرنے سے سختی سے منع کیا ہے اور ایک دوسرے کی مشابہت اختیار کرنے والوں پر لعنت فرمائی ہے، پس کان چھیدوانا اور اسی طرح کنگن یا اسکی مثل کوئی چیز ہاتھ میں پہننا عورتوں کا خاصہ ہے، مردوں کے لئے یہ امور ناجائز ہے، ایسے امور سے ان کے لئے احتراز ضروری ہے۔

لمافی المشکوة: (۳۸۰/۲، طبع ایچ ایم سعید)

عن ابن عباسؓ قال قال النبی ﷺ لعن الله المتشبهين من الرجال بالنساء والمتشبهات من النساء بالرجال.

ولمافی مرقاة المفاتيح: (۲۷۹/۸، طبع رشيديه)

قال العلامة الملاعلی القاری فی شرح قبل هذا الحديث، المتشبهين بالنساء من الرجال فی الزی واللباس والخضاب والصوت والصورة والتكلم وسائر الحركات والسكنات...... فهذا الفعل منهی لانه تغيير الخلق الله.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ　　　واللہ اعلم: عبدالرزاق

۲۰ جمادی الاولیٰ ۱۴۲۹ھ　　　فتویٰ نمبر: ۱۵۵۰

﴿فیشن کے لئے ناخن بڑھانے کا حکم﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ آج کل بعض لوگ فیشن کے لئے اپنے ناخن کو بڑھالیتے ہیں اور اس میں مرد و زن دونوں مبتلا ہیں عورتیں اپنے سارے

Scanned with CamScanner

ناخن فیشن کے طور پر لمبا کر دیتی ہیں اور مرد حضرات اکثر چھنگلی انگلی کے ناخن کو نہیں کاٹتے اور فیشن کے طور پر اسکو لمبا کرتے ہیں، اس کا کیا حکم ہے؟ مستفتی: ظہیر خان کیماڑی کراچی

﴿جواب﴾ ناخن کاٹنا صرف اسلام کا حکم نہیں بلکہ فطرت انسانی کا تقاضا بھی یہی ہے کہ اس کو بڑھنے نہ دیا جائے، چنانچہ حدیث شریف عشر من الفطرۃ میں حضور ﷺ نے جہاں دوسری اشیاء کو ذکر فرمایا وہاں ناخن کاٹنے کو بھی فطرت قرار دیا۔

پس شرعاً ہفتہ میں ایک بار یعنی جمعہ والے دن ناخن کاٹنا مستحب ہے اور ان کو نہ کاٹنا یا بعض کو کاٹ دینا اور بعض کو چھوڑ دینا خلاف سنت وفطرت بلکہ درندوں کے ساتھ مشابہت ہے اس سے رزق میں تنگی آجاتی ہے۔

لہٰذا اس سے بہر صورت احتراز کرنا چاہیے لیکن پتہ نہیں آج کل نوجوان نسل میں یہ کیا وبا پھیلی ہے کہ جو چیز بھی اسلام بلکہ فطرت انسانی کے خلاف ہو تو اس کو فیشن کا نام دے دیتے ہیں اور بڑے اہتمام سے اس پر عمل کرتے ہیں "اناللہ وانا الیہ راجعون"!

لما فی سنن ابی داؤد: (۱/۱۹، کتاب الطهارة، باب سوال عن الفطرة، طبع رحمانيه)

عن عائشةؓ قالت قال رسول الله ﷺ عشر من الفطرة قصُ الشارب واعفاء اللحية والسواك والاستنشاق بالماء، وقص الاظفار وغسل البراجم ونتف الابط وحلق العانة وانتقاص الماء يعني الاستنجاء بالماء.

ولما فی التنویر مع الدر: (۶/۴۰۵، طبع ایچ ایم سعید)

(ويستحب قلم اظافيره)...(يوم الجمعة) وكونه بعد الصلاة أفضل الااذا أخره اليه تاخيرا فاحشا فيكره لأن من كان ظفره طويلا كان رزقه ضيقا.

الجواب صحیح: عبد الرحمٰن عفا اللہ عنہ واللہ اعلم بالصواب: عبد الرزاق

۲۳ جمادی الاولیٰ ۱۴۲۹ھ فتویٰ نمبر: ۱۵۷۸

﴿مصنوعی بال لگوانے کا حکم﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ مرد کے لئے مصنوعی بال لگوانے کا کیا حکم ہے؟ نیز عورت کے لئے کیا حکم ہے؟ مع دلائل تحریر فرمائیں۔

﴿جواب﴾ انسان اور خنزیر کے بالوں کے علاوہ مصنوعی بال لگوانے کی گنجائش ہے، مرد اور

Scanned with CamScanner

Maktaba Tul Ishaat. com

عورت دونوں اس حکم میں برابر ہیں تاہم وضوء اور غسل کے بارے میں اس میں یہ تفصیل ہے کہ اگر یہ بال سر کے ساتھ مستقل ملے ہوئے ہوں اس طور پر کہ انہیں سر سے الگ کرنا مشکل ہو تو وضو کے دوران ان پر مسح کرنا جائز ہے اور فرض غسل بھی اسے اتارے بغیر درست ہوگا۔

اور اگر وہ بال مستقل پیوست نہ ہوں بلکہ عارضی طور پر لگے ہوں تو ایسی صورت میں ان کے اوپر مسح جائز نہیں ہے، سر پر مسح کرنے کے لئے ان کو ہٹانا ضروری ہوگا اور فرض غسل کی صورت میں بھی اگر ان بالوں کے ہوتے ہوئے جلد تک پانی نہ پہنچے تو ان کو ہٹانا ضروری ہوگا۔

لمافی تکملہ فتح الملہم:(۱۹۰/۴-۱۹۱،طبع دار العلوم کراچی)

قوله لعن الله الواصلة والمستوصلة......وقداختلف العلماء فی تفصیل هذاالحکم علی اقوال:الأول: یحرم الوصل مطلقاسوآء کان بشعرآدمی اوشعرغیرآدمی وسواء کان بخرقة اوصوف وهذاالقول جعله النووی الظاهرالمختاروهوالذی ذکره الحافظ فی الفتح کمذهب الجمهور،الثانی الوصل بشعرالآدمی حرام وکذلک الوصل بشعر نجس من غیرالآدمی واماالشعرالطاهرمن غیرالآدمی فیجوزالوصل به،الثالث الوصل بالشعرممنوع مطلقاسواء کان بشعرالادمی اوبشعرحیوان ولکن لاباس بوصله بصوف او خرق وغیرهاوهوقول اللیث ابن سعدالرابع :الوصل بغیرالشعر انما یحل اذا لم یلتبس بالشعر بحیث لا یظن الناظر انه من الشعر اما اذا وقع به الالتباس فلا وهو الذی قواه الحافظ فی الفتح:(۳۷۵/۱۰)والذی یظهرمن کتب الحنفیة ان الراجح عندهم القول الثانی وهوتخصیص الحرمة بشعرالآدمی.

ولمافی الهندیة:(۳۵۸/۵،طبع رشیدیه)

وصل الشعربشعرالآدمی حرام سواء کان شعرها اوشعرغیرها کذافی الاختیارشرح المختارولاباس للمرأة ان تجعل فی قرونها وذوائبهاشیئامن الوبرکذافی فتاوی قاضیخان وبه ظهران اتخاذالقرامل(وهی خیوط حریر)للنساء جائزوهوالقول الأعدل انشاء الله تعالی.

ولمافی عمدة القاری:(۱۰۰/۲۲،طبع رشیدیه)

ونقل ابوعبیدعن کثیرمن الفقهاء ان المنع فی ذلک وصل الشعربالشعرواما اذا وصلت شعرهابغیرالشعرمن خرقة وغیرهافلایدخل فی النهی وبه قال اللیث وقال الطبری اختلف العلماء فی معنی نهیه صلی الله علیه وسلم عن الوصل فی الشعر فقال بعضهم لاباس علیهافی وصلهاشعرهابماوصلت به من صوف وخرقة وغیر ذلک وروی ذلک عن ابن عباس وام سلمة وام المومنین عائشة.

ولمافی الشامی:(۳۷۳/۶،سعید)ولاباس ان تعری المرأة عن الشعرفتصل قرنامن قرونها بصوف اسود.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم: محمد حسن پورنوی

۲۹ ربیع الثانی ۱۴۲۹ھ — فتویٰ نمبر:۱۳۸۶

Scanned with CamScanner

﴿عورت کا سفید لباس پہننا﴾

﴿سوال﴾ عورت کے لئے سفید لباس پہننا کیسا ہے؟ جبکہ شوہر کو بہت پسند ہو بعض لوگ کہتے ہیں عورتوں کو سفید لباس نہیں پہننا چاہیے کیونکہ اس سے تشبہ بالرجال لازم آتا ہے۔

﴿جواب﴾ عورت کیلئے ہر رنگ کا لباس پہننا جائز ہے اور اگر شوہر کو سفید رنگ کا لباس پسند ہے تو بیوی کو شوہر کی پسند کا لحاظ رکھتے ہوئے سفید لباس بھی زیب تن کرنا چاہیے، البتہ اگر کوئی ایسا علاقہ ہو کہ جہاں سفید لباس صرف مردوں کا شعار سمجھا جاتا ہو تو وہاں پر عورتوں کو چاہیے کہ لباس پر کوئی کڑھائی وغیرہ کر کے کپڑے پہنیں تا کہ تشبہ بالرجال لازم نہ آئے۔

لمافی الفقه الاسلامی:(۲۶۴۰/۴،طبع رشیدیه)

وكره تنزيها عند الحنفية للرجال لبس المعصفر والمزعفر الاحمر والاصفر ولا يكره للنساء، ولا بأس لهن بسائر الالوان.

ولمافی التنویرمع الدر:(۳۵۸/۶،طبع سعید)

(وكره لبس المعصفر والمزعفر الاحمر والاصفر للرجال) مفاده أنه لا يكره للنساء (ولا بأس بسائر الالوان)

ولمافی ردالمحتار:(۴۰۷/۶،طبع سعید)

(قوله والمعنى المؤثر) أى العلة المؤثرة فى اثمها التشبه بالرجال فانه لا يجوز كالتشبه بالنساء

الجواب صحیح:عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب:شاہد محمود

۳ رجب ۱۴۲۹ھ — فتوی نمبر:۱۶۳۶

﴿سیاہ خضاب لگانے کا حکم﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ بغیر عذر داڑھی اور سر کو خضاب لگانا کیسا ہے؟ اسی طرح کیمیکل کے ذریعے کالا رنگ دینے کا کیا حکم ہے؟

﴿جواب﴾ داڑھی اور سر کو سیاہ خضاب اسی طرح بال سیاہ کرنے والا کیمیکل لگانا اگر بغیر عذر کے ہو تو شرعاً ناجائز ہے، اس سے اجتناب ضروری ہے، حدیث شریف میں آیا ہے کہ ایسا شخص جنت کی خوشبو سے بھی محروم رہیگا، البتہ سیاہ کے علاوہ سرخ اور زرد یا سرخ اور سیاہ کو ملا کر نسواری رنگ سے سر اور داڑھی کو رنگنا مرغوب اور پسندیدہ ہے۔

Scanned with CamScanner

Maktaba Tul Ishaat. com

لمافی سنن ابی داود:(۲/۲۲۶،طبع رحمانیہ)

عن ابن عباس رضی الله عنه قال قال رسول الله یکون قوم یخضبون لا یریحون رائحة الجنة.

ولمافی الصحیح لمسلم:(۲/۱۹۹،طبع قدیمی)

عن جابر بن عبدالله رضی الله عنه قال اتی بابی قحافة یوم فتح مکة وراسه ..... و اجتنبوا السواد.

ولمافی تکملة فتح الملهم:(۴/۱۴۹-۱۵۰،طبع دار العلوم کراچی)

والثانی ان یفعله الرجل للغش والخداع ولیری نفسه شابا ولیس بشاب..... والحق ان احادیث المنع عن السواد واضحة مطلقة تولیس فیها ما یخصها بارادة الغش والخداع ولذلک اختار عامة المشائخ المنع..... وهو الذی اختاره والدی رحمه الله فی جواهر الفقه: ۲/۲۳۰ عملا بالاحتیاط

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب: عزیزالرحمٰن

۲۹ جمادی الثانی ۱۴۲۹ھ — فتوی نمبر: ۱۳۹۸

﴿اگر شوہر بیوی کو بال سیاہ کرنے پر مجبور کرے تو کیا حکم ہے؟﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک آدمی اپنی بیوی کو اس بات پر مجبور کر رہا ہے۔ کہ اپنی سر کے بالوں کو سیاہ رنگ لگائے۔

عرض مسئلہ یہ ہے کہ یہ عورت اپنی بال سیاہ کر سکتی ہے یا نہیں؟ نیز عورت پر شوہر کے اس حکم کی تعمیل ضروری ہے یا نہیں؟

مستفتی: ایک سائل

﴿جواب﴾ اصل حکم تو یہ ہے کہ سفید بالوں کو سیاہ کرنے کی گنجائش نہیں ہے۔ سخت گناہ ہے اور عام حالات میں مرد و عورت دونوں کیلئے یہی حکم ہے۔ البتہ غازی مجاہد اگر سفید بالوں کو اس غرض سے سیاہ کر دے تاکہ دشمن کی نظروں میں جوان نظر آئے تو یہ پسندیدہ ہے۔ اسی طرح کسی عورت کے بال وقت سے پہلے اگر سفید ہوں اور شوہر کی رغبت میں کمی کی باعث ہوں تو ایسی صورت میں امام ابو یوسفؒ کے قول پر فتوی دینا زیادہ مناسب معلوم ہو رہا ہے البتہ سیاہ کے علاوہ کوئی دوسرا رنگ مثلاً مہندی کے ذریعہ سرخ رنگ یا نسواری (براؤن) کرنا بلا کراہت جائز ہے۔

یاد رہے نسواری رنگ (براؤن) اگر دور سے کالا نظر آئے تو یہ سیاہ کہلائیگا جائز نہیں ہے۔ البتہ دور سے پہلی نظر میں بھی نسواری (براؤن) نظر آئے تو جائز ہے۔

لما فی الشامی:(۶/۷۵۶،طبع ایچ ایم سعید)

ومذهبنا استحباب خضاب الشیب للرجل والمرأة بصفرة أو حمرة وتحریم خضابه

بالسواد على الأصح لقوله عليه الصلاة والسلام "غيروا هذاالشيب واجتنبوا السواد" اھ قال الحموى وهذافى حق غير الغزاة ولا يحرم فى حقهم للارهاب ولعله محمل من فعل ذلك من الصحابة ط

ولمافى صحيح المسلم:(۱۹۹/۲ طبع قديمى......)

قال النووى ومذهبنا استحباب خضاب الشيب للرجل والمرأة بصفرة أو حمرة وتحريم خضابه بالسواد على الأصح وقيل يكره كراهة تنزيه والمختار التحريم لقوله صلى الله عليه وسلم واجتنبوا السواد ہذامذهبنا

ولما فى مشكوة المصابيح:(۳۸۲/۲،طبع سعيد)

عن ابن عباس عن النبى ﷺقال يكون قوم فى اخر الزمان يخضبون بهذا السواد كحواصل الحمام لا يجدون رائحة الجنة،رواه ابوداؤد والنسائى.

ولما فى مرقاة المصابيح:(۲٤٦/۸ طبع رشيديه)

قال النووى فى الخضاب أقوال وأصحها ان خضاب الشيب للرجل والمرأة يستحب،وبالسواد حراموفيه أيضاعلى صفح:(۲۹۳/۸)قال ميرك:ذهب أكثر العلماء الى كراهة الخضاب بالسواد وجنح النووى الى أنها كراهة تحريم.

ولما فى محيط البرهانى:(۸۸/۸،طبع ادارة القرآن)

وأما الخضاب بالسواد فمن فعل ذلك من الغزاة ليكون أهيب فى عين العدو فهو محمود منه،اتفق عليه المشائخ،ومن ،فعل ذلك ليزين نفسه االيهن فذاك مكروه عليهعامة المشائخ،وبنحوه ورد الأثر عن عمر وبعضهم جوزواذلک من غير كراهة و رى عن أبى يوسف أنه قال : كما يعجبنى أن تتزين لى يعجبها أن أتزين لها هذه الجملة من شرح السير الكبير

ولما فى الشامى:(۴۲۲/۶،طبع سعيد)

(قوله ويكره بالسواد أى لغير الحرب،قال فى الذخيرة:أما الخضاب با لسواد للغزو ليكون أهيب فى عين العدو فهو محمود بالأتفاق،وان ليزين نفسه للنساء فمكروه، وعليه عامة المشائخ وبعضهم جوزه بلا كراهة روى عن أبى يوسف،أنه قال كما يعجبنى أن تتزين لى يعجبها أن أتزين لها

ولما فى التنوير مع الرد:(۷۵٦/۶،طبع سعيد)

(اختضب لأجل التزين للنساء والجوارى جاز)فى الأصح ويكره بالسواد وقيل لا،(قوله جاز فى الأصح) وهو مروى عن أبى يوسف فقد قال:يعجبنى أن تتزين لى امرأتى،كما يعجبها أن أتزين لها والأصح أنه لا بأس به فى الحرب وغيره

ولما فى الهندية:(۳۵۹/۵،طبع رشيديه)

اتفق المشائخ أن الخضاب فى حق الرجال بالحمرة سنة وأنه من سيماء المسلمين وعلاما

Scanned with CamScanner

Maktaba Tul Ishaat. com

تهم وأما الخضاب بالسواد فمن فعل ذلك من الغزاة ليكون أهيب في عين العدو فهو محمود منه وعليه المشائخ ومن فعل ذلك ليزين نفسه للنساء وليحبب نفسه اليهن فذلك مكروه عليه عامة المشائخ وبنحوه وبعضهم جوزه ذلك من غير كراهة وروى عن أبي يوسف أنه قال: كما يعجبني أن تتزين لي يعجبها أن أتزين لها ۔

واللہ اعلم بالصواب: عمران الحق

الجواب صحیح: مفتی عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ

فتویٰ نمبر: ۳۹۷۳

۱۱ ربیع الاول ۱۴۳۵ھ

﴿مرد کے لئے انگوٹھی کے نگینے میں سونے کی میخ کا حکم﴾

﴿سوال﴾ جناب مفتی صاحب! بعض علاقوں میں یہ دستور ہے کہ مرد اپنی انگوٹھیوں کے نگینوں میں سونے کی میخ ڈالتے ہیں، ان کا یہ عمل شریعت کی رو سے کیسا ہے؟ مستفتی: سکندر

﴿جواب﴾ مردوں کے لئے سونے کا استعمال حرام ہے، البتہ انگوٹھیوں کے نگینوں میں سونے کی میخ ڈالنے کی گنجائش ہے۔

لمافي الهداية: (۲/۴۵۹، طبع رحمانیه)

(ولا باس بمسمار الذهب يجعل في حجر الفص) اي في ثقبه لانه تابع كالعلم في الثوب فلا يعد لابساله.

ولمافي الشامي: (۶/۳۶۰، طبع سعید)

(قوله وحل مسمار الذهب الخ) يريدبه المسمار ليحفظ به الفص تاترخانية لانه تابع كالعلم في الثوب فلا يعد لابساله۔ (قوله في حجر الفص) اي ثقبه هداية.

ولمافي الخانية: (۳/۴۱۲، طبع قدیمی) ولا باس بمسمار الذهب في فص خاتم.

ولمافي الخلاصة: (۴/۳۷۰، طبع رشیدیه) ولا باس بمسمار الذهب.

واللہ اعلم بالصواب: محمد وارث خان سواتی

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ

فتویٰ نمبر: ۱۵۷۰

۲۶ جمادی الثانی ۱۴۲۹ھ

﴿بچیوں کے کان چھیدنا جائز ہے﴾

﴿سوال﴾ جناب مفتی صاحب! بعض علاقوں میں یہ رواج ہے کہ عورتیں بچیوں کے کان چھید لیتی ہیں تو کیا شریعت کی رو سے یہ کام جائز ہے؟ مستفتی: آفتاب علی سنگل ہانڈی

﴿جواب﴾ جی ہاں بچیوں کے کان چھیدنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

Scanned with CamScanner

لما فی الدر المختار:(۶/۴۲۰،طبع سعید)ولا باس بثقب اذن البنت والطفل استحسانا ملتقط.

ولما فی الشامی:(۶/۳۸۸،طبع سعید)

(تنبیه)لا باس بکی البهائم للعلامة وثقب اذن الطفل من البنات لانهم کانوا یفعلونه فی زمن رسول ﷺ من غیر انکار.

ولما فی الخلاصة:(۴/۳۷۷،طبع رشیدیه)ولا باس بثقب اذن الطفل من البنات.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب: محمد وارث خان سواتی

۲۸ جمادی الثانی ۱۴۲۹ھ — فتویٰ نمبر: ۱۷۴۶

﴿خواتین کے لئے مردوں جیسا کپڑا پہننا جائز نہیں ہے﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اور مفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ خواتین کے لئے مردوں جیسے کپڑے مثلاً واسکٹ، کوٹ پہننا جائز ہے یا نہیں؟ مستفتی: محمد سلیم

﴿جواب﴾ شریعت مقدسہ میں خواتین کے لئے مردوں کی مشابہت اختیار کرنا سختی سے منع ہے، لہٰذا ایسے کپڑے جو مردوں کے ساتھ خاص ہوں واسکٹ، کوٹ، پتلون یا کوئی اور کپڑا اگر کسی علاقہ میں مردوں کے ساتھ خاص ہے تو اس کا عام پہننا عورتوں کیلئے جائز نہیں ہے، ایسی عورتوں پر احادیث میں لعنت کی گئی ہے۔

ولما فی مرقاۃ المفاتیح:(۸/۲۷۹،طبع رشیدیه)

عن ابن عباسؓ قال: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم "لعن الله المتشبهین من الرجال بالنساء والمتشبهات من النساء بالرجال.....(من الرجال)فی الزی واللباس والخضاب والصوت والصورة والتکلم وسائر الحرکات والسکنات.

(من النساء)زیا وهیئة ورفع صوت ونحوها لا رأیا وعلما فان التشبه بهم محمود الخ.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب: محمد اسلم چترالی غفرلہ

۱۳ رجب المرجب ۱۴۲۹ھ — فتویٰ نمبر: ۶۴۶

﴿ریشمی نقش ونگار والی ٹوپی کے استعمال کا حکم﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ جس ٹوپی میں ریشم کے ذریعے نقش ونگار کیا گیا ہو اس ٹوپی کا استعمال جائز ہے یا نہیں؟ مستفتی: منصور احمد کوئٹہ

﴿جواب﴾ جس ٹوپی میں چار انگلیوں کے بقدر ریشم کے ذریعے ایک ساتھ نقش ونگار کیا گیا

Maktaba Tul Ishaat. com

ہوتو اس کی گنجائش ہے، البتہ زیادتی کی صورت میں استعمال کرنا جائز نہ ہوگا اور متفرق نقوش کو جمع نہیں کیا جائیگا بلکہ ہر ایک نقش کا الگ اعتبار ہوگا۔

لمافی الشامی:(۵۰۶/۹-۵۰۷،طبع امدادیه)

(الاقدرأربع أصابع الخ)لماصح عن ابن عباسؓ:انمانهى النبيﷺعن الثوب المصمت من الحريرالاموضع أصبع اواصبعين أوثلاث أواربع......القلنسوةمالم تزدعلى عرض اربع أصابع وكذابيت تكةالسراويل.....فجميع ذلك لاباس به اذاكان عرض أربع أصابع.

ولمافي الشامي:(۵۰۹/۹-۵۱۰،طبع امداديه)

(كذاتكره القلنسوة)....يكره أن يلبس الذكورقلنسوةمن الحريرأوالذهب أوالفضة أوالكرباس الذى خيط عليه ابريسم كثيرأوشيء من الذهب أوالفضة أكثر من قدرأربع أصابع اه وبه يعلم حكم العرقيةالمسماةبالطاقية،فاذاكانت منقشةبالحرير وكان أحد نقوشهاأكثرمن اربع أصابع لاتحل،وان كان اقل تحل،وان زادمجموع نقوشهاعلى أربع أصابع بناء على مامرمن أن ظاهرالمذهب عدم جمع المتفرق.

ولمافي البحرالرائق:(۱۸۹/۸،طبع سعيد)

حرم للرجل لاللمرأة لبس الحريرالاقدرأربع أصابع)......نهى عن لبس الحرير الاموضع أصبعين أوثلاثة أواربع،الحديث قال رحمه الله.

الجواب صحیح:عبدالرحمٰن عفااللہ عنہ | واللہ اعلم بالصواب:محمد ادریس

۱۱جمادی الاولیٰ ۱۴۲۹ھ | فتویٰ نمبر:۱۴۴۷

﴿عام حالت یعنی خارج الصلوۃ میں سدل الثوب کا حکم﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اور مفتیان عظام درج ذیل مسئلہ کے بارے میں کہ عام حالت یعنی خارج الصلوۃ میں سدل الثوب یعنی غیر معتاد طریقے سے کپڑا جسم پر ڈال کر لٹکانا مکروہ ہے یا نہیں؟ دلائل کی روشنی میں جواب دیکر ممنون فرمائیں۔ مستفتی: حاجی نصیر احمد صاحب

﴿جواب﴾ نماز کی حالت میں سدل الثوب مکروہ تحریمی ہے اور عام حالت میں اگر تکبر کی وجہ سے نہ ہوتو مکروہ تحریمی نہیں ہے تاہم ناپسندیدہ ضرور ہے۔

(لمافي العالمگيرية المعروف بالهندية:۱۰۶/۱،طبع رشيديه)

واختلف المشائخ فى كراهة السدل خارج الصلاة كمافي الدراية وصحح فى القنيةفى باب الكراهةأنه لايكره كذافي البحرالرائق

(ولمافي الردالمحتار المعروف بالشامي:۶۳۹/۱،طبع ايچ.ايم.سعيد)

قال فى شرح المنية:السدل هوالارسال من غير لبس ضرورةأن ارسال ذيل القميص

ونحوه لايسمى سدلاً اه

ودخل في قوله ونحوه عذبة العمامة قال في البحر:وفسره الكرخي بأن يجعل ثوبه على رأسه أو على كتفيه ويرسل أطرافه من جانبه اذالم يكن عليه سراويل اه فكراهته لاحتمال كشف العورة وان كان مع السراويل فكراهته للتشبه بأهل الكتاب فهو مكروه مطلقاًسواء كان للخيلاء أو غيره اه

(ولمافي البحرالرائق:۲/۲۲ طبع:ایچ.ایم.سعید)

'قوله وسدله'لنهيه عليه السلام عنه كما أخرجه أبوداؤد والحاكم وصححه يقال سدل الثوب سدلاًمن باب طلب اذا أرسله من غير أن يضم جانبه وقيل هو أن يلقيه على رأسه ويرخيه على منكبيه وأسدل خطأ كذافي المغرب وذكر في البدائع أن الكرخي فسره بأن يجعل ثوبه على رأسه أو على كتفيه ويرسل أطرافه من جوانبه اذالم يكن عليه سراويل وعن أبي حنيفةؒأنه يكره السدل على القميص وعلى الازار وقال لأنه صنيع أهل الكتاب فان كان السدل بدون السراويل فكراهته لاحتمال كشف العورة عندالركوع وان كان مع الازار فكراهته لأجل التشبه بأهل الكتاب فهومكروه مطلقاًسواء كان للخيلاء أو غيره للنهي من غيرفصل اه

(ولمافي الرد المحتار المعروف بالشامي:۱/۶۳۹ طبع:ایچ.ایم.سعید)

'قوله وخارج صلاته في الأصح'أي اذا لم يكن للتكبر فالأصح أنه لايكره قال في النهر:أي تحريماً فمقتضى مامر أنه يكره تنزيهاًاه ومامر هوقوله لأنه صنيع أهل الكتاب قال الشيخ اسماعيل:وفيه بحث،لأن الظاهر من كلامهم أن تخصيص أهل الكتاب بفعله معتبر فيه كونه في الصلاة فلايظهر التشبه وكراهته خارجها اه

الجواب صحیح:مفتی عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب:محمد سلمان غفرلہ ولوالدیہ

۲۲ربیع الاول ۱۴۳۵ھ — فتویٰ نمبر:۳۹۶۷

باب التداوی

طب اور عمل جراحی دور نبوی ﷺ میں

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ طب اور عمل جراحی یعنی آپریشن کا رواج آپ علیہ السلام کے عہد مبارک میں بھی تھا یا نہیں؟ مستفتی:جنید فیصل

جواب: جناب نبی کریم ﷺ خود بڑے طبیب تھے امت کو ایسے ایسے نسخوں کی تعلیم دی ہے جن سے آج تک اور قیامت تک آنے والے انسان مستفیض ہوتے رہیں گے،اس کے علاوہ آپ علیہ السلام کے مبارک دور میں عمل جراحی (آپریشن) بھی رائج تھا اگر چہ اتنا زیادہ نہیں تھا

Maktaba Tul Ishaat. com

جس طرح آج کل ہو رہا ہے، دراصل اس دور میں فصد اور حجامہ کے ذریعہ سے فاسد مادہ کو جسم سے نکالنے کا عام معمول تھا اس لیے عمل جراحی کی نوبت کم پیش آتی تھی، اور آج کل انگریزی علاج کے طریقہ کی وجہ سے فاسد مادہ نکالے بغیر جسم کے اندر انٹی بائیٹک دواؤں کے ذریعہ خشک کر دیتے ہیں، بسا اوقات یہی فاسد مادہ کسی مخصوص جگہ پر اثر انداز ہو جاتا ہے پھر اپریشن کے ذریعہ صاف کیا جاتا ہے، اور اس کے علاوہ اپریشن مثلاً زخم وغیرہ کو جوڑنے کے لیے تو یہ عمل قدیم طب میں بھی رائج تھا طب کی کتب میں اس کے لیے مستقل ابواب قائم کئے ہیں۔

لما فی مشکوۃ المصابیح :(۳۸۷/۲،کتاب الطب والرقی)

عن جابر رضی اللہ عنہ قال رمی سعید بن معاذ فی أکحلۃ فحسمہ النبی ﷺ علیہ وسلم بیدہ بمشقص ثم رمت فحسمہ الثانیۃ ،رواہ مسلم.

وفیہ ایضاً(۳۸۷/۲)

وعنہ قال بعث رسول اللہ ﷺ الی ابی بن کعب طبیباً فقطع منہ عرقاً ثم کواہ علیہ ،رواہ مسلم.

ولما فی تکملۃ فتح الملھم:(۳۳۸/۴،طبع:دار العلوم)

(قولہ طبیباً) قال القرطبی "یدل علی انہ لایلی عمل الشیء الا من یعرفہ ،قولہ "فقطع منہ عرقاً ثم کواہ علیہ" وھذا یدل علی جواز الکی اذا باشرہ طبیب عارف لحاجۃ حقیقۃ،وھذا انما وقع فی غزوۃ الاحزاب،

ولما فی المرقاۃ :(۳۲۳/۸،کتاب الطب والرقی،طبع رشیدیہ)

عن عروۃ قال:قلت لعائشۃ انی أجدک عالمۃ بالطب فمن أین؟فقالت ان رسول اللہ ﷺ کثرت استقامہ ،فکانت أطباء العرب والعجم ینعتون لہ فتعلمت ذلک،قال السیوطی:والاحادیث الماثورۃ فی علمہ ﷺ بالطب لاتحصی والمختار أن بعضہ علم بالوحی الی بعض انبیاءہ،وسائرہ بالتجارب لما روی البزاز والطبرانی عن ابن عباس عن النبی ﷺ "ان نبی سلیمان کان اذا قام یصلی رای شجرۃ ثابتۃ بین یدیہ،فیقول لھا:ما اسمک فتقول :کذا فیقول:لای شئ أنت؟فتقول:لکذا،فان کانت لدواء کتبت وان کانت من غرس غرست" الحدیث.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب: محمد تنویر عفا اللہ عنہ

۱۰ جمادی الاولی ۱۴۳۴ھ — فتویٰ نمبر: ۳۷۱۸

﴿علاج کرنا بھی سنت ہے اور علاج نہ کرنا بھی﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک آدمی بیمار ہے لیکن وہ علاج نہیں کرتا بلکہ بدون علاج و دوائی کے صرف اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرتا ہے تو اس کا یہ فعل

Scanned with CamScanner

ازروئے شریعت کیسا ہے؟ اللہ تعالیٰ کے فیصلے پر راضی ہونا اور توکل کرنا یہ افضل ہے یا علاج کرنا افضل ہے؟ آپ علیہ السلام نے بھی علاج فرمایا ہے تو کیا علاج سنت نہیں ہے؟

﴿جواب﴾ علاج کرنا سنت ہے اور اس کا چھوڑنا بھی سنت ہے، عام لوگوں کا ایمان وتوکل کمزور ہوتا ہے، یقین کی نظر ظاہری اسباب سے آگے بڑی مشکل سے تجاوز کرتی ہے، ایسے لوگوں کے لیے علاج کرنا سنت ہے اور بعض لوگوں کا توکل مضبوط ہوتا ہے، یقین کی نظر انکی تیز ہوتی ہے اسباب پر نہیں رکتی براہ راست مسبب الاسباب پر نظر ہوتی ہے یہ اولیاء کرام، خاص مقرب لوگوں کا مقام ہے، عام لوگ یہاں تک نہیں پہنچ پاتے، ان کے لیے علاج چھوڑنا سنت ہے احادیث میں آیا ہے کہ میری امت کے ایسے لوگ بغیر حساب وکتاب کے جنت میں داخل ہوں گے۔

البتہ علاج کے بعض اسباب قوی ہوتے ہیں جن کے استعمال سے تکلیف کا دور ہونا عام بندوں کی نظر میں قطعی اور یقینی ہوتا ہے مثلاً پیاس ختم کرنے کے لیے پانی پینا، رگ وغیرہ کٹنے کی صورت میں پٹی وغیرہ باندھنا تاکہ خون رک جائے اور انسان کی جان بچ جائے ایسے اسباب کو اختیار کرنا واجب ہے، شریعت نے ایسے اسباب کو اختیار کرنا واجب قرار دیا ہے اس لیے بلاوجہ چھوڑنا گناہ ہے، اور بعض اسباب شفایابی کے لیے وہم کے درجہ میں ہوتے ہیں غالب گمان سے بھی کم درجہ میں خیال کیا جاتا ہے کہ ان کے استعمال سے مرض دور ہوگا؟ یا اندیشہ ہو کہ علاج کی صورت میں کوئی اور مرض لگ سکتا ہے جس طرح آجکل سرطان (کینسر) کا علاج رائج ہے، یا اعضاء رئیسہ، دل، دماغ، جگر کا آپریشن کہ صحت یاب ہونے کے بارے میں محض وہم ہوتا ہے یا تعویذ، ٹونے ٹوٹکوں سے علاج، تو ایسا علاج اگرچہ جائز ہے کوئی گناہ نہیں ہے لیکن توکل کے اعلیٰ درجہ پر فائز لوگ ان سے گریز کرتے ہیں۔

لما فی مشکوۃ المصابیح:(۲/۴۵۲، کتاب الرقائق، طبع سعید)

عن ابن عباس رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہﷺ یدخل الجنۃ من امتی سبعون الفاً بغیر حساب، ھم الذین لا یسترقون ولا یتطیرون وعلی ربھم یتوکلون متفق علیہ.

ولما فی المرقاۃ:(۹/۲۷۸، طبع رشیدیہ)

(لایسترقون)ـــــ ھذا من صفۃ الاولیاء المعرضین عن اسباب الدنیا وعوائقھا الذین لایلتفتون الی شئی عن علائقھا وتلک درجۃ الخواص لا یبلغھا غیرھم واما العوام فرخص لھم فی التداوی والمعالجات، ومن صبر علی البلاء، وانتظر من اللہ، ومن

Maktaba Tul Ishaat. com

لایصبر رخص له في الرقية والعلاج والدواء، الا ترى ان الصديق لما تصدق بجميع ماله لم ينكر عليه ﷺ علما منه بيقينه وصبره،ولما اتاه الرجل بمثل بيضة الحمام من الذهب وقال لااملك غيره فضرب بحيث لو اصابه عقره.

ولما في الهنديه:(۳۵۵/۵،طبع رشيديه)

اعلم بان الاسباب المزيل للضرر تنقسم الى مقطوع به كالماء المزيل الضرر العطش والخبز المزيل لضرر الجوع والى مظنون كالفصد والحجامة وشرب المسهل وسائر ابواب الطب اعني معالجة البرودة بالحرارة ومعالجة الحرارة بالبرودة وهي الاسباب الظاهرة في الطب والى موهوم كالكي والرقية اما المقطوع به فليس تركه من التوكل بل تركه حرام عند خوف الموت واما الموهوم فشرط التوكل تركه اذبه وصف رسول الله ﷺ المتوكلين واما الدرجة المتوسطة وهي المظنونة كالمداواة بالاسباب الظاهرة عند الاطباء فعله ليس مناقضا للتوكل بخلاف الموهوم وتركه ليس محظوراً بخلاف لامقطوع به بل قد يكون افضل من فعله في بعض الاحوال وفي حق بعض الاشخاص فهو على درجة بين الدرجتين.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب: محمد تنویر عفا اللہ عنہ

۱۴ جمادی الاولیٰ ۱۴۳۴ھ — فتویٰ نمبر: ۳۷۲۶

﴿بعض صورتوں میں علاج نہ کرنا گناہ ہے﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ علاج کرنے کی شرعی حیثیت کیا ہے، اگر کوئی شخص بیمار ہوجائے اور بیماری کا علاج نہ کروانے کی وجہ سے انتقال ہوجائے تو گناہ گار ہوگا یا نہیں؟

مستفتی: فیصل جنید مسجد ابوبکر صدیق

﴿جواب﴾ علاج کرنا ایک ظاہری سبب ہے اور سنت سے ثابت عمل ہے اور شفا دینے والا صرف اللہ تعالیٰ ہے، لہٰذا سنت سمجھ کر کوئی علاج کرے تو باعث اجر وثواب ہے، اور اگر توکل کے اعلیٰ درجہ پر کسی باسعادت کو اللہ تعالیٰ نے نوازا ہو اور اسکی نظر صرف حقیقی ذات باری تعالیٰ پر ہو، اسباب سے وہ صرفِ نظر کرتا ہو تو اس کے لیے علاج چھوڑنا سنت سے اعراض شمار نہ ہوگا۔

بعض اوقات علاج نہ کرنے کی صورت میں ہلاکت یقینی ہوتی ہے اور علاج کرنے کی صورت میں ہلاکت سے بچنا یقینی درجہ میں ہوتا ہے تو ایسی صورت میں اگر علاج کرنے میں کوئی رکاوٹ اور دشواری نہ ہو تو علاج ضروری ہوتا ہے بلاوجہ چھوڑنے کی صورت میں گناہ گار ہوگا۔

لما في مشكوة المصابيح:(ص:۴۵۲،باب التوكل والصبر،طبع سعيد)

عن ابن عباس قال قال رسول الله ﷺ يدخل الجنة من امتي سبعون الفاً بغير حساب

Scanned with CamScanner

هم الذين لا يسترقون ولا يتطيرون وعلى ربهم يتوكلون متفق عليه.

ولما فی مرقاة المفاتيح:(۲۸/۹،طبع رشيديه)

هذا من صفة الأولياء المعرضين عن اسباب الدنيا وعوائقها الذين لا يلتفتون الى شئ من علائقها،وتلك درجة الخواص لا يبلغها غيرهم.

ولما فی الهنديه:(۳۵۵/۵،طبع رشيديه)

اعلم ان الاسباب المزيل للضرر تنقسم الى مقطوع به كالماء المزيل لضرر العطش والخبز المزيل لضرر الجوع والى مظنون...والى موهوم...اما المقطوع به فليس تركه من التوكل بل تركه حرام عند الموت.

ولما فی فتاوی البزازيه علی هامش الهنديه نوع فی التداوی،(۳۶۷/۶)

امتنع عن الاكل حتى مات جوعاً اثم وان عن التداوى حتى تلف مرضاً لا،لان عدم الهلاك بالاكل مقطوع والشفاء بالمعالجة مظنون.

الجواب صحیح:عبدالرحمن عفا اللہ عنہ　　　واللہ اعلم بالصواب:محمد تنویر عفا اللہ عنہ

۱۰ جمادی الاولی ۱۴۳۴ھ　　　فتوی نمبر:۳۷۱۹

﴿علاج میں میانہ روی اختیار کرنا پسندیدہ ہے﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک آدمی بیمار ہے اور اس نے اپنے علاج پر لاکھوں روپے خرچ کرڈالے لیکن خاطر خواہ فائدہ حاصل نہیں ہوا،لیکن اس کے باوجود بھی وہ مسلسل علاج کروا رہا ہے اور مزید پیسے خرچ کر رہا ہے،تو آیا یہ جائز ہے یا نہیں؟اور یہ توکل کے خلاف تو نہیں؟　　　مستفتی:فیصل جنید ابوبکر صدیق مسجد

﴿جواب﴾ بیماری سے صحت یابی کے لیے علاج کرنا اور بار بار کرنا شرعاً منع نہیں ہے اور توکل کے خلاف بھی نہیں ہے بشرطیکہ دوا کو سبب جان کر کوئی علاج کرے اور شفاء حاصل ہونے میں مؤثرِ حقیقی صرف ذات باری تعالیٰ کو جانے۔

اور پیسہ اپنا ہو تو لاکھوں خرچ کرنے میں بھی کوئی قباحت نہیں ہے ہاں میانہ روی اختیار کرنا اور غلو سے بچنا ہر کام میں پسندیدہ ہے،لہذا علاج کے بارے میں بھی شریعت سادہ،آسان اور سستا طریقہ اختیار کرنے کی سفارش کرتی ہے۔

لما فی مشکوة المصابيح:(۳۸۸/۲)

عن اسامة بن شريك قال قالوا يا رسول الله افنتدوی؟ قال نعم يا عباد الله تداووا فان

Scanned with CamScanner

Maktaba Tul Ishaat. com

الله لم یصنع داء الا وضعه له شفاء غیر داء واحد الهرم

ولما فی مرقاۃ المفاتیح:(۳۰۷/۸،طبع رشیدیه)

"قال نعم "یعنی تعتبر الطب او نتوکل علی الله ونترک التداوی فلا خفاء انه لایلائمه الجواب بقوله نعم ایضاً جعل التوکل من قسم ترک التداوی غیر صحیح فی المعنی "یا عبدالله" اشارۃ الی ان التداوی لاینافی العبودیۃ ولایدفع التوکل علی صاحب الربوبیۃ ولذا قال فی الحدیث" اعقل وتوکل "تداووا تاکیدا لما فهم من قوله نعم والمعنی تداووا ولاتعتمدوا فی الشفاء علی التداوی بل کونوا عبادالله متوکلین ومفوضین الامور الیه.

ولما فی الهندیه:(۳۵۴/۲)الاشتغال بالتداوی لابأس به اذا اعتقدان الشافی هوالله تعالی.

ولما فی الهندیه:(۳۵۵/۵)

اعلم ان الاسباب المزیل للضرر تنقسم الی مقطوع..والی مظنون..والی موهوم..اما المقطوع به فلیس ترکه من التوکل بل ترکه حرام عند خوف الموت واماالموهوم فشرط التوکل ترکه اذ به وصف رسول الله ﷺ المتوکلین،واما الدرجۃ المتوسطۃ وهی المظنونۃ کالمداواۃ بالاسباب الظاهرۃ عند الاطباء فعله لیس مناقضا للتوکل بخلاف الموهوم وترکه لیس محظورا بخلاف لا مقطوع به بل قد یکون افضل من فعله فی بعض الاحوال وفی حق بعض الاشخاص فهو علی درجۃ بین الدرجین.

الجواب صحیح:عبدالرحمٰن عفااللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب:محمد تنویر عفااللہ عنہ

۴ جمادی الثانی ۱۴۳۴ھ — فتوی نمبر:۳۷۶۰

﴿اعضاء کی پیوندکاری کا حکم﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ بعض غیر مسلم ممالک میں لوگ مرنے سے پہلے اپنی آنکھ اپنی رضامندی سے نکلوادیتے ہیں تاکہ کسی کی ضرورت اس سے پوری ہو،اس طرح کی آنکھیں بعض اداروں کے پاس آتی ہیں اور وہ بلا معاوضہ ہمیں دیدیتے ہیں کہ کسی ضرورت مند کو ہم لگا کردیں،تو اس طرح کی آنکھ ہم لگا سکتے ہیں یا نہیں؟۔

سوال یہ ہے کہ انسانی اعضاء بے شک محترم ہیں لیکن ایسی صورت میں ہم لگانے والے اور جس کو لگا کردیتے ہیں،اس آنکھ کے احترام کے منافی کچھ نہیں کرتے بلکہ ہم تو اس آنکھ کو کارآمد بنالیتے ہیں،ویسے یہ قیمتی چیز ضائع ہوجائے گی اور شروع میں اگر بے حرمتی کی ہے تو اس غیر مسلم نے کی ہے،اب تو یہ آنکھ ضائع ہونے سے بچانے میں احترام معلوم ہورہا ہے؟

﴿جواب﴾ جمہور علماء کرام کا اس پر اتفاق ہے کہ انسان اپنی جان اور جسم کے اعضاء

کا خود مختار و مالک نہیں ہے اور کسی مردے کے اعضاء کو استعمال میں لانا بھی جائز نہیں ہے اگر چہ استعمال میں لانے سے وہ کارآمد ہوجائیں گے اور استعمال میں نہ لانے سے بےکار ہوجائیں گے ،اس لئے کہ یہ انسان کے احترام کے منافی ہے اور ضرورت کی وجہ سے اجازت دینے میں اس جواز سے غلط فائدہ اٹھانے کا قوی اندیشہ ہے، چنانچہ اس دور میں چند پیسوں کے لئے انسانوں کی جانوں کا ضیاع عام ہورہا ہے، پھر تو بعید نہیں کہ ڈاکٹر لوگ بھی کسی مرض کے علاج کے بہانے صحیح سلامت اعضاء کو بھی کاٹنا شروع کردے اور اس قسم کے واقعات سنا ہے ہوچکے ہیں ،اس لئے فائدہ اور ضرورت کی خاطر بعض ممنوع چیزوں کی شریعت بھی اگرچہ اجازت دیدیتی ہے لیکن جہاں ساتھ ساتھ اس طرح کے خطرات کا بھی اندیشہ ہو تو ایسی ضروریات کی اجازت نہیں ہوسکتی۔

بعض عرب کے علماء بلکہ پاک وہند کے بھی بعض علماء مشروط طور پر اجازت دیتے ہیں اور سوال میں مذکورہ جیسی کوئی صورت ہو کہ باہر سے کسی نے اپنے نظریہ کے تحت اپنے اعضاء کو پیش کردیا اور کسی بھی موقع پر اس کا مالی معاوضہ کے ذریعہ لینا دینا نہ ہو تو ایسی خاص صورتوں میں ہم بھی ان علماء کے ساتھ اتفاق کرتے ہیں یعنی جائز سمجھتے ہیں البتہ اس کی عام اجازت ہرگز نہیں۔

لمافی صحیح مسلم ،۲/۲۰۴،طبع: قدیمی

"عن ابن عمران رسول الله ﷺ لعن الواصلة والمستوصلة والواشمة والمستوشمة".قال الامام النووی رحمه الله : "واما الواصلة فهی التی تصل شعر المرأة بشعر آخر والمستوصلة التی تطلب من یفعل بها ذالک ویقال لها موصولة ،وهذه الاحادیث صریحة فی تحریم الوصل ولعن الواصلة والمستوصلة مطلقاً وهذا هو الظاهر المختار ـــــ وفی الحدیث ان وصل الشعر من المعاصی الكبائر للعن فاعله وفیه ان المعین علی الحرام یشارک فاعله فی الاثم کما ان المعاون فی الطاعة یشارک فی ثوابها والله اعلم ـــــ والفاعلة واشمة وقد وشمت تشم وشما والمفعول بها موشومة فان طلبت فعل ذالک بها فهی مستوشمة وهو حرام علی الفاعلة والمفعول بها باختیارها والطالبة له".

ولمافی تکملة فتح الملهم ،۴/۱۹۵،طبع: مکتبه دار العلوم

"والحاصل : ان کل مایفعل فی الجسم من زیادة اونقص من اجل الزینة بمایجعل الزیادة اوالنقصان مستمرامع الجسم وبمایبدومنه انه کان فی اصل الخلقة هکذا فانه تلبیس وتغییر منهی عنه".

ولمافی سنن ابی داؤد،۲/۲۰۳،طبع: قدیمی

"عن عائشة ان رسول الله ﷺ قال : کسر عظم المیت ککسره حیا".

ولمافی فتاویٰ قاضی خان ۳/۴۰۲، طبع: قدیمی

"مضطر لم یجد میتۃ وخاف الهلاک فقال له رجل: اقطع یدی وکلها او قال: اقطع منی قطعۃ فکلها لا یسعه ان یفعل ذالک ولا یصح امره به کما لا یسع للمضطر ان یقطع قطعۃ من لحم نفسه فیأکل".

ولمافی الشامی ۶/۳۳۸، طبع: سعید

"وان قال له آخر: اقطع یده وکلها لا یحل لان لحم الانسان لا یباح فی الاضطرار لکرامته".

ولمافی الهدایۃ ۵/۸۵، طبع: رحمانیه

"ولا یجوز بیع شعور الانسان ولا الانتفاع به لان الآدمی مکرم لا مبتذل فلا یجوز ان یکون شئ من اجزائه مهاناً مبتذلاً".

ولمافی الشامی ۵/۸۵

"والآدمی شرع مکرماً وان کان کافراً فایراد العقد علیه وابتذاله به والحاقه بالجمادات اذلال له".

ولمافی الفقه الاسلامی وادلته ۷/۵۱۲۲، طبع: رشیدیه

"سادساً: یجوز نقل عضو من میت الی حی تتوقف حیاته علی ذالک العضو او تتوقف سلامۃ وظیفۃ اساسیۃ فیه علی ذالک بشرط ان یأذن المیت او ورثته بعد موته او بشرط موافقۃ ولی المسلمین ان کان المتوفی مجهول الهویۃ او لا ورثۃ له".

الجواب صحیح: مفتی عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب: کمیل الدین گلگتی

۱۴ ربیع الاول ۱۴۳۴ھ — فتویٰ نمبر: ۳۶۴۱

﴿عورت مجبوری میں مرد ڈاکٹر سے علاج کرواسکتی ہے﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ میری بھابی کے کان میں تکلیف ہے ڈاکٹر کہتے ہیں کہ صفائی کروانی پڑیگی، لیکن لیڈی ڈاکٹر نہیں مل رہی ہے جس کی وجہ سے کافی دن گزر گئے لیکن مسئلہ حل نہیں ہوا، تو آیا اس صورت میں مرد ڈاکٹر سے صفائی کرواسکتے ہیں یا نہیں؟

مستفتی: عابد بیگ

﴿جواب﴾ عورت کو کوئی مرض لاحق ہو جائے اور علاج کے لیے لیڈی ڈاکٹر میسر ہو تو اس سے علاج کرانا ضروری ہے، لیڈی ڈاکٹر قابل علاج میسر نہ ہو تو مرد ڈاکٹر سے علاج کرنے کی گنجائش ہے، اور ایسی صورت میں بقدر ضرورت مرد ڈاکٹر عورت کی مرض والی جگہ کو دیکھ سکتا ہے باقی بدن کو اس کے سامنے کھولنا منع ہے۔

Maktaba Tul Ishaat. com
Scanned with CamScanner

لما فی الدر المختار:(۳۷۰/۶، ۳۷۱، کتاب الحظر والاباحہ،فصل فی النظر والمس)۔

وامتنع نظره الی وجهها الا لحاجة...... ومداواتها ينظر الی موضع مرضها بقدر الضرورة اذا لضرورات تتقدر بقدرها...... فينبغی ان يعلم امراة تداويها لان نظر الجنس الی الجنس اخف۔

ولما فی الشامی تحت هذا القول۔

اذا كان المرض فی سائر بدنها غير موضع الفرج يجوز النظر اليه عند الدواء لانه موضع ضرورة،وان كان فی موضع الفرج،فينبغی ان يعلم امراة تداويها فان لم توجد وخافوا عليها ان تهلك او يصيبها وجع لاتحتمله يستتروا منها كل شئی الا موضع العلة ثم يداويها الرجل ويغض بصره ما استطاع الا عن موضع الجرح۔

ولما فی الهنديه:(۳۰۷/۵، كتاب الكراهية طبع قديمی)۔

امرأة اصابتها قرحة فی موضع لايحل للرجل ان ينظر اليه لايحل ان ينظر اليها لكن تعلم امراة تداويهافان لم يجدوا امراة تداويها ولاامراة تتعلم ذالک اذا علمت وخيف عليها البلاء اوالوجع اوالهلاك فانه يستر منها كل شئی الا موضع تلك القرحة ثم يداويها الرجل ويغض بصره مااستطاع الا عن ذالک الموضع۔

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب: محمد تنویر عفا اللہ عنہ

۲۷ربیع الاول ۱۴۳۲ھ — فتویٰ نمبر: ۳۶۲۰

﴿بوجہ عذر اسقاط حمل کی گنجائش ہے﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک عورت کو چالیس دن کا حمل ہے، ڈاکٹر نے کہا ہے کہ اس عورت کا بدن مزید خون نہیں بناتا اور پورے نو ماہ علاج کروانا پڑے گا، بلڈ پریشر بھی low رہتا ہے اور اس عورت کی موت کا بھی خطرہ ہے، کیا ایسی صورت میں اس عورت کے لیے حمل کا ضائع کروانا جائز ہے یا نہیں؟ براہ کرم جلد از جلد اس مسئلہ کا جواب عنایت فرما کر مشکور و ممنون فرمائیں۔ مستفتیہ: ایک سائلہ بلال کالونی کورنگی

﴿جواب﴾ عام حالات میں حمل ضائع کرنا جائز نہیں ہے سخت گناہ ہے، البتہ عورت کی ہلاکت کا اندیشہ ہو یا کسی بڑی بیماری میں مبتلاء ہونے کا غالب گمان ہو تو ایسی صورت میں چار ماہ سے پہلے ضائع کرنے کی گنجائش ہے لیکن یہ واضح رہے کہ اس کا فیصلہ دیندار، سمجھدار ڈاکٹر لوگ ہی کریں گے جن کو اس میدان میں تجربہ حاصل ہو کسی نرس یا محلے کی خواتین کے بتانے سے حمل ضائع کرنے کی گنجائش نہیں ہے۔

Scanned with CamScanner

لمافی الشامی:(۱۷۶/۳،مطلب فی حکم اسقاط الحمل،طبع سعید)

(قوله وقالوا الخ)قال فی النهر:بقی هل یباح الاسقاط بعد الحمل؟نعم یباح مالم یتخلق منه شیء،ولن یکون ذلک الابعدمائة وعشرین یوما،وهذایقتضی انهم ارادوابالتخلیق نفخ الروح والافهو غلط،لان التخلیق یتحقق بالمشاهدة قبل هذه المدة کذافی الفتح، واطلاقهم یفید عدم توقف جواز اسقاطهاقبل المدة المذکورة علی اذن الزوج......وفی کراهیة الخانیة:ولااقول بالحل اذالمحرم لوکسر بیض الصید ضمنه لانه اصل الصید فلماکان یواخذبه بالجزاء فلااقل من ان یلحقهااثم هنااذااسقطت بغیرعذراه. قال ابن وهبان:ومن الاعذاران ینقطع لبنهابعدظهور الحمل ولیس لابی الصبی ما یستاجربه الظئرویخاف هلاکه......ونقل عن الذخیرة لوارادت الالقاء قبل مضی زمن ینفخ فیه الروح هل یباح لهاذلک ام لا ؟ اختلفوافیه وکان الفقیه علی بن موسی یقول انه یکره فان الماء بعدماوقع فی الرحم مآله الحیاةفیکون له حکم الحیاة کمافی بیضة صیدالحرم،ونحوه فی الظهیریة. قال ابن وهبان:فاباحة الاسقاط محمولة علی حالة العذر،اوانهالاتأثم اثم القتل.

ولمافی الهندیة:(۳۵۶/۵،طبع رشیدیه)

امرأة مرضعة ظهربهاحبل وانقطع لبنهاوتخاف علی ولدهاالهلاک ولیس لابی الولد سعة حتی یستاجرالظئریباح لهاان تعالج فی استنزال الدم مادام نطفة اومضغة او علقة لم یخلق له عضووخلقه لایستبین الابعدمائة وعشرین یومااربعون نطفة واربعون علقة واربعون مضغة کذافی خزانة المفتین،وهکذافی فتاوی قاضیخان.

ولمافی کتاب الاختیارلتعلیل المختار:(۲۰۹/۴،طبع قدیمی)

امرأة عالجت فی اسقاط ولدهالاتأثم مالم یستبن شیء من خلقه.

الجواب صحیح:عبدالرحمٰن عفااللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب:نعیم اقبال عفااللہ عنہ

۲۹ ربیع الثانی ۱۴۳۱ھ — فتوی نمبر:۲۶۴۹

﴿مانع حیض انجکشن اورادویات کاحکم﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں،علماء کرام اور مفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ بعض خواتین رمضان المبارک میں روزوں کی قضا سے بچنے کے لئے مانع حیض انجکشن لگواتی ہیں یا دوسری ادویات استعمال کرتی ہیں،کیاازروئے شرع اس کی گنجائش ہے؟نیزشرعی احکام پراس کے کیااثرات پڑیں گے؟

مستفتی:رحمت نذیر صاحب

﴿جواب﴾ عورت کے لئے حیض کا آنا ایک فطری اور طبعی امر ہے اورشریعت مطہرہ نے ان مخصوص ایام میں عورت کومعذور سمجھ کر بعض عبادات کی ذمہ داری سے سبکدوش کیا ہے اورقدیم

وجدید اطباء کے ہاں حیض کا آنا عورت کی صحت اور تندرستی کے لئے ضروری فطری عمل ہے۔

تاہم اگر کوئی عورت ادویات یا انجکشن کے ذریعے اس کو روکے تو اس کی گنجائش ہے اور جب تک خون نہ آئے عورت پاک شمار ہوگی، نماز و روزہ کا بدستور اہتمام کرنا ضروری ہوگا چونکہ یہ عمل عورت کی صحت کے لئے نقصان کا باعث ہے، لہٰذا اس سے احتراز بہتر ہے، البتہ حج و عمرہ کے لئے اس سے فائدہ حاصل کرنا چاہیے۔

لمافی التاتارخانیة:(۲/۲۶۱،طبع قدیمی)

وشرط صحة الأداء وهوالوقت القابل وهواليوم المتعرى عن الاكل والشرب وطهارة المنوديين من الحيض والنفاس.

ولمافی خلاصة الفتاوی:(۱/۲۵۱،طبع رشیدیه)

اعلم بأن الصوم هوالكف عن المفطرات شرعافی وقته بنية يشترط باهله العاقل البالغ المسلم وفی المرأة الطهارة من الحيض والنفاس شرط.

ولمافی الهندیة:(۱/۳۸،طبع رشیدیه کوئٹه)

لايثبت حكم كل منهما الابخروج الدم وظهوره وهذاهوظاهر مذهب اصحابناً وعليه عامة مشائخناً وعليه الفتوى.هكذافی المحيط.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ　　واللہ اعلم بالصواب: محمد اسلم غفرلہ

۲۸ ربیع الثانی ۱۴۲۹ھ　　فتویٰ نمبر: ۱۳۱۰

﴿الکحل ملی اشیاء کے استعمال کا حکم﴾

﴿سوال﴾ آج کل ایسے پرفیوم کثرت سے ملتے ہیں جن میں الکحل کی آمیزش ہوتی ہے، اس کے علاوہ دوائیوں میں بھی الکحل ملایا جاتا ہے اور الکحل شراب سے تیار کیا جاتا ہے، پوچھنا یہ ہے کہ ایسے پرفیوم اور دیگر اشیاء کے استعمال کا شرعاً کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا۔

﴿جواب﴾ الکحل شراب سے تیار کیا جاتا ہے لیکن ہر شراب نجس و ناپاک نہیں ہے بلکہ وہ شراب جو صرف انگور یا کھجور سے بنائی گئی ہو وہ نجس ہے اور تھوڑی مقدار میں بھی اس کا استعمال حرام ہے، اسے عربی میں خمر کہتے ہیں، خمر کے علاوہ بھی ہزاروں اقسام کی شراب ہیں جن کو نشہ کی وجہ سے حرام قرار دیا گیا ہے، نشہ سے کم مقدار بھی اگرچہ خوردنی اشیاء میں بلا ضرورت استعمال کرنا ممنوع ہے لیکن حرام نہیں ہے۔

Maktaba Tul Ishaat. com

ہماری معلومات کے مطابق پرفیوم اور بعض دواؤں میں جس الکحل کی آمیزش ہوتی ہے وہ عموماً خمر کے علاوہ دوسری اقسام کی شراب سے تیار کیا جاتا ہے، لہٰذا اگر کسی کو تحقیق سے یا غالب گمان سے یہ معلوم ہوجائے کہ اس پرفیوم یا دوا میں واقعی خمر سے حاصل شدہ الکحل کی آمیزش ہے تو اس کے لئے استعمال جائز نہ ہوگا، اس کی تحقیق نہ ہو تو چونکہ خمر کے علاوہ شراب غالب ہے اور ایسی چیزوں میں غالب پر حکم لگایا جاتا ہے، لہٰذا ان چیزوں کے استعمال کرنے کی گنجائش ہے، البتہ کوئی اس سے بھی بچنا چاہے تو بہتر ہے۔

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب: عبدالحکیم کشمیری عفا اللہ عنہ

یکم رجب المرجب ۱۴۲۹ھ — فتوی نمبر: ۱۲۶۸

﴿ٹی بی کا علاج بندر کے گوشت سے کرنا جائز نہیں ہے﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے علاقے میں ٹی بی کا علاج بندر کے گوشت سے کیا جاتا ہے اور تجربات سے یہ بات واضح ہوگئی ہے کہ جس نے بھی کھایا ہے تو بالکل ٹھیک ہوگیا ہے، کیا ٹی بی کے مریض کے لئے بقدر ضرورت بندر کا گوشت کھانا جائز ہے یا نہیں؟ مستفتی: سجاد علی کاغانی

﴿جواب﴾ ٹی بی کا علاج اگرچہ لمبا اور اہتمام طلب ہے لیکن آج کل یہ لاعلاج مرض نہیں رہا، تقریباً ہر شہر میں اس کے لئے دوائی بآسانی مل جاتی ہے کسی بھی مرض کا علاج اگر پاک دواؤں اور حلال غذاؤں سے ممکن ہو تو حرام اور ناپاک چیزوں سے اس کا علاج جائز نہیں ہے، بندر درندوں میں شمار ہوتا ہے، اس کا گوشت حرام ہے، ٹی بی کے مریض کا علاج اگر دواؤں سے ممکن ہے تو بندر کے گوشت سے علاج کرنے کی گنجائش نہیں ہے، البتہ تجربہ کار ڈاکٹروں سے علاج کرنے کے باوجود دواؤں سے شفایاب نہ ہو تو مجبوری کے درجہ میں اس کی گنجائش ہے۔

لمافی الهندية: (۳۵۵/۵، طبع رشيديه)

يجوز للعليل شرب الدم والبول واكل الميتة للتداوى اذا اخبره طبيب مسلم ان شفاءه فيه ولم يجد من المباح مايقوم مقامه. وكذا فى البحر الرائق: (۲۱۹/۸، طبع سعيد)

ولمافى الشامى: (۲۸۰/۷، طبع امداديه)

وان الاستشفاء بالحرام انما لا يجوز اذا لم يعلم ان فيه شفاءه، أما اذا علم وليس له دواء غيره يجوز.

Scanned with CamScanner

ولمافی بدائع الصنائع:(۳۹/۵،طبع سعید)

وعن الزهریؒ قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم کل ذی ناب من السباع حرام فذوالناب من سباع الوحش مثل الاسد والذئب والضبع والفهد والثعلب والنمر والقرد والفیل ونحوها فلاخلاف فی هذه الجملة انها محرمة.وکذافی الهندیة:(۲۸۹/۵،رشیدیه)

الجواب صحیح:عبدالرحمٰن عفااللہ عنہ   والله اعلم بالصواب:رضوان اللہ حقانی

۲ ذی الحجہ ۱۴۲۹ھ   فتوی نمبر:۷۸۸

﴿شراب کو بطور دوا استعمال کرنا جائز نہیں ہے﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے متعلق کہ میں جس علاقہ میں رہتی ہوں، وہاں بچے گھروں میں پیدا ہوتے ہیں جس کے لئے بوڑھی عورتیں ٹوٹکے بتاتی ہیں، بچے کی پیدائش پر عورت کا جسم کھل جاتا ہے پھر آہستہ آہسہ درست ہوجاتا ہے مگر جسم پھر بھی ڈھیلا رہتا ہے، وہاں بوڑھی عورتیں مشورہ دیتی ہیں کہ شراب کو تھوڑا سا روئی میں لیکر جسم میں داخل کرنے سے جسم اپنی ہیئت پر آجاتا ہے، سوال یہ ہے کہ انتفاع خمر تو حرام ہے، کیا شراب کا استعمال مذکورہ بالاطریقے سے جائز ہے یا نہیں؟   مستفتیہ:حعلمہ یوسفیہ بنوریہ

﴿جواب﴾ اصل شراب یعنی خمر کے علاوہ بھی موجودہ دور میں شراب کی ہزاروں قسمیں ہیں جن کے حکم میں کچھ فرق ہے وہ یہ کہ بقدر نشہ پینا تمام قسمیں حرام اور موجب حد ہیں لیکن اس سے کم مقدار میں پینا موجب حد نہیں علاج کے لئے ہوتو جائز ہے، خصوصا جسم کے کسی حصہ پر لگانے میں کوئی کراہت بھی نہیں اور بازاروں میں عام ملنے والی شراب عموماً خمر کے علاوہ ہی ہوتی ہے، اس لئے مذکورہ بالا بیماری کے لئے استعمال کرنے میں کوئی قباحت نہیں ہے۔

لمافی التنویر مع الدر:(۴۵۲/۶-۴۵۳،طبع سعید)

(والحلال منها)اربعة انواع(الاول نبیذ التمر والزبیب ان طبخ ادنیٰ طبخة)یحل شربه ....(ومالم یسکر)فلوشرب مایغلب علیٰ ظنه انه مسکر فیحرم،لان السکر حرام فی کل شراب.

ولمافی الهندیة:(۴۱۲/۵،طبع رشیدیه)

واماماهو حلال عند عامة العلماء،فهو الطلاء،وهو المثلث ونبیذ التمر والزبیب فهو حلال شربه مادون السکر لاستمرار الطعام والتداوی وللتقوی علیٰ طاعة الله لاللتلهی والمسکر منه حرام وهو القدر الذی یسکر وهو قول العامة واذا سکر یجب الحد علیه.

ولمافی تکملة فتح الملهم:(۲۰۰/۳،طبع دارالعلوم کراچی)

والقسم الثالث الاشربة المسکرة الاخریٰ غیر الاقسام الاربعة المذکورة مثل نبیذ التمر اوالزبیب

Maktaba Tul Ishaat. com

المطبوخ ادنیٰ طبخۃ او عصیر العنب المطبوخ الذی ذهب ثلثاه وكذلك نبيذ العسل والتين والحنطة والشعير والحبوب الاخرى وحكم هذا القسم عند ابی حنیفة وابی یوسف رحمهما الله تعالیٰ انه لا یحرم منه شرب القلیل الذی لا یسکر وانما یحرم منه القدر المسکر.

ولما فی الفقه الاسلامی وادلته:(۷/۳۳۷، القهوة والدخان، طبع دار الفکر، دمشق)

ویحل القلیل النافع من البنج وسائر المخدرات للتداوی ونحوه لان حرمته لیست لعینه وانما الضرره.

الجواب صحیح: عبد الرحمٰن عفا اللہ عنہ　　واللہ اعلم: عبد الوہاب لغمانی عفا اللہ عنہ

۲۹ صفر الخیر ۱۴۳۱ھ　　فتویٰ نمبر: ۲۴۷۱

﴿کسی عذر سے بچے کی پیدائش میں وقفہ کرنا جائز ہے﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں حضرات علماء کرام کہ اگر بیوی کی صحت اور تندرستی کا متاثر ہونا پیش نظر ہو تو اولاد کی پیدائش میں مناسب وقفہ کرنا کسی دوا کے ذریعے جائز ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾ بچوں کی پیدائش میں وقفہ کرنا اگر خاندانی منصوبہ بندی کے پروپیگنڈوں سے متاثر ہو کر ہو تو ہرگز جائز نہیں ہے، البتہ اگر کسی مصلحت (مثلاً بیوی کی صحت کی خرابی یا حمل کی وجہ سے پہلے والے بچے کے لئے دودھ کی قلت) کی بناء پر ہو تو جائز ہے، تاہم اس سلسلے میں ہماری رائے یہ ہے کہ اس قسم کی دواؤں کا استعمال عام طور پر عورت کی صحت کے لئے نقصان دہ ثابت ہوتا ہے، اس لئے بجائے دواء کے پرہیز سے کام لیں تو زیادہ بہتر ہے۔

لما فی الشامی:(۹/۲۱۵، طبع امدادیه)

قوله:(وجاز لعذر) كالمرضعة اذا ظهر بها الحبل وانقطع لبنها وليس لأبی الصبی ما يستاجر به الظئر ويخاف هلاك الولد.....الخ.

الجواب صحیح: عبد الرحمٰن عفا اللہ عنہ　　واللہ اعلم: محمد شریف حسین

۱۶ ربیع الاول ۱۴۲۷ھ　　فتویٰ نمبر: ۳۸

﴿چار ماہ سے پہلے اسقاط حمل کا معقول عذر ہو تو جائز ہے﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلے کے بارے میں کہ ایک خاتون کو سات دن کا حمل ہے اور اس کے شوہر کو ہیپاٹائٹس کی بیماری ہے اور حمل بھی اسی بیماری کے ایام میں ٹھہرا ہے جبکہ ڈاکٹر حضرات کا کہنا ہے کہ اگر یہ بچہ پیدا ہوا تو کیس اس بیماری کے اثرات ہوں گے، لہذا

Scanned with CamScanner

اس عذر کو سامنے رکھتے ہوئے میاں بیوی کا ارادہ ہے کہ اس حمل کو ساقط کر دیا جائے کیا از روئے شرع ان کے لئے اسکی گنجائش ہے؟۔ مستفتی: محمد عدنان میر پور خاص

﴿جواب﴾ ڈاکٹر حضرات کا کہنا کہ اگر یہ بچہ پیدا ہوا تو اس میں اس بیماری کے اثرات ہوں گے، معلوم نہیں یہ بات ایک تخمینہ اور اندازے کے درجہ میں ہے یا کئی مرتبہ تجربہ ہو کر حقیقت کے درجہ میں ہے، بہر حال صرف اندیشہ کی بنیاد پر حمل ضائع کرنا کوئی سمجھداری نہیں ہے، البتہ واقعی ایسا ہونے کا ظن غالب ہو تو چار ماہ سے پہلے پہلے ضائع کرنے کی گنجائش معلوم ہو رہی ہے۔

ولما فی مرقاۃ المفاتیح:(۳۱۸/۶،طبع رشیدیہ)

تحت قوله واذا المؤودة سئلت أسند ابو يعلى وغيره عن عبيد بن رفاعة عن أبيه قال جلس الى عمر، علي، الزبير، وسعد رضي الله عنهم في نفر من اصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم فتذاكر العزل فقالوا لا بأس به فقال رجل منهم انهم يزعمون انها المؤودة الصغرى فقال علي، لا تكون مؤودة حتى لا تمر عليها التارات السبع..... قال وهل يباح الاسقاط بعد الحبل قال يباح مالم يتخلق شئي منه ثم في غير مواضع قالوا ولا يكون ذلك الا بعد مائة وعشرين يوما وكذا في الشامي:(۱۷۶/۳،طبع سعید) وكذا في قاضيخان:(۳۱۲/۳،طبع قديمی)

ولما فی الشامی:(۳۰۲/۱،طبع سعید)

قالوا يباح لها أن تعالج في استنزال الدم مادام الحمل مضغة او علقة ولم يخلق له عضو وقدروا تلك المدة بمائة وعشرين يوما، وانما أباحوا ذلك لانه ليس بآدمي اه كذا في النهر.

الجواب صحیح: عبد الرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب: محمد عمران غفرلہ ولوالدیہ

۱۳ صفر الخیر ۱۴۳۲ھ — فتویٰ نمبر: ۲۸۶۶

﴿حاملہ عورت اگر مر جائے اور بچہ زندہ ہو تو پیٹ چاک کرنا چاہیے﴾

﴿سوال﴾ ایک عورت حالت حمل میں تھی کہ اس کا انتقال ہو گیا اور پیٹ میں بچہ زندہ ہے جو حرکت کرتا دکھائی دے رہا ہے تو کیا اب اس صورت میں ماں کا پیٹ چاک کر کے بچے کو نکالنا شرعاً درست ہے؟ اگر ہم اس کو نکالنے میں دیر لگائیں تو بچہ بھی چند لمحوں کے بعد مر جائیگا۔

﴿جواب﴾ ماں حالت حمل میں فوت ہو جائے اور پیٹ میں بچہ ہو تو اگر قرائن اور علامات کے ذریعے بچے کے زندہ ہونے کا ظن غالب ہو جائے تو اس صورت میں ماں کا پیٹ چاک کر کے بچے کو نکالا جائے گا کیونکہ ایک انسان کی زندگی کو بچانے کے واسطے دوسرے انسان کی

Maktaba Tul Ishaat. com

عظمت واحترام کو نظر انداز کیا جاسکتا ہے، تاہم پیٹ چاک کرتے وقت سہولت اور آسانی والا طریقہ اختیار کیا جائے جس میں تعدی اور اذیت کا پہلو نمایاں نہ ہو۔

لمافی التنویر مع الدر:(۲/۱۲۵، طبع ،امدادیہ)

(حامل ماتت وولدها حی)يضطرب (شق بطنها) من الايسر (ويخرج ولدها) ولو بالعكس وخيف على الام قطع واخرج لوميتا والالا، كمافی كراهة الاختيار.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم: صلاح الدین چترالی عفا اللہ عنہ

۱۴۲۷ھ — فتویٰ نمبر:

﴿خاندانی منصوبہ بندی﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں مفتیان عظام اس مسئلہ کے متعلق کہ بذریعہ آپریشن عورت کی بچہ دانی کو نکالنا یا دوسرا کوئی ایسا عمل کرنا جس سے عورت میں تولید کی طاقت باقی نہ رہے شرعاً جائز ہے؟ واضح رہے کہ عورت تندرست اور صحت مند ہے کسی قسم کی کوئی بیماری نہیں یہ محض اس وجہ سے کیا جارہا ہے کہ بچے بہت ہیں مزید کیا کریںگے یہی زندہ رہیں تو ہمارے لئے کافی ہیں۔

﴿جواب﴾ مستقل مانع حمل تدابیر (مرد کی نسبندی، عورت کا آپریشن) جس سے مرد وعورت کی صلاحیت تولید ختم ہو جاتی ہے، ناجائز اور حرام ہے، یہ اختصاء بنی آدم کی نظیر ہے جبکہ اختصاء بنی آدم حرام ہے، صحابہؓ نے حضور ﷺ سے خصی ہونے کی اجازت چاہی تو آپ ﷺ نے اس کی اجازت نہیں دی حتیٰ کہ صحابہؓ نے تبتّل یعنی عورتوں سے علیحدگی یا نکاح نہ کرنے کی اجازت چاہی اس کی بھی اجازت نہیں ملی، نیز نسبندی اور آپریشن میں "تغییر خلق بھی ہے" جسکو قرآن نے شیطانی عمل قرار دیا ہے۔

لمافی قولہ تعالی:(سورۃ نساء، آیت ۱۱۹)

﴿ولأضلنهم ولأمنينهم ولآمرنهم فليبتكن آذان الانعام ولآمرنهم فليغيرن خلق الله﴾

لہٰذا عام اور غیر اضطراری حالات میں نسبندی اور اسطرح کا آپریشن حرام اور ناجائز ہے، البتہ عورت کسی ایسی بیماری میں مبتلا ہو کہ بچہ دانی دور کئے بغیر جان کا خطرہ ہو تو اس کی گنجائش ہے۔

لمافی المشکوٰۃ:(۲/۲۶۷، طبع سعید)

وعن سعد بن ابی وقاص قال رد رسول الله صلى الله عليه وسلم على عثمان بن مظعون التبتل ولو اذن له لاختصينا (متفق عليه)

Scanned with CamScanner

ولمافی شرح صحیح مسلم للنووی:(۱/۲۲۹،طبع قدیمی)

وهذامحمول علی انهم كانوايظنون جوازالاختصاء باجتهادهم ولم يكن ظنهم هذاموافقافان الاختصاء فی الادمی حرام صغيراًكان او كبيرا.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفااللہ عنہ — واللہ اعلم: محمد عزیز چترالی

۱۹ ربیع الاول ۱۴۲۷ھ — فتوی نمبر:۵۲

﴿الکحل کی آمیزش والی ادویات﴾

﴿سوال﴾ ہومیو پیتھک کی مروّجہ دوائیاں جن میں اکثر الکحل کی آمیزش ہوتی ہے۔ شریعت کی رو سے ایسی دواؤں کا استعمال جائز ہے؟ مستفتی: محمد عزیز صاحب

﴿جواب﴾ انگور یا تر کھجور کی شراب کے علاوہ دوسری کسی شراب کی اتنی مقدار جو نشہ آور نہ ہو اگر کسی دواء وغیرہ میں ملادی جائے تو استعمال کرنا جائز ہے۔

تحقیق سے یہ بات ثابت ہوئی ہے کہ آج کل کا مروّجہ "الکحل" اسکی آمیزش دواء وغیرہ میں ہوتی ہے، انگور یا تر کھجور کی شراب سے نہیں بنایا جاتا بلکہ دیگر اشربہ سے ماخوذ ہوتا ہے، اس لئے کسی بھی ماکول یا مشروب میں یا دواء (خصوصاً ہومیو پیتھک کی دواؤں) میں اگر اُس کی تھوڑی سی مقدار (جو کہ نشہ آور نہ ہو) شامل ہو تو اس کا استعمال جائز ہے۔

لمافی الهندية:(۵/۴۱۲،طبع رشيديه)

واماماهوحلال عندعامة العلماء فهوالطلاء، وهوالمثلث ونبيذالتمروالزبيب فهو حلال شربه مادون السكرلاستمراء الطعام والتداوی وللتقوی علیٰ طاعة الله تعالیٰ لاللتلهی والمسكرمنه حرام وهوالقدرالذی يسكروهوقول العامة.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفااللہ عنہ — واللہ اعلم: محمد شریف حسین عفااللہ عنہ

ا ربیع الثانی ۱۴۲۷ھ — فتوی نمبر:۸۳

﴿کتے کی کھال علاج کے غرض سے استعمال کرنا﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ میرا ایک ساتھی بیمار ہے اس کو کسی نے یہ علاج بتایا ہے کہ کتے کی کھال پہن لو تو آپ کی یہ بیماری صحیح ہو جائیگی، اب پوچھنا یہ ہے کہ ایسی صورت حال میں وہ کتے کی کھال کو پہن سکتا ہے؟ جب کہ کتے کی کھال نجس بھی ہے

﴿جواب﴾ آپ کے ساتھی کو معلوم نہیں کونسی ایسی بیماری لگی ہے کہ اس کا علاج صرف کتے

Scanned with CamScanner

Maktaba Tul Ishaat. com

کی کھال پہننے میں ہے؟ اور بتانے والا کوئی مستند تجربہ کار حکیم یا ڈاکٹر ہے یا ویسا ہی عام آدمی ہے جس کی بات میں کوئی وزن نہیں، تاہم واقعی کسی تجربہ کار معالج نے اس کا یہی علاج بتایا ہو تو کتے کو باقاعدہ شرعی طریقہ سے ذبح کریں تو اس کی کھال پاک ہوتی ہے اور علاج کیلئے پہننا جائز ہوتا ہے طبیعت گوارہ کرے تو اس ترتیب میں پہننے کی اجازت ہے۔

لمافی التنویر مع الدر:(۱/۲۰۳-۲۰۴،طبع سعید)

(وکل اهاب)ومثله المثانة والکرش قال القهستاني:فالاولی وما (دبغ)ولو بشمس (وهو یحتملها طهر)فیصلی به ویتوضأ منه(ومالا)یحتملها(فلا.....وما)ای اهاب (طهر به)بدباغ(طهر بذکاة)علی المذهب.

ولمافی الشامی:(۱/۲۰۵،طبع سعید)

والحاصل ان ذکاة الحیوان مطهرة لجلده ولحمه ان کان الحیوان ماکولا،والا فان کان نجس العین فلا تطهر شیئا منه والا فان کان جلده لا یحتمل الدباغة فکذلک،لان جلده حینئذ یکون بمنزلة اللحم،والا فیطهر جلده فقط.

ولمافی الهندیة:(۱/۲۸،طبع قدیمی)

کل اهاب دبغ دباغة حقیقیة بالادویة اوحکمیة بالتتریب والتشمیس والالقاء فی الریح فقد طهر وجازت الصلوٰة فیه والوضوء منه الا جلد الآدمی والخنزیر......وماطهر جلده بالدباغ طهر جلده بالزکاة.

ولمافی البحر:(۱/۱۰۰،طبع سعید)

جاز استعماله شرعا الا جلد الخنزیر لنجاسة عینه وجلد الادمی لکرامته......ویدخل ایضا فی عمومه قوله کل اهاب جلد الکلب فیطهر بالدباغ.

الجواب صحیح:عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب — سلمان احمد

۲۳ محرم الحرام ۱۴۳۲ھ — فتویٰ نمبر:۲۸۰۳

﴿ریچھ کی چربی کے استعمال کا حکم﴾

﴿سوال﴾ بعض لوگ گنج پن کے نقص کو ختم کرنے کیلئے ریچھ کی چربی استعمال کرتے ہیں جو کہ بال اگانے میں بڑی موثر سمجھی جاتی ہے،کیا ایسی ناپاک چیز کو بطور دواء استعمال کرنے کی گنجائش ہے؟ بینوا توجروا۔

﴿جواب﴾ ریچھ کو شرعی طریقے سے ذبح کیا گیا ہو تو اسکی چربی خارجی استعمال کیلئے پاک

Scanned with CamScanner

ہوجائیگی، بالوں کو اگانے کی غرض سے لگانا جائز ہوگا، البتہ نماز کے وقت سر دھولینا چاہیے، بازاروں میں ریچھ کی جو چربی پائی جاتی ہے چونکہ وہ غیر مذبوح کی چربی ہوتی ہے، اس لئے ضرورت شدیدہ کے بغیر اس کا استعمال جائز نہیں ہے۔

لمافی التنویر مع الرد:(۴۲۶/۹،طبع امدادیه)

(وذبح مالایوکل یطهر لحمه وشحمه وجلده)......وفی الشامیة:حتیٰ لو وقع فی الماء القلیل لایفسده وهل یجوز الانتفاع به فی غیر الاکل؟ قیل لایجوز اعتباراً بالاکل وقیل لایجوز کالزیت اذا خالطه ودك المیتة،والزیت غالب لایوکل وینتفع به فی غیر الاکل.

الجواب صحیح:عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب:صلاح الدین چترالی عفا اللہ عنہ

۱۴۲۷ھ — فتویٰ نمبر:

﴿بیوی کا دودھ پینا جائز نہیں﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک آدمی ایسا مریض ہے جس کا علاج عورت کا دودھ ہے اب اس آدمی نے اپنی بیوی کا دودھ پی لیا تو لوگوں نے اس سے کہا کہ تیرا نکاح ٹوٹ گیا، سوال یہ ہے کہ مرض کی وجہ سے بیوی کا دودھ پینے سے نکاح ٹوٹ جاتا ہے یا نہیں؟ مستفتی:سعیدالرحمٰن

﴿جواب﴾ مذکورہ صورت میں نکاح تو برقرار ہے لیکن عورت کا دودھ پینا مرد کے لئے حرام ہے اور سخت گناہ ہے، اس دور میں ہر قسم کی ادویات عام ہیں، وہ کونسا مرض ہوسکتا ہے جس کا علاج صرف عورت کا دودھ ہی ہو؟ لہٰذا جب تک پوری تحقیق اور نیک و دیندار مستند ڈاکٹر یا حکیم ایسا حکم نہ دیں تو عورت کے دودھ پینے کی جرأت نہ کریں۔

لمافی الدر مع الرد:(۲۲۱/۴،طبع امدادیه)مص رجل ثدی زوجته لم تحرم.

وفی الشامیة:قیدبه احترازا عما اذا کان الزوج صغیراً فی مدة الرضاع فانها تحرم علیه.

ولمافی الهندیة:(۳۳۵/۵،طبع قدیمی)ولا بأس بأن یسعط الرجل بلبن المرأة ویشربه للدواء.

الجواب صحیح:عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم:صلاح الدین چترالی

۵ ربیع الثانی ۱۴۲۷ھ — فتویٰ نمبر:۹۳

﴿ضبط تولید کا حکم﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ آج کل ضبط تولید کی جو

Maktaba Tul Ishaat. com

صورتیں اختیار کی جاتی ہیں ان میں سے ایک صورت تو یہ ہے کہ کوئی ایسا طریقہ اختیار کیا جاتا ہے کہ دائمی طور پر قوت تولید ختم ہو جاتی ہے جیسے بچہ دانی کا نکلوا دینا وغیرہ دوسری صورت منع حمل کی ہے یعنی کوئی ایسی صورت اختیار کی جاتی ہے کہ قوت تولید تو باقی رہے مگر حمل قرار نہ پائے جیسے وقفے کا ٹیکہ، گولیاں، فرودھ ولوپ وغیرہ ان ہر دو صورتوں میں کونسی جائز اور کونسی ناجائز ہے اور عذر کی صورت میں کیا حکم ہے؟

﴿جواب﴾ ضبط تولید کی پہلی صورت جو آپ نے ذکر کی ہے بالاتفاق حرام ہے خواہ اس میں کتنے ہی فوائد اور اس کی دواعی کتنے ہی قوی کیوں نہ ہوں اور دوسری صورت یعنی عارضی طور پر روکنا درج ذیل اعذار کیوجہ سے بلا کراہت جائز ہے:

(۱) پہلے سے موجود بچے کی صحت خراب ہونے کا شدید اندیشہ ہو۔ (۲) عورت اتنی کمزور ہو کہ حمل کے بار کا تحمل نہیں کر سکتی۔ (۳) زوجین کے باہمی تعلق کے ہموار نہ ہونے کی وجہ سے علیحدگی کا ارادہ ہو۔ (۴) عورت اپنے وطن سے دور کسی ایسے مقام میں ہے جہاں اس کے مستقل قیام وقرار کا ارادہ نہیں اور سفر سخت مشقت والا ہے۔ (۵) یہ خطرہ ہو کہ فساد زمان کی وجہ سے بچہ بداخلاق اور والدین کی رسوائی کا سبب بنے گا لیکن کسی ایسی غرض سے روکنا جو اسلامی اصول کے خلاف ہو تو اس کا عمل بالکل ناجائز ہوگا مثلاً کثرت اولاد سے تنگی رزق کا خیال یا یہ وہم ہو کہ بچی پیدا ہوگئی تو رسوائی ہوگی یا خاندانی منصوبہ بندی کے پروپیگنڈے سے متاثر ہو کر حمل کو روکے وغیرہ۔ ضبط تولید اور اسقاط حمل کی ناجائز صورتوں میں عدم جواز کے علاوہ دینی و دنیاوی لحاظ سے بہت زیادہ مفاسد پائے جاتے ہیں مثلاً:

(۱) طلاق کی کثرت اور اس کے نتیجے میں خاندانوں کے درمیان لڑائی اور جھگڑے اور فسادات کا ہونا عورت اور مرد کے درمیان ازدواجی تعلق کو مضبوط کرنے میں اولاد کا بہت بڑا حصہ ہوتا ہے جب اولاد نہ ہوگی تو زوجین کیلئے ایک دوسرے کو چھوڑنا بہت آسان ہوگا۔ (۲) صحت کی خرابی: ضبط تولید کی وجہ سے زوجین کی صحت پر بہت برا اثر پڑتا ہے مرد کی نسبت عورت کی صحت پر زیادہ اثر پڑتا ہے، ضبط تولید کی خاطر جو تدابیر اختیار کیجاتی ہیں وہ عورت کی صحت کے لئے انتہائی نقصان دہ ہے، عمر گزرنے سے ان کے مضر اثرات آہستہ آہستہ رونما ہوتے ہیں مثلاً عصبی

نظام میں برہمی، بدمزاجی اور چڑچڑاپن، حافظہ کی خرابی، جنون سرطان، اگر کبھی حمل ہو جائے تو وضع حمل کے وقت سخت تکلیف ہوتی ہے وغیرہ۔

لہٰذا بغیر ضرورت شدیدہ کے ان تدابیر کو اختیار نہ کیا جائے، البتہ اس مقصد کے لئے جماع سے پرہیز یا عزل سے کام چلانا ہی مناسب ہے۔

لمافی الصحیح لمسلم:(۱/۴۶۴،طبع قدیمی)

عن ابی سعید الخدری انہ اخبرہ قال اصبنا سبایا فکنا نعزل ثم سالنا رسول اللہ ﷺ عن ذلک فقال لنا وانکم لتفعلون وانکم لتفعلون وانکم لتفعلون مامن نسمۃ کائنۃ الی یوم القیامۃ الا وھی کائنۃ.

قال العلامۃ النووی تحت ھذا الحدیث:ثم ھذہ الاحادیث مع غیرھا یجمع بینھما بان ماوردفی النھی محمول علی الکراھۃ التنزیۃ وماوردفی الاذن فی ذلک محمول علی انہ لیس بحرام ولیس معناہ نفی الکراھۃ.

ولمافی التنویر مع الدر:(۴/۳۳۵،طبع امدادیہ)

(ویعزل عن الحرۃ)وکذاالکتابیۃ نھر بحثا.(باذنھا)لکن فی الخانیۃ انہ یباح فی زماننا لفسادہ.قال الکمال:فلیعتبر عذرا مسقطا لاذنھا.

وفی الشامیۃ:قولہ:(لکن فی الخانیۃ)عبارتھا علی مافی البحر:ذکر فی الکتاب انہ لایباح بغیر اذنھا وقالوا فی زماننا یباح بغیر اذنھا،وقالوا فی زماننا یباح لسوء الزمان اھ. قولہ:(قال الکمال)عبارتہ:وفی الفتاوی:ان خاف من الولد السوء فی الحرۃ یسعہ العزل بغیر رضاھا لفساد الزمان فلیعتبر مثلہ من الاعذار مسقطا لاذنھا اھ.فقد علم ممافی الخانیۃ ان منقول المذھب عدم الاباحۃ وان ھذا تقیید من مشائخ المذھب لتغیر بعض الاحکام بتغیر الزمان،واقرہ فی الفتح،وبہ جزم القھستانی ایضاحیث قال:وھذا اذا لم یخف علی الولد السوء لفساد الزمان والافیجوز بلا اذنھا اھ.لکن قول الفتح فلیعتبر مثلہ یحتمل ان یرد بالمثل ذلک العذر کقولھم مثلک لایبخل ویحتمل انہ اراد الحاق مثل ھذا العذر بہ کأن یکون فی سفر بعید،اوفی دار الحرب فخاف علی الولد،اوکانت الزوجۃ سیئۃ الخلق ویرید فراقھا فخاف ان تحبل،وکذا مایأتی فی اسقاط الحمل عن ابن وھبان فافھم.

الجواب صحیح:عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ | واللہ اعلم بالصواب:خضر حیات کمالوی

۲۵ ربیع الثانی ۱۴۲۸ھ | فتوی نمبر:۶۹۷

﴿بچے کی پیدائش (ولادت) نہ ہوتی ہو تو؟﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک حاملہ عورت کے

Maktaba Tul Ishaat. com

پیٹ میں زندہ بچہ ہے اور کسی بیماری کی وجہ سے بچہ کی ولادت نہیں ہو رہی اور لیڈی ڈاکٹر کا کہنا ہے کہ بچے کی پیدائش سے ماں فوت ہو جائیگی اور ماں کی زندگی بچانے کے لئے ضروری ہے کہ بچہ کو ماں کے پیٹ میں جان سے مار کر ٹکڑے ٹکڑے کر کے نکالا جائے، سوال یہ ہے کہ ماں کی زندگی بچانے کیلئے بچے کو مار کر ٹکڑے کر کے نکالنا کیسا ہے؟ نیز اگر بچہ مردہ ہو اور پھر ٹکڑے کر کے نکالنے کی صورت میں کیا حکم ہے؟ اور اگر ماں مرجائے اور اس کے پیٹ میں زندہ بچہ ہو تو اس کو نکالنے کا کیا حکم ہے؟ بابو گل حسن خان جالیار سواتی

﴿جواب﴾ ماں کے پیٹ میں بچہ زندہ ہو تو ماں کی جان بچانے کیلئے بچے کو قتل کرنے ٹکڑے کرنے کی ہرگز گنجائش نہیں ہے، آپریشن کے ذریعے نکالے، ہاں یقین ہو کہ بچہ اندر مرا ہوا ہے تو ایسی صورت میں ماں کی جان بچانیکی خاطر مردہ بچے کو کاٹنے کی گنجائش ہے اور اگر ماں مرگئی اور پیٹ میں بچہ زندہ تڑپتا ہوا معلوم ہو تو ماں کے پیٹ کو چاک کر کے بچے کو نکالا جائے۔

لمافی التنویر مع الدر: (۲/۲۳۸، طبع سعید)

(حامل ماتت وولدها حي) يضطرب (شق بطنها) من الأيسر (ويخرج ولدها) ولو بالعكس وخيف الأم قطع وأخرج لو ميتا والا لا.

وفي الشامية: (قوله ولو بالعكس) بأن مات الولد في بطنها وهي حية (قوله قطع) اى بأن تدخل القابلة يدها في الفرج وتقطعه بآلة في يدها بعد تحقق موته۔۔۔ (قوله والا لا) أى ولو كان حيا لا يجوز تقطيعه، لأن موت الأم به موهوم فلا يجوز قتل آدمي حي لأمر موهوم.

ولمافي الهندية: (۱/۱۵۷، طبع رشيديه)

امرأة ماتت والولد يضطرب في بطنها [illegible] يشق بطنها ويخرج الولد لا يسع الا ذلك وكذافي قاضي خان على هامش الهندية (۱/۱۸۸، طبع رشيديه)

الجواب صحیح: عبد الرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب: حبیب الوہاب

۲۰ ربیع الثانی ۱۴۲۹ھ — فتویٰ نمبر: ۱۳۵۴

﴿باب في الغناء واللعب والتصاوير وما يتعلق بها﴾

﴿موسیقی، لہو لعب اور تصاویر سے متعلق مسائل﴾

﴿گانے بجانے کا شرعی حکم﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام مندرجہ ذیل مسئلہ کے متعلق کہ شادی وغیرہ خوشیوں

Scanned with CamScanner

کے موقعوں پر گانا، غزل پڑھنا، گیت اور دف وغیرہ جائز ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾ گانا بجانا شریعتِ مطہرہ کی رو سے بالکل حرام ہے، البتہ گیت یا غزل یا گانے وغیرہ ایسے ہوں جن میں چند شرائط پائی جائیں تو انہیں گا لینا جائز ہے۔

مثلاً (۱) خلافِ شرع اشعار پر مشتمل نہ ہوں (۲) گانے اور سننے کا مقصد بھی محض لہو لعب نہ ہو بلکہ فصاحت و بلاغت کا حصول یا وحشت و تنہائی سے چھٹکارا پانا پیشِ نظر ہو (۳) شادی وغیرہ کے موقع پر اظہارِ مسرت مدنظر ہو (۴) غلط مضمون پر بھی مشتمل نہ ہو (۵) عورت یا بے ریش لڑکے کی آواز (جو فتنے کا سبب بنے) بھی نہ ہو تو پھر گانے اور غزل پڑھنے کی شریعت نے اجازت دی ہے بشرطیکہ دینی امور میں خلل پیدا نہ ہو اور کسی خوشی کا بھی موقع ہو۔

مذکورہ صورتوں میں دف بھی جائز ہے، تاہم ڈھول، باجے وغیرہ کی تو شریعت میں قطعاً گنجائش نہیں۔ **لما فی الدر مع الرد:(۶/۵۰۲-۵۰۳،طبع امدادیه)**

وفي السراج:ودلت المسئلةان الملاهي كلهاحرام.....قال ابن مسعود:صوت اللهو والغناء ينبت النفاق في القلب.

وفي الشامية:وقيل ان تغنى ليستفيدنظم القوافي ويصيرفصيح اللسان لاباس به وقيل ان تغنى وحده لنفسه لدفع الوحشه لاباس به وبه اخذ السرخسي.....

أقول وفي شهادات فتح القديربعدكلام عرفنامن هذاان التغني المحرم ماكان في اللفظ مالايحل كصفةالذكوروالمرئةالمعينةالحيةووصف الخمرالمهيج اليهاالىٰ اخره.....وقدمناان انشاده للاستشهادلايضرومثله فيمايظهرانشاده اوعمله لتشبيهات بليغةواستعارات بديعة.

ولما في المظهري:(۷/۲۱۴۸-۲۴۹،طبع رشيديه)

"ومن الناس من يشترى لهوالحديث"الخ قالت الفقهاء:الغناء حرام بهذه الأيةلكونه لهوالحديث وبماذكرناه من الاحاديث.....والجواب عن النصوص ان الأيةناطقة بالحرمة لماهولهوالحديث.وسماع الصوفيةليس منه والاحاديث الموجبةلحرمةالغناء مخصوصةبالبعض لوروداحاديث أخردالةعلى الا باحةفحملنااحاديث حرمةالغناء علىٰ ماكان منه علىٰ قصداللهولالغرض مشروع داعياالى الفسوق فلنذكرالاحاديث الدالةعلىٰ اباحةالغناء بل علىٰ اباحةضرب الدف ايضا.منهاحديث الربيع.وحديث عائشةؓقالت.....فقال نبي اللهﷺماكان معكم لهوفان الانصاريعجبهم اللهو(رواه البخاري).....وعن عائشةؓقالت قال رسول اللهﷺواضربواعليه بالدفوف.

Maktaba Tul Ishaat. com

وعنها...... قالت قال رسول الله ﷺ یا عائشة الا تغنین فان هذا الحی من الانصار یحبون الغناء وعن ابن عباسؓ...... قال ارسلتم معها من تغنی قالت لا قال رسول الله ﷺ ان الانصار قوم فیه غزل وعن عامر ابن سعد...... فقالا اجلس ان شئت فاستمع معنا وان شئت فاذهب فانه قد رخص لنا فی اللهو عند العرس وعن عائشةؓ...... فکشف النبی ﷺ عن وجهه فقال دعها یا ابا بکر فانها ایام عید (رواه البخاری) فظهر ان المحرم من الغناء ما یدعو الی الفسق ویشغل عن ذکر الله وما لیس کذلک فلیس بحرام.

معلوم ہوا کہ کوئی بھی گانا یا گیت یا غزل وغیرہ جس میں مذکورہ بالا شرائط پائی جائیں، نیز وہ قواعد موسیقی کے مطابق بھی نہ ہو، گانا جائز ہے اور دف بھی اگر قاعدہ موسیقی سے ہٹ کر کسی خوشی وغیرہ کے موقع پر بجایا جائے تو اس کی گنجائش ہے۔

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ　　　　واللہ اعلم: محمد شریف حسین چترالی

۱۹ ربیع الاول ۱۴۲۷ھ　　　　فتویٰ نمبر: ۵۴

﴿شادی بیاہ میں دف بجانے کا حکم﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ بعض احادیث سے جو شادی بیاہ کے موقع پر دف کا جواز معلوم ہوتا ہے کیا یہ صرف دف کے ساتھ خاص ہے یا دیگر آلات موسیقی بھی شادی کے موقع پر استعمال کرنا جائز ہے۔

﴿جواب﴾ واضح رہے کہ احادیث مبارکہ میں جس دف کا ذکر آیا ہے اس سے مراد وہ سادہ دف ہے جس سے مقصود نکاح کا اعلان اور تشہیر ہوتی تھی، چنانچہ اگر دف میں مندرجہ ذیل شرائط ہوں تو اس میں جواز کی گنجائش ہے:

(۱) یہ دف ایک طرف سے کھلا ہوا ہو جو دف ہر دو طرف سے بند ہو جیسے ڈھول وغیرہ تو اس کا استعمال ممنوع ہے۔ (۲) اس میں جھانجھ اور جلاجل وغیرہ نہ ہو چنانچہ اگر دف میں جھانجھ ہو یا بجانے والے کے ہاتھ میں گھنگرو وغیرہ ہو جس سے جھنکار پیدا ہوتی ہو تو اس کا استعمال ناجائز ہے۔ (۴) اس دوران کوئی رقص وسرور یا طرب و مستی نہ ہو۔ (۳) بجانے والا بچے یا بچیاں ہوں اور اگر بالغہ عورت ہو تو سننے والے، صرف عورتیں ہوں۔ اس کے علاوہ شادی بیاہ کے موقع پر کسی قسم کی موسیقی، ناچ گانا وغیرہ ناجائز اور حرام ہے جس سے بچنا لازمی ہے۔

Scanned with CamScanner

لمافی أحكام القرآن:(۲۰۳/۳،سورۃلقمان آیت۶،طبع ادارۃالقرآن)

"ومن الناس من يشترى لهوالحديث"قال ابن المسعود"هووالله الغناء"..... منه قوله تعالىٰ واستفززمن استطعت منهم بصوتك على مافسره مجاهدبقوله هوالغناء، والمزاميرواللهووالباطل اخرجه ابن المنذر.

ولمافی صحيح البخاری:(۸۳۷/۲،كتاب الاشربة،طبع رحمانيه)

ليكونن من امتى اقوام يستحلون الحروالحريروالخمروالمعازف.

ولمافی احكام القران:(۲۰۷/۳،طبع ادارۃالقرآن)

عن عمران بن حصين رضى الله عنه ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال:"فى هذه الامةخسف ومسخ وقذف"فقال رجل من المسلمين:يارسول الله ومتى ذلك؟قال اذاظهرت القيان والمعازف وشربت الخمورر واه الترمذى وقال حديث غريب.

ولمافی صحيح البخاری:(۷۷۳/۲،باب ضرب الدف فى النكاح والوليمة،طبع قديمى)

عن الربيع بنت معوذبن عفراء:جاء النبى صلى الله عليه وسلم حين بنى على فجلس على فراشى كمجلسك منى فجعلت جويريات لنايضربن بالدف ويندبن من قتل آبائى يوم بدر.....فقال دعى هذه وقولى بالذى كنت تقولين.

ولمافی جامع الترمذى:(۱۲۹/۱،طبع فاروقى ملتان)

عن عائشةرضى الله عنهاعن النبى عليه السلام اعلنوابالنكاح واضربوعليه بالدف.

ولمافی مرقاۃالمفاتيح:(۲۷۵/۶،طبع رشيديه)

المرادبه الدف الذى فى زمن المتقدمين واماماعليه الجلاجل فينبغى ان يكون مكروهابالاتفاق.

ولمافی البحرالرائق:(۸۸/۷،طبع سعيد)

وفى المعراج الملاهى نوعان محرم وهوالآلات المطربةمن غيرالغناء كالمزمارسواء كان من عوداوقصب كالشبابةاوغيره كالعودوالطنبورلماروى ابوامامةانه عليه السلام قال بعثنى الله رحمةللعالمين وامرنى بمحق المعازف والمزاميرولانه مطرب مصدعن ذكرالله تعالى والنوع الثانى مباح وهوالدف فى النكاح.

ولمافی الشامى:(۵۵/۶،طبع سعيد)

لمافى الاجناس:ولاباس ان يكون ليلةالعرس دف يضرب به ليعلن به النكاح.

ولمافی الدرمع الرد:(۲۱۲/۶،طبع سعيد)

والدف الذى يباح ضربه فى العرس فمضمون اتفاقا.....وفى الشامية:احترزعن المصنج ففى النهاية عن ابى الليث ينبغى ان يكون مكروها.

ولمافی الشامى:(۳۸۲/۵،طبع سعيد)

(قوله ضرف الدف فيه)جوازضرب الدف فيه خاص بالنساء لمافى البحرعن المعراج

Scanned with CamScanner

Maktaba Tul Ishaat. com

بعد ذكره انه مباح في النكاح وما في معناه من حادث سرور قال: وهو مكروه للرجال على كل حال للتشبه بالنساء.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب: محمد فاروق چارسدوی

۲ صفر المظفر ۱۴۳۲ھ — فتویٰ نمبر: ۲۸۹۱

﴿شادی، بیاہ، وغیرہ کی ایسی تقریبات جن میں لہو، ولعب ہو تو ان میں شرکت کا حکم﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں آج کل ہمارے معاشرے میں شادی بیاہ وغیرہ کی تقریبات میں عموماً پردے کا کوئی خاص انتظام نہیں ہوتا جس کی وجہ سے بدنظری کا غالب گمان ہوتا ہے، اسی طرح گانے، کھڑے ہوکر کھانا کھانا وغیرہ بھی عام ہوتا جارہا ہے تو اس طرح کی تقاریب میں شرکت کرنے کا کیا حکم ہے؟ دوسری طرف یعنی شرکت نہ کرنے کی صورت میں قریبی رشتہ دار بھی قطع تعلقی کرنے میں دیر نہیں کرتے جس کی وجہ سے آپس میں دوریاں اور اختلافات بڑھتے ہیں۔

مستفتی: محمد ندیم

﴿جواب﴾ جہاں غیر شرعی امور کا ارتکاب ہو وہاں جانے سے گریز کرنے کا بلاشبہ شریعت حکم دیتی ہے لیکن دعوت قبول کرنے اور اپنے رشتہ داروں کے ساتھ تعلق وجوڑ قائم رکھنے کی بھی شریعت میں بڑی تاکید آئی ہے، لہٰذا ایسی صورت میں نظروں کی حفاظت کرتے ہوئے گانے وغیرہ کی آواز سے توجہ ہٹاتے ہوئے کھانا لیکر الگ کسی کرسی وغیرہ پر بیٹھ کر کچھ کھالے تاکہ قبول دعوت کے علاوہ خلاف سنت کھڑے ہوکر کھانے والوں کے لئے اپنے عمل کے ذریعے دعوت بھی ہو تو یہ بہتر ہے موقع ملے تو زبانی دعوت بھی چلائیں کہ یہ طریقہ ہم مسلمانوں کو زیب نہیں دیتا اور اگر غالب گمان ہو کہ منع کرنے سے رک جائیں گے تو باقاعدہ منع کرنے کی کوشش بھی کریں۔

اس طرح کی تقریبات میں شرکت سے مکمل طور پر منع کرنے میں دینداروں کے لئے کافی دشواریاں ہیں تقریبات کے علاوہ بازاروں میں دفتروں میں بھی عورتوں کے اختلاط سے بچنا ممکن نہیں رہا اب دیندار آدمی کہاں جائے؟ البتہ جہاں تک ممکن ہو بچنے کا حکم ہے، لہٰذا اپنی نظروں کی حفاظت کریں اور عام معاشرے سے فساد، دور کرنے کی کوشش کریں، ہاں کوئی بڑے عالم ہوں مقتداء ہوں تو ان کو ایسی تقریب میں جانا منع ہے تاکہ انکے عمل کی وجہ سے ناجائز کو عام لوگ جائز نہ سمجھنے لگے۔

Scanned with CamScanner

لمافی المشکوٰۃ:(ص۴۲۰،طبع سعید)

قال رسول اللہ ﷺ مامن ذنب احری ان یعجل اللہ لصاحبہ العقوبۃ فی الدنیامع مایدخر لہ فی الاخرۃ من البغی وقطیعۃ الرحم......وعن عائشۃؓ قالت قال رسول اللہ ﷺ الرحم متعلقۃ بالعرش تقول من وصلنی وصلہ اللہ ومن قطعنی قطعہ اللہ(متفق علیہ)

ولمافی الھندیۃ:(۳۴۳/۵،طبع رشیدیہ)

من دعی الی ولیمۃ فوجدثمۃ لعبااوغنافلابأس ان یقعدویأکل فان قدرعلی المنع یمنعھم ان لم یقدریصبروھذااذالم یکن مقتدی بہ امااذاکان ولم یقدرعلی منعھم فانہ یخرج ولایقعدولوکان ذالک علی المائدلاینبغی ان یقعدوان لم یکن مقتدی بہ وھذاکلہ بعدالحضورواما اذاعلم قبل الحضورفلایحضرلانہ لایلزمہ حق الدعوۃ بخلاف ما اذاھجم علیہ لانہ قدلزمہ کذافی السراج.

ولمافی البحرالرائق:(۱۸۸/۸،طبع سعید)

(من دعی الی ولیمۃ وثمۃ لعب وغناء یقعد ویأکل)یعنی احدث اللعب والغناء بعد حضورہ یقعدویأکل ولایترک ولایخرج......وعللوذلک بان اجابۃ الدعوۃ لقولہ علیہ الصلاۃ والسلام من لم یجب الدعوۃ فقدعصی اباالقاسم فکان یترکھالمااقترن بھامن البدعۃ کصلاۃ الجنازۃ لاجل النائحۃ فان قدرعلی المنع منا.

الجواب صحیح:عبدالرحمٰن عفااللہ عنہ　　　　واللہ اعلم:افتخاراحمدگلگتی

۸جمادی الثانی ۱۴۳۰ھ　　　　فتویٰ نمبر:۲۲۴۷

﴿ٹی وی دیکھنے کاشرعی حکم﴾

﴿سوال﴾ کیافرماتے ہیں علماءکرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ٹی وی دیکھنا کیساہے؟ جب کہ اس پرمفیدپروگرام بھی دکھائے جاتے ہیں　　　　مستفتی:بھائی ارشدصاحب بکری والا

﴿جواب﴾ ٹیلی ویژن دیکھناجس میں فحش تصاویرکی نمائش ہوتی ہے،ایک اعتبارسے اس میں انسان کیلئے گناہ کی دعوت بھی ہے اور بہت سارے مفاسدپرمشتمل ہے،اس لیئےٹیلی ویژن رکھنااوردیکھنادونوں حرام ہے مثلاً(۱)تصویربینی(۲)تصویرسازی(۳)تصویرنمائی(۴) آلہ معصیت(۵)اسکی خریداری پرمال ضائع کرنا(۶)(۷)ملائکہ رحمت سے دوری(۸)استحقاق لعنت(۹)کفارسے مشابہت(۱۰)مردوں کاغیرمحرم عورتوں کودیکھنا(۱۱)عورتوں کاغیرمحرم مردوں کودیکھنا(۱۲)پہلوان،تیراکی،اورکھلاڑی،عموماًنیم برہنہ ہوتے ہیں توان کے ستر پر نظرپڑناوغیرہ وغیرہ،تقریباًیہ تمام گناہ اپنی جگہ کبیرہ اورسخت وعیدوں کے مصداق ہیں۔مثلاً

Maktaba Tul Ishaat. com

آلات معصیت کے بارے میں ارشاد خداوندی ہے: (پ۲۱، سورۃ لقمان، آیت ۶)

﴿ومن الناس من یشتری لہو الحدیث لیضل عن سبیل اللہ بغیر علم و یتخذھا ھزوا اولئک لھم عذاب الیم ..... الآیۃ﴾

ترجمہ: اور بعض لوگ ایسے ہیں جو خریدار ہیں کھیل کود کی باتوں کے تاکہ گمراہ کردیں اللہ تعالیٰ کے راستے سے اور اس کا مذاق اڑاتے ہیں ایسے لوگوں کے لئے ذلت کا عذاب ہیں۔

لہو الحدیث کے تفسیر میں سیدنا عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں: (پ۲۱، سورۃ لقمان آیت ۶)

الغناء والذی لا الٰہ الا ھو یرددھا ثلاث مرات..... الآیۃ.

اس ذات کی قسم جس کے سوا کوئی معبود نہیں، اس سے مراد گانا ہی ہے اور یہ جملہ تین مرتبہ دہرایا۔ امام مجاہدؒ فرماتے ہیں: تفسیر ابن جریر: (۲۰/۱۲۹، طبع بیروت)

قال المغنی والمغنیۃ بالمال الکثیر والاستماع الیہ والی مثلہ من الباطل.

اس سے مراد گانے والا غلام اور گانے والی لونڈی خریدنا اور ان سے گانا سننا اور گانے جیسی دوسری خرافات سننا ہے۔

مذکورہ بالا تمام مفاسد کے علاوہ اس شیطانی چرخہ کو مسلم آبادیوں میں عام کرنا باقاعدہ ایک منصوبہ کے تحت ہے کہ کسی طرح ان لوگوں میں بے حیائی عام ہو جائے اور غیروں کے تہذیب وتمدن سے سادہ لوح مسلمان اثر لے کر دین سے دور ہو جائیں اور صد افسوس کہ ایک حد تک دین اسلام کے دشمن اپنے اس مقصد میں کامیاب ہوتے نظر آرہے ہیں۔

اور اگر مان لیا جائے کہ اسکے کچھ فائدے بھی ہیں تب بھی اس میں غالب چونکہ شر ہی ہے، لہٰذا چند فائدوں کی خاطر ٹیلی ویژن دیکھنا ہرگز جائز قرار نہیں دیا جاسکتا۔

لما فی الدر المختار: (۶/۳۷۲، طبع سعید) وفیہ النظر الی ملاءۃ الاجنبیۃ بشھوۃ حرام.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ　　　واللہ اعلم بالصواب: اسرار عزیز

۸ ربیع الثانی ۱۴۲۸ھ　　　فتوی نمبر: ۲۳۵

﴿ٹی وی کی خرید وفروخت کا حکم﴾

﴿سوال﴾ ٹی وی کی خرید وفروخت کا کیا حکم ہے؟

﴿جواب﴾ ٹی وی زیادہ تر مفاسد اور گناہ کی چیزوں پر مشتمل ہے اگرچہ اس کے استعمال

Scanned with CamScanner

کے کچھ جائز طریقے بھی ہیں، فقہاء کرام نے ایک ضابطہ بیان کیا ہے کہ اگر کوئی چیز برائی کے لئے استعمال ہوتی ہو جبکہ اس کے استعمال کے جائز طریقے بھی ہوں تو ایسی چیز کی خرید وفروخت جائز ہے، تاہم ٹی وی جوکہ ایک شیطانی چرخہ ہے اس سے ہر طرح دور رہنے میں زیادہ خیر اور بچت ہے، لہذا احتیاط کا تقاضا یہ ہے کہ اس کی خرید وفروخت سے گریز کیا جائے۔

لمافی الشامی:(۵۶۱/۹،طبع امدادیه)

وعلم من هذا انه لایکره بیع مالم تقم المعصیة به کبیع الجاریة المغنیة والکبش النطوح والحمامة الطیارة والعصیر والخشب ممن یتخذ منه المعازف.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب: خضر حیات کمالوی

۱۰ جمادی الثانی ۱۴۲۸ھ — فتوی نمبر: ۹۷۸

﴿عشاء کی نماز کے بعد گیم کھیلنا مکروہ ہے﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام کہ میں عشاء کی نماز پڑھ کر کمپیوٹر پر گیم کھیلنے بیٹھ جاتا ہوں، اس طرح کرنے میں کوئی قباحت تو نہیں؟ جبکہ گیم میں کوئی فحش چیز بھی نہیں ہے۔

﴿جواب﴾ عشاء کی نماز کے بعد فضول گوئی سے احادیث مبارکہ میں نہی وارد ہے اور مطلق کلام سے بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم منع فرمایا کرتے تھے، اس لئے اگر کمپیوٹر پر کوئی ضروری کام نہ ہو صرف گیم کھیلنے بیٹھنا صحیح نہیں ہے بلکہ مکروہ ہے جہاں تک ہو سکے اس سے گریز کریں لیکن اگر فجر کی نماز قضاء ہونے کا اندیشہ ہو تو گیم کھیلنا نہ صرف مکروہ بلکہ سخت گناہ ہے۔

لمافی صحیح البخاری:(۸۰/۱،باب مایکره من النوم قبل العشاء،طبع قدیمی)

حدثنا محمد بن سلام...... عن ابی برزة ان رسول الله ﷺ کان یکره النوم قبل العشاء والحدیث بعدها.

ولمافی الشامی:(۲۶/۲-۲۷،طبع امدادیه)

[تنبیه] أشرنا الیٰ أن علة استحباب التأخیر فی العشاء هی قطع السمر المنهی عنه وهو الکلام بعدها، قال فی البرهان: ویکره النوم قبلها والحدیث بعدها لنهی النبی ﷺ عنهما الا حدیثا فی خیر...... وقال الزیلعی: وانما کره الحدیث بعدها لأنه ربما یؤدی الیٰ اللغو أو الیٰ تفویت الصبح اوقیام اللیل لمن له عادة به، واذا کان لحاجة مهمة فلا بأس وکذا قراءة القرآن والذکر وحکایات الصالحین والفقه والحدیث مع الضیف اھ.

والمعنیٰ فیه أن یکون اختتام الصحیفة بالعبادة، کما جعل ابتداء ها بها لیمحیٰ مابینهما

Maktaba Tul Ishaat. com

من الزلات، ولذا کرہ الکلام قبل صلوٰۃ الفجر، وتمامہ فی الامداد.

وبمافی فقہ السنۃ:(۱/۹۳، طبع دار الکتب پشاور)

یکرہ النوم قبل صلاۃ العشاء، والحدیث بعدھا..... وعلۃ کراھۃ النوم قبلھا والحدیث بعدھا ان النوم قدیفوت علی النائم الصلاۃ فی الوقت المستحب اوصلوٰۃ الجماعۃ کما ان السمر بعدھا یؤدی الی السہر المضیع لکثیر من الفوائد فان اراد النوم وکان معہ من یوقظہ أوتحدث بخیر فلا کراھۃ حینئذ فعن ابن عمر قال: "کان رسول اللہ ﷺ یسمر عند ابی بکر اللیلۃ کذلک فی امر من امور المسلمین، وأنا معہ" رواہ احمد والترمذی وحسنہ.

الجواب صحیح: عبد الرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب: خلیل اللہ دیروی عفا اللہ عنہ

۲۹ ربیع الاول ۱۴۲۹ھ — فتویٰ نمبر: ۱۲۶۴

﴿ جاندار چیز کی تصویر بنانا، رکھنا، کھینچنا، سب گناہ کبیرہ ہے ﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ میں پینٹر ہوں اور جاندار اشیاء کی تصویر نہیں بناتا حالانکہ میں یہ ہنر جانتا ہوں کبھی میرے پاس اسکول کے طالب علم آتے ہیں اور کہتے ہیں کہ میرے لئے مکڑی یا مچھلی کی تصویر یا کسی جاندار چیز کی تصویر بنادو اگر میں نہیں بناتا تو وہ کہیں اور سے بنوالیتے ہیں جس سے میری دوکانداری خراب ہوتی ہے۔

نیز اگر کوئی شخص (جبراً) زبردستی تصویر بنانے کو کہے جس کی بات نہ ماننے کی وجہ سے نقصان کا اندیشہ ہو تو ایسی صورت میں کیا حکم ہے؟

مستفتی: عبد الرشید شاہکار پینٹر کراچی

﴿جواب﴾ احادیث مرفوعہ اور آثار صحابہ "رضوان اللہ علیہم اجمعین" اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ جاندار چیز کی تصویر بنانا، رکھنا، کھینچنا، سب گناہ کبیرہ ہے چنانچہ اس پر سخت وعیدیں احادیث میں مذکور ہیں اور اس عمل کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ عمل پیدائش میں مشابہت اختیار کرنا قرار دیا ہے۔ لہٰذا کاروبار کے خراب ہونے کا عذر پیش کرنا جواز کی کوئی وجہ نہیں ہے۔

چنانچہ حضرت سعد بن ابی الحسن رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے پاس تھا، اتنے میں ان کے پاس ایک شخص آیا اور اس نے آکر کہا کہ اے ابن عباس! میری معیشت کا مدار میرے ہاتھ کی صنعت پر ہے اور میں یہ تصاویر بناتا ہوں، حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ میں تمہارے سامنے وہ بیان کرتا ہوں جو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے میں نے خود سنا، میں نے آپ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا

ہے کہ جس شخص نے کوئی تصویر بنائی تو اللہ تعالیٰ اس کو عذاب دینے والے ہیں یہاں تک کہ وہ اس تصویر میں روح ڈال دے اور وہ شخص کبھی بھی اس میں روح نہیں ڈال سکے گا، یہ سن کر اس شخص نے ایک لمبی سانس لی اور اس کا چہرہ پیلا پڑ گیا، حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا: ارے بھائی اگر تو بنانا ہی چاہتا ہے تو اس درخت کی تصویر بنا اور اس چیز کی تصویر بنا جس میں روح نہ ہو۔ بحوالہ صحیح البخاری: (۱/۲۹۶، کتاب البیوع، باب بیع التصویر، طبع قدیمی)

لمافی الشامی: (۲/۴۱۶، کتاب الصلاۃ، باب مایفسد الصلاۃ ومایکرہ فیها، طبع امدادیه)

وظاهر كلام النووى فى شرح مسلم الاجماع على تحريم تصوير الحيوان، وقال: وسواء صنعه لمايمتهن أولغيره، فصنعته حرام بكل حال، لأن فيه مضاهاة لخلق الله تعالى.

ولمافی الشامی: (۲/۴۲۰، طبع امدادیه)

تنبيه: هذاكله فى اقتناء الصورة، وأمافعل التصوير فهو غير جائز مطلقا لأنه مضاهاة لخلق الله تعالى كما مر.

ولمافی البحر الرائق: (۲/۲۷، باب مایفسد الصلاۃ ومایکرہ فیهما، طبع سعید)

وظاهر كلام النووى فى شرح مسلم الاجماع على تحريم تصويره صورة الحيوان فانه قال قال اصحابنا وغيرهم من العلماء، تصوير صور الحيوان حرام شديد التحريم وهو من الكبائر لانه متوعد عليه بهذا الوعيد الشديد المذكور فى الاحاديث يعنى مثل ما فى الصحيحين عنه صلى الله عليه وسلم أشد الناس عذابا يوم القيامة المصورون يقال لهم احيوا ماخلقتم ثم قال وسواء صنعه لما يمتهن أولغيره فصنعته حرام على كل حال لان فيه مضاهاة لخلق الله تعالى.

ولمافی صحيح البخاری: (۲/۴۰۴-۴۰۵، باب عذاب المصورين يوم القيٰمة، طبع رحمانيه)

فقال سمعت عبدالله قال سمعت النبى صلى الله عليه وسلم يقول ان اشد الناس عذابا عندالله المصورون.

تصویر بنانے میں آپ پر کوئی اگر زبردستی کرے اور نہ ماننے کی صورت میں نقصان کا اندیشہ ہو تو صرف دنیاوی معمولی سا نقصان بھی اگر برداشت کرنا پڑے تو برداشت کرلیں، البتہ نہ ماننے میں جان کا اندیشہ ہو یا ہاتھ، پاؤں توڑنے کا قوی اندیشہ اگر ہو تو ایسی صورت میں ظالم کے ظلم سے بچنا ضروری ہے، تصویر بنانے کا گناہ آپ کو نہیں، بنوانے والے کو ہوگا۔

لمافی التنویر مع الدر: (۹/۱۸۴، طبع امدادیه)

(فان أكره على أكل ميتة أودم أولحم خنزير أوشرب خمر باكراه) غير ملجئ (بحبس أوضرب أوقيد لم يحل)...... (و) ان أكره بملجئ (بقتل أوقطع) عضو أوضرب مبرح. ابن

Maktaba Tul Ishaat. com

کمال(حلّ)الفعل بل فرض(فان صبر فقتل أثم)

وفي الشامية:(فان أكره على أكل ميتة الخ)الاكراه على المعاصي انواع:نوع يرخص له فعله ويثاب على تركه كاجراء كلمة الكفر وشتم النبي ﷺ وترك الصلاة وكل ماثبت بالكتاب،وقسم يحرم فعله ويأثم باتيانه:كقتل مسلم أو قطع عضوه أو ضربه ضربا متلفا او شتمه أو أذيته والزنا،وقسم يباح فعله ويأثم بتركه:كالخمر وماذكرمعه،طوري عن المبسوط.وزادفي الخانية رابعاً:وهومايكون الفعل وعدمه سواء كالاكراه على اتلاف مال الغير لكنه مخالف لماسيأتي كماستنبه عليه......قوله:(حل الفعل)لأن هذه الاشياء مستثناة عن الحرمة في حل الضرورة،والاستثناء عن الحرمة حل ابن كمال.بحواله بالا)

الجواب صحیح:عبدالرحمٰن عفااللہ عنہ　　　　واللہ اعلم بالصواب:عبدالرحمٰن کوئٹہ

۲۴محرم الحرام ۱۴۳۰ھ　　　　فتوی نمبر:۱۸۷۴

﴿تصویر بنانے اور بنوانے کا حکم﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے متعلق کہ تصویر بنانے اور بنوانے والے کا کیا حکم ہے؟نیز پاسپورٹ سائز تصاویر پر تصویر کے احکام لاگو ہونگے یا نہیں؟پاسپورٹ یادیگر ضروریات کے لئے جو تصاویر بنوائی جاتی ہیں تو بنوانے والا گنہگار ہوگا یا نہیں؟

﴿جواب﴾ تصویر بنانا یا بنوانا گناہ کبیرہ ہے،احادیث مبارکہ میں تصاویر بنانے سے متعلق بڑی وعیدیں آئی ہیں،چنانچہ علامہ بدرالدین عینی رحمہ اللہ نے تصاویر کی حرمت پر اجماع امت نقل کیا ہے،پاسپورٹ سائز تصاویر پر بھی تصویر کا حکم لاگو ہوگا،چنانچہ پاسپورٹ سائز تصاویر بھی بلاضرورت بنوانا حرام اور ناجائز ہے،تاہم جہاں ضرورت شدیدہ ہو جیسا کہ آج کل شناختی کارڈ کے بغیر اپنے ملک میں رہنا بھی مشکل ہو جاتا ہے،اسی طرح پاسپورٹ کے بغیر حج اور عمرہ سے بھی آدمی محروم رہتا ہے تو ایسی ضرورت کے پیش نظر پاسپورٹ سائز تصویر ضرورت کی حد تک بنوانے کی گنجائش ہے۔

اور بنوانے کی گنجائش ہے تو بنانے کی بھی گنجائش معلوم ہو رہی ہے لیکن بنانے والے کا مقصد ضرورت پوری کرنا نہ ہو بلکہ اس کا مقصد کاروبار اور ذریعہ معاش ہی ہو تو اس کی گنجائش محل نظر ہے اس لئے اس کا مشورہ نہیں دیا جاتا،البتہ حکومت کی طرف سے کسی کی ڈیوٹی ہو تو اس کے لئے گنجائش معلوم ہو رہی ہے۔

Scanned with CamScanner

مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ اپنے رسالہ ''تصویر کے شرعی احکام'' (ص ۸۱/طبع ادارۃ المعارف) میں لکھتے ہیں:

''بعض ممالک بعیدہ کے سفر کے لیے عام حکومتوں کی طرف سے مسافر کو مجبور کیا جاتا ہے کہ کہ وہ پاسپورٹ حاصل کرے اور اپنا فوٹو کھنچوائے اگر یہ سفر کسی ضرورت شرعی کے لئے یا معاش کی شدید ضرورت کے لئے ہو تو بوجہ اضطرار کے فوٹو کھنچوانا جائز ہے''۔

لمافی شرح السیر الکبیر وان تحققت الحاجة الیٰ استعمال السلاح الذی فیه تمثال فلاباس باستعماله لان موضع الضرورة مستثناة من الحرمة کمافی تناول المیتة''.

لمافی البخاری:(۲/۲۰۴-۲۰۵،رقم الحدیث:۵۹۵۰،کتاب اللباس،طبع رحمانیه)

عن مسلم قال کنامع مسروق فی داریسار بن نمیر فری فی صفته تماثیل فقال سمعت عبد الله قال سمعت النبی صلی الله علیه وسلم یقول ان اشدالناس عذابا عندالله المصورون......عن عبدالله بن عمران رسول الله صلی الله علیه وسلم قال ان الذین یصنعون هذه الصور یعذبون یوم القیامة یقال لهم احیوا ماخلقتم.

ولمافی عمدة القاری:(۲۲/۱۱۰،طبع رشیدیه)

وفی (التوضیح) قال اصحابنا وغیرهم تصویر صورة الحیوان حرام اشدالتحریم وهو من الکبائر وسواء صنعه لمایمتهن اولغیره فحرام بکل حال لان فیه مضاهاة لخلق الله وسواء کان فی ثوب الخ.قال جماعة العلماء مالک والثوری وابوحنیفة رحمهم الله وغیرهم.

ولمافی الشامی:(۱/۶۴۷،طبع سعید)

وظاهر کلام النووی فی شرح مسلم الاجماع علیٰ تحریم تصویر الحیوان.

ولمافی شرح معانی الآثار للطحاوی:(۲/۳۰۳،باب التصاویر،طبع سعید)

عن أبی هریرة قال الصورة الراس فکل شیء لیس له راس فلیس بصورة.

ولمافی الاشباه مع الحموی:(۱/۲۵۱-۲۵۲،طبع ادارة القرآن کراتشی)

الضرورات تبیح المحضورات ومن ثم جاز اکل المیتة عند المخمصة......ماابیح للضرورة یتقدر بقدرها.

واللہ ھو الموفق للصواب: عبدالوھاب لغمانی　　　الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ

فتویٰ نمبر: ۲۷۱۳　　　۶ جمادی الاولیٰ ۱۴۳۱ھ

﴿پوشیدہ رکھی ہوئی تصویر کا حکم﴾

﴿سوال﴾ ایک سرکاری ملازم تصویریں کھنچوا کر اپنے پاس رکھ لیتا ہے تاکہ ایمرجنسی کی

صورت میں ان کو استعمال کرے، اس کی شرعی حیثیت کیا ہے؟ آیا یہ "لاتدخل الملائکۃ بیتا فیہ کلب أو تصاویر" والی حدیث کی وعید میں داخل تو نہیں؟ مستفتی: عبیداللہ واپڈا ٹاؤن لاہور

﴿جواب﴾ ضرورت اور مجبوری کے درجہ میں تصویر کھینچ وانے کی علماء کرام نے اجازت دی ہے، لہٰذا مستقبل میں ایسی ضرورت پیش آنے کا غالب گمان ہو تو اس نیت سے رکھنے کی گنجائش معلوم ہورہی ہے لیکن بٹوہ یا کسی دوسری چیز میں چھپا کر رکھیں فریم میں بند کرکے یا ویسے ہی نمائش کے لئے رکھ لی تو حدیث شریف میں مذکور وعید میں ایسی تصاویر بھی داخل ہونگی۔

لمافی الشامی:(۱/۶۴۷،طبع سعید)

والتمثال خاص بمثال ذی الروح،ویاتی أن غیر ذی الروح لایکرہ قال القهستانی:وفیه اشعار بانه لاتکرہ صورۃ الرأس،وفیه خلاف کمافی اتخاذها کذافی المحیط.

ولمافی الدر المختار:(۱/۶۴۸-۶۴۹،طبع سعید)

(أوکانت صغیرۃ)لاتتبین.....(أومقطوعۃ الرأس أوالوجه)أوممحوۃ عضو لاتعیش بدونه.

وفی الشامیة:(قوله لاالمستتر بکیس أوصرۃ)بأن صلی ومعه صرۃ اوکیس فیه دنانیر اودراهم فیها صور صغار فلاتکرہ لاستتارها.....(قوله أوممحوۃ عضو الخ)تعمیم بعد التخصیص،وهل مثل ذلک مالوکانت مثقوبۃ البطن مثلا.والظاهر أنه لوکان الثقب کبیرا یظهر به نقصها فنعم والافلا.

الجواب صحیح:عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ	واللہ اعلم بالصواب:محمد اسلم چترالی
۲۶ذی الحجہ ۱۴۲۹ھ	فتویٰ نمبر:۱۰۹۶

﴿تصویر [illegible] بھی حرام ہے﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام کہ میرا پرنٹنگ کا کام ہے جس میں کبھی پہلے سے بنی ہوئی تصویر بھی پرنٹ کرنی پڑتی ہے، پوچھنا یہ ہے کہ شرعاً اس کا کیا حکم ہے؟ مستفتی: بھائی یوسف

﴿جواب﴾ دین اسلام میں ذی روح کی تصویر بنانے کی گنجائش نہیں ہے، احادیث میں اس پر سخت وعیدیں آئی ہیں، آپ پرنٹنگ کے کام میں تصویر والے کام سے گریز کریں، البتہ اصل کام کچھ اور ہو اور ضمناً کوئی ایک دو تصویر بھی پرنٹ کرنا پڑے تو اس کو ناجائز سمجھتے ہوئے استغفار کریں اور تصویر والے حصہ کے بقدر آمدنی کا حصہ صدقہ کریں۔

لمافی صحیح البخاری:(ص۲۹۶،کتاب البیوع،طبع قدیمی)

عن سعید بن أبی الحسن قال کنت عند ابن عباس اذ اتاہ رجل فقال یاابا عباس انی

انسان انما معيشتى من صنعة يدى وانى اصنع هذه التصاوير فقال ابن عباس لااحدثك الا ماسمعت رسول الله ﷺ يقول سمعته يقول من صور صورة فان الله معذبه حتى ينفخ فيها الروح وليس بنافخ فيها ابدا فربا الرجل ربوة شديدا واصفر وجهه فقال ويحك ان ابيت الا ان تصنع فعليك بهذا الشجر كل شئ ليس فيه روح.

ولما فی مشکوٰۃ المصابیح:(ص ۳۸۵،طبع سعید)

عن عبدالله ابن مسعودؓ قال سمعت رسول الله ﷺ يقول اشد الناس عذابا عند الله المصورون متفق عليه.

ولما فی التنویر مع الرد:(۱/۶۴۷،طبع سعید)(ولبس ثوب فیه تماثیل)

وفی الشامية:(قوله ولبس ثوب فيه تماثيل)..... وظاهر كلام النووى فى شرح المسلم الاجماع على تحريم تصوير الحيوان،وقال:وسواء صنعه لما يمتهن اولغيره ،فصنعته حرام بكل حال،لان فيه مضاهاة لخلق الله تعالى.

الجواب صحیح:عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ　　　　واللہ اعلم:محمد احمد غفرلہ

۱۰ ربیع الثانی ۱۴۲۹ھ　　　　فتویٰ نمبر:۱۳۰۶

﴿تصویر سازی کا مفصل حکم﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلے کے بارے میں کہ شریعت مطہرہ کے اندر جاندار کی تصویر بنانے والے کے بارے میں کیا وعیدیں وارد ہوئی ہیں؟ برائے مہربانی احادیث کے حوالے سے جواب عنایت فرمائیں۔

نیز یہ بھی بیان فرمائیں کہ آپ علیہ السلام نے جاندار کی تصویر بنانے سے کیوں منع فرمایا ہے؟ اس کی حرمت کی کیا وجہ ہے؟ برائے مہربانی شریعت کی روشنی میں وضاحت فرما کر عند اللہ ماجور ہوں۔

﴿جواب﴾ شریعت مطہرہ کے اندر تصویر سازی کی ممانعت ہے اور تصویر سازی کی حرمت کے بارے میں بہت سی احادیث وارد ہوئی ہیں، چنانچہ ہم چند احادیث مع ترجمہ نقل کرتے ہیں۔

(۱)عن ابى طلحة عن النبى ﷺ قال لاتدخل الملائكة بيتا فيه كلب ولا صورة.صحيح مسلم :(۲/۲۰۰،طبع:قديمى)

ترجمہ: آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا! کہ جس گھر میں کتا اور تصویر ہو تو اس گھر میں رحمت کے فرشتے داخل نہیں ہوتے۔

(۲)وعنها عن النبى ﷺ قال اشد الناس عذابا يوم القيامة الذين يضاهون بخلق الله .متفق عليه،مشكوة المصابيح :(۳۸۵)

ترجمہ: آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ: قیامت کے دن سب لوگوں سے سخت عذاب ان لوگوں کو ہوگا جو اللہ تعالیٰ کی تخلیق کی مشابہت کرتے ہیں۔

(٠)عن ابن عباس قال قال رسول اللہ ﷺ ان اشد الناس عذابا یوم القیامۃ من قتل نبیا او قتلہ نبی او قتل احد والدیہ والمصورون وعالم لم ینتفع بعلمہ. مشکوۃ(۳۸۷)

ترجمہ: آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: قیامت کے دن سب لوگوں سے سخت عذاب اس شخص کو ہوگا جس نے اپنے نبی کو قتل کیا ہو یا نبی نے اس کو قتل کیا ہو یا اپنے والدین میں سے اس نے کسی کو قتل کیا ہو، اور تصویر بنانے والا، اور وہ عالم جو اپنے علم سے نفع نہ اٹھائے۔

(٠)قال ابن عباس سمعت رسول اللہ ﷺ یقول من صور صورۃ فی الدنیا کلف ان ینفخ فیہ الروح یوم القیامۃ ولیس بنافخ. مسلم :(۲۰۲/۲)

ترجمہ: ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ میں نے آپ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ آپ ﷺ فرما رہے تھے جس نے دنیا میں کوئی صورت بنائی تو قیامت کے دن وہ اس بات پر مکلف کیا جائے گا کہ وہ اس میں روح ڈالے، حالانکہ وہ روح ڈالنے والا نہ ہوگا۔

(٥)عن ابی ھریرۃؓ قال سمعت رسول اللہ ﷺ یقول قال اللہ تعالیٰ ومن اظلم ممن ذھب یخلق کخلقی فلیخلقوا ذرۃ اولیخلقوا حبۃ اوشعیرۃ متفق علیہ. (مشکوۃ۳۸۵)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ: میں نے آپ ﷺ کو فرماتے ہوئے خود سنا ہے کہ: اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ اس شخص سے زیادہ ظالم کون ہوگا جو میری تخلیق کی طرح تصویریں بنانے لگے، یہ لوگ ایک ذرہ تو بنا کے دکھائیں یا ایک دانہ اور ایک جو تو بنا کے دکھائیں۔

(٠)عن نافع ابن عمر اخبرہ رسول اللہ ﷺ قال الذین یصنعون الصور یعذبون یوم القیامۃ یقال لہم احیوا ما خلقتم. (مسلم ۲۰۷/۲)

ترجمہ: آپ ﷺ کا ارشاد مبارک ہے کہ "جاندار کی تصویر بنانے والوں کو قیامت کے دن کہا جائے گا کہ اپنی اس بنائی ہوئی تصویر میں جان ڈالو۔

آپ نے یہ سوال بھی کیا ہے کہ تصویر حرام ہونے کی کیا وجہ ہے؟

اس کے متعلق اولاً تو یہ عرض ہے کہ اسلام کی معنی ہی انقیاد و تابعداری کے ہیں یعنی آدمی بغیر کسی چوں چرا کے اللہ تعالیٰ کے ہر حکم کے سامنے سر تسلیم خم کرے، چاہے بات ہماری سمجھ میں

Maktaba Tul Ishaat. com
Scanned with CamScanner

آئے یا نہیں بہر حال چونکہ آپ نے سوال کیا ہے تو لہذا فقہاء کرام نے تصویر کی حرمت کی کچھ وجوہات بیان فرمائی ہیں ہم وہ مختصراً تحریر کرتے ہیں۔

پہلی وجہ: تصویر بنانا شرک کی طرف بڑھنے کا پہلا قدم ہے، چنانچہ اللہ تعالیٰ کی صفت خاص یعنی ''خالق'' کی صفت خلق عملی طور پر اپنی طرف منسوب کرنا ہے، اور اس سے پہلے بھی یہی تصاویر اور مورتیاں شرک کیلئے بنیادی وجہ بنی تھیں۔

دوسری وجہ حرمت یہ ہے کہ بت پرستی کی ابتداء بھی تصاویر اور مورتیوں سے ہوئی جیسا کہ گذشتہ اقوام کے حالات سے بھی مشاہدہ ہوتا ہے۔

تیسری وجہ یہ بھی بتائی گئی ہے کہ تصویر آرائش وزیبائش کی چیز ہے لوگ اس میں بے تحاشا مال خرچ کرتے ہیں ایک تو تصویر خود حرام ہے دوسرے اس میں اسراف کا گناہ بھی ہے پھر بعض دفع اس میں دکھاوا اور آپس میں تفاخر بھی شامل ہوتا ہے لہذا یہ تو گناہوں کا مجموعہ ہے۔

لہذا اسلام نے سد باب کے طور پر تصویر سازی سے بھی ممانعت فرمادی۔

لمافی حجة الله البالغة:(۲/۲۳۸، ۲۳۹، طبع: قدیمی)

ومنها: صناعة التصاوير في الثياب والجدران والانماط فنهى عنها النبى ﷺ ومدار النهى شيئان: احدهما انه احد وجوه الارفاه والزينة فانهم كانوا يتافخرون بها ويبذلون اموالا خطيرة فيها فكانت كالحرير، وهذا المعنى فى موجود فى صورة الشجر وغيرها.

وثانيهما ان المضاهرة بالصور واتخاذها وجريان الرسم بالرغبة فيها يفتح باب عبادة الاصنام ويذكرها ويذكرها لاهلها. ومانشأت عبادة الاصنام فى اكثر الطوائف الامن هذه، وهذا المعنى يختص بصورة الحيوان، ولذالك امر بقطع رأس التماثيل لتصير كهيئة الشجر، وخف فساد صناعة صور الاشجار.

ولمافى حاشية المسلم:(۲/۱۹۹، طبع: قدیمی)

قال اصحابنا وغيرهم من العلماء تصوير صورة الحيوان حرام شديد التحريم وهو من الكبائر لان فيه مضاهاة بخلق الله تعالى هكذفى اوجز المسالك :(۱۵/۱۵۳، طبع: دار الكتب العلمية)

الجواب صحیح: مفتی عبدالرحمٰن عفی اللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب: عمران الحق سواتی

۱۲ رجب المرجب ۱۴۳۵ھ — فتوی نمبر: ۴۲۳۲

﴿اخبارات ورسائل میں تصاویر دیکھنے کا حکم﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اخبارات ورسائل میں جو

Maktaba Tul Ishaat. com

مرد وزن کی تصاویر ہوتی ہیں ان کا دیکھنا کیسا ہے۔ مستفتی: عبدالقدیر پنڈ سلطانی

﴿جواب﴾ جن چیزوں کی تصویر بنانا شرعاً ناجائز ہے، ان کا دیکھنا بھی اگر قصداً ہو تو ناجائز ہے، لہٰذا اخبارات ورسائل میں اگر تصاویر کو ارادے اور قصد سے دیکھا جائے تو جائز نہیں ہے، البتہ اگر مقصود مضمون پڑھنا ہو اور بغیر قصد وارادے کے تصاویر پر بھی نظر پڑ جائے تو گنجائش ہے لیکن دل کی نورانیت پر ہر صورت میں ان گندی چیزوں کا اثر ہونا لازمی امر ہے اس لیے دور رہنے میں احتیاط ہے

وضاحت اور تفصیل کے لیے ''تصویر کے شرعی احکام'' مصنفہ مفتی محمد شفیع دیکھیں

(لما فی صحیح البخاری ۲/۲۰۵)

عن عبد الله ابن عمرؓ ان رسول الله ﷺ قال: ان الذين يصنعون هذه الصور يعذبون يوم القيمة يقال لهم احيوا ما خلقتم.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفی اللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب: ضیاء الحق انکی

۱۱ رجب المرجب ۱۴۳۳ھ — فتویٰ نمبر

﴿غیر اختیاری طور پر جاندار کی تصویر بن جائے تو اس کا حکم﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ سے متعلق کہ اگر آدمی مکان یا درخت کی تصویر بنائے لیکن اچانک بندہ یا جانور سامنے آجائے اور انکی تصویر بھی بن جائے تو کیا تصویر بنانے والا گناہگار ہوگا؟ مستفتی: قمر الدین

﴿جواب﴾ چونکہ تصویر بنانے والے کا قصد اور ارادہ غیر ذی روح چیز کی تصویر کشی کا ہے اگرچہ تبعاً اور غیر اختیاری طور پر ذی روح کی تصویر بھی آگئی لهذا گناہ نہیں ہوگا کیونکہ اعمال کا دارومدار آدمی کی نیت اور ارادہ پر ہوتا ہے جیسا کہ حدیث سے معلوم ہوتا ہے، لهذا تصویر کشی کا گناہ نہیں ہوگا لیکن بعد میں ذی روح کی تصویر کو اپنے اختیار سے اگر چھوڑے گا تو اس کا گناہ ہوگا۔

لما فی صحیح البخاری: (۱/۲ طبع: قدیمی کتب خانہ)

قال رسول الله ﷺ انما الاعمال بالنيات وانما لامرىء ما نوى فمن كانت هجرته الى دنيا يصيبها او الى امراة ينكحها فهجرته الى ما هاجر اليه

ولما فی الاشباہ والنظائر: (ص: ۳۱) القاعدة الثانية: الامور بمقاصدها

Scanned with CamScanner

ذكر قاضيخانؒ في فتاواه ان بيع العصير ممن يتخذه خمراً ان قصد به التجارة فلا يحرم ،وان قصد به لأجل التخمير حرام.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفااللہ عنہ

واللہ اعلم بالصواب: ضیاء الحق المکی

۲۷ جمادی الثانیہ ۱۴۳۳ھ

فتویٰ نمبر: ۳۲۶۸

﴿بچوں کا چندہ کر کے ٹورنامنٹ کرانے کا حکم﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام کہ ہمارے علاقے میں بچے صبح سکول جاتے وقت والدین سے پیسے لیجاتے ہیں اور وہاں جا کر ان پیسوں سے چندہ کر کے ٹورنامنٹ منعقد کراتے ہیں اور اس میں یہ شرط لگاتے ہیں کہ جو ٹیم بھی جیت جائے گی، اس کو اتنا ملے گا اور دوسرے نمبر پر آنے والی ٹیم کو اتنا ملے گا، شرعاً اس کا کیا حکم ہے؟ واضح رہے کہ ان بچوں کے والدین حالات سے باخبر ہونے کے باوجود ان کو منع بھی نہیں کرتے، نیز بالغ و نابالغ لڑکے سب ملکر یہ ٹورنامنٹ کراتے ہیں سب کا حکم یکساں ہے یا مختلف؟ شریعت کی رو سے اس کی کیا حیثیت ہے؟

﴿جواب﴾ صورت مسئولہ کے مطابق بچوں (خواہ بالغ ہوں یا نابالغ) کا چندہ کر کے ٹورنامنٹ کرانا شرعاً جائز نہیں ہے کیونکہ دور حاضر میں مقابلہ کی مروجہ صورتیں جس میں ہر ٹیم کو ایک مخصوص مقدار میں انٹری یا فیس ادا کرنی پڑتی ہے، انعامی رقم جیتنے والی ٹیم کو ملتی ہے اور دوسروں کی فیس ضبط ہو جاتی ہے، یہ قمار یعنی جوئے کی صورت ہے کیونکہ ہر شریک ایک مبہم نفع اور نقصان کے درمیان رہتا ہے اور اسی کا نام قمار ہے جو نص قرآنی سے حرام ہے، والدین باوجود علم کے منع نہ کریں تو وہ بھی گناہ میں شریک ہونگے۔

لما في قوله تعالى:(سورة المائدة،آيت ۹۰)

يآايها الذين آمنوا انما الخمر والميسر والانصاب والازلام رجس من عمل الشيطان فاجتنبوه لعلكم تفلحون.....الأية.

ولما في احكام القران للمفتي محمدشفيعؒ:(۳/۲۰۲،طبع ادارة القرآن والعلوم الاسلامية)

ومايلعب به الصبيان من الجوازوالبوتام(بٹن)والكرات الزجاجية(گولیاں)وامثا لها فانهاتشتمل على القمار،فالواجب على اوليائهم أن يمنعوهم عنها.

ولما في روح المعاني:(۲/۱۹۲،طبع رشيديه)

وفي حكم ذلك جميع انواع القمارمن النرد والشطرنج وغيرهما حتى ادخلوافيه لعب

Scanned with CamScanner

الصبیان بالجوز والکعاب والقرعة فی غیر القسمة وجمیع انواع المخاطرة والرهان وعن ابن سیرین کل شیء فیه خطر فهو من المیسر.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب: محمد اسلم چترالی

۱۶ ربیع الاول ۱۴۲۹ھ — فتوی نمبر: ۱۲۲۸

﴿باب الستر والحجاب﴾

﴿لڑکی کو پردہ کس وقت کرانے کا حکم ہے؟﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ لڑکی کو پردہ کرنے کا حکم کب کیا جائیگا؟

مستفتی: جمال الدین تاجکی

﴿جواب﴾ لڑکی جب ایسی عمر کو پہنچے کہ لوگوں کی نظریں اس کیطرف مائل ہوں، فقہی اصطلاح میں اسکو مشتہات کہتے ہیں تو اس کو پردہ دینا چاہئے عام طور پر نو سال سے کم عمر کی لڑکی ایسی نہیں ہوتی اور نو سال کے بعد عموماً لڑکی مشتہات ہو جاتی ہے، اور آخری حد اس کیلئے بلوغت ہے۔ بالغ ہونے کے بعد وہ خود بھی مکلّف ہو جاتی ہے۔ اور پردہ لازم ہو جاتا ہے۔

لقوله تعالی: ﴿وقل للمومنات يغضضن من ابصارهن و يحفظن فروجهن ولا يبدين زينتهن الا ما ظهر منها و ليضربن بخمرهن على جيوبهن.الآيه (النور آية ۳۱)﴾

لما فی الفقه الاسلامی وادلته: (۲۲۷۳/۶ طبع رشيدية)

ويعرف البلوغ فی الانثى بالحيض لخبر رواه الخمسة الا النسائي (لا يقبل الله صلاة حائض الا بخمار) او بالحبل لان الحمل دليل على انزال المرأة، فيحكم ببلوغها عند ما حملت وأدنى مدة البلوغ للغلام اثنتا عشرة سنة، وللأنثى تسع سنين، وهو المختار عند الحنفية.

لما فی الدر المختار: (۴۰۷/۱، ۴۰۸ كتاب الصلاة. مطلب فی النظر الى وجه الامرد. طبع سعيد)

لا عورة للصغير جدا، ثم ما دام لم يشته فقبل و دبر ثم تغلظ الى عشر سنين، ثم كبالغ.

لما فی الشامية: (قوله ثم كبالغ) ای عورته تكون بعد العشرة كعورة البالغين.

ثم بعد السترين: واختلفوا فی تقدير حد الشهوة، فقيل سبع، و قيل تسع، وسيأتی فی باب الامامة تصحيح عدم اعتباره بالسن، بل المعتبر أن تصلح للجماع، بأن تكون عبلة ضخمة، وهذا هو المناسب اعتباره ههنا، فتدبر.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب: جلال الدین خرسند

۲۰ صفر الخیر ۱۴۳۲ھ — فتوی نمبر: ۳۵۴۳

﴿قریب البلوغ لڑکے سے پردہ کرنا ضروری ہے﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ کس عمر کے لڑکے سے پردہ کرنا واجب ہو جاتا ہے؟ مستفتی: ایک سائل

﴿جواب﴾ بالغ اور مراہق یعنی بلوغ کے قریب عمر تک کوئی لڑکا پہنچے تو اس سے پردہ کرنا ضروری ہوتا ہے، جس کے لئے سال متعین کرنا مشکل ہے اس لئے کہ بعض لڑکے سولہ سال پر بالغ ہوتے ہیں اور بعض بارہ سال کی عمر میں بالغ ہو جاتے ہیں، صحت اور مزاج پر اس کا مدار ہوتا ہے، بارہ سال کی عمر والے لڑکوں سے پردہ کرنے میں احتیاط ہے۔

لما فی روح المعانی :(۱۸/۲٦۳طبع رشیدیة)

(اوالطفل الذین لم یظهرو علی عورات النساء)قال علامة آلوسیؒ "الذین لم یبلغوا حدالشهوة والقدرة علی الجماع"

ولما فی المرقاة :(۲/۲۵۷طبع رشیدیة)

عن عمر وبن شعیب عن ابیه عن جده قال :قال رسول الله صلی الله علیه وسلم "مرو ا أولادکم بالصلاة وهم ابناء سبع سنین ،واضربوهم علیها وهم ابناء عشر سنین ،وفر قوا بینهم فی المضاجع "،(وهم أبناء عشر سنین) لأنهم بلغوا أو قاربوا البلوغ.

ولما فی الفقه الاسلامی وادلته:(٦/۴۷۴۳طبع رشیدیة)

وادنی مدة البلوغ للغلام اثنتا عشرة سنةٌولأنثی تسع سنین وهو المختار عند الحنفیة.

الجواب صحیح ... عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب: نصرت اللہ بنوی غفرلہ ولوالدیہ

۷ جمادی ... ۱۴۳۲ھ — فتوی نمبر: ۳۷۱۲

﴿سالی سے پردے کا اہتمام جبکہ رشتہ داری بھی متاثر نہ ہو﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام کہ زید نے شادی کی، اسکے گھر میں اسکی بیوی کی بہنوں کا کثرت سے آنا جانا ہے تو کیا زید کیلئے ان سے پردہ کرنا ضروری ہے یا نہیں؟ مستفتی: ملک خان

﴿جواب﴾ بیوی کی بہن غیر محرم ہوتی ہے، لہذا زید کو چاہیے کہ وہ اپنی سالیوں سے پردے کا اہتمام کرے اور ساتھ ساتھ رشتہ داری کے تعلق کو بھی متاثر نہ ہونے دے۔

لمافی قوله تعالی:(سورة النسآء،ایت۲۴)وأحل لکم ماورآء ذلکم ان تبتغوابامو الکم......الأیة.

ولمافی مرقاة المفاتیح:(۸/۲۲۸،کتاب المناسک،طبع موقع المشکاة الاسلامیة)

ألمحرم من النسآء التی یجوزله النظر الیها والمسافرة معها کل من حرم نکاحها علی

Maktaba Tul Ishaat. com

التابيدبسبب مباح لحرمتها،فخرجت بالتابيداخت الزوجة وعمتها وخالتها.

ولما في الشامي:(۲/۱۱۶،فصل في المحرمات،طبع امداديه)

فرع:ماتت امرأته له التزوج بأختها بعديوم من موتها كذافي الخلاصة عن الأصل،وكذافي المبسوط لصدرالاسلام والمحيط والسرخسي والبحروالتاترخانية وغيرهامن الكتب المعتمدة.

ولما في البدائع:(۲/۲۶۳،طبع سعيد)

ولوبامرأته ثم طلقهالم يتزوج أختهاحتى تنقضي عدتها،لأنه وجبت عليها العدة بالخلوة.

ولما في البحر:(۲/۳۱۵،واجبات الحج،طبع سعيد)

قوله على التابيدالخ مخرج أخت زوجته وعمتها وخالتهافان حرمتهامتيدة بالنكاح.

ولما في الأشباه والنظائر:(ص۳۲۴،أحكام المحارم،طبع قديمى)

ألمحرم عندنا:من حرم نكاحه على التأبيدبنسب أومصاهرة أورضاع ولوبوطء حرام، فخرج بالأول ولدالعمومة والخؤولة وبالثاني أخت الزوجة وعمتها.

الجواب صحیح:عبدالرحمٰن عفااللہ عنہ واللہ اعلم بالصواب:صادق محمد سواتی غفرلہ ولوالدیہ

۲۰محرم الحرام۱۴۳۲ھ فتویٰ نمبر:۲۷۷۴

﴿سوتیلی پھوپھی،خالہ اور رضاعی پھوپھی،خالہ سے پردے کا حکم﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں مفتیان شرع دین متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ زید کے والد(بکر)نے دوسری شادی کی ہے،کیا زید کیلئے خالدہ(سوتیلی ماں)کی بہن یعنی سوتیلی خالہ اور سوتیلی پھوپھی سے پردہ کرنا ضروری ہے یا نہیں؟اسی طرح رضاعی خالہ اور پھوپھی سے بھی پردہ کرنا ضروری ہے یا نہیں؟ مستفتی:محمد سیف اللہ العادل اسلام آبادی

﴿جواب﴾ سوتیلی ماں کی بہن محرم نہیں ہے غیر محرم ہے،اس سے نکاح جائز ہے،اس لئے اس سے پردہ کا بھی حکم ہے اور سوتیلی پھوپھی کا رشتہ وضاحت طلب ہے بظاہر سوتیلی پھوپھی سے والد صاحب کی سوتیلی بہن مراد لی جاتی ہے،سو والد صاحب کی بہن اگرچہ سوتیلی ہے وہ محرم ہے، اس لئے اس سے کوئی پردہ نہیں۔

اسی طرح رضاعی خالہ اور رضاعی پھوپھی محرم ہیں،ان کیساتھ نکاح نہیں ہوسکتا،البتہ اس فساد کے دور میں رضاعی بہن،خالہ اور پھوپھی کے پاس بے تکلف آنے جانے کی گنجائش نہیں۔

لما في صحيح البخاري:(رقم الحديث:۲۶۴۵،بيروت)يحرم من الرضاع مايحرم من النسب.

Scanned with CamScanner

ولمافي الشامي:(۲/۲۱۵،طبع سعيد)

وبيان ذلك ان الحديث دل على ان كل ما يحرم من النسب يحرم نظيره من الرضاع، فيقال:تحرم الام نسباًفكذاتحرم الام رضاعاًوتحرم البنت نسباًفكذاتحرم البنت رضاعاًوهكذاالى أخرالمحرمات النسبية.

ولمافي الشامي:(۳/۳۰-۳۱،طبع سعيد)

والمرادمن قوله لأمه أن تكون العمةأخت أبيه لأم احترازأعمااذاكانت أخت أبيه لأب أولأب وأم فان عمة هذه العمة لاتحل لأنهاتكون أخت الجدأبي الأب... ولاتحرم بنت زوج الأم ولاأمه ولاأم زوجةالأب ولابنتهاولاأم زوجةالابن ولابنتهاولا زوجةالربيب ولازوجةالراب.

ولمافي الهندية:(۱/۳۴۳،طبع رشيديه)وأخوالمرضعة خاله وأختهاخالته.

ولمافي الهندية:(۱/۲۷۷،طبع رشيديه)لابأس بأن يتزوج الرجل امرأةويتزوج ابنه ابنتها أوأمها.

ولمافي الدرمع الرد:(۹/۵۲۹-۵۳۰،طبع امداديه)والخلوةبالمحرمةمباحةالاالأخت رضاعاً.

وفي الشامية:قال في القنية:وفي استحسان القاضي الصدرالشهيدوينبغي للأخ من الرضاع أن لايخلوبأخته من الرضاع،لأن الغالب هناك الوقوع في الجماع وأفاده العلامةالبيري أن ينبغي معناه الوجوب هنا.

ولمافي كتاب الاختيارللتعليل المختار:(۱-۳/۱۰۶،طبع قديمي)

والمحرمات بالرضاع كل من تحرم بالقرابةوالصهرية.

الجواب صحیح:عبدالرحمٰن عفااللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب:صادق محمد سواتی غفرلہ ولوالدیہ

۲۶ ذیقعدہ ۱۴۳۱ھ — فتوی نمبر:۲۷۵۹

﴿دروازوں پر پردے لٹکانے کا حکم﴾

﴿سوال﴾ دروازوں پر پردے لٹکانا جائز ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾ ضرورت کے لئے جائز ہے،تکبر اور نمائش کی نیت سے لٹکانا مکروہ ہے۔

لمافي الشامي:(۶/۳۵۲،طبع سعيد)

وفي الغياثية:ارخاء الستر على الباب مكروه نص عليه محمدفي السيرالكبير،لانه زينةوتكبروالحاصل ان كل ما كان على وجه التكبريكره وان فعل لحاجة وضرورة لا وهوالمختاراه.

الجواب صحیح:عبدالرحمٰن عفااللہ عنہ — واللہ اعلم:عبدالوہاب عفااللہ عنہ

۱۰ رجب ۱۴۲۷ھ — فتوی نمبر:۵۳۶

Scanned with CamScanner

Maktaba Tul Ishaat. com

﴿تنہائی میں بھی ستر چھپانا ضروری ہے﴾

﴿سوال﴾ (۱) کیا فرماتے ہیں علماء کرام درج ذیل مسئلہ کے بارے میں کہ میں گھر میں اپنے شوہر کے ساتھ رہتی ہوں، اس کے علاوہ ہمارا کوئی عزیز رشتہ دار ہمارے ساتھ نہیں رہتا، میں سونے اور کام کے لئے آدھی آستین کی قمیص استعمال کرتی ہوں، یہ جائز ہے یا نہیں؟

(۲) تنہائی میں لباس کی شرعی حدود کیا ہیں؟ اس کے علاوہ اگر میں کسی دینی کتاب کا مطالعہ یا ذکر کروں تو مجھے کس طرح کا لباس استعمال کرنا چاہیے؟ میں گھر سے باہر جاتے ہوئے لباس اور شرعی پردے کا خاص خیال کرتی ہوں لیکن گھر میں بعض دفعہ لون کے ایسے کپڑے بھی پہننے پڑتے ہیں جو بہت باریک ہوتے ہیں، اس کے متعلق کیا حکم ہے؟　　مستفتیہ: بنت عارف

﴿جواب﴾ تنہائی میں بھی ستر چھپانا ضروری ہے، البتہ کسی غرض سے مثلاً سونے یا کام کاج کے لئے آدھی آستین کی قمیص یا ایسے باریک کپڑے جن سے جسم نہ جھلکتا ہو پہننے پڑ جائیں تو اس کی گنجائش ہے بشرطیکہ غیر محرم کے سامنے نہ ہو۔

لمافی احکام القرآن للتھانوی: (۲/۲۰۶، طبع ادارۃ المعارف والعلوم الاسلامیۃ)

والوجہ الثانی: ان ستر العورۃ فرض فی الصلوٰۃ مع قطع النظر عن رؤیۃ الناس وعدمہا، وفی الصلوٰۃ وخارجہا ولذلک وجب فی الخلوۃ ایضاً علی الصحیح الخ.

ولمافی البحر الرائق: (۱/۲۶۹، طبع سعید)

واعلم ان ستر العورۃ خارج الصلوۃ بحضرۃ الناس واجب اجماعاً الا فی مواضع وفی الخلوۃ فیہ خلاف والصحیح الوجوب اذا لم یکن الانکشاف لغرض صحیح کذا فی شرح المنیۃ.

ولمافی العالمگیریۃ: (۵/۳۲۸، طبع رشیدیہ)

یباح لہ ان ینظر منہا الی موضع زینتہا الظاہرۃ والباطنۃ وھی الرأس والشعر والعنق والصدر والاذن والعضد والساعد والکف والساق والرجل والوجہ الخ.

الجواب صحیح: عبد الرحمٰن عفا اللہ عنہ　　واللہ اعلم بالصواب: محمد کاشف عزیز

۲۷ ذی الحجہ ۱۴۲۹ھ　　فتویٰ نمبر: ۱۷۹۵

﴿معلمہ کا اپنے استاذ کو دیکھنا کیسا ہے؟﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ کیا کوئی معلمہ (طالبہ) اپنے استاذ (بزرگ شخصیت) کو پردہ کی اوٹ سے دیکھ سکتی ہے یا کہ نہیں، جبکہ معلمہ (طالبہ) کا

Scanned with CamScanner

مقصود دیکھنے سے صرف اللہ کے نیک بندے کی زیارت ہو۔　　　مستفتیہ: متعلمہ یوسفیہ بنوریہ

﴿جواب﴾ عورت کے لئے کسی مرد کو دیکھنافی نفسہ جائز ہے، البتہ اگر شہوت کا اندیشہ ہو یا فتنہ میں مبتلاء ہونے کا خوف ہو تو ایسی صورت میں دیکھنا منع ہے، لہٰذا صورت مسئولہ میں متعلمہ (طالبہ) کا اپنے استاذ (بزرگ شخصیت) کو پردے کی اوٹ سے دیکھنا فی نفسہ جائز ہے، تاہم احتیاط اس میں ہے کہ قصدانہ دیکھے۔

لمافی بذل المجهود فی حل ابی داود: (٥/٦٠، طبع الشيخ)

حدثنا محمد بن العلاء نا......عن ام سلمة رضي الله عنها قالت كنت عند النبي ﷺ وعنده ميمونة فاقبل ابن ام مكتوم وذلك بعد ان امرنا بالحجاب فقال احتجبا منه فقلنا يارسول الله اليس اعمى لايبصرنا فقال النبي ﷺ افعمياوان انتما الستما تبصرانه قال صاحب بذل المجهود فيه دليل على ان المرأة لايجوز لها النظر الى الرجل قال النووى وهو الاصح وقال الجمهور يجوز نظر المرأة الى بدن الاجنبي سوى بين سرته وركبته ان لم يكن خوف الفتنة والدليل عليه حديث عائشة انها نظرت الى الحبشة وهم يلعبون فى المسجد وحديث فاطمة ابن قيس وقوله صلى الله عليه وسلم لها اعتدى فى بيت ام مكتوم فانه رجل اعمى تضعين الثياب عنده فوقع التعارض بين الاحاديث بالمنع والرخصة فقيل المنع محمول على الورع و حديث الحبشة وغيرها محمول على الرخصة وقيل المنع محمول على خوف الفتنة والرخصة فى حالة الامن وبخصوص قالوا ان المنع فى ازواج النبي ﷺ خاصة والرخصة فى غيرها وقداشار ابوداؤد وهذا لازواج النبي ﷺ خاصة.

ولمافى المحيط البرهاني: (٨/٢٦، طبع ادارة القرآن)

واما بيان القسم الثالث فنقول نظر المرأة الى الرجل الاجنبي كنظر الرجل الاجنبي الى الرجل الاجنبي ينظر الى جميع جسده الا مابين سرته حتى يجاوز ركبته ــــ فالنظر اليه مباح للرجال والنساء جميعا......وماذكرنا فى الجواب فيما اذا كانت المرأة تعلم قطعا ويقينا انها لونظرت الى بعض ماذكرنا من الرجل لا يقع فى قلبها شهوة واما اذا علمت انه يقع فى قلبها شهوة اوشكت ومعنى الشك استواء الظنين فاحب الى ان تغض بصرها منه هكذا ذكر محمدؒ فى الاصل وهذا لان النظر عن شهوة نوع زنا قال عليه السلام "العينان تزنيان وزناهما النظر" والزنا حرام بجميع انواعه وكذافى الشامى: (٦/٣٧١، طبع سعيد) وكذافى الجوهرة النيرة فى كتاب الحظر والاباحة: (٢/٣٦٣، طبع مير محمد)

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ　　　واللہ اعلم بالصواب: نعیم اقبال عفا اللہ عنہ

۲۹ ربیع الثانی ۱۴۳۱ھ　　　فتویٰ نمبر: ۲۶۵۱

Maktaba Tul Ishaat. com

﴿سوتیلی ساس کے لئے سوتیلے داماد سے پردہ ضروری ہے﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام مسئلہ ذیل میں کہ ایک آدمی اپنی سوتیلی ساس کے ساتھ حرام کا مرتکب ہوا، کیا اس وجہ سے مذکورہ شخص پر اپنی بیوی حرام ہوتی ہے؟ نیز اس سے پردے کا کیا حکم ہے؟ سائل: لائق شاہ

کورنگی

﴿جواب﴾ اس شخص پر اس قبیح کام کی وجہ سے اپنی بیوی حرام تو نہیں ہوئی لیکن اس عورت کے اصول وفروع یعنی اسی عورت کی بیٹی، ماں وغیرہ ہمیشہ کیلئے اس شخص پر حرام ہیں، اسی طرح اس آدمی کی اصول وفروع بھی مذکورہ عورت پر ہمیشہ کیلئے حرام ہیں اور گناہ کبیرہ میں مبتلا ہونے کیوجہ سے دونوں پر صدق دل سے توبہ کرنا اور ایک دوسرے سے پردہ کرنا اور دور رہنا ضروری ہے۔

لمافی احکام القرآن لظفر احمد العثمانیؒ: (۲/۲۱۵، طبع ادارۃ المعارف والعلوم الاسلامیۃ)

ومن المصاھرۃ یحرم علی المرءۃ اصول الزوج وفروعہ مطلقا وعلی الرجل اصول الزوجۃ مطلقا وفروعھا بشرط الدخول بھا.

ولمافی التنویر مع الدر: (۳/۳۹، طبع ایچ ایم سعید)

(فجاز الجمع بین امرأۃ وبنت زوجھا)... لانہ لو فرضت المرأۃ او امرأۃ الابن أو السیدۃ ذکرا لم یحرم بخلاف عکسہ.

ولمافی الھدایۃ: (۲/۲۷۷، طبع رحمانیہ)

ومن زنی بامرءۃ حرمت علیہ امھا وبنتھا فیصیر اصولھا فروعھا کاصولہ وفروعہ وکذلک علی العکس.

الجواب صحیح: عبد الرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم: عبید اللہ عابد

۲۶ صفر المظفر ۱۴۳۰ھ — فتویٰ نمبر: ۱۹۳۲

﴿عورت کے لئے کسی اجنبی شخص کی آواز سننا کیسا ہے؟﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام کہ عورت کے لئے کسی اجنبی شخص کی آواز میں تقریر، حمد نعت یا نظم کی کیسٹ یا براہ راست پردہ کے پیچھے سے سننا جائز ہے یا نہیں؟ مستفتی: شاہد سجان

﴿جواب﴾ عورت کے لئے فی نفسہ مرد کی آواز سننا جائز ہے، تاہم اگر خوف فتنہ ہو اور ذہن میں پراگندہ خیالات پیدا ہوتے ہوں تو ممنوع ہے۔

Scanned with CamScanner

لمافی الشامی:(۹/۳۷۲،طبع سعید)

ویوخذمماھناتقییدہ بمااذاکان بغیرشھوۃ فلوبھامنع مطلقاوالعلۃ،واللہ اعلم خوف الفتنۃ.

الجواب صحیح:عبدالرحمٰن عفااللہ عنہ　　　　واللہ اعلم:عبدالوہاب عفااللہ عنہ

۲۰ جمادی الثانی ۱۴۲۷ھ　　　　فتویٰ نمبر:۴۴۱

﴿عورت کے لئے نعت پڑھنا کیسا ہے؟﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ عورت اگر نعت پڑھے اور مرد بھی اس کو سنیں تو مردوں کے لئے سننا جائز ہے یا نہیں؟ جبکہ وہ نظر نہیں آرہی اور خود اس عورت کے لئے ایسی جگہ نعت پڑھنا کیسا ہے؟ جہاں مرد بھی سامعین ہوں۔ مستفتیہ:حلمہ یوسفیہ بنوریہ

﴿جواب﴾ جس طرح عورت کے لئے چہرے کا پردہ لازم ہے،اسی طرح اس کی خوش الحان آواز کا بھی پردہ ضروری ہے جوان عورت کی سریلی آواز میں نعت سننا اس سے گانا سننے کے مترادف ہے بلکہ گانے سے بھی زیادہ گناہ ہے،اس لئے کہ ایسی صورت میں نعت جوکہ عبادت ہے فتنہ کا ذریعہ بننے کا قوی اندیشہ ہے،لہٰذا اس طرح کا اندیشہ ہوتے ہوئے پڑھنا،سننا دونوں گناہ کے کام ہیں۔

لمافی الشامی:(۱/۴۰۶،طبع سعید)

ومقابله مافي النوازل:نغمة المرأة عورة،وتعلمها القرآن من المرأة أحب قال عليه الصلاة والسلام "التسبيح للرجال،والتصفيق للنساء" فلايحسن أن يسمعها الرجل —ثم نقل عن خط العلامة المقدسي:ذكرالامام ابوالعباس القرطبي في كتابه في السماع:ولايظن من لافطنة عنده أنااذاقلناصوت المرأة عورة انانريدبذلك كلامها،لان ذلك ليس بصحيح،فانانجيزالكلام مع النساء للاجانب ومحاورتهن عندالحاجة الىٰ ذلك،ولانجيزلهن رفع اصواتهن ولاتمطيطها ولاتليينها وتقطيعها،لمافي ذلك من استمالة الرجال اليهن وتحريك الشهوات منهم،ومن هذا لم يجزأن تؤذن المرأة اه.قلت ويشير الىٰ هذاالتعبيرالنوازل با لنغمة.

الجواب صحیح:عبدالرحمٰن عفااللہ عنہ　　　　واللہ اعلم بالصواب:محمد کاشف عزیز غفرلہ

۲۶ ذیقعدہ ۱۴۳۰ھ　　　　فتویٰ نمبر:۲۴۰۱

﴿بارات کیساتھ عورتوں کا جانا جائز ہے یا نہیں؟﴾

﴿سوال﴾ آج کل شادی کے موقع پر ایک رسم یہ بھی ہے کہ جب دلہن کو لانے کے لئے

Maktaba Tul Ishaat. com

دولہا کے گھر والے جاتے ہیں تو دولہا کی چند رشتہ دار خواتین جیسے اس کی بہنیں یا بھتیجیاں وغیرہ بھی ان کے ساتھ دلہن کو لانے کے لئے جاتی ہیں، کیا ان کا یہ جانا جائز ہے؟ بینوا توجروا۔

﴿جواب﴾ چونکہ رشتہ ازدواج انسانی زندگی کا اہم ترین معاملہ ہے جس کے انجام پانے میں عورتوں کے تعاون کے بغیر بسا اوقات دشواریاں پیدا ہو جانے کا بھی اندیشہ ہوتا ہے، اس لئے مندرجہ بالا (فی السوال) صورت میں دولہا کے ساتھ اس کی محرم خواتین جیسے بہنوں، بھتیجیوں وغیرہ کا جانا جائز ہے بشرطیکہ پردے کا پورا اہتمام کرتے ہوئے شرع کے احکام کی رعایت رکھتے ہوئے دولہا کے ہمراہ چلی جائیں۔

لما فی روح المعانی (۲۱-۲۲/۲۵۸-۲۶۰، طبع رشیدیہ)

وقرن فی بیوتکن ولا تبرجن تبرج الجاہلیۃ الاولیٰ ـــ الأیۃ، وھذا لاینافی خروجھن للحج اولما فیہ مصلحۃ دینیۃ مع التستر وعدم الابتذال ـــ بان الامر بالاستقرار فی البیوت والنھی عن الخروج لیس مطلقا والا لما اخرجھن صلی اللہ علیہ وسلم بعد نزول الأیۃ للحج والعمرۃ ولما ذھب بھن فی الغزوات ولما رخصھن لزیارۃ الوالدین وعیادۃ المرضیٰ وتعزیۃ الاقارب وقد وقع کل ذلک کما تشھد بہ الاخبار.

الجواب صحیح: عبد الرحمٰن عفا اللہ عنہ واللہ اعلم محمد ... حسین چترالی عفا اللہ عنہ

۱۰ جمادی الثانی ۱۴۲۲ھ ... ۲۰۰۱ء

﴿کیا عورت کے لئے ٹیلیفون اٹھانا جائز ہے﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام کہ گھر میں کوئی مرد موجود نہ ہونے کی صورت میں عورت ٹیلی فون اٹھا کر بات کر سکتی ہے؟ نابالغہ بچی کا اس سلسلے میں کیا حکم ہے؟

﴿جواب﴾ گھر میں اگر مرد موجود نہ ہو یا کوئی ایسا بچہ جو کال کرنے والے کو جواب دیکر مطمئن کر سکے موجود نہ ہو اور ٹیلیفون اٹھانے کی ضرورت بھی ہو تو ایسی صورت میں عورت ٹیلی فون اٹھا کر بات کر سکتی ہے الا یہ کہ خاوند یا ولی منع کر دیں، تاہم نرم لہجہ استعمال کرنے سے پھر بھی گریز کرے، رہا نابالغہ (بچی) کا مسئلہ سو اگر وہ حد شہوت کو نہ پہنچی ہوئی ہو تو اس کا حکم خواتین جیسا نہیں ہے اور اگر حد شہوت کو پہنچی ہو تو اس کا حکم بھی پردہ وغیرہ کے سلسلے میں بڑی عورتوں جیسا ہے۔

لما فی قولہ تعالیٰ (الاحزاب، آیت ۵۳) ﴿واذا سألتموھن متاعا فسئلوھن من وراء حجاب﴾

ولمافی قوله تعالی:(سورة الاحزاب،آیت ۳۲)

فلاتخضعن بالقول فیطمع الذی فی قلبه مرض وقلن قولا معروفا...الأية.

ولمافی قوله تعالی:(سورة النور،آیت ۳۱)﴿ولا یضربن بارجلهن لیعلم مایخفین من زینتهن﴾

ولمافی الشامی:(۲/۲۰۱،طبع سعید)

(قوله یمسه المحرم الخ)...ولومعهن صبیةلم تبلغ حدالشهوة واطاقت غسله علمنها غسله لان حکم العورة غیر ثابت فی حقها.

الجواب صحیح:عبدالرحمٰن عفااللہ عنہ — واللہ اعلم:محمد شریف حسین چترالی

۵ جمادی الثانی ۱۴۲۷ھ — فتوی نمبر:۳۸۲

﴿رضائی بیٹے کی ماں اجنبی ہے﴾

﴿سوال﴾ زیداور عمرو دونوں نے چاہا کہ آپس میں رشتہ جُڑ جائے، چنانچہ زید کی بیوی نے عمرو کے بچے کو دودھ پلایا اور عمرو کی بیوی نے زید کے بچے کو دودھ پلایا، کیا اب زید کی بیوی عمرو کے سامنے اور عمرو کی بیوی زید کے سامنے آسکتی ہے یعنی کیا اُن دونوں کے درمیان پردہ ضروری ہے؟

﴿جواب﴾ مذکورہ صورت میں دودھ پلانے کے سبب سے زید کی بیوی عمرو کے بچے کی رضاعی ماں تو بن گئی تاہم وہ خود عمرو کے حق میں اجنبیہ (غیر محرم) ہی ہے، اسی طرح عمرو کی اہلیہ اور زید کے بچے کے درمیان محرمیت تو پائی گئی تاہم وہ خود زید کے حق میں بدستور اجنبیہ ہی ہے، نیز عمرو زید کے بچے کا رضاعی باپ تو بن گیا، تاہم اُن کی اہلیہ کے حق میں بدستور اجنبی ہی ہے بالکل اسی طرح زید بھی عمرو کے بچے کا رضاعی باپ تو بن گیا لیکن اُن کی اہلیہ کے حق میں اجنبی قرار پائے گا۔

لہٰذا اُن کی بیویوں کے ایک دوسرے کے بچوں کو دودھ پلانے سے اُن (مرد وزن) کی آپس میں محرمیت ثابت نہیں ہوتی، اسلئے ایک دوسرے سے پردہ ضروری ہے۔

لمافی قوله تعالی:(النور،آیت ۳۰)﴿قل للمؤمنین یغضوا من ابصارهم ویحفظوا فروجهم﴾

یادرہے کہ ہر وہ دو مرد وعورت جن کے درمیان کوئی نسبی یا رضاعی یا سسرالی محرمیت (رشتہ داری) نہ ہو تو اُن کا ایک دوسرے سے پردہ ضروری ہے۔

لمافی روح المعانی:(جزء ۱۸،ص ۱۴۰،طبع رشیدیه)

"وقل للمؤمنٰت"الأية:فلاینظرن الی مالایحل لهن النظرالیه.وفی الزواجر لابن حجر المکی:کمایحرم نظر الرجل المرأة حرم نظرها الیه ولوبلاشهوة ولاخوف فتنة،نعم ان

Maktaba Tul Ishaat. com

كان بينهما محرمية بنسب أو رضاع أو مصاهرة نظر كل إلى ما عدا بين سرة الآخر وركبته.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ　　　واللہ اعلم: محمد شریف حسین عفا اللہ عنہ

۱۷ رجب ۱۴۲۷ھ　　　فتویٰ نمبر: ۵۴۵

اجنبی عورت پر نظر پڑ جائے تو۔۔۔

سوال بعض لوگوں سے سنا ہے کہ حدیث میں آیا ہے کسی اجنبی عورت کو پہلی مرتبہ دیکھنے سے گناہ نہیں ہوتا، اس لئے وہ کہتے ہیں کہ ہم نظر جما کر ایک ہی بار دیکھتے ہیں بار بار نہیں دیکھتے یعنی ٹکٹکی باندھ کر دیکھتے ہیں، کیا واقعی حدیث میں اس طرح آیا ہے؟ میرا ذاتی خیال یہ ہے کہ یہ بات اسلام کے مزاج کے خلاف ہے، برائے مہربانی شریعت کا حکم بتا دیں۔

جواب کسی اجنبی عورت کی طرف ٹکٹکی باندھنا یعنی مسلسل گھورتے رہنا قطعاً ناجائز اور حرام ہے۔ جس حدیث میں اچانک پہلی نظر پڑ جانے کے معاف ہونیکا ذکر ہے وہ یہ ہے:

لمافی مشکوۃ المصابیح: (ص ۲۶۹ طبع سعید)

عن بريدة قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لعلي يا علي لا تتبع النظرة النظرة فان لك الاولى وليست لك الاخرة رواه احمد والترمذي وابوداود والدارمي.

حدیث کا مطلب یہ ہے کہ جو نظر بلا قصد و ارادہ کسی اجنبی عورت پر پڑ جاتی ہے چونکہ وہ انسان کے اختیار سے باہر ہے، اس لئے وہ معاف ہے، اس میں اصل چیز قصد و ارادہ ہے پہلی نظر کا ذکر اس لئے کر دیا کہ وہ عموماً بغیر ارادہ کے اچانک پڑتی ہے۔

چنانچہ خود مشکوۃ کے محشی نے وضاحت کر دی ہے کہ اعتبار قصد و ارادے کا ہوگا اسی طرح ایک دوسری حدیث میں بھی مسلسل گھورتے رہنے کی صریح ممانعت آئی ہے، چنانچہ حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اچانک نظر کے بارے میں پوچھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے حکم دیا کہ اپنی نظر کو پھیر دو، قرآن پاک میں تو شروع ہی سے نظر کو نیچے رکھنے کا حکم دیا گیا ہے تاکہ اچانک نظر پڑ جانے کی نوبت ہی نہ آئے معلوم نہیں وہاں حسن فانی کے دلدادہ کیا تاویل کریں گے؟

خلاصہ یہ ہے کہ بدنظری بدترین گناہ ہے جو بنص قرآنی ناجائز اور حرام ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھنے والے اور جو بن سنور کر نکلے (تاکہ میری طرف کوئی دیکھے) دونوں پر لعنت

Scanned with CamScanner

فرمائی ہے، اس لئے ہر مسلمان کو اس سے توبہ کرنی چاہیے اور اللہ کے ہر حکم کے سامنے بغیر تاویل کے سر تسلیم خم کرنا چاہیے، اللہ تعالیٰ ہم کو صراط مستقیم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم: عبدالوہاب عفا اللہ عنہ

٦ جمادی الاولیٰ ١٤٢٧ھ — فتویٰ نمبر: ٢٤٣

﴿منہ بولی بیٹی کا پردے اور میراث وغیرہ سے متعلق﴾

﴿سوال﴾ ہندہ نے اولاد نہ ہونے کی وجہ سے کسی لاوارث بچی کو اپنی بیٹی بنالیا سگی بیٹی کی طرح اس کو پالتی رہی اور شوہر بھی اس پر ہندہ سے راضی ہے بعد میں اور بچے پیدا ہونے لگے، اب اس منہ بولی بیٹی اور سگے بچوں کو بغیر فرق کے پالتی ہے، پوچھنا یہ ہے کہ اس منہ بولی بیٹی کو ہندہ کے بھائی یا محرم رشتہ داروں سے پردہ کرنا چاہیے یا اسکی حیثیت سگی بیٹی کی ہے؟ نیز بعد میں میراث لینے میں یہ منہ بولی بیٹی میراث کا مطالبہ کرسکتی ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾ منہ بولی بیٹی شرعاً بیٹی قرار نہیں پاتی اپنی طرف نسبت کرنا بھی غلط ہے اس لئے ہندہ کے تمام محرم رشتہ داروں سے پردہ لازم ہے اور ہندہ کے رشتہ داروں کو بھی احتیاط کرنا لازم ہے، اسی طرح میراث کے مطالبہ کا بھی اس کو شرعاً حق حاصل نہیں الغرض سگی بیٹی کے احکام اس پر جاری نہیں ہونگے، مذکورہ صورت میں بہتر یہ ہے کہ اس منہ بولی کا کسی مناسب شخص (جن میں ہندہ کی اولاد اور رشتہ دار بھی شامل ہیں) سے عقد نکاح کرادیا جائے باقی پردہ کالحاظ رکھتے ہوئے حسن سلوک جاری رکھنا پسندیدہ ہے۔

لما فی قوله تعالیٰ (سورة الاحزاب، آیت ٤-٥)

﴿وما جعل ادعياءكم ابناءكم ذلكم قولكم بافواهكم والله يقول الحق وهو يهدى السبيل ادعوهم لآبائهم هو اقسط عند الله فان لم تعلموا اٰبائهم فاخوانكم فى الدين ومواليكم — الآية.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم: عبدالوہاب عفا اللہ عنہ

١١ ربیع الاول ١٤٢٧ھ — فتویٰ نمبر: ٢٤٤

﴿غیر محرم سے مصافحہ کرنے کا مسئلہ﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے علاقے میں یہ

Scanned with CamScanner

Maktaba Tul Ishaat. com

دستور اور رواج چلا آ رہا ہے کہ اگر کوئی شخص دور کے سفر سے کافی مدت کے بعد آ جائے تو عام لوگوں کے علاوہ قریبی رشتہ دار خواتین بھی خیر خیریت معلوم کرنے آتی ہیں، سلام کرتی ہیں اور مصافحہ کے لئے ہاتھ بڑھاتی ہیں جن میں بعض جوان بھی ہوتی ہیں، بعض صرف ''سخیر را غلے'' (دعائیہ جملہ ہے) پر اکتفاء کر لیتی ہیں۔

ہمارے علاقے میں مستقل پردے کا رواج زیادہ نہیں، البتہ چادر کا اہتمام تو گھر میں بھی ہر عورت کرتی ہے لیکن چہرہ عموماً نظر آتا ہے، دین دار لوگ خصوصاً علماء طلباء اور تبلیغی جماعت کے لوگ اس مسئلہ میں کافی پریشان ہیں مثلاً کوئی قریبی رشتہ دار جوان یا ادھیڑ عمر کی خاتون گھر آ کر خیریت معلوم کرتی ہے یا مصافحہ کے لئے ہاتھ بڑھاتی ہے تو ایسا موقع بڑی آزمائش کا ہوتا ہے،!

مصافحہ سے اعراض کرنا بھی طبعی طور پر مشکل ہو جاتا ہے، قوی اندیشہ ہے بلکہ یقین ہے کہ اس کا دل دکھے گا، اسی طرح خیریت معلوم کرنے پر جواب نہ دینا یا دینے سے چہرہ موڑنا بھی اس کی دل آزاری کا باعث ہے، واضح رہے کہ عموماً فتنہ یا شہوت کا کوئی اندیشہ نہیں ہوتا، ایسی صورت میں شریعت میں کس قدر گنجائش ہے؟ کیا سختی سے منع کرے خواہ مسلمان کی دل آزاری ہو؟ براہ کرم تفصیلی جواب دیں۔ بینوا توجروا۔

﴿جواب﴾ آپ کے علاقے کے علماء اور دیگر مسلمانوں کی ذمہ داری ہے کہ حکمت اور بصیرت کیساتھ پورے شرعی پردے کو رواج دیں، مردوں اور عورتوں پر محنت کریں تاکہ شرعی پردہ عام رائج ہو اور تمام شرعی احکام کا عام ذہن بن جائے پھر ایسی دشواری پیش نہیں آئیگی اور جب تک مذکورہ غلط رواج کا غلبہ ہو تو ضرورت کا درجہ دیکر مندرجہ ذیل تفصیل پر عمل کرنے کی گنجائش معلوم ہو رہی ہے۔

واضح رہے کہ شہوت یا فتنہ کے اندیشہ کی صورت میں عورت کے چہرہ کو دیکھنا، بات کرنا، مصافحہ کرنا سب منع ہے، شہوت اور فتنہ کا اندیشہ نہ ہو تو بات کرنا یا سلام کا جواب دینا عمر رسیدہ اور (جوان عورت کے ساتھ بھی جائز ہے) چہرے کی طرف دیکھنا اسی طرح مصافحہ کرنے میں جوان اور عمر رسیدہ عورت کا حکم الگ الگ ہے۔

چنانچہ عمر رسیدہ عورت کے چہرے کو دیکھنا یا اس سے مصافحہ کرنا بلا ضرورت بھی جائز ہے،

جوان عورت کے چہرے کو دیکھنا جبکہ شہوت اور فتنہ کا اندیشہ نہ ہو تب بھی کراہت سے خالی نہیں، البتہ ضرورت کی صورت میں خواہ مذکورہ بالا درجہ کی ضرورت ہو دیکھنا بلا کراہت جائز ہے، تاہم نظروں کو بچاتے ہوئے خیریت معلوم کرنے کے لئے مکالمہ کو مختصر کرنے کی کوشش کریں، اسی طرح شہوت اور فتنہ کے اندیشہ نہ ہونے کی صورت میں بلا ضرورت جوان عورت سے مصافحہ منع ہے، البتہ ضرورت کی صورت میں گنجائش معلوم ہو رہی ہے۔

سوال میں ذکر کردہ صورت حال کو بھی ضرورت کا درجہ دیکر مصافحہ کرنے کی گنجائش معلوم ہو رہی ہے لیکن یہ میری ذاتی رائے ہے، دیگر مفتیان کرام سے بھی معلوم کریں، البتہ احتیاط اس میں ہے کہ مصافحہ کی صورت ہو مصافحہ نہ ہو، لہذا عورت کے ہاتھ پر کپڑا نہ ہو تو مرد خود اپنے ہاتھ پر کپڑا ڈال کر معمولی سے مصافحہ پر اکتفاء کریں یعنی پنجہ کو پنجہ میں لئے بغیر صرف ہاتھ کے انگلیاں ملانے پر اکتفاء کریں تا کہ مصافحہ نہ ہو اور بظاہر مصافحہ سے اعراض بھی نہ ہو۔

لمافی الهندية:(۳۲۸/۵-۳۲۹،طبع رشيديه)

وماحل النظر اليه حل مسه ونظره وغمزه من غير حائل ولكن انما يباح النظر اذا كان يامن على نفسه الشهوة فاما اذا كان يخاف على نفسه الشهوة فلا يحل له النظر وكذلك المس انما يباح له اذا امن على نفسه وعليها الشهوة واما اذا خاف على نفسه او عليها الشهوة فلا يحل المس له..... ولا يحل له ان يمس وجهها ولا كفها وان كان يامن الشهوة وهذا اذا كانت شابة تشتهي فان كانت لا تشتهي لا باس بمصافحتها ومس يدها كذا في الذخيرة.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ | واللہ اعلم بالصواب: اسرار عزیز دیروی

۷ ربیع الاول ۱۴۲۸ھ | فتوی نمبر: ۲٦۰

﴿حجاب کا ادنی درجہ نیز اجنبی عورت سے متعلق چند مسائل﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام درج ذیل مسائل کے بارے میں کہ ہمارے علاقے میں یہ دستور و رواج چلا آ رہا ہے کہ شادی بیاہ، فوتگی، نیز سفر سے آنے کے موقع پر عام لوگوں کی طرح پڑوسن اور رشتہ دار خواتین بھی خیر خیریت معلوم کرنے آتی ہیں، دعا و سلام کرتے وقت مصافحہ کے لئے ہاتھ بڑھاتی ہیں جن میں بعض خواتین محرم اور بعض غیر محرم ہوتی ہیں۔

یہاں علاقہ چونکہ پسماندہ ہے، اس وجہ سے اکثر گھروں کی خواتین اپنے مردوں کے شانہ بشانہ زمینوں وغیرہ میں کام کاج کرتی ہیں، اسی طرح خواتین جنگل سے لکڑی اور جانوروں کے

Scanned with CamScanner

Maktaba Tul Ishaat. com

لئے گھاس وغیرہ لاتی ہیں، بعض اوقات اپنے بچہ کو بیمار ہونے کی صورت میں ڈاکٹر کے پاس لے جاتی ہیں، ہمارے علاقے میں مستقل پردے کا رواج زیادہ تر نہیں ہے لیکن بازاروں اور شہروں کی طرح بے پردگی بھی نہیں ہے۔

پوچھنا یہ ہے (۱) مذکورہ صورت حال میں عورتوں کے لئے گھروں سے نکلنا کام کاج کرتے وقت اپنے چہرہ، ہتھیلی اور قدم کھولنا کیا جائز ہے؟ (۲) کیا مرد اجنبی عورت کے چہرہ، ہتھیلی اور قدم کو دیکھ سکتا ہے؟ (۳) کیا اجنبی عورت کے سلام کا جواب دینا اور اس سے بات کرنا جائز ہے؟ (۴) کیا غیر محرم رشتہ دار عورتوں سے مصافحہ کرنا جائز ہے؟ شریعت مقدسہ کی روشنی میں جواب دیکر ہماری الجھن کو دور فرمائیں۔ مستفتی: حبیب الرحمٰن شورکوٹی

﴿جواب﴾ جوابات عرض کرنے سے پہلے تمہید کے طور پر دو باتیں سمجھ لیں جن سے سمجھنے میں آسانی ہوگی۔

پہلی بات یہ ہے کہ سوال میں جن ضروریات اور حاجات کا ذکر کیا گیا ہے ان کا حکم ضرورت شرعی اور اضطراری حالت سے مختلف ہے، اس لئے مذکورہ بالا ضروریات کو مطلقاً جواز کیلئے بنیاد نہیں بنایا جاسکتا بلکہ شہوت اور فتنہ سے مامون ہونے کی شرط بھی ملحوظ ہوگی۔

دوسری بات یہ ہے کہ حجاب کے ادنیٰ درجہ پر عمل کرنا جوان عورت کے لئے بوقت ضرورت اور بوڑھی خاتون کیلئے بغیر ضرورت کے بھی جائز ہے۔

حجاب کا ادنیٰ درجہ یہ ہے کہ جب عورت گھر سے باہر نکلے تو اس کا پورا بدن سر سے لیکر پاؤں تک ڈھکا ہوا ہو، البتہ ضرورت کے وقت چہرہ، ہتھیلیاں اور قدم کھول سکتی ہے، اس تمہید کے بعد جوابات ملاحظہ ہوں:

(۱) اگر واقعتاً آپ کے علاقہ میں مذکورہ بالا مجبوریاں ہیں تو پھر خواتین ادنیٰ درجہ کے حجاب کا اہتمام کرتے ہوئے اپنی گھریلو حاجات اور دیگر ضروریات زندگی کو حاصل کرنے کیلئے اپنے گھروں سے نکل سکتی ہیں اور بوقت ضرورت چہرہ، ہتھیلیاں اور قدم بھی کھول سکتی ہیں بشرطیکہ فتنے سے مامون ہوں، نیز گھر سے باہر کام کاج کی اصلی ذمہ داری چونکہ مردوں کی ہے، اس لئے خواتین حتی الامکان نکلنے سے گریز کریں۔

Scanned with CamScanner

(۲) جہاں تک مردوں کا اجنبی عورت کے چہرہ، ہتھیلی اور قدم کی طرف دیکھنے کا مسئلہ ہے اگر لذت حاصل کرنے کی نیت سے ہو یا فتنہ میں پڑنے کا اندیشہ ہو تو اس صورت میں ناجائز اور حرام ہے، ہاں اگر فتنہ میں مبتلا ہونے کا اندیشہ نہ ہو اور لذت حاصل کرنا بھی مقصود نہ ہو تو پھر جوان عورت کو بوقت ضرورت دیکھنے کی گنجائش ہے، جب کہ بوڑھی خاتون کو ضرورت کے بغیر بھی دیکھنا مباح ہے۔

لمافی المظهری:(سورة النور،أیت ۳۱،طبع رشيديه)

وقل للمومنات يغضضن من ابصارهن ويحفظن فروجهن ولايبدين زينتهن الاماظهر منها...... والمستثنى هو الوجه والكفان عند أبي حنيفة ومالك واحمد والشافعي.

ولمافی المبسوط لسرخسی:(المجلد الخامس والجزء العاشر،ص ۲۶۳،طبع بيروت)

ولكنا نأخذ بقول علي وابن عباسؓ فقد جاءت الاخبار في الرخصة بالنظر الى وجهها وكفها...... ثم لاشك انه يباح النظر الى قدمها ايضا وهكذا ذكر الطحاوي لانها كما تبتلى بابداء وجهها في المعاملة مع الرجال وبابداء كفها في الاخذ والاعطاء تبتلى بابداء قدميها اذا مشت حافية اومتنعلة الى قوله وهذا كله اذا لم يكن النظر عن شهوة فان كان يعلم انه ان نظر اشتهى لم يحل له النظر الى شيء منها.

(۳) جوان عورت کے سلام کا جواب دل میں دینا چاہیے، ہاں اگر کسی ضرورت کے موقع پر بات کا آغاز ہی سلام سے کریں تو پھر زبان سے جواب دینا اور بات کرنا ضرورت کے بغیر بھی جائز ہے بشرطیکہ فتنے کا اندیشہ نہ ہو اور لذت کا حصول بھی مقصود نہ ہو، ورنہ جائز نہیں ہے جبکہ بوڑھی خاتون کو سلام کا جواب دینا اور بات کرنا ضرورت کے بغیر بھی جائز ہے۔

لمافی الشامی:(۳۶۹/۶،طبع ایچ ایم سعید)

واذا سلمت المرأة الاجنبية على رجل ان كانت عجوزا رد الرجل عليها السلام بلسانه بصوت تسمع وان كانت شابة رد عليها في نفسه.

ولمافی الشامی:(۴۰۶/۱،طبع ایچ ایم سعید)

فانا نجيز الكلام مع النساء للاجانب ومحاورتهن عند الحاجة الى ذلك ولا نجيز لهن رفع اصواتهن ولا تمطيطها ولا تليينها وتقطيعها.

(۴) خاتون اگر بوڑھی ہے تو مصافحہ شہوت سے مامون ہونے کی حالت میں مباح ہے اور اگر جوان ہے تو پھر مصافحہ کرنا عمومی طور پر ناجائز ہے، البتہ سوال میں ذکر کردہ صورت میں گنجائش معلوم ہو رہی ہے بشرطیکہ مرد و عورت شہوت سے مامون ہوں، ورنہ جائز نہیں ہے، لہٰذا جب تک

Scanned with CamScanner

Maktaba Tul Ishaat. com

اس رسم کا خاتمہ ہو، تو مصافحہ کی ظاہری صورت پر اکتفاء کریں یعنی ہاتھ پر کپڑا ہو اور صرف انگلیوں کو ملائیں، پنجہ کو پنجہ میں نہ لیں تاکہ مصافحہ نہ ہو اور بظاہر مصافحہ سے اعراض بھی نہ ہو لیکن یہ میری ذاتی رائے ہے دیگر مفتیان کرام سے بھی معلوم کریں۔

لما فی فتح القدیر (۱۰/۳۰، کتاب الکراھیۃ، طبع رشیدیہ)

والاصل فیہ ماروی ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان یصافح العجائز فی البیعۃ ولا یصافح الشواب الخ

ولما فی العالمگیریۃ (۵/۳۲۹، طبع رشیدیہ)

ولا یحل لہ ان یمس وجہہا ولا کفہا وان کان یأمن الشہوۃ وھذا اذا کانت شابۃ تشتہی فان کانت لا تشتہی لا بأس بمصافحتہا ومس یدہا.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ	واللہ اعلم بالصواب: رشید عالم مروت

۱۷ ربیع الثانی ۱۴۲۱ھ	فتویٰ نمبر: ۸۶/ے

﴿غیر محرم کے ساتھ عورت کا سفر کرنا جائز نہیں﴾

﴿سوال﴾ میں ایک کوٹھی میں ڈرائیوری کرتا ہوں کوٹھی کی مکین عورتیں کبھی خلوت میں میرے ساتھ سفر کرنے جاتی ہیں جبکہ ہمارے درمیان کوئی رشتہ بھی نہیں، نوکری کا مسئلہ ہے روک بھی نہیں سکتا ہوں، پوچھنا یہ ہے کہ ایسی حالت میں انکے لئے میرے ساتھ سفر کرنے کی گنجائش ہے یا نہیں؟

مستفتی: عنایت اللہ اورنگی ٹاؤن کراچی

﴿جواب﴾ غیر محرم کے ساتھ خلوت اختیار کرنا، سفر کرنا ازروئے شرع جائز نہیں ہے، آپ کو چاہیے کہ ان کو روکنے کی کوشش کریں یا عورت کے محرم کو ساتھ لے جانے کی کوشش کریں، نہ روک سکیں تو کم از کم اس عمل کو دل سے برا جانیں توبہ استغفار کرتے رہیں ... ملے تو کہیں اور نوکری تلاش کریں۔

لما فی سنن النسائی (۲/۲۶۹، طبع قدیمی)

من رأی منکرا فلیغیرہ بیدہ فان لم یستطع فبلسانہ فان لم یستطع فبقلبہ وذلک أضعف الایمان.

ولما فی الشامی (۲/۴۶۴، طبع سعید)

(قولہ فی سفر) ھو ثلاثۃ ایام ولیالیہا فیباح لہا الخروج الی مادونہ لحاجۃ بغیر محرم بحر وروی عن أبی حنیفۃ وابی یوسف کراھۃ خروجہا وحدھا مسیرۃ یوم واحد وینبغی ان

Scanned with CamScanner

يكون الفتوى عليه لفساد الزمان شرح اللباب ويؤيده حديث الصحيحين "لايحل لامرأة تؤمن بالله واليوم الآخر أن تسافر مسيرة يوم وليلة الامع ذي محرم عليها" وفي لفظ المسلم "مسيرة ليلة" وفي لفظ "يوم".

ولما في الشامي:(٦/٣٦٨،طبع سعيد)

(قوله الخلوة بالأجنبية) اى الحرة لما علمت من الخلاف في الأمة،وقوله:حرام قال في القنية مكروهة كراهة تحريم وعن أبي يوسف ليس بتحريم اه.

ولما في الدر المختار:(٦/٣٧٠،طبع سعيد)

(وعبدها كالاجنبي معها) فينظر لوجهها وكفيها فقط:نعم يدخل عليها بلا اذنها اجماعا، ولا يسافر بها اجماعا خلاصة.وهكذا في الهندية:(٥/٣٣٠،طبع رشيديه)

الجواب صحیح:عبد الرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب:ظہور احمد شمس

۲۶ جمادی الاولیٰ ۱۴۲۹ھ — فتویٰ نمبر:۱۴۸۳

﴿شادی بیاہ کے موقع پر عورتوں کے نکلنے کا حکم﴾

﴿سوال﴾ عورتوں کے لئے شادی بیاہ کے موقع پر نکلنے کا کیا حکم ہے؟ جبکہ شادی کسی قریبی رشتے دار کی ہو اور نہ جانے میں ناراضگی کا خدشہ ہو۔

﴿جواب﴾ عورتوں کے لئے اصل حکم تو یہ ہے کہ بغیر ضرورت کے گھر سے باہر نہ نکلیں اور اگر ضرورت کے پیش نظر نکلنا بھی پڑے تو چند شرائط کے ساتھ نکلنے کی گنجائش ہے:

(۱) نکلتے وقت خوشبو نہ لگائیں اور زیادہ زیب وزینت کا لباس نہ پہنیں۔(۲) ایسا زیور پہن کر نہ نکلیں جس میں آواز ہو۔(۳) زمین پر اس طرح پاؤں مار کر نہ چلیں کہ ان کے خفیہ زیور کی آواز کسی کے کان میں پڑے۔(۴) راستے کے درمیان میں نہ چلیں بلکہ کناروں پر چلیں۔ (۵) اپنی چال میں اترانے اور مٹکنے کا انداز اختیار نہ کریں کہ کسی کے لئے کشش کا باعث ہو۔(۶) اپنی نظروں کو پست رکھیں حتی الوسع نامحرم پر ان کی نظر نہیں پڑنی چاہیے۔(۷) مردوں کے مجمع میں نہ گھسیں۔(۸) اجنبی سے بات کرنے کی ضرورت پیش آئے تو اس کے لب ولہجہ میں نرمی اور نزاکت نہ ہو۔(۹) اپنے شوہروں کی اجازت کے بغیر گھر سے نہ نکلیں۔(۱۰) نکلتے وقت برقعہ یا بڑی چادر اوڑھ لیں جس سے سر سے پاؤں تک پورا پردہ ہو سکے۔

ان تمام شرائط کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے عورتوں کا شادی بیاہ کے موقع پر نکلنا جائز ہے جبکہ

وہاں پر کوئی خلاف شرع کام نہ ہو اور بے پردگی کا اندیشہ بھی نہ ہو وغیرہ تو نکلنے کی گنجائش ہے کیونکہ کچھ کام ایسے بھی ہوتے ہیں جو صرف عورتیں ہی کرسکتی ہیں اور خاص طور پر یہ بھی کہ اگر وہ قریبی رشتے دار ہوں اور قطع رحمی کا اندیشہ ہو تو جانے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔

لمافی صحیح البخاری:(۲/۷۸۴،باب ذهاب النساء والصبيان الى العرس،طبع رحمانيه)

عن انس بن مالک قال ابصر النبی ﷺ نساء وصبيانا مقبلين من عرس فقام ممتنا فقال اللهم انتم من احب الناس الی.قال المحشی:كانه ترجم بهذا لئلا يتخيل احد كراهية ذلک فاراد انه مشروع بغير كراهية.

ولمافی المرقاة:(۶/۳۳۹-۳۴۰،طبع رشيديه)

وعن عبدالله بن عمران رسول الله ﷺ قال "اذادعی احدكم الی الوليمة فلياتها" متفق عليه.وفی رواية لمسلم "فليجب عرسا كان اونحوه".

(قوله ﷺ:فليجب عرسا كان اونحوه)ای كالعقيقة والختان والظاهران عرسا كان أونحوه مدرج من كلام الراوی— قيل اجابة الوليمة واجبة فيأثم التارك بلاعذر لقوله ﷺ "من ترك الدعوة فقد عصى الله ورسوله" وقيل مستحبة هذا فی الحضور واما الأكل فندب اذا لم يكن صائما واما اجابة غير الوليمة فندب لقوله ﷺ "لودعيت الی كراع لاجبت" كذا ذكره الطيبی وابن الملک قالا ومن الاعذار المسقطة للوجوب اوالندب ان يكون فی الطعام شبهة اويختص بها الاغنياء اوهناك من يتاذی بحضوره اولاتليق به مجالسته اويدعی لدفع شره اولطمع فی جاهه اوليعاونه علی باطل اوهناك منهی كالخمر او اللهو اوفرش الحرير وغير ذلک ولايخفی ان فی هذا الزمان لايخلو من هذه الاعذاران لم تكن كلها موجودة ولهذا قالت الصوفية:حلت العزلة بل ينبغی ان يقال وجبت فان من اختار العزلة اختار العزلة

الجواب صحیح:عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب:[illegible]

۱۵ رجب ۱۴۲۸ھ — فتویٰ نمبر [illegible]

﴿شادی سے پہلے منگیتر سے تعلقات قائم کرنا غلط ہے﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ نکاح سے پہلے منگیتر کے ساتھ فون پر بات چیت کرنا اور تعلقات قائم کرنا جائز ہے کہ نہیں؟ جبکہ بعض لوگ کہتے ہیں کہ اس میں شرعا کوئی قباحت نہیں ہے۔

اب پوچھنا یہ ہے کہ رخصتی سے پہلے منگیتر سے میل جول اور بات چیت کرنے کا شرعا کیا حکم ہے؟

﴿جواب﴾ نکاح کے ارادے سے نامحرم عورت کو ایک نظر دیکھنے کی شریعت نے گنجائش دی

Maktaba Tul Ishaat. com
Scanned with CamScanner

ہے اور اس کے مزاج و سمجھ کو معلوم کرنے کی غرض سے کچھ بات کرنے کی بھی گنجائش معلوم ہو رہی ہے ،براہ راست خواہ فون کے ذریعہ سے ہو،لیکن اس سے زیادہ تعلقات قائم رکھنا مثلا بالمشافہ ملاقات کرنا گھومنا پھیرنا اور میل جول رکھنے کی گنجائش نہیں ہے،یادر ہے کہ نکاح سے پہلے منگیتر اجنبی غیر محرم عورت کی حیثیت رکھتی ہے۔البتہ عقد نکاح سے وہ بیوی بن جاتی ہے اگر چہ رخصتی میں دیر ہو پھر ملنا جلنا جائز ہوتا ہے۔

لمافی مرقاۃ المفاتیح علی شرح مشکوۃ المصابیح :۲۵۳/۶(طبع رشیدیه)

عن عقبة بن عامر قال :قال رسول الله صلى الله عليه وسلم اياكم والدخول على النساء أي غير المحرمات على وجه التخلية أوعلى وجه التكشف.

ولمافی الدر:۳۷۰/۶(طبع سعید)

لو اكتفى بالنظر اليهابمرة حرم الزائد لأنه ابيح للضرورة فيتقد بها.

ولمافی الشامی:۳۶۸/۶(طبع سعید)الخلوة بالاجنبة مكروهة وان كانت معهالخرى كراهة تحريم.

الجواب صحیح:مفتی عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ واللہ اعلم بالصواب:فضل حق زیزاروی

۱۹ ربیع الثانی ۱۴۳۵ھ فتوی نمبر:۴۰۷۸

﴿نظر الی المخطوبة کاحکم﴾

﴿نکاح کے ارادہ سے ایک نظر دیکھنا مستحب ہے﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام کہ میرے گھر والے ایک جگہ میرا رشتہ کرانا چاہتے ہیں اور ابھی تک اس لڑکی کو نہ دیکھنے کی وجہ سے مجھے اطمینان نہیں ہے،پوچھنا یہ ہے کہ میرے لئے اس لڑکی کو دیکھنے کی گنجائش ہے؟ تاکہ اطمینان قلب کے بعد اپنی رائے کا اظہار کردوں۔

﴿جواب﴾ نکاح مرد و عورت دونوں کے لئے معاشرتی زندگی کا ایک اہم فیصلہ ہوتا ہے، اس لئے دین اسلام نے مرد و عورت کا ایک دوسرے کو دیکھنے کی نہ صرف گنجائش دی ہے بلکہ اس کی ترغیب دی ہے اور پسندیدہ قرار دیا ہے تاکہ یہ نازک رشتہ بعد میں ٹوٹنے نہ پائے یا دونوں تلخ زندگی گذارنے پر مجبور نہ ہوں بشرطیکہ اسی غرض سے ایک دوسرے کو بقدر ضرورت دیکھیں نظروں کا لطف اٹھانا مقصود نہ ہو۔

لمافی التنویر مع الدر:(۵۳۳-۵۳۲/۹،طبع امدادیه)

(وكذا مريدنكاحها)ولوعن شهوة بنية السنة لاقضاء الشهوة......وفي الشامية:(قوله

بنیۃ السنۃ) الاولی جعلہ قیداللجمیع --- ولواراد ان یتزوج امرأۃ فلاباس ان ینظر الیھاوان خاف ان یشتھیھالقولہ علیہ الصلاۃ والسلام للمغیرۃ بن شعبۃ حین خطب امرأۃ "انظر الیھافانہ احری ان یؤدم بینکما" رواہ الترمذی والنسائی وغیرھماولان المقصود اقامۃ السنۃ لاقضاء الشھوۃ اھ --- وھل یحل لھاان تنظر للخاطب مع خوف الشھوۃ؟ لم ارہ والظاھر:نعم للاشتراک فی العلۃ المذکورۃ فی الحدیث السابق،بل ھی اولی منہ فی ذلک لانہ یمکنہ مفارقۃ من لایرضاھابخلافھا.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفااللہ عنہ　　　واللہ اعلم بالصواب: عزیز الرحمٰن چارسدوی

١٥ ربیع الثانی ١٤٢٩ھ　　　فتویٰ نمبر: ١٣٠٩

﴿نیک عورتوں کا فاجرہ عورتوں سے پردے کا حکم﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے گھروں میں فاجرہ عورتیں (جو مردوں کے ساتھ گھومتی ہیں اور بازاروں سے خود خریداری کرتی ہیں) چوڑیاں وغیرہ بیچنے کے لئے آتی ہیں تو ایسی عورتوں سے ہمیں پردہ کرنا چاہیے یا نہیں؟ دوسری بات یہ کہ عیسائی عورتیں اکثر گھروں کی صفائی کے لئے آتی ہیں تو ایسی عورتوں سے پردے کا کیا حکم ہے؟

﴿جواب﴾ آزاد گھومنے والی فاجر قسم کی عورتیں جن سے یہ اندیشہ ہو کہ ہماری باپردہ عورتوں کے بارے میں مردوں کو بتایا کریں گی گھر میں آنے کی مطلق اجازت نہیں ہے، کسی ضرورت کے لئے آئیں تو عورتوں سے ان کا اختلاط نقصان دہ ہے، بہتر یہ ہے کہ ایسی عورتوں سے پردہ کریں ضرورت کے لئے عیسائی عورتوں کو بھی گھر میں اندر آنے کی اجازت ہے، ان سے خدمت لینا کوئی منع نہیں۔

لمافی التنویر مع الرد:(٦/٣٧١،طبع سعید)

(والذمیۃ کالرجل الاجنبی فی الاصح فلاتنظر الی بدن المسلمۃ)

وفی الشامیۃ:(قولہ فلاتنظر الخ) --- لایحل للمسلمۃ ان تنکشف بین یدی یھودیۃ او نصرانیۃ اومشرکۃ الاان تکون امۃ لھاکمافی السراج،ونصاب الاحتساب ..... لانھا تصفھاعندالرجال،فلاتضع جلبابھاولاخمارھاکمافی السراج اھ.

ولمافی الھندیۃ:(٣٢٧/١،طبع رشیدیہ)

ولاینبغی للمرأۃ الصالحۃ ان تنظر الی المرأۃ الفاجرۃ لانھاتصفھاعندالرجال فلاتضع جلبابھاولاخمارھاعندھاولایحل ایضاًلامرأۃ مؤمنۃ ان تکشف عورتھاعندأمۃ مشرکۃ او

کتابیۃ الاان تکون أمۃ لھاکذافی السراج الوھاب.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب: حبیب الوہاب سواتی

۱۴۲۹ھ — فتویٰ نمبر:

﴿عورت کے کٹے ہوئے اعضاء کو دیکھنے کا حکم﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام دریں مسئلہ میں کہ غیر محرم عورت کے کسی کٹے ہوئے عضو کو مثلاً کٹا ہوا بازو جو کہ اس کے جسم سے الگ کیا گیا ہو یا گرے ہوئے بال وغیرہ کو دیکھنا ازروئے شرع کیا حکم رکھتا ہے؟ کشمیر کے زلزلہ میں ایسی صورت پیش آئی تھی۔ بینوا وتوجروا۔

﴿جواب﴾ انسانی جسم کے وہ اعضاء جن کو حالتِ صحت یعنی جسم سے جدا کرنے سے پہلے دیکھنا جائز نہیں، الگ ہونے کے بعد بھی اس کی حرمت باقی رہے گی، اس کو بھی دیکھنا جائز نہ ہوگا، لہٰذا مذکورہ صورت میں غیر محرم عورت کے کٹے ہوئے بازو اور گرے ہوئے بالوں وغیرہ کو دیکھنا جائز نہیں ہے۔

لمافی التنویر مع الدر:(۳۷۱/۶،کتاب الحظر والاباحۃ،طبع سعید)
(وكل عضو لايجوز النظر اليه قبل الانفصال لايجوز بعده) ولو بعد الموت كشعر عانة وشعر رأسها وعظم ذراع حرة ميتة وساقها وقلامة ظفر رجلها دون يدها مجتبى.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب: ظہور احمد شمس

۲۳ جمادی ... ۱۴۲۹ھ — فتویٰ نمبر: ۱۴۶۳

﴿باب المصافحة والسلام﴾

﴿سلام اور مصافحہ کے آداب﴾

﴿مصافحہ ایک ہاتھ سے ہونا چاہیے یا دونوں ہاتھوں سے؟﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام کہ کیا مصافحہ سنت ہے؟ اگر ہے تو دونوں ہاتھوں سے یا ایک ہاتھ سے؟ وضاحت فرمائیں۔

مستفتی: محمد عثمان لاہور

﴿جواب﴾ مصافحہ سنت ہے لقولہ علیہ السلام "ان المؤمن اذا لقي المؤمن فسلم عليه، وأخذ بيده، فصافحه، تناثرت خطاياهما، كما يتناثر ورق الشجر" (المعجم الاوسط:۸۴/۱،مکتبہ

Maktaba Tul Ishaat. com

شامیہ، طبع بیروت) مصافحہ دونوں ہاتھوں سے سنت ہے نہ کہ ایک ہاتھ سے۔

لما فی الدرمع الرد:(۳۸۱/۶،طبع سعید)

السنة فی المصافحة بکلتایدیه وتمامه فیماعلقته علی الملتقی.........وفی الشامیة:هی الصاق صفحة الکف بالکف واقبال الوجه بالوجه فأخذ الاصابع لیس بمصافحة خلافاللروافض،والسنة أن تکون بکلتایدیه، وبغیرحائل من ثوب أو غیره وعندالللقاء بعدالسلام وأن یاخذالابهام،فأن فیه عرقاینبت المحبة کذا جاء فی الحدیث ذکره القهستانی وغیره اھ.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفااللہ عنہ   واللہ اعلم: محمد عزیز چترالی

۱۴۲۷ھ   فتویٰ نمبر:

﴿سلام کے وقت ہاتھ سے اشارہ کرنا﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں مفتیانِ کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ راستہ میں ایک دوسرے کوسلام کرتے وقت ہاتھ اٹھاسکتے ہیں یانہیں؟ بعض لوگ کہتے ہیں کہ ہاتھ نہیں اٹھانے چاہئے کیونکہ ہاتھ اٹھانے میں یہودونصاری کے ساتھ مشابہت ہوتی ہے کیا یہ بات صحیح ہے؟

﴿جواب﴾ زبان سے سلام کہے بغیر صرف ہاتھ سے اشارہ کرنا دینِ اسلام میں کوئی سلام نہیں ہے یہودونصاری کے ساتھ مشابہت ہے، البتہ زبان سے سلام کے الفاظ بول کر خبر دینے کی غرض سے ساتھ ساتھ ہاتھ سے بھی اشارہ کوئی اگر کرلے تو یہ یہودونصاری کے ساتھ مشابہت کے زمرہ میں نہیں آتا، بعض اوقات اس کی ضرورت پیش آتی ہے، مثلاً دور سے کسی کوسلام کرنا ہو یا شوروغل میں سلام کی آواز نہیں پہنچتی تو ایسی صورت میں سلام کے الفاظ بول کر ہاتھ سے بھی اشارہ کرنادرست ہے۔

لما فی مرقاۃ:۸/۴۷۰،طبع رشیدیه.

عن اسماء بنت زید ان رسول الله ﷺ مر فی المسجد یوما وعصبته من النساء قعود،فالوی بیده بالتسلیم،قال الترمذی هذا حدیث حسن وهو محمول علی انه جمع بین اللفظ والاشارة.

ولما فی عرف الشذی: ۱۲۱/۲،طبع فاروقی.

قالوا ان الأکتفاء باشارة الید فی السلام من صنیع الیهود والنصاری نعم اذا کان الرجل المسلم بعیدا تجوز الاشارة ولا بد من التکلم باللسان ایضا ولا یکتفی باشارة الید فقط.

Scanned with CamScanner

ولما فی الکوکب الدری:۱۳۶/۲،طبع سعید.

کراهية اشارة اليد فی السلام ای مکتفيا بها مقتصرا عليها فاما اذا کان التلفظ بلفظ التسليم ايضا فلا.

ولما فی حاشية الطحطاوی:۳۲۰،طبع قديمی.

وفی رسالة المصافحة للشرنبلالی عن شيخ مشايخه الحانوتی: التحية بالرکوع واسترخاء الرأس مکروهة لکل احد مطلقا، ومثله السلام باليد کما نصت عليه الحنفية قال الشرنبلالی:بُعدومحل کراهة الاشارة باليد اذا اقتصر عليها وذکر حديثا يفيد انه ﷺ جمع بين اللفظ والاشارة.

ولما فی احکام القرآن للقرطبی: ۲۷۹/۵،طبع رشيدية.

والسنة فی السلام والجواب الجهر، ولا تکفی الاشارة بالاصبع والکف عند الشافعی، وعندنا تکفی اذا کان علی بُعد.

الجواب صحیح:عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب:عمر فاروق لاہوری

۲۷ربیع الثانی ۱۴۳۴ھ — فتوی نمبر:۳۶۸۶

﴿رخصت کے وقت بھی سلام کرنا مسنون ہے﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ جس طرح ملاقات کی شروع میں سلام کرنا مسنون ہے تو کیا رخصت ہوتے وقت یا مجلس برخاست ہوتے وقت بھی مسنون ہے یا نہیں؟

مستفتی:ام نعمان پشاور

﴿جواب﴾ جس طرح ملاقات کے وقت سلام کرنا مسنون عمل ہے اسی طرح رخصت ہوتے وقت بھی سلام کرنا مسنون ہے۔

لما فی سنن ابی داؤد:(۳۶۷/۲،کتاب الادب ،طبع رحمانیه)

قال قال رسول اللهﷺاذا انتهی احدکم الی المجلس فليسلم فاذا اراد ان يقوم فليسلم فليست الاولی باحق من الآخرة.

ولما فی تفسير المظهری:(۱۷۵/۲،طبع رشيديه)

ويسن السلام ايضا عند الوداع عن قتادة قال قال النبی ﷺ اذا دخلتم بيتا فسلموا علی اهله فاذا خرجتم فاودعوا اهله بالسلام .وعن ابی هريرة عن النبی ﷺاذا انتهی احدکم الی مجلس فليسلم فان بداله ان يجلس فليجلس ثم اذا قام فليسلم فليست الاولی باحق من الآخرة.

ولمافی مرقاة المفاتيح:(۴۷۸/۸،باب السلام ، طبع رشيديه)

ان السلام سنة عند الانصراف کما هو سنة عند اللقاء فکما يجب الردعند اللقاء

Scanned with CamScanner

Maktaba Tul Ishaat. com

کذلک عند الانصراف وھذا ھو الصحیح اھ

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب: محمد تنویر عفا اللہ عنہ

۱۱ جمادی الثانیہ ۱۴۳۲ھ — فتویٰ نمبر: ۳۲۷۷۹

﴿کسی سے مصافحہ کے بعد اپنے ہاتھ کو چومنے کا حکم﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام کہ ہمارے ہاں یہ رواج ہے کہ جب کوئی معزز شخص سے ملتا ہے تو مصافحہ کے بعد اپنے ہاتھ کو چومتا ہے، شرعاً یہ فعل درست ہے؟

﴿جواب﴾ دینی اعتبار سے کسی معزز شخصیت کے ہاتھ کو چومنے کی گنجائش ہے لیکن مصافحہ کے بعد اپنے ہاتھ کو چومنا مکروہ ہے اور جہل پر مبنی بات ہے۔

لمافی الهندية: (۵/۳۶۹، طبع رشیدیه)

ومایفعله الجهال من تقبیل یدنفسه بلقاء صاحبه فذالک مکروه بالاجماع

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم: محمد عزیز چترالی

۱۲ جمادی الثانی ۱۴۲۷ھ — فتویٰ نمبر: ۳۲

﴿دوران سلام جھکنے اور بوسہ لینے کا حکم﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے ہاں سلام کرنے کا انداز ایسا ہے کہ بڑی عمر کے مرد اور عورت سے سلام کرتے ہوئے ان کے ہاتھ پر بوسہ دیتے ہیں یعنی چومتے ہیں چومتے وقت اپنے سر کو جھکاتے ہیں اور ان کے ہاتھ کو اوپر نہیں کیا جاتا

اب پوچھنا یہ ہے کہ کیا سلام کرنے کا یہ انداز درست ہے یا نہیں؟ اگر چومنا درست ہے تو کس کس کو والد، چاچو، ماموں، سسر وغیرہ؟ ہم نے سنا ہے کہ سر کو جھکانا نہیں چاہیے کیونکہ یہ تعظیم کے طور پر ہوتا ہے اور تعظیم صرف اللہ کی ہوتی ہے اور یہ بھی سنا ہے کہ اس طرح سجدے سے مشابہت ہوتی ہے حالانکہ ہماری یہ نیت قطعاً نہیں ہوتی۔

﴿جواب﴾ صورت مسئولہ میں دو باتیں جواب طلب ہیں (۱) دوران سلام بوسہ لینے کے لئے جھکنا (۲) آپس میں ملنے کے دوران کن کن لوگوں کا بوسہ لینا درست ہے؟

(۱) کسی شخص کی تعظیم کے لئے اس کے سامنے جھکنا یا جھکنے کی سی کیفیت اختیار کرنا شرعاً جائز

Scanned with CamScanner

نہیں ہے، البتہ جھکنا اس مقصد کے لئے نہ ہو جیسا کہ دوران سلام ہاتھ وغیرہ کا بوسہ لینے کے لئے جھکنا پایا جاتا ہے تو یہ صورت صورت ممنوعہ کے تحت داخل نہ ہوگی۔

لمافی الشامی:(۶/۳۸۳،طبع سعید)

قال التیستانی: وفی الظهیرية یکفر بالسجدة مطلقا وفی الزاهدی الایماء فی السلام الی قریب الرکوع کالسجود وفی المحیط انه یکره الانحناء للسلطان وغیره اھ.

ولمافی الهندیة:(۵/۳۶۹،طبع رشیدیه)

الانحناء للسلطان اولغیره مکروہ لانه یشبه فعل المجوس کذافی جواهر الاخلاطی ویکره الانحناء عند التحیة وبه ورد النهی کذافی التمرتاشی تجوز الخدمة لغیر الله تعالی بالقیام واخذ الیدین والانحناء ولا یجوز السجود الا لله تعالی.

(۲) بوسہ لیتے ہوئے شہوت کا اندیشہ ہو تو مطلقاً منع ہے صرف میاں بیوی کے لیے جائز ہے باقی کسی کے لئے بھی جائز نہیں ہے جوان ہو خواہ بوڑھا، مرد کا بوسہ ہو یا عورت کا اور کتنا ہی قریبی ہو شہوت کا اندیشہ ہو تو ہرگز جائز نہیں ہے، شہوت کا اندیشہ نہ ہو تو عورت دوسری عورت کا اسی طرح مرد کسی مرد کا بوسہ لے اور رشتہ داری یا دینداری یا کسی عمر رسیدہ اور بزرگی کا اکرام واحترام مقصود ہو تو بلا کراہت جائز ہے۔

غیر محرم مرد کے لئے کسی عورت کا، اسی طرح عورت کے لئے کسی مرد کا بوسہ لینا جائز نہیں ہے ہاں آپس میں محرم ہیں تو اس شرط کے ساتھ جائز ہے کہ شہوت کا کچھ بھی اندیشہ نہ ہو ورنہ محرم کا بھی بوسہ لینا جائز نہیں ۔۔۔ جوان مرد یا عورت کا بوسہ لینا اگرچہ محرم ہوں احتیاط کے منافی ہے، پرہیز بہتر ہے، ۔۔۔ کا اندیشہ اگرچہ نہ ہو خدانخواستہ کسی ایک جانب کو ہوگئی تو حرمت مصاہرت ثابت ہو ۔۔۔ بعض صورتوں میں بڑے ناقابل تلافی نقصان کا باعث ہو جاتا ہے۔

لمافی حاشیة الطحطاوی علی مراقی الفلاح:(ص ۳۱۹،طبع قدیمی)

ان النبی ﷺ کان یقبل یده ورجله وکان ﷺ یقبل الحسن ،وفاطمة وقبل ﷺ عثمان بن مظعون بعد موته وکذلک قبل الصدیق رسول الله ﷺ بعد موته وقبل رسول الله ﷺ ابن عمه جعفر بین عینیه ثم قال البدر العینی :فعلم من مجموع ماذکرنا اباحة تقبیل الید والرجل والکشح والرأس والجبهة والشفتین وبین العینین ولکن کل ذلک اذاکان علی وجه المبرة والاکرام واما اذاکان ذلک علی وجه الشهوة فلا یجوز الا فی حق الزوجین ای والسید وامته وفی رفع العوائق عن البحر الزاخر لا بأس بتقبیل ید العالم والسلطان العادل ،وفی غیرهما ان اراد شیئا من عرض الدنیا فمکروہ وان اراد

تعظیم المسلم واکرامه فلابأس به.

ولمافی التنویرمع الشر:(۶/۳۸۰،طبع سعید)

(وکرہ)تحریما قہستانی (تقبیل الرجل)فم الرجل اویدہ اوشیئامنه وکذاتقبیل المرأۃ المرأۃعند لقاء اووداع قنیۃوھذالوعن شہوۃ واماعلی وجه البرفجائزعندالکل خانیۃ وفی الاختیارعن بعضہم لابأس به اذاقصدالبروأمن الشہوۃ کتقبیل وجه فقیه ونحو.

ولمافی التنویرمع الشر:(۶/۳۸۳،طبع سعید)

(ولابأس بتقبیل ید)الرجل(العالم)والمتورع علی سبیل التبرک درر ونقل المصنف عن الجامع انه لا بأس بتقبیل یدالحاکم والمتدین (السلطان العادل)وقیل سنۃ مجتبی (وتقبیل رأسه)ای العالم(اجود)کمافی البزازیۃ(ولا رخصۃ فیه)ای فی تقبیل الید (لغیرھا)ای لغیرعالم وعادل ھوالمختارمجتبی وفی المحیط ان لتعظیم اسلامه واکرامه جاز وان لنیل الدنیا کرہ۔۔کما یکرہ تقبیل المرأۃفم اخری او خدھا عند اللقاء اوالوداع کما فی القنیۃ مقدما للتقبیل۔۔۔واما تقبیل ید صاحبه عند اللقاء فمکروہ بالاجماع.

وفی الشامیۃ:(قوله ھوالمختار)قدم علی الخانیۃوالحقائق ان التقبیل علی سبیل البر بلاشہوۃ جائزبالاجماع۔۔(قوله کمایکرہ)الاولی حذفه فانه نقله سابقاًعن القنیۃط وھذالوعن الشہوۃ۔۔(قوله فمکروہ بالاجماع) ای اذالم یکن صاحبه عالماًولا عادلا ولاقصد تعظیم اسلامه ولااکرامه.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب: نعیم [illegible] عفا اللہ عنہ

۱۸ ربیع الثانی ۱۴۳۱ھ — فتویٰ نمبر: [illegible]

﴿نماز کے بعد مصافحہ کرنے کا مسئلہ﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام کہ بعض علاقوں میں یہ رواج ہے کہ نمازی حضرات نماز کے بعد امام سے مصافحہ کرتے ہیں، شرعی طور پر اس طرح مصافحہ کرنے کا کیا حکم ہے؟

﴿جواب﴾ واضح رہے کہ مصافحہ ملاقات کے وقت کا عمل ہے ملاقات کے وقت مصافحہ کرنا سنت رسول اللہ ﷺ اور باعث اجروثواب ہے، رسول اکرم ﷺ کا ارشاد ہے "مامن مسلمین یلتقیان فیتصافحان الا غفرلھما قبل أن یتفرقا" (سنن ابن ماجۃ: ص ۲۶۳، طبع قدیمی)

اس حدیث پاک سے مصافحہ کی فضیلت معلوم ہوئی، اس لئے ہر مسلمان کو چاہیے کہ دوسرے مسلمان سے ملاقات کے وقت سلام کے بعد مصافحہ کرے، رہا نماز کے بعد امام سے مصافحہ کا مسئلہ اس میں اگر کوئی امام سے ملاقات کی غرض سے آیا ہو تو مصافحہ کرنے میں کوئی حرج نہیں لیکن

نماز کے بعد امام سے مصافحہ کرنے کی عادت بنا لینا یا ثواب سمجھنا یا مصافحہ نہ کرنے والوں کو برا سمجھنا کسی طرح سے جائز نہیں ہے، یہ روافض کا طریقہ ہے، اس لئے فقہاء کرام نے اس کو مکروہ اور بدعت لکھا ہے، لہٰذا نماز کے بعد امام سے مصافحہ کرنے سے گریز کرنا چاہیے۔

لما فی الشامی: (۳۸۱/۶، طبع سعید)

ان المواظبة عليها بعد الصلاة خاصة قد يؤدي الجهلة الى اعتقاد سنيتها في خصوص هذه المواضع وأن لها خصوصية زائدة على غيرها مع أن ظاهر كلامهم أنه لم يفعلها أحد من السلف في هذه المواضع، وكذا قالوا بسنية قرأة السور الثلاثة في الوتر مع الترك احيانا لئلا يعتقد وجوبها ونقل في تبيين المحارم عن الملتقط أنه تكره المصافحة بعد اداء الصلاة بكل حال لأن الصحابة رضي الله عنهم ما صافحوا بعد أداء الصلاة ولأنها من سنن الروافض اه ثم نقل عن ابن حجر عن الشافعية أنها بدعة مكروهة لا اصل لها في الشرع.

الجواب صحیح: عبد الرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم: صلاح الدین چترالی

۲۴ ربیع الثانی ۱۴۲۷ھ — فتویٰ نمبر: ۱۸۳

﴿ کن لوگوں کو سلام کا جواب دینا چاہیے اور کن کو نہیں؟ ﴾

﴿سوال﴾ ایک آدمی ٹیلی فون کرتا ہے آگے سے کوئی عورت فون اٹھا کر ہیلو کرتی ہے تو کیا اس کو سلام کرنا جائز ہے؟ نیز تفصیل کیساتھ بیان کریں کہ کن کن لوگوں کو سلام کرنا مکروہ ہے اور کن لوگوں پر سلام کا جواب دینا واجب نہیں ہے؟

﴿جواب﴾ ٹیلی فون اٹھا کر ہیلو کرنے والی عورت اگر محرم ہے پھر تو اسے سلام کرنا چاہیے، اور اگر غیر محرم ہے لیکن عمر رسیدہ بڑھیا خاتون ہے تو اس کو بھی سلام کر سکتے ہیں اور اگر غیر محرم جوان عورت ہے اور دل میں غلط وسوسے پیدا ہونے کا اندیشہ ہے تو پھر اسے سلام کرنا جائز نہیں ورنہ درست ہے۔

علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ نے کچھ مواقع ایسے ذکر کئے ہیں جن میں سلام کرنا مکروہ ہے، ان میں (۱) نمازی کو (۲) تلاوت کرنے والے کو (۳) ذکر کرنیوالے کو (۴) حدیث بیان کرنے والے کو (۵) خطیب کو (۶) جو آدمی ان کو غور سے سن رہا ہو اس کو (۷) فقہ کا تکرار کرنیوالے کو (۸) فیصلہ کرنے بیٹھنے والے کو مثلاً حاکم، امیر وغیرہ کو (۹) فقہی مسائل میں بحث کرنے والوں کو (۱۰) مؤذن کو (۱۱) مدرس کو (۱۲) نوجوان اجنبیات کو (۱۳) شطرنج کھیلنے والے کو۔

Maktaba Tul Ishaat. com

(۱۴) اسی طرح کی دوسری لغویات میں مشغول لوگوں کو (۱۵) جو شخص اپنی بیوی کے ساتھ سرگوشی وغیرہ کررہا ہواسکو (۱۶) کافر کو (۱۷) جسکا ستر کھلا ہواسکو (۱۸) پیشاب کرنے والے کو۔
صاحب درمختار نے اس مضمون کو نظم کی صورت میں ذکر کیا ہے: (۱/ ۶۱۶، طبع سعید)

سلامک مکروہ علی من ستسمع ☆ ومن بعدما أبدی یسن ویشرع
مصل وتال ذاکر ومحدث ☆ خطیب ومن یصغی الیہم ویسمع
مکرر فقہ جالس لقضائہ ☆ ومن بحثوا فی الفقہ دعہم لینفعوا
مؤذن ایضا أو مقیم مدرس ☆ کذا الاجنبیات الفتیات امنع
ولعاب شطرنج وشبہ بخلقہم ☆ ومن ہو مع اہل لہ یتمتع
ودع کافرا ایضا ومکشوف عورۃ ☆ ومن ہو فی حال التغوط اشنع

اور سلام کا جواب دینا جن لوگوں پر واجب نہیں ان میں وہ شخص جو نماز میں ہو یا کھانے میں مشغول ہو یا پینے میں مشغول ہو یا قراءت کررہا ہو یا دعا مانگ رہا ہو یا ذکر کررہا ہو یا خطبہ میں ہو یا تلبیہ کہہ رہا ہو یا قضاء حاجت کررہا ہو یا اقامت میں ہو یا اذان میں ہو یا بچے نے سلام کیا ہو یا نشے کی حالت میں کسی نے سلام کیا ہو یا نوجوان عورت نے سلام کیا ہو جس سے فتنے میں پڑنے کا خوف ہو یا فاسق نے سلام کیا ہو آج کل کے دور میں فاسق کو سلام کا جواب دینا چاہیے یا اونگھنے والے نے سلام کیا ہو یا سوئے ہوئے نے سلام کیا ہو یا حالت جماع میں ہو یا فیصلہ کررہا ہو یا حمام میں ہو یا مجنون ہو۔ علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے اس مضمون کو نظم کی صورت میں جمع کیا ہے جسے علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ نے نقل کیا ہے: (۱/ ۶۱۸، طبع سعید)

وقد نظم الجلال السیوطی المواضع التی لا یجب فیہا رد السلام ونقلہا عنہ الشارح فی ہامش الخزائن فقال:

رد السلام واجب الا علی ☆ من فی الصلاۃ أو بأکل شغلا
أو شرب أو قراءۃ أو أدعیہ ☆ أو ذکر أو فی خطبۃ أو تلبیہ
أو فی قضاء حاجۃ الانسان ☆ أو فی اقامۃ أو الأذان
أو سلم الطفل أو السکران ☆ أو شابۃ یخشی بہا افتتان
أو فاسق أو ناعس أو نائم ☆ أو حالۃ الجماع أو تحاکم
أو کان فی الحمام أو مجنونا ☆ فواحد من بعدہا عشرونا

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم: شاہد اسحاق عفا اللہ عنہ
۲۱ ربیع الاول ۱۴۲۷ھ — فتویٰ نمبر: ۵۹

Scanned with CamScanner

﴿جو شخص گانے سن رہا ہو اس کو دعوت کی نیت سے سلام کرنا جائز ہے﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلے کے بارے میں کہ جو شخص گانے سن رہا ہو اس کو سلام کرنا جائز ہے یا نہیں؟

مستفتی: مولوی محمد تنویر

﴿جواب﴾ جو شخص گانے سن رہا ہو یا دوسرے کسی گناہ میں مشغول ہو تو اس کو دعوت کی نیت سے سلام کرنا چاہیے بشرطیکہ اس کے بارے میں آپ کو یقین ہو کہ آپ کے سلام کرنے سے وہ اس گناہ کو چھوڑ دے گا یا تھوڑی دیر کے لئے اس گناہ سے رک جائیگا۔

لمافی الشامی: (۱/۶۱۷، طبع: سعید کراچی)

ویسلم علی قوم فی معصیة وعلی من یلعب بالشطرنج ناویاان یشغلهم عماهم فیه عندابی حنیفةؒ، کره عندهماتحقیراًلهم.

ولمافی عالمگیریه: (۵/۳۲۶، طبع: رشیدیه کوئٹه)

ولوکان له جیران سفهاء ان سالمهم یترکون الشرحیاء منه وان اظهرخشونة یزیدون الفواحش یعذرفی هذه المسئلة کذافی القنیه فی المتفرقات. ولا بأس بالسلام علی الذین یلعبون الشطرنج للتلهی وان ترک ذلک بطریق التأدیب والزجرلهم حتی لایفعلوامثل ذلک فلابأس به وان کان لتشحیذالخاطرلاباس بالتسلیم علیهم. وکتب فی المستزادلم یرابوحنیفةؒ بالتسلیم علی من یلعب بالشطرنج باسایشغله ذلک عماهوفیه وکره ابویوسفؒ تحقیراًلهم کذافی الذخیرة.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن حفظہ اللہ تعالیٰ — واللہ اعلم بالصواب: محمد ابرار بنوی

۱۳ جمادی الثانی ۱۴۳۴ھ — فتوی نمبر: ۳۷۹۹

﴿بے ہودہ کام میں مشغول لوگوں کو سلام کرنا کیسا ہے؟﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں آج کل جگہ جگہ لوگ موبائل فون لیکر گانے سن رہے ہوتے ہیں، ایسے لوگوں پر گزرتے ہوئے سلام کرنے کا کیا حکم ہے؟ براہ کرم شریعت کی روشنی میں رہنمائی فرمائیں!

﴿جواب﴾ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک بے ہودہ کام میں مشغول لوگوں پر سلام اس ارادہ سے سلام کرنا چاہئے تاکہ سلام کی وجہ سے یہ لوگ کام چھوڑ دیں گے یا کم از کم انکے اس بے ہودہ کام میں خلل واقع ہو جائیگا، البتہ صاحبین رحمہما اللہ ایسے لوگوں کو سلام کرنے کو ناپسند فرماتے ہیں، اس

Maktaba Tul Ishaat. com

لئے کہ سلام کرنے میں انکی تکریم ہے حالانکہ وہ اس کام کی وجہ سے تحقیر کے لائق ہیں!

موجودہ دور میں صاحبین کے قول پر عمل کرنا زیادہ مناسب معلوم ہو رہا ہے، اس لئے کہ اس دور میں اس قسم کے لوگ سلام سے کوئی اچھا اثر نہیں لیتے، بلکہ قوی اندیشہ ہے کہ آپ کے سلام کو توجہ بھی نہیں دیں گے۔

رہا یہ کہ آپ کے سلام کیوجہ سے بے ہودہ کام کو چھوڑ دیں گے تو اس طرح لوگوں سے یہ توقع رکھنا مشکل ہے! البتہ متعارف لوگ ہوں اور سلام کرنے سے خیر کی امید ہو تو سلام کرنا چاہئے۔

لمافی الشامیة (۱/۶۱۷) سعید

ویسلم علی قوم هم معصیة ،وعلی من یلعب بالشطرنج ناویاأن یشغلهم عماهم فیه عندأبی حنیفةؒ وکره عندهماتحقیرا لهم.

ولمافی السراجیة (۷۲) باب التسلیم

اذامرّعلی قوم وهم فی معصیة یسلم علیهم علی قصد أن یشغلهم عماهم فیه.

ولما فی الهندیة (۵/۳۲۶) رشیدیه

ولابأس بالسلام علی الذین یلعبون الشطرنج للتلهی ،وان ترك ذلك علی طریق التأدیب والزجرلهم حتی لایفعلوا مثل ذلك ،فلابأس به ،وان کان لتشحید الخاطر لابأس بالتسیلم علیهم ،وکتب فی المستزادلم یرأبوحنیفة بالتسیلم علی من یلعب بالشطرنج بأساًلیشغله عماهوفیه ،وکره أبویوسف ذلك تحقیرا،کذافی الذخیرة.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفااللہ عنہ واللہ تعالیٰ أعلم بالصواب: سیف اللہ

۳۰ رجب المرجب ۱۴۳۳ فتویٰ نمبر:

﴿جنابت کی حالت میں سلام کا جواب دینا﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کوئی جنابت کی حالت میں ہو تو سلام کرنے والے کو جواب دے سکتا ہے یا نہیں؟ مستفتی: محمد اسماعیل روڈوی

﴿جواب﴾ حالت جنابت میں سلام کرنا یا اس کا جواب دینا کوئی منع نہیں ہے، اسی طرح تلاوت قرآن کے علاوہ تمام ذکر و تسبیح بھی جائز ہے۔

لما فی تنویر الابصار (۱/۲۹۳ طبع سعید)

ولابأس لحائض وجنب (بقراءة ادعیة ومسها وحملها وذکر الله تعالی وتسبیح)

ولما فی التاتارخانیه (۱/۱۴۲ طبع قدیمی)

وکذلك اذا ذکر دعاء فی القرآن وهوآیة تامة یرید به الدعاء لا یکره ولا یکره له قراءة

Scanned with CamScanner

دعاء القنوت فی ظاهر مذهب اصحابنا رحمهم الله تعالى لانه ليس

ولما فی غنية المستملی (ص ۵۰ طبع نعمانيه)

وان قرء ما دون الآية بقصد القرآن او قراءة الفاتحة لا بقصد القرآن بل علی قصد الدعاء ـــ وكذا قراءة بسم الله الرحمٰن الرحيم علی وجه الثناء لا علی قصد القرآن يجوز.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب: بندہ شاہ جہان ڈیروی

یکم صفر الخیر ۱۴۳۳ھ — فتویٰ نمبر: ۳۲۵۱

﴿خط کے سلام کا جواب دینا بھی ضروری ہے﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کوئی شخص خط میں سلام لکھ کر بھیج دیں تو اس خط کے سلام کا جواب دینا واجب ہے یا نہیں؟ اگر واجب ہے تو فوراً جواب دینا واجب ہے یا بعد میں خط کا جواب لکھتے وقت؟ اور اسی طرح خط کا جواب دینے کا ارادہ نہ ہو یا خط قابل جواب نہ ہو تو پھر کیا حکم ہے؟

مستفتی: عطاء اللہ مرغز صوابی

﴿جواب﴾ خط کے ذریعہ موصول ہونے والے سلام کا جواب دینا بھی ضروری ہے چاہے اسی وقت زبانی جواب دے یا خط لکھ کر سلام کا جواب بھیج دیں دونوں طرح سلام کا جواب ہو جاتا ہے، البتہ خط کا جواب دینے کا ارادہ نہ ہو تو زبانی جواب اسی وقت دینے کا اہتمام کرے، اس لئے کہ تاخیر کی صورت میں بھول جانے کا اندیشہ ہے۔

لما فی الدر مع الرد (۶/۴۱۵، طبع ایچ ایم سعید) ويجب رد كتابة التحية كرد السلام.

وفی الشامیة (قوله ويجب رد جواب كتاب التحية) لان الكتاب من الغائب بمنزلة الخطاب من الحاضر مجتبى والناس عنه غافلون ط ـــ أقول: المتبادر من هذا ان المراد رد سلام الكتاب لا رد الكتاب، لكن فی الجامع الصغير للسيوطی رد جواب الكتاب حق كرد السلام قال شارحه المناوی ای اذا كتب لك رجل بالسلام فی كتاب ووصل اليك وجب عليك الرد باللفظ او بالمراسلة وبه صرح جمع شافعية، وهو مذهب ابن عباس.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب: عقیل احمد حقانی عفی عنہ

۱۱ ربیع الثانی ۱۴۳۱ھ — فتویٰ نمبر: ۲۵۷۸

﴿غائب کو سلام پہنچانے کا حکم﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے ہاں یہ مشہور ہے

Maktaba Tul Ishaat. com

کہ مہمان کو رخصت کرتے وقت اسے یہ کہہ دیتے ہیں کہ فلاں شخص کو میرا سلام کہنا، مثلاً اپنے والد صاحب سے میرا سلام کہہ دینا، تو اب پوچھنا یہ ہے کہ کیا سلام پہنچانے کا یہ مروجہ طریقہ شریعت کی رو سے صحیح ہے، اور جسے یہ کہا جائے تو کیا اس پر لازم ہے کہ اس کا سلام اس شخص تک پہنچا دے؟ براہ کرم جواب مرحمت فرمائیں۔ مستفتی: ثناء اللہ بونیری

﴿جواب﴾ کوئی شخص کسی دوسرے کو اگر اپنے دوست، استاد یا رشتہ دار کو سلام پہنچانے کا کہہ دے مثلاً یہ کہہ دے کہ فلاں شخص کو میرا سلام کہہ دینا تو ایسا کرنا جائز ہے اور دوسرے نے اگر ذمہ داری قبول کر لی تو اس پر غائب تک اب سلام پہنچانا ضروری ہو جاتا ہے اسلئے ذمہ داری قبول کرتے ہوئے انشاء اللہ کہہ دینا چاہئے تا کہ وجوب کے درجہ میں نہ ہو پھر جب غائب کو سلام پہنچ جائے تو اس کے جواب دینے کا طریقہ یہ ہے کہ جیسے ہی غائب کو سلام کا پیغام پہنچے تو وہ جواب میں وعلیک وعلیہ السلام کہہ دے۔

لما فی الهندية ۳۲٦/۵ رشيدية

اذا أمر رجلا أن يقرأ سلامه على فلان، يجب عليه ذالك، كذا في الغياثية، ذكر محمد في باب الجعائل من السير حديثا يدل على أن من بلغ انسانا سلاما من غائب كان عليه أن يرد الجواب على المبلغ أولا ثم على ذالك الغائب، كذا في الذخيرة.

ولما في الدر والرد ٦/٤١٥ سعيد

ولو قال لآخر، اقرأ فلانا السلام يجب عليه ذالك، قال العلامة الشامي (يجب عليه ذالك) لأنه من ايصال الأمانة لمستحقها والظاهر أن هذا اذا رضي بتحملها تأمل. ثم رأيت في شرح المناوي عن ابن حجر، التحقيق أن الرسول ان التزمه أشبه الأمانة والا فوديعة اهـ أي فلا يجب عليه الذهاب لتبليغه كما في الوديعة، قال الشرنبلالي ...... وقال أيضا ويستحب أن يرد على المبلغ أيضا فيقول وعليك وعليه السلام ...... وزاد وعن ابن عباس يجب اهـ لكن قال في التاتارخانية ذكر محمد حديثا يدل ...... قال الشامي وظاهره الوجوب تأمل.

الجواب صحیح: عبد الرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب: علی حیدر چارسدوی

۴ رجب المرجب ۱۴۳۳ھ

﴿سلام کا سنانا ضروری ہے﴾

﴿سوال﴾ ایک شخص بعض دفعہ دوسرے کو سلام کرتا ہے اتنی پست آواز سے کہ سامنے والے

Scanned with CamScanner

کو سنائی نہیں دیتی یا بلند آواز سے کرتا ہے لیکن سامنے والا ذہناً حاضر نہیں ہوتا یا مشغول اس قدر ہوتا ہے کہ اس کو پتہ تک نہیں چلتا، کیا اب اس کے ذمے فرض باقی رہا؟

﴿جواب﴾ سلام کرنے والے کا سلام جب سامنے والے کو نہ پہنچے یا سنائی نہ دے تو اس کے ذمے میں اس کا جواب واجب نہیں کیونکہ سلام کا جواب بغیر سنے دینا واجب نہیں، اسی طرح سلام کا جواب بھی اتنی آواز سے ہو کہ سلام کرنے والے کو پہنچ جائے ورنہ آپ کے ذمے واجب باقی رہے گا۔

لمافی البزازیة علی هامش الهندية:(۳۵۵/۶،طبع رشيديه)
وجواب السلام اذالم يسمعه المسلم لاينوب عن الفرض لان الردلايجب بلا سماع فكذاالجواب لايحصل الابه وان المسلم اصم يريه الرادتحريک الشفتين وكذا فی جواب العاطس.

الجواب صحیح :عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب: محمد عزیز چترالی

۲۶ ربیع الثانی ۱۴۲۷ھ — فتویٰ نمبر: ۲۱۰

﴿سلام کا جواب دینا ضروری ہے﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں مفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ بعض لوگ سلام کا جواب دیتے ہوئے "وعليكم السلام ورحمة الله وبركاته" کے بعد ومغفرتہ وغیرہ کے الفاظ بڑھا دیتے ہیں، اس کا کیا حکم ہے؟ اور جب دو آدمی ایک دوسرے کو ایک ساتھ سلام کریں تو جواب دونوں پر واجب ہے یا ایک پر؟ مستفتی سجاد احمد

﴿جواب﴾ سلام کا جواب "وعليكم السلام ورحمة الله وبركاته" سے دینا چاہیے مزید الفاظ بڑھانے کی ضرورت نہیں۔

لمافی الهندية:(۳۲۵/۵،طبع رشيديه)
ولأفضل للمسلم أن يقول السلام عليكم ورحمةالله وبركاته والمجيب كذالک يرد ولاينبغی أن يزادعلی البركات شئ قال ابن عباس رضی الله عنهمالكل شئ منتهی ومنتهی السلام البركات.

ولمافی الدرمع الرد:(۴۱۲/۶،طبع سعيد)ولايزيدالرادعلی وبركاته.
وفی الشامية:قال فی التاترخانية:والأفضل للمسلم أن يقول:السلام عليكم ورحمته الله وبركاته والمجيب كذلک يرد،ولاينبغی أن يزادعلی البركات شئ اه.

Maktaba Tul Ishaat. com

اس طرح جب دونوں ایک دوسرے کو ایک ساتھ سلام کریں تو جواب دونوں پر واجب ہے۔

لمافی الشامی:(۶/۴۱۶،طبع سعید)

[تتمة]قال فی التاتارخانیة:...... واذاالتقیافافضلهمایسبقهما،فان سلمامعایرد کل واحد.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم: صلاح الدین چترالی

۱۶ ربیع الثانی ۱۴۲۷ھ — فتویٰ نمبر:۱۳۹

﴿دو آدمیوں کا ایک ساتھ سلام کرنا، مجمع میں چھینکنے والے کے جواب کا حکم﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام کہ (۱) دو آدمیوں نے ملاقات کے وقت ایک ساتھ سلام کیا، اب جواب کا طریقہ کیا ہوگا؟ (۲) چھینکنے والے کا جواب مجمع میں ہر فرد پر ضروری ہوتا ہے یا بعض کے ادا کرنے سے سب کی طرف سے ادا ہو جائے گا؟ مستفتی: عبداللہ ڈیروی

﴿جواب﴾ (۱) جواب بھی ہر دونوں پر واجب ہے۔

لمافی الشامی:(۶/۴۱۶،طبع سعید)واذاالتقیافافضلهمایسبقهما،فان سلمامعایرد کل واحد.

ولمافی الهندیة:(۵/۳۲۵،طبع رشیدیه)واذاالتقیافافضلهمااسبقهمافان سلمامعایرد کل واحد.

(۲) چھینکنے والے کا جواب مجمع میں ہر فرد پر ضروری نہیں ہوتا ہے بعض کے ادا کرنے سے سب کی طرف سے ادا ہو جائیگا، البتہ بہتر یہ ہے کہ ہر فرد دیدے۔

لمافی الشامی:(۶/۴۱۲،طبع سعید)

ولو شمته بعض الحاضرین اجزأعنهم والافضل ان یقول کل واحد منهم لظاهر [illegible]

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب: محمد احمد [illegible]

۲ جمادی الاولیٰ ۱۴۲۹ھ — فتویٰ نمبر:۱۳۹۷

﴿کسی بزرگ یا عالم دین اور عام آدمی کے ہاتھ کو بوسہ دینے کا حکم﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ کسی بڑے بزرگ یا عالم دین کے ہاتھ یا پیشانی کو بوسہ دینا کیسا ہے؟ اس کے علاوہ عام آدمی کے ہاتھ کو بوسہ دینا کیسا ہے؟ نیز بعض لوگ ملاقات کے وقت مصافحہ کرنے کے بعد ایک دوسرے کا ہاتھ چومتے ہیں، اس کی شرعی حیثیت کیا ہے؟ مستفتی: حنیف خان

﴿جواب﴾ کسی بڑے بزرگ یا عالم دین اسی طرح بادشاہ وقت اگر عادل ہوں تو ان کے

Scanned with CamScanner

ہاتھ یا پیشانی پر تبرک کے لئے بوسہ دینے میں کوئی حرج نہیں، البتہ عام آدمی کے ہاتھ کو بوسہ دینا منع ہے، اسی طرح ملاقات کے وقت مصافحہ کرنے کے بعد ایک دوسرے کے ہاتھوں کو چومنا مکروہ ہے، اس سے احتراز کرنا چاہیے۔

لمافی التنویر مع الدر:(۶/۳۸۳، طبع سعید)

(ولا بأس بتقبيل يد) الرجل (العالم) والمتورع على سبيل التبرك..... (وتقبيل رأسه) أى العالم (اجود) كمافى البزازية (ولا رخصة فيه) أى فى تقبيل اليد (لغيرهما) اى لغير عالم وعادل هو المختار مجتبى...... واما تقبيل يد صاحبه عند اللقاء فمكروه بالاجماع.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب: عبدالرزاق عفا اللہ عنہ

۱۴ رجب المرجب ۱۴۲۹ھ — فتوی نمبر: ۱۵۵۶

﴿عورت کا عورت کو بوسہ دینا﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے علاقے میں یہ رواج ہے کہ جب عورتیں اپنے رشتہ داروں سے ملتی ہیں تو عورتیں ایک دوسرے کا بوسہ لیتی ہیں، شرعاً اس کا کیا حکم ہے؟ اور اگر مرد ایک دوسرے کا بوسہ لیں تو یہ جائز ہے یا ناجائز؟

﴿جواب﴾ مرد کا مرد کو اور عورت کا عورت کو بوسہ دینا جائز ہے بشرطیکہ شہوت اور فتنہ کا اندیشہ نہ ہو۔

لمافی التنویر مع الدر:(۶/۳۸۰، طبع سعید)

(وكره) تحريما للتهستانى (تقبيل الرجل) فم الرجل أو يده أو شيئا منه وكذا تقبيل المرأة المرأة عند لقاء أو وداع قنية وهذا لو عن شهوة، وأما على وجه البر فجائز عند الكل خانيه، وفى الاختيار عن بعضهم لا بأس به اذا قصد البر وأمن الشهوة كتقبيل وجه فقيه ونحوه.

ولمافی الهندية:(۵/۳۶۹، طبع رشيديه)

فان كانت المعانقة فوق قميص او جبة أو كانت القبلة على وجه المبرة دون الشهوة جاز عند الكل كذا فى فتاوى قاضى خان.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب: حبیب الوہاب سواتی عفا اللہ عنہ

۱۹ ربیع الثانی ۱۴۲۹ھ — فتوی نمبر: ۱۳۵۸

﴿ملاقات کے وقت جھکنا منع ہے﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ دینی یا دنیوی اعتبار سے

Scanned with CamScanner

Maktaba Tul Ishaat. com

جو بڑے حضرات ہوتے ہیں، ان سے ملاقات کے وقت بعض لوگوں کو دیکھا ہے کہ جھکتے ہیں یا صرف سر نیچے کرتے ہیں، شرعاً اس کا کیا حکم ہے؟

مستفتی: حماد پشاوری

﴿جواب﴾ بزرگوں سے یا عام بڑے لوگوں سے ملاقات کے وقت جھکنا یا سر نیچے کر کے ملنا منع ہے، اس میں مجوسیوں سے مشابہت ہے، لہٰذا اس سے احتراز ضروری ہے۔

لما فی الشامی: (۶/۳۸۳، طبع سعید)

وفی الزاهدی: الايماء فی السلام الیٰ قريب الركوع كالسجود وفی المحيط أنه يكره الانحناء للسلطان وغيره.

ولما فی الهندية: (۵/۳۶۹، طبع رشيديه)

الانحناء للسلطان أو لغيره مكروه لانه يشبه فعل المجوس كذا فی جواهر الاخلاطی، ويكره الانحناء عند التحية وبه ورد النهی كذا فی التمرتاشی۔

الجواب صحیح: عبد الرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب: خلیل اللہ دیروی عفا اللہ عنہ

۲۶ جمادی الثانی ۱۴۲۹ھ — فتویٰ نمبر: ۱۵۹۳

﴿باب معاملات المسلمين بأهل الكتاب والمشركين﴾

﴿غیر مسلموں کو ان کے مذہبی تہوار پر مبارکباد اور ہدایا دینا بڑا گناہ ہے﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام کہ غیر مسلموں کو ان کے مذہبی تہوار پر مبارکباد اور ہدایا دینا کیسا ہے؟ نیز بعض عیسائی طلباء ہمارے ساتھ یونیورسٹی میں پڑھتے ہیں، ہمارا ان سے تعلق رکھنا ہنسنا کھیلنا اور دوستوں کی طرح رہنا کیسا ہے؟

مستفتی: جہانزیب صدیق

﴿جواب﴾ غیر مسلموں کو انکے مذہبی تہوار پر مبارکباد دینا اور ہدایا دینا محبت اور مودت کی علامت ہے، گویا ان کے مذہبی شعار اور تہوار میں شریک ہونا ہے جو کہ شرعاً ممنوع اور ناجائز ہے اگر ان کے شعار اور ایام کی تعظیم کرتے ہوئے کوئی ہدیہ وغیرہ دے تو موجب کفر ہے "العیاذ باللہ" اگر کسی نے ایسی حرکت کی ہے تو اس پر توبہ لازم ہے، تجدید ایمان کرے اور تجدید نکاح بھی، نیز اپنے ساتھ پڑھنے والے غیر مسلم طلباء کیساتھ قلبی تعلق رکھنا اور دوستوں کی طرح رہنا جائز نہیں، البتہ رسمی تعلق (صرف ضرورت کی حد تک) جائز ہے، ہاں اچھے کردار اور عمدہ اخلاق سے پیش آنا شریعت کے منافی نہیں ہے بلکہ مطلوب اور پسندیدہ ہے۔

Scanned with CamScanner

لمافی قوله تعالیٰ:(سورة المائدة،آیت ۵۱) ﴿یاایها الذین امنوا لاتتخذوا الیهود والنصاری اولیاء﴾

ولمافی قوله تعالیٰ:(سورة الممتحنة،آیت ۱) ﴿یاایها الذین امنوا لاتتخذوا عدوی وعدوکم اولیاء﴾

ولمافی مشکاة المصابیح:(ص ۴۲۶،طبع سعید) المرء مع من احب(متفق علیه)

ولمافی التاتارخانیة:(۲۵۴/۵،طبع قدیمی)

وفی التخییر:واتفق مشائخنا ان من رای امر الکفار حسنا فهو کافر الخ.

ولمافی مجمع الانهر:(۵۱۳/۲،طبع المنار کوئٹه)

ویکفر بخروجه الی نیروز المجوس،والموافقة معهم فیما یفعلونه فی ذالک الیوم وبشرائه یوم نیروز شیئالم یکن یشتریه قبل ذلک تعظیماللنیروز لاللاکل والشرب وباهدائه ذلک الیوم للمشرکین،ولوبیضة تعظیمالذلک الیوم.

ولمافی شرح کتاب الفقه الاکبر:(ص ۳۰۶،طبع دار الکتب العلمیة بیروت)

ومن اشتری یوم النیروز شیئاولم یکن یشتریه قبل ذلک ارادبه تعظیم النوروز کفر۔ ای لانه عظم عیدالکفرة الخ......ومن اهدی یوم النوروز الی انسان شیئاواراد تعظیم النوروز کفر۔

الجواب صحیح:عبدالرحمٰن عفااللہ عنہ واللہ اعلم بالصواب:انیس طالب کان اللہ لہ

۲صفر ۱۴۳۱ھ فتویٰ نمبر:۲۴۰۷

﴿عیسائی اُستاد سے دینی تعلیم حاصل کرنا حماقت ہے﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے ایک دوست جو کہ برطانیہ میں رہائش پذیر ہیں، انہوں نے اپنے بچوں کو ایک ایسے اسکول میں داخل کروایا ہے جہاں مسلمان بچوں کو ان کے مذہب کی تعلیم دی جاتی ہے لیکن ان کے لئے جو استاد مقرر کیے گئے ہیں وہ عیسائی ہیں جو ان کو اسلامیات کا مضمون پڑھاتے ہیں جس میں بچوں کو اسلام کے اُرکان خمسہ اور اس سے متعلق دیگر مواد پڑھایا جاتا ہے، پوچھنا یہ ہے کہ ایک عیسائی استاد سے اسلامیات کا مضمون پڑھنا مسلمان بچوں کے لئے جائز ہے؟ مستفتی:محمد امداداللہ

﴿جواب﴾ عیسائی اسلامی تعلیمات کے خلاف عقیدہ رکھتا ہے، وہ زبان سے اسلامی تعلیمات کی تعلیم اگر دے گا تو دل سے لازما مخالفت بھی کرے گا اور ایسی صورت میں بجائے فائدہ کے نقصان زیادہ ہوگا، مسلمان بچوں کے والدین کی ذمہ داری ہے کہ بنیادی عقائد و مسائل کی تعلیم ضرور دیں یہ ان کا حق ہے اور صحیح العقیدہ استاد کا انتظام کیے بغیر اس مقصد میں کامیاب ہونا مشکل ہے۔

Scanned with CamScanner

Maktaba Tul Ishaat. com

لمافی الدر المختار:(۱/۱۷۷،طبع سعید)

ویمنع النصرانی من مسه وجوزه محمد اذا اغتسل ولا بأس بتعلیمه القرآن والفقه عسی یهتدی

وفی الشامیة:(قوله ویمنع النصرانی)فی بعض النسخ الکافر،وفی الخانیة الحربی أو الذمی (قوله من مسه)أی المصحف بلاقیده السابق(قوله وجوزه محمد اذا اغتسل) جزم به فی الخانیة بلاحکایة خلاف.قال فی البحر وعندهما یمنع مطلقا.

الجواب صحیح:عبدالرحمٰن عفااللہ عنہ واللہ اعلم بالصواب:مزمل شاہ لکی مروت

۳ رجب ۱۴۳۰ھ فتویٰ نمبر:۲۳۷۶

﴿غیر مسلموں کی عزت واکرام کرنے کا حکم﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کوئی غیر مسلم کسی مسلمان کے ہاں مہمان بن کر آجائے تو مسلمان کو انکی عزت وتوقیر کی اجازت ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾ غیر مسلموں کیساتھ محض معاشرتی تعلقات رکھنے میں کوئی حرج نہیں ہے،ہاں دوستانہ تعلقات قائم رکھنا جس سے یہ تاثر ملے کہ مذہب اور غیر مذہب والے برابر ہیں جائز نہیں اور کاروباری لین دین کی وجہ سے وہ کبھی مہمان بن کر ٹھہر جاتا ہے تو ضرورت کے درجے میں اس کی مہمان نوازی بھی جائز ہے لیکن مسلمان مہمان کی طرح اس کا اکرام وتوقیر جائز نہیں ہے،البتہ دین اسلام کی طرف ترغیب مقصود ہو تو اکرام وخدمت بھی باعث اجروثواب ہے۔

لمافی الشامی:(۲/۲۰۸،طبع ایچ ایم سعید)

(قوله وینبغی أن یلازم الصغار)......وجب علی المسلمین عدم تعظیمهم لکن قال فی الذخیرة:اذادخل یهودی الحمام ان خدمه المسلم طمعافی فلوسه فلابأس به،وان تعظیماله فان کان لیمیل قلبه الی الاسلام فکذلک وان لم ینوشیئا مماذکرناه کره...... وان قام تعظیما لذاته وماهو علیه کفر لان الرضاء بالکفر کفر فکیف بتعظیم الکفراه. قلت:وبه علم انه لوقام له خوفا من شره،فلابأس به ایضابل اذاتحقق الضرر،فقد یجب وقد یستحب علی حسب حال ما یتوقعه.

ولمافی الهندیة:(۵/۳۴۸،طبع رشیدیه)

وفی مجموع النوازل:اذادخل یهودی الحمام هل یباح للخادم المسلم ان یخدمه قال ان خدمه طمعافی فلوسه فلابأس به وان خدمه تعظیماله ینظران فعل ذلک لیمیل قلبه الی الاسلام فلا بأس به وان فعل تعظیما للیهودی دون ان ینوی شیئا مماذکرناه کره له ذلک......وان قام تعظیماله من غیران ینوی

Scanned with CamScanner

شیئا مما ذکرنا او قام طمعا للغذاء کرہ لہ ذلک کذافی الذخیرۃ.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب: احمد علی عفی عنہ

۱۵ ربیع الثانی ۱۴۳۱ھ — فتویٰ نمبر: ۲۵۹۵

﴿مسلمانوں کا غیر مسلموں کے مذہبی تہواروں میں شرکت جائز نہیں ہے﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ آج کل بعض مسلم حکمران غیر مسلموں کے مذہبی تہواروں میں شرکت کرنے کے لئے ان کے گرجا گھروں اور مندروں میں جاتے ہیں تو شریعت کی رو سے یہ جائز ہے یا نہیں؟ مستفتی: شہزاد احمد

﴿جواب﴾ کسی مسلمان کا غیر مسلموں کے مذہبی تہواروں میں شرکت کرنے کے لئے ان کی عبادت گاہوں میں جانا جائز نہیں ہیں کیونکہ یہ شیاطین کی آماجگاہیں ہیں، نیز اس سے ان کی جمعیت میں کثرت ہوتی ہے جس پر حدیث مبارک میں سخت وعید وارد ہوئی ہے۔

لمافی کنز العمال: (۹/۱۱، رقم الحدیث: ۲۴۷۳۰، طبع رحمانیہ)

من کثر سواد قوم فهو منهم ومن رضی عمل قوم کان شریکا فی عمله (الدیلمی عن ابن مسعود)

ولمافی الشامی: (۶/۳۸۷، طبع سعید)

(قوله وجاز دخول الذمی مسجدا)..... وفی الهندیة عن التتمة یکره للمسلم الدخول فی البیعة والکنیسة وانما یکره من حیث انه مجمع الشیاطین لامن حیث أنه لیس له حق الدخول اه.

ولمافی البحر: (۸/۲۰۳، طبع سعید)

ولا بأس بطعام المجوس کلها الا الذبیحة وفی التتمة یکره للمسلم دخول البیعة والکنیسة لأنها مجمع الشیاطین اه.

ولمافی البحر: (۷/۲۱۴، طبع سعید)

(قوله ولا یحلفون فی بیوت عباداتهم) لأن القاضی لا یحضرها بل هو ممنوع عن ذلک کذافی الهدایة ولو قال المسلم لا یحضرها لکان أولی لمافی التاتارخانیة یکره للمسلم الدخول فی البیعة والکنیسة وانما یکره من حیث أنه مجمع الشیاطین لامن حیث أنه لیس له حق الدخول والظاهر انها تحریمیة لأنها المرادة عند اطلاقهم وقد افتیت بتعزیر مسلم لازم الکنیسة مع الیهود.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب: محمد طیب غفرلہ ولوالدیہ

۱۲ ربیع الاول ۱۴۳۲ھ — فتویٰ نمبر: ۳۰۲۵

Scanned with CamScanner

Maktaba Tul Ishaat. com

﴿غیر مسلم کو سلام کرنا﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے متعلق کہ میں ایک فیکٹری میں ملازمت کرتا ہوں جہاں کچھ عیسائی ملازمین بھی ہیں، فیکٹری میں آتے وقت ان سے سلام و جواب ہوتے رہتے ہیں، پوچھنا یہ ہے کہ میرے لئے ان کو سلام کرنا اور اسی طرح ان کے سلام کا جواب دینا جائز ہے یا نہیں؟

مستفتی: محمد زبیر اورنگی ٹاؤن

﴿جواب﴾ سلام کرنے میں چونکہ ان کی تعظیم ہے اور شریعت میں کافر کی اہانت کا حکم ہے، اس وجہ سے ان کو سلام کرنا جائز نہیں ہے، البتہ اگر کسی غیر مسلم سے کوئی ضرورت درپیش ہو تو اس وقت اسے سلام کرنے میں کوئی حرج نہیں اور سلام "السلام علی من اتبع الهدی" کے الفاظ سے کیا جائے گا، باقی ان کے سلام کا جواب دینا جائز ہے لیکن جواب میں اگر سلام کرنے والا ایک ہو تو صرف (وعلیک) اور اگر ایک سے زائد ہو تو پھر (وعلیکم) کہے اس پر اضافہ نہ کرے۔

لمافی صحيح البخاری:(۲/۹۲۶، باب كيف الرد على اهل الذمة السلام، طبع رحمانيه)

قال حدثنا انس بن مالک قال رسول الله ﷺ اذا سلم عليكم اهل الكتاب فقولوا وعليكم.

ولمافی التنوير مع الدر:(۶/۴۱۲، طبع سعيد)

(ويسلم) المسلم (على اهل الذمة) لوله حاجة اليه والاكره هو الصحيح كما كره للمسلم مصافحة الذمى......وفی شرح البخاری للعينى فى حديث "اى الاسلام خير؟ قال: تطعم الطعام وتقرا السلام على من عرفت ومن لم تعرف" قال وهذا التعميم مخصوص بالمسلمين، فلا يسلم ابتداء على الكافر لحديث "لاتبدء وا اليهود ولا النصارى بالسلام فاذا لقيتم احدهم فى الطريق فاضطروه الى اضيقه" رواه البخارى......وفى الشامية:(قوله ويسلم المسلم على اهل الذمة الخ)......لكن فى الشرعة اذا سلم على اهل الذمة فليقل: السلام على من اتبع الهدى وكذالك يكتب فى الكتاب اليه. اهـ...... (قوله لوله حاجة اليه) اى الى الذمى المفهوم من المقام قال فى التاترخانية: لان النهى عن السلام لتوقيره ولا توقير اذا كان السلام لحاجة.

ولمافی الدر المختار:(۲/۲۰۸، طبع سعيد)

ويحرم تعظيمه وتكره مصافحته ولا يبدء بسلام الالحاجة ولا يزاد فى الجواب على وعليك.

ولمافی البحر الرائق:(۸/۲۰۳، طبع سعيد)

ويرد السلام على الذمى ولا يزده على قوله وعليك لانه عليه الصلاة والسلام لم يزده على ذلك ولا يبدؤه بالسلام لان فيه تعظيماله فان كان له اليه حاجة فلا باس ببداء ته.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ | واللہ اعلم بالصواب: محمد طیب غفر لہ ولوالدیہ

۹ ربیع الاول ۱۴۳۲ھ | فتویٰ نمبر: ۳۰۴۴

Scanned with CamScanner

﴿غیر مسلم کو قرآن سکھانا جائز ہے﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام کہ ایک غیر مسلم کہہ رہا ہے کہ مجھے قرآن سکھادو، سوال یہ ہے کہ مسلمان کے علاوہ دوسرے مذہب کے لوگوں کو قرآن مجید سکھانا کیسا ہے؟ مستفتی: ظاہر شاہ

﴿جواب﴾ دوسرے مذہب کے لوگوں کو قرآن سکھانا جائز ہے کیونکہ کیا بعید ہے کہ اللہ تعالیٰ قرآن مجید کی برکت سے اس کو اسلام جیسی نعمت سے مالامال فرمائے مگر قرآن مجید کو ہاتھ لگانے سے منع کردینا چاہیے۔

لمافی الدرالمختار:(۱/۱۷۷،طبع سعید)
ویمنع النصرانی من مسه،وجوزه محمداذااغتسل ولاباس بتعليمه القرآن والفقه عسى يهتدى.

ولمافی فتاویٰ قاضی خان:(۳/۳۳۱،طبع قدیمی)
كافرمن اهل الذمة اومن اهل الحربطلب من مسلم ان يعلمه القرآن والفقه قالوالاباس بان يعلمه القرآن والفقه فى الدين لانه عسى ان يهتدى الى الاسلام فيسلم الاان الكافرلايمس المصحف.

الجواب صحیح: عبدالرحمن عفا اللہ عنہ
واللہ اعلم بالصواب: محمد حسن غفرلہ
۱۷ رجب المرجب ۱۴۲۹ھ
فتویٰ نمبر: ۱۷۲۹

﴿مسلمان کا مندر اور گرجا گھر کی تعمیر ومرمت کرنا﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ پاکستان میں اکثر جگہ ہندوؤں کے مندر اور عیسائیوں کے گرجا گھر واقع ہیں، ان میں تعمیر اور مرمت کا کام ہوتا ہے تو اکثر مسلمان مستری اور مزدور ان کی مرمت کا کام کرتے ہیں، پوچھنا یہ ہے کہ مسلمانوں کے لئے ان مندروں اور گرجا گھروں کی تعمیر اور مرمت کا کام کرنا جائز ہے یا نہیں یعنی تعمیر ومرمت تعاون علی الاثم تو نہیں؟

﴿جواب﴾ ہندو وغیرہ سے اجرت لیتے ہوئے مندر، گرجا گھر وغیرہ کی تعمیر کرنا جائز ہے، البتہ ایسی مزدوری سے پرہیز کرنے میں تقویٰ ہے۔

لمافی الشامی:(۶/۳۹۱،طبع ایچ ایم سعید)
(قوله وجازتعمير كنيسة)قال فى الخانية،ولوآجرنفسه ليعمل فى الكنيسة ويعمرهالاباس به لانه لامعصية فى عين العمل.

ولمافی الھندیۃ:(۲/۲۵۰،طبع رشیدیہ)

ولواستاجر الذمی مسلماًلیبنی لہ بیعۃاوکنیسۃجاز ویطیب لہ الاجر کذافی المحیط.

الجواب صحیح:عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب:عدنان خدابخش

۷جمادی الاولیٰ ۱۴۳۱ھ — فتویٰ نمبر:۲۶۸۸

﴿شیعہ کے ہوٹل کے کھانے کا حکم﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام کہ میں جس مارکیٹ میں کام کرتا ہوں، وہاں کے دوکاندار ایسے ہوٹل سے کھانا منگواتے ہیں جو شیعہ کا ہے اور ملازمین بھی سب شیعہ ہیں، ہمارے لئے ان کے ہوٹل کا کھانا جس میں سبزیاں اور گوشت ہو استعمال کرنا کیسا ہے؟

﴿جواب﴾ مسلم آبادی میں کسی ہوٹل کا ہندو مالک ہو تو جواز کے درجہ میں اس ہوٹل کا بھی کھانا کھاسکتے ہیں اگرچہ پکانے والے بے دین، فاسق فاجر لوگوں کے اثرات اس کھانے میں ضرور ہونگے، البتہ ہندو اپنے ہاتھ سے ذبح کرے تو اس ذبیحہ کا گوشت کھانا جائز نہیں ہے۔

لمافی الصحیح لمسلم:(۲/۳۱،طبع قدیمی)

عن عائشۃؓ ان رسول اللہ ﷺ اشتری من یھودی طعاماالی اجل ورھنہ درعا من حدید.

الجواب صحیح:عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب:نعمان اقبال عفا اللہ عنہ

۱۶ربیع الاول ۱۴۳۱ھ — فتویٰ نمبر:۲۵۳۰

﴿مسلمان کا غیر مسلم ہندو وغیرہ کی دعوت میں شرکت کرنا﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے ہاں غیر مسلم ہندو رہتے ہیں، یہ لوگ ہمارے ملازم بھی ہیں، وہ ہمیں کھانے کی دعوت بھی دیتے ہیں، کیا ہمارا (مسلمانوں کا) ان کی دعوت میں شرکت کرنا درست ہے؟ مستفتی:محمد اکرم کراچی

﴿جواب﴾ مسلمانوں کے لئے غیر مسلم ہندو وغیرہ کی دعوت میں شرکت کرنا جائز ہے بشرطیکہ کھانا حلال ہو، حرام نہ ہو اور چاہیے کہ کسی دینی یا کم از کم دنیوی مصلحت کی خاطر انکی دعوت میں شرکت کرے دوستانہ تعلقات کی بنیاد پر نہ ہو اسلئے کہ ان کے ساتھ دوستانہ تعلقات قائم کرنا منع ہے۔

لمافی الھندیۃ:(۵/۳۴۷،طبع رشیدیہ)

ولم یذکر محمد رحمہ اللہ تعالی الاکل مع المجوسی ومع غیرہ من اھل الشرک انہ ھل

یحل ام لا وحکی عن الحاکم الامام عبدالرحمن الکاتب انه ان ابتلی به المسلم مرة اومرتین فلاباس به،واماالدوام علیه فیکره کذا فی المحیط.

ولمافی خلاصۃالفتاوی:(۳۴۶/۴،طبع رشیدیه)

والاکل والشرب فی اوانی المشرکین مکروه ولاباس بطعام المجوس الاذبیحتهم وفی الاکل معهم وعن الحاکم عبدالرحمن لوابتلی به المسلم مرةاومرتین لاباس به اما الدوام علیه فمکروه ولاباس بالذهاب الی ضیافةاهل الذمة.

الجواب صحیح:عبدالرحمٰن عفااللہ عنہ واللہ اعلم بالصواب:عدنان خدابخش

۷ جمادی الاولی ۱۴۳۱ھ فتوی نمبر:۲۶۸۵

﴿غیر مسلموں کے ساتھ کھانے پینے کا مسئلہ﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہم دس افراد ایک فیکٹری میں کام کرتے ہیں جن میں دوتین غیر مسلم بھی ہیں،ہم اپنے کھانے پینے کا انتظام الگ کرتے ہیں،اوروہ لوگ الگ کرتے ہیں،لیکن کبھی کبھاروہ آکر ہمارے ساتھ کھانے میں شریک ہوجاتے ہیں،تو کیا ہمارااس طرح مشترک کھانا جائز ہے یا نہیں؟ مستفتی:محمد عامر بونیری

﴿جواب﴾ غیر مسلموں کے ساتھ ایک ساتھ کھانے پینے کو معمول بنانا گناہ ہے،کبھی کبھار اس طرح اتفاق ہوجائے تو اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا،دراصل غیر مسلموں کے ساتھ دوستانہ تعلقات قائم کرنا سخت منع ہے ایک ساتھ کھانے کو معمول بنادینے سے دوستانہ تعلقات قائم ہو سکتے ہیں اس لیے منع ہے۔

لما فی خلاصۃ الفتاوی:(۳۴۶/۴،کتاب الکراھیة طبع رشیدیه).

والاکل والشرب فی اوانی المشرکین مکروه ولا باس بطعام المجوس الا ذبیحتهم،وفی الاکل معهم وعن الحاکم عبدالرحمن لو ابتلی به المسلم مرة او مرتین لا باس به اماالدوام علیه فمکروه.

ولما فی الهندیه:(۳۴۶/۵،کتاب الکراهیه الباب الرابع عشر).

ولا باس بطعام المجوس کله الا الذبیحة فان ذبیحتهم حرام ولم یذکر محمد رحمه الله تعالی الاکل مع المجوس ومع غیره من اهل الشرك انه هل یحل ام لا؟ وحکی عن الحاکم الامام عبدالرحمن الکاتب انه ان ابتلی به المسلم مرة او مرتین فلا باس به واما الدوام علیه فیکره کذا فی المحیط.

ولما فی فتاوی البزازیه:(۳۵۹/۶،کتاب الکراهیه).

الاکل والشرب فی اونی المشرکین یکره والاکل مع الکفار لو ابتلی به المسلم لاباس

Scanned with CamScanner

Maktaba Tul Ishaat. com

لو مرة او مرتين اما الدوام عليه يكره.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب: محمد تنویر عفا اللہ عنہ

۷ ربیع الثانی ۱۴۳۴ھ — فتوی نمبر: ۳۶۶۰

﴿ضرورت کے وقت عیسائی بچے کو خون دینا درست ہے﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ میرے پاس بظاہر ایک غریب شخص آیا اور کہنے لگا کی میرا بیمار بیٹا ہسپتال میں داخل ہے، اس کو خون کی ضرورت ہے، میں اس کے ساتھ چلا گیا خون دینے سے پہلے پتہ چلا کہ عیسائی کا بچہ ہے تو شرم کی وجہ سے انکار نہ کر سکا اور خون دیدیا کالج میں دوسرے ساتھیوں نے کہا کہ آپ نے کافر بچے کو خون دیکر ناجائز کام کیا ہے، براہ مہربانی شریعت کا اس بارے میں کیا حکم ہے؟ نیز یہ بھی وضاحت فرمائیں کہ کن صورتوں میں خون دینا جائز ہے اور کن صورتوں میں ناجائز ہے؟ مستفتی: محمد ایوب ٹانک

﴿جواب﴾ واضح رہے کہ ایک انسان کا خون دوسرے انسان کے جسم میں چڑھانا اصلاً ناجائز ہے اور فقہاء احناف کا اصل فتوی یہی ہے کہ جو چیزیں ناجائز اور حرام ہیں، ان سے علاج کرانا بھی درست نہیں ہے، تاہم متاخرین فقہاء کرام نے ضرورت کی بناء پر ازراہ علاج حرام اشیاء کے استعمال کی بھی گنجائش دی ہے اور قرآن وحدیث کی بھی بعض تصریحات سے ضرورت کی خاطر جواز معلوم ہوتا ہے۔

البتہ چند شرائط ہیں وہ پائی جائیں تو جائز ورنہ ناجائز ایک یہ کہ خون کے علاوہ کوئی متبادل دواء نہ ہو جس سے مریض کی جان بچ سکتی ہو، دوسری یہ کہ کوئی ماہر طبیب وڈاکٹر خون ضروری قرار دے، تیسری یہ کہ محض قوت جسمانی یا جسمانی حسن میں اضافہ مقصود نہ ہو۔

آپ کا عیسائی بچے کو خون دینا جائز ہے کیونکہ دین اسلام نے کافر کے ساتھ بھی احسان کرنے کی ترغیب دی ہے، لہٰذا آپ نے کوئی ناجائز کام نہیں کیا بلکہ ثواب کا کام کیا ہے۔

لمافی الشامی: (۳۸۹/۶، طبع سعید)

(قوله وجوزه في النهاية الخ) يجوز للعليل شرب البول والدم والميتة للتداوي اذا اخبره طبيب مسلم ان شفاء، وفيه ولم يجد من المباح مايقوم مقامه وان قال الطبيب يتعجل شفاؤك به فيه وجهان — الخ.

ولمافي الهندية:(۵/۳۵۵،طبع رشيديه)

ولابأس بان يسعط الرجل بلبن المرأة ويشربه للدواء وفي شرب لبن المرأة للبالغ من غير ضرورة اختلاف المتأخرين كذافي القنية...... يجوز للعليل شرب الدم والبول وأكل الميتة للتداوي اذااخبره طبيب مسلم ان شفاءه فيه ولم يجد من المباح مايقوم مقامه وان قال الطبيب يتعجل شفائك فيه وجهان.

الجواب صحیح:عبدالرحمٰن عفااللہ عنہ　　　　واللہ اعلم بالصواب:سلمان احمد

۱۵ربیع الاول ۱۴۳۰ھ　　　　فتوی نمبر:۲۰۲۱

﴿غیر مسلم کے ہاں نوکری کا حکم﴾

﴿سوال﴾ زید ایک شخص کی خدمت کرتا تھا، بعد میں پتہ چلا کہ وہ عیسائی ہے، اب زید اس کی خدمت جاری رکھے یا چھوڑ دے؟ واضح رہے کہ زید چوکیداری کرتا تھا اور کبھی بازار سے سودا وغیرہ لاتا تھا۔ بینواتوجروا۔

﴿جواب﴾ کسی غیر مسلم کے ہاں ایسی نوکری کرنا جس میں اپنے نفس کی تذلیل ہو یا کسی خلاف شرع کام کا ارتکاب لازم آئے جائز نہیں ہے، مسؤلہ صورت میں چونکہ ایسی کوئی بات نہیں ہے، اس لئے ایسی نوکری جائز ہے لیکن غیر مسلم کے تحت نوکری کرتے ہوئے ماحول سے متاثر ہونے کا قوی اندیشہ ہے۔

اس لئے کسی دیندار مسلمان کے ہاں مناسب نوکری کے لئے ہر ممکن کوشش کرنی چاہیے تا کہ نیک ماحول ملے۔

لمافي البزازية على هامش الهندية:(۵/۱۲۵،طبع رشيديه) أجرنفسه من كافر للخدمة يجوز.

الجواب صحیح:عبدالرحمٰن عفااللہ عنہ　　　　واللہ اعلم:عبدالوہاب عفااللہ عنہ

۱۴۳۰ھ　　　　فتوی نمبر:

﴿غیر مسلموں کے ساتھ لین دین جائز ہے﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ غیر مسلموں کو مکان کرائے پر دینا یا فروخت کرنا جائز ہے یا نہیں؟ اور اسی طرح باقی دنیاوی معاملات کا کیا حکم ہے؟

﴿جواب﴾ غیر مسلموں کو مکان کرائے پر دینا یا فروخت کرنا جائز ہے، البتہ مالک کے علم

Maktaba Tul Ishaat. com

میں ہو کہ یہ مکان شراب خانہ یا سودی کاروبار وغیرہ کے لئے لیا جارہا ہے، یہ مکان مسلمانوں کی آبادی میں واقع ہو تو ایسے معاملہ سے اعراض کرنا چاہیے، اسی طرح غیر مسلموں کے ساتھ کوئی بھی معاملہ ہو جائز ہے بشرطیکہ ممانعت کی کوئی اور وجہ نہ ہو۔

لمافی فتح القدیر:(۱۰/۷۳،طبع رشیدیہ)

ثم انہ ذکرفی الذخیرۃ والمحیط اذاستاجر الذمی من المسلم دارالیسکنہافلاباس بذلک،لان الاجارۃ وقعت علی امرمباح فجازت،وان شرب فیہاالخمراوعبدفیہا الصلیب اوادخل فیہاالخنازیرلم یلحق المسلم فی ذلک شئ،لان المسلم لم یؤاجرھالہاانما اجرللسکنی فکان بمنزلۃ مالواجردارامن فاسق کان مباحاوان کان قدیعصی فیہا.

ولمافی الھندیۃ:(۵/۳۴۶-۳۴۸،طبع رشیدیہ)

قوم من اھل الذمۃاشتروامن المسلمین دارفی المصرلیتخذوھامتبرۃقال لماملکوھا یفعلون فیہاماشاؤاوان اضربیوت الجیران بخلاف مالواتخذوابیعۃاوکنیسۃاوبیت نارفی المصرلم یملکواذلک کذافی خزانۃالفتاوی.....لاباس بان یکون بین المسلم والذمی معاملۃاذاکان ممالابدمنہ کذافی السراجیۃ.

الجواب صحیح:عبدالرحمٰن عفااللہ عنہ　　　　واللہ اعلم بالصواب: محمد حیات کمالوی

۱۴۲۸ھ　　　　فتوی نمبر ۳۳/۶

﴿غیر مسلم کا مال تلف کرنے کا حکم﴾

﴿سوال﴾ جناب مفتی صاحب! میں یونان کے شہر اتھنک میں رہائش پزیر ہوں یہاں پر ایک باغ میں چوکیداری کرتا ہوں جیسا ہمارے ملک میں گائے بھینس پالنے کے فارم ہوتے ہیں اسی طرح یہاں سؤر یعنی خنزیر پالنے کے فارم ہوتے ہیں، میں جس باغ میں کام کرتا ہوں اس کے قریب بھی سؤر پالنے کا ایک بڑا فارم ہے جس کے اردگرد باڑ موجود ہے کچھ دن پہلے اتفاق سے اس فارم سے سؤر کا ایک بچہ ہمارے باغ میں گھس آیا، میں نے ایک لکڑی اس کے سر پر ماری، جس سے وہ تیزی سے اپنے فارم میں داخل ہوا اور وہاں گر کر مر گیا میری اس حرکت کا کسی کو پتہ نہیں لیکن مجھے تو اپنی غلطی کے بارے میں معلوم ہے. اب آپ حضرات سے پوچھنا یہ ہے کہ کیا شرعاً مجھ پر اس کا تاوان دینا لازم ہے یا نہیں؟ جبکہ اسکی قیمت کم از کم بیس ہزار پاکستانی روپے بنتے ہیں براہ کرم جواب مرحمت فرمائیں۔ مستفتی: یوسف سعید یونان

﴿جواب﴾ یونان ایک غیر مسلم ملک ہے جس میں داخل ہونے کیلئے ویزا حاصل کرتے

Scanned with CamScanner

وقت آپ نے یہاں کے قوانین کی پابندی کا معاہدہ کیا ہے اسلئے آپ جب تک یہاں موجود ہیں آپ کیلئے شرعا اس ملک کے جائز قوانین کی پابندی لازم ہے سو آپ کیلئے سؤر کے اس بچے کو قتل کرنا یا مارنا شرعا اور قانونا جائز نہیں تھا کیونکہ ان کے ہاں یہ ایک قیمتی چیز ہے اسلئے آپ اسکے مالکان کو اپنی غلطی کا بتا دیں وہ اگر معاف کر دیں تو اچھی بات ہے اور تاوان کا مطالبہ اگر کریں تو تاوان دینا لازمی ہوگا، البتہ یہ قابل تحقیق ہے کہ سؤر کا یہ بچہ واقعی آپ کے مارنے سے مرا ہے؟ آپ کے مارنے سے موقع پر کیوں نہیں گرا، اپنے فارم تک صحیح حالت میں کیسے پہنچا اس سے آپکی جنایت مخدوش ہو رہی ہے لہذا یہ قابل تحقیق ہے۔

لما فی التنویر مع الدر: (۲/۱۶۶، طبع: سعید)

باب المستامن (دخل مسلم دار الحرب بأمان حرم تعرضه لشیء)من دم و مال وفرج(منهم)اذ المسلمون عند شروطهم.

قال العلامة الشامیؒ (قوله اذ المسلمون عند شروطهم)لأنه ضمن بالاستئمان أن لا یتعرض لهم والغدر حرام (فلو أخرج) الینا(شیئاملکه)ملکا (حراما) للغدر(فیتصدق به)وجوبا قیدبالاخراج لأنه لوغصب منهم شیئا ردّه علیهم وجوبا(قوله قید بالاخراج لأنه لوغصب الخ)یعنی ولم یخرجه لأنه محترز القید وعبارته فی الدرّ المنتقی قید بالاخراج لأنه لو لم یخرجه وجب ردّه علیهم للغدر

ولما فی حاشیة الطحطاوی علی الدر: (۲/۴۵۸، طبع: رشیدیة)

(قوله لأنه لو غصب منهم شیئاالخ)الغصب لیس بقید اذ لو سرق أو أغار کان الحکم کذلک کمالایخفی حلبی والاولی أن یقول لأنه لو أخذه ولم یخرجه (قوله ردّه علیهم) أی ما دام فی دارهم بقرینة قوله قید بالاخراج قاله الحلبی وقوله وجوبا المراد منه الافتراض.

واللہ اعلم بالصواب: علی حیدر چارسدوی الجواب صحیح: عبد الرحمٰن عفا اللہ عنہ

فتوی نمبر: ۳۲۸۹ ۲۳ جمادی الاولی ۱۴۳۳ھ

﴿غیر مسلم کو سلام کا مسئلہ﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہماری گلی میں زیادہ تر ہندو اور عیسائی رہتے ہیں تو کیا ان کو سلام کرنا جائز ہے یا نہیں؟ اگر جائز ہے تو کن الفاظ سے؟ اگر وہ لوگ سلام کریں تو ہم ان کے سلام کے جواب میں کیا کہیں؟ مستفتی: چوہدری ذوالفقار صاحب

﴿جواب﴾ بغیر ضرورت اور حاجت کے غیر مسلم کو سلام کرنا مکروہ ہے، ہاں ان سے کوئی

Maktaba Tul Ishaat. com

کام ہو تو پھر سلام کر سکتے ہیں، سلام بھی ان الفاظ کے ساتھ "السلام علی من اتبع الهدی" اگر وہ لوگ سلام کریں تو جواب دینے میں کوئی مضائقہ نہیں، البتہ جواب میں صرف وعلیک کہیں۔

لمافي الهندية:(۵/۳۴۸،طبع رشيديه)

وقال مجاهدٌ اذا كتبت الى اليهودي اوالنصراني في الحاجة فاكتب السلام على من اتبع الهدى

ولمافي التنوير مع الدر:(۶/۴۱۲-۴۱۳،طبع سعيد)

(ويسلم)المسلم(على اهل الذمة)لوله حاجة اليه والا كره هو الصحيح---ولو سلم يهودي اونصراني اومجوسي على مسلم فلاباس بالرد(و)لكن (لايزيد على قوله وعليك)

وفي الشامية:لكن في الشرعة اذاسلم على اهل الذمة فليقل:السلام على من اتبع الهدى.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب: اسرار عزیز

۲۳ جمادی الاولی ۱۴۲۸ھ — فتوی نمبر: ۱۹۱۱

﴿غیر مسلم کی عیادت جائز ہے﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام کہ ہمارے محلّہ کی مسجد کے امام صاحب نے مسجد کے بیت الخلاؤں کی صفائی کرنے والے ایک عیسائی خاکروب کی بیمار ہونے کی وجہ سے عیادت کی، اب محلّہ کے بعض لوگوں نے اس کے پیچھے نماز پڑھنی چھوڑ دی ہیں، شریعت کی روشنی میں امام صاحب کا یہ فعل درست ہے یا نہیں؟ اور غیر مسلم کی عیادت کا کیا حکم ہے؟

﴿جواب﴾ دین اسلام جس طرح مسلمانوں کو آپس میں اچھا رویہ اور حسن اخلاق سے پیش آنے کا حکم دیتا ہے، اسی طرح غیر مسلموں کیساتھ بھی اچھا رویہ اور حسن اخلاق کا مظاہرہ کرنے کا حکم دیتا ہے، غیر مسلم کی عیادت نہ صرف جائز بلکہ سنت ہے، محلّہ کے بعض لوگوں نے اگر اسی وجہ سے امام صاحب کی اقتداء میں نماز چھوڑی ہے تو یہ ان کی جہالت ہے، ان پر توبہ واستغفار کے علاوہ امام صاحب کی دلی رنجش اور کدورت کو زائل کرنا بھی لازم ہے، لہٰذا چاہیے کہ وہ امام صاحب سے معافی مانگیں۔

لمافي صحيح البخاري:(۱/۱۸۱،باب عيادة المشرك،طبع قديمي)

عن انس قال كان غلام يهودي يخدم النبي صلى الله عليه وسلم فمرض فاتاه النبي صلى الله عليه وسلم يعوده فقعد عند رأسه فقال له اسلم فنظر الى أبيه وهو عنده فقال اطع ابا القاسم فاسلم فخرج النبي صلى الله عليه وسلم وهو يقول الحمدلله الذي أنقذه من النار.

Scanned with CamScanner

ولمافی صحیح البخاری:(۲/۳۲۳،طبع رحمانیه)

عن انس أن غلاما لیهود کان یخدم النبی صلی الله علیه وسلم فمرض فأتاه النبی صلی الله علیه وسلم یعوده فقال اسلم فأسلم.

ولمافی التنویر مع الدر:(۶/۳۸۸،طبع سعید)(و)جاز(عیادته)بالاجماع.

وفی الشامیة:(قوله وجاز عیادته)ای عیادة مسلم ذمیانصرانیا اویهودیا،لانه نوع برفی حقهم ومانهینا عن ذلک،وصح ان النبی ﷺ عاد یهودیا مرض بجواره.هدایة.

ولمافی البحر الرائق:(۸/۲۰۲،طبع سعید)

(وعیادته)یعنی تجوز عیادة الذمی المریض لماروی أن یهودیا مرض بجوار النبی صلی علیه وسلم فقال قوموا بنا نعود جارنا الیهودی فقاموا ودخل النبی صلی علیه وسلم وقعد عند رأسه وقال له قل أشهد أن لااله الاالله وأن محمدارسول الله فنظر المریض الی أبیه فقال أجبه فنطق بالشهادة فقال صلی علیه وسلم الحمدلله الذی أنقذبی نسمة من النار ولأن العیادة نوع من البر وهی من محاسن الاسلام فلا بأس بها.

الجواب صحیح:عبدالرحمٰن عفااللہ عنہ واللہ اعلم بالصواب:محمد طیب عفااللہ عنہ

۵ربیع الاول ۱۴۳۲ھ فتویٰ نمبر:۳۰۳۰

﴿غیر مسلموں کی عیادت کا حکم﴾

﴿سوال﴾ ہمارے علاقے میں عیسائی، ہندو رہتے ہیں ان میں سے بعض مسلمانوں کی بیمار پرسی کرتے ہیں، عرض یہ ہے کہ اگر ان میں کوئی بیمار ہو جائے تو ہم مسلمان ان کی عیادت کرسکتے ہیں یا نہیں؟ بینوا توجروا۔ مستفتی:اسلم سکھر

﴿جواب﴾ یہود اور عیسائیوں کی عیادت تو خود آپ ﷺ نے فرمائی ہے، البتہ ہندوؤں کی عیادت کرنا دعوت اور اچھے اخلاق سے متاثر کرنے کی نیت سے ہو تو امید ہے کہ بڑا اجر ملیگا۔

لمافی الهدایة:(۴/۴۷۸،طبع رحمانیه)

قال ولاباس بعیادة الیهوی والنصرانی لانه نوع برفی حقهم ومانهینا عن ذلک وصح ان النبی علیه السلام عاد یهودیا مرض بجواره.

ولمافی التنویر مع الدر:(۶/۳۸۸،طبع سعید)

(و)جاز(عیادته)بالاجماع وفی عیادة المجوسی قولان......وفی الشامیة:(قوله وجاز عیادته)ای عیادة مسلم ذمیانصرانیا اویهودیا،لانه نوع برفی حقهم ومانهینا عن ذلک،وصح ان النبی ﷺ عاد یهودیا مرض بجواره هدایة(قوله وفی عیادة المجوسی قولان)قال فی العنایة فیه اختلاف المشائخ فمنهم من قال به،لانهم اهل

الذمة وهو المروی عن محمد، ومنهم من قال هم ابعد عن الاسلام من اليهود والنصاری ..... قلت: وظاهر المتن کالملتقی وغيره اختيار الاول لارجاعه الضمير فی عيادته الی الذمی ولم يقل عيادة اليهودی والنصرانی، کماقال القدوری.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ　　واللہ اعلم بالصواب: عبداللہ عفا اللہ عنہ

۱۴ جمادی الاولیٰ ۱۴۲۸ھ　　فتویٰ نمبر: ۹۹۴

﴿قادیانیوں کیساتھ تعلقات قائم رکھنا گناہ ہے﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں قادیانیوں کیساتھ تعلقات قائم رکھنا جائز ہے؟

مستفتی: خادم حسین

﴿جواب﴾ مرزا غلام احمد کے تمام متبعین خواہ کسی پارٹی کے ہوں جمہور علماء اسلام کا اس پر اتفاق ہے کہ وہ کافر و مرتد ہیں، ان سے تعلقات اور میل جول رکھنا صحیح نہیں ان کیساتھ خرید و فروخت وغیرہ ہر قسم کا لین دین نا جائز ہے اور ان سے دوستانہ تعلق رکھنا اور محبت سے پیش آنا غیرت ایمانی کے خلاف ہے، زندیق ہونے کیوجہ سے ان کے احکام دوسرے کفار سے زیادہ سخت ہیں۔

لمافی قواعد الفقه: (ص ۳۱۵، طبع میر محمد)

الزنديق هو من يبطن الكفر ويعترف بنبوة نبينا ﷺ ويعرف ذلک من اقواله واعماله وقيل من لايتدين بدين.

ولمافی فيض الباری: (۲/۲۰۱، طبع رشيديه)

وقال العلامة الكشميری: قلت والزنديق من يحرف فی معانی الالفاظ مع ابقاء الفاظ الاسلام کهذا اللعين فی القاديان يدعی انه يومن بختم النبوة ثم يخترع له معنی من عنده يصلح له بعده الختم دليلا علی فتح باب النبوة فهذا هو الزندقة حتا ای التغير فی المصاديق وتبديل المعانی علی خلاف ماعرفت عند اهل الشرع وصرفها الی اهوائه مع ابقاء اللفظ علی ظاهره والعياذ بالله.

ولمافی الهداية: (۲/۵۸۷، طبع رحمانيه)

ومابا عه اواشتراه اواعتقه اووهبه اورهنه اوتصرف فيه من امواله فی حال ردته فهو موقوف فان اسلم صحت عقوده وان مات اوقتل اولحق بدار الحرب بطلت.

ولمافی الشامی: (۴/۱۹۹، طبع ايچ ايم سعيد)

[تنبيه] قال فی الفتح قالوا لوجاء زنديق قبل ان يؤخذ فاخبر بانه زنديق وتاب تقبل توبته، فان اخذ ثم تاب لاتقبل توبته ويقتل لأنهم باطنية يعتقدون فی الباطن خلاف ذلک فيقتل ولاتؤخذ منه الجزية اه وسيأتی فی باب المرتد أن هذا التفصيل هو المفتی به.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ　　واللہ اعلم بالصواب: محمد حسین

۱۴۲۷ھ　　فتویٰ نمبر:

Maktaba Tul Ishaat. com
Scanned with CamScanner

﴿عیسائیوں کوسلام کرنے کا حکم﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام کہ میں میڈیکل کالج میں پڑھتا ہوں، میرے بعض ساتھی غیر مسلم یعنی عیسائی ہیں، وہ سامنے آتے ہی سلام کرلیتے ہیں اور میں بھی ان کوسلام کرتا ہوں، ان کوسلام کرنے کا کیا حکم ہے؟ اگر وہ سلام کریں تو انکو جواب دینا چاہیے؟

﴿جواب﴾ غیر مسلم (عیسائی) کوسلام میں پہل نہیں کرنی چاہیے، البتہ اگر وہ پہل کرلیں تو جواب دینے میں کوئی حرج نہیں ہے، البتہ جواب میں صرف "وعلیک یا والسلام علی من اتبع الھدی" کہدیا کریں۔

لمافی المشکوۃ:(ص۳۹۸،طبع سعید)

عن ابی ھریرۃؓ قال قال رسول اللہ ﷺ لا تبدوا الیھود ولا النصاری بالسلام واذا لقیتم احد ھم فی طریق فاضطروہ الی اضیقہ (رواہ مسلم)

ولمافی التنویر مع الدر:(۴۱۲/۶،طبع سعید)

فلا یسلم ابتداء علی کافر لحدیث لا تبدء وا الیھود ولا النصاری بالسلام فاذا لقیتم احدھم فی طریق فاضطروہ الی اضیقہ، رواہ البخاری، وسلم یھودی أونصرانی أو مجوسی علی مسلم فلا بأس بالرد (و) لکن (لایزید علی قولہ وعلیک) (قولہ ولکن لا یزید علی قولہ وعلیک) لانہ قد یقول السام علیک أی الموت کما قال بعض الیھود للنبی ﷺ فقال لہ "وعلیک" فرد دعاء علیہ وفی التاترخانیۃ قال محمد: یقول المسلم وعلیک ینوی بذلک السلام لحدیث مرفوع الی رسول اللہ ﷺ أنہ قال: "اذا سلموا علیکم فردوا علیھم".

ولمافی الھندیۃ:(۳۲۵/۵،طبع رشیدیہ)

قال الفقیہ أبو اللیثؒ ان مررت بقوم وفیھم کفار فأنت بالخیار ان شئت قلت السلام علیکم وترید بہ المسلمین وان شئت قلت السلام علی من اتبع الھدی کذا فی الذخیرۃ.

ولمافی المشکوۃ:(ص۳۹۸،طبع سعید)

عن انسؓ قال قال رسول اللہ ﷺ اذا سلم علیکم اھل الکتاب فقولوا وعلیکم متفق علیہ.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم: حبیب الوہاب سواتی

۲۴ ربیع الثانی ۱۴۲۹ھ — فتویٰ نمبر: ۱۳۵۵

﴿فصل فی متفرقات الحظر والاباحۃ﴾

﴿مجبوری کی صورت میں زیر ناف بال کٹوانے کا مسئلہ﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص کو فالج ہوگیا

Scanned with CamScanner

Maktaba Tul Ishaat. com

ہے۔ اور اس کی بیوی بھی نہیں تو کیا اس کے زیر ناف بال کوئی دوسرا شخص کاٹ سکتا ہے؟

﴿جواب﴾ مجبوری کی صورت میں کوئی بھی دوسرا آدمی زیر ناف بال کاٹ سکتا ہے۔ البتہ جتنا بھی ممکن ہو سکے چھونے اور دیکھنے سے بچنا رہے۔

لما فی الهندية:(۳۵۸/۵،طبع:رشيديه،كوئٹه)

حلق العانة بيده وحلق الحجام جائز ان غض بصره كما في التتار خانية.

ولما في البحر الرائق:(۲۰۵/۸،طبع:سعيد، كراچی)

وفي جا مع الجوامع حلق العانة بيده وان حلق الحجام جاز ان غض بصره .

ولما في الشامي :(۱۵۳/۱۱،طبع :امداديه،ملتان)

لا بأس للحمامي أن يطلي عورة غيره بالنورة انتهى.لكن قل في الهندية بعد أن نقل عن التاتر خانية أن ابا حنيفة كا لا يرى بأساً بنظر الحمامي الى عورة الرجل،ونقل أنه ما يباح من النظر للرجل من الرجل يباح المس، ونقله عن الهداية ونقل ما قلنا ،لكن قيده بما اذا كان يغض بصره.ونقل عن الفقيه أبي الليث أن هذا في حالة الضرورة لا في غيرها،وقال:وينبغي لكل واحد أن يتولى عانته بيده اذا تنور كما في المحيط،فاحفظ.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب: تنویر الرحمٰن غفرلہ ولوالدیہ

۲۵ صفر الخیر ۱۴۳۴ھ — فتویٰ نمبر:۳۵۴۹

﴿قضائے حاجت کے دوران شرم گاہ کو دیکھنا، پاخانے میں تھوکنا خلاف ادب ہے﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ قضائے حاجت کے وقت اپنی شرم گاہ کو دیکھنا یا پاخانہ وغیرہ میں تھوکنا شرعاً کیسا ہے۔ برائے کرم وضاحت فرمائیں۔

﴿جواب﴾ قضائے حاجت کے وقت قصداً اپنی شرمگاہ کو دیکھنا یا پاخانہ وغیرہ میں تھوکنا ادب کے خلاف ہے لہٰذا اس طرح کرنے سے پرہیز کرنا چاہیے۔

لمافي الشامي (۳۴۵/۱سعيد)

ولا ينظر الى عورته ولا الى مايخرج منه ،ولا يبزق في البول ،ولا يطيل القعود فانه يولد الباسور،ولا يمتخط ،ولا يتنحنح ،ولا يكثر الالتفات ولا يعبث ببدنه ،ولا يرفع بصره الى السماء،وينكس رأسه حياء مما ابتلى به ويدفن الخارج......

ولمافي الهنديه (۵۰/۱،رشيديه)

فان عطس يحمدالله بقلبه ولا يحرك لسانه ولا ينظر لعورته الا لحاجة ولا ينظر الى مايخرج منه ولا يبزق ولا يمتخط ولا يتنحنح ولا يكثر الالتفات ولا يعبث ببدنه ولا يرفع

Scanned with CamScanner

بصره الى السماء، ولا يطيل القعود على البول والغائط ،

ولما في التاتارخانيه: (۷۶/۱، طبع: قديمى)

وينبغي ان لايلقى البزاق في البول لانه يورث كثرة وسوسة وايضافيها: ۷۸، ويكره كشف العورة لاسباغ الوضوء كذا النظر الى العورة.

الجواب صحیح: مفتی عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ　　　　واللہ اعلم بالصواب: دوست محمد روغانی

۷ رجب المرجب ۱۴۳۵ھ　　　　فتویٰ نمبر: ۴۲۳۷

﴿کوزہ گھمانے، ناخن اور شیشہ پر عمل کرنے سے چور کی شناخت شرعاً معتبر نہیں ہے﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ بعض عامل کوزہ، ناخن اور شیشہ وغیرہ پر ایک خاص عمل کرتے ہیں، جس کے ذریعہ چور وغیرہ کی نشاندہی کرتے ہیں، اس قسم کے اعمال کا کیا حکم ہے؟ ایسا کرنا اور کرانا جائز ہے؟ بعض لوگ اپنے بزرگوں کی طرف بھی منسوب کرتے ہیں۔ بینوا توجروا　　　　مستفتی: فیاض علی ابوبکر مسجد

﴿جواب﴾ کسی کو چور قرار دینے کے لئے شرعی ثبوت گواہ ہے یا اس کا خود اقرار۔ شیشے یا ناخن میں اس کی صورت نظر آئے یا کوزہ اس کے نام پر گھومے یہ کوئی شرعی ثبوت نہیں ہے۔ دراصل اس عمل میں عامل کی توجہ کارفرما ہوتی ہے یا جنات وشیاطین کے عمل کا دخل ہوتا ہے، اس لئے اکثر وبیشتر جھوٹ ثابت ہوتا ہے، اور عوام اس کو یقین کا درجہ میں ثبوت جانتے ہیں، پولیس کے حوالے کرتے ہیں، اور ہمارے ملک کی پولیس مار پیٹ ظلم اور تشدد کے ذریعے غیر چور سے بھی چوری کا اقرار کروالیتی ہے، مشہور کہاوت ہے کہ ہماری پولیس تو ہاتھی سے بھی کہلوادے کہ ''ہاں ہاں میں بکری ہوں'' اس لئے شرعاً اس کی قطعاً اجازت نہیں ہے گناہ کا کام ہے اور بڑے فتنے کا باعث ہے۔

بعض عملیات کی کتابوں میں ایسے اعمال کا ذکر آتا ہے جن کی نسبت ہمارے اکابر کی طرف بھی کی جاتی ہے، اول تو ان کتب کی نسبت یقینی نہیں ہے اور یقینی طور پر معلوم ہو کہ ہمارے اکابر نے اس طرح کے اعمال بتائے ہیں تو ان حضرات نے صرف قرینہ کے درجے میں تسلیم کیا ہے یا درج کیا ہے، لیکن کمزور ایمان والے لوگ اس پر یقین کر لیتے ہیں اس لئے انکی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ چنانچہ حضرت اقدس شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمہ اللہ کی طرف منسوب کتاب

Scanned with CamScanner

(کمالات عزیزی میں صفحہ ۶۰) پر اس طرح کے عمل کے ذیل میں لکھتے ہیں "میں کہتا ہوں کہ جو شخص یہ عمل یا ایسا کوئی عمل کرکے چور پر مطلع ہو تو اس پر واجب ہے کہ اس کے چرانے پر یقین نہ کرے اور اس کو بدنام نہ کرے بلکہ قرائن کی پیروی کرے کہ یہ عمل بھی اتباع قرائن کا ایک طریقہ ہے، حق تعالیٰ شانہ نے سورہ بنی اسرائیل میں فرمایا ہے "ولاتقف ما لیس لک به علم ان السمع والبصر...... الی آخر الایة "ہمارے اکابر نے خواص وعلماء کے لئے کچھ ایسے اعمال اگر بتائے ہیں، تو وہ جانتے تھے کہ علماء کرام ایسے اعمال کو کیا درجہ دیں گے۔ اب تو بعض نام کے علماء بھی بطور دھندہ یہ اعمال کرتے رہتے ہیں بلاشبہ یہ بڑا گناہ اور بڑا فتنہ ہے۔

لما فی المشکوۃ :(ص ۳۹۳،کتاب الطب والرقی ،باب الکهانة)طبع سعید

"وعن حفصة رضی الله عنها قالت :قال رسول الله ﷺ من أتی عرافا فسئله عن شیئ لم یقبل له صلوۃ أربعین لیلة".(رواه مسلم)

"عن ابن عباس رضی الله عنه قال :قال رسول الله ﷺ من أتی کاهنا فصدقه بما یقول أو أتی امرأۃ حائضا أو أتی امرأته فی دبرها فقد بری' مما أنزل علی محمد".(رواه احمد وابو داؤد)

ولما فی شرح الفقه الأکبر:(ص ۲۵۰ تا ۲۵۳)طبع دار الکتب العلمیة بیروت

قال القونوی :والحدیث یشمل الکاهن والعراف والمنجم فلایجوز اتباع المنجم والرمال وغیرهما کالضارب بالحصی وما یعطی هؤلاء، حرام بالإجماع کما نقله البغوی ....وقال شارح العقیدۃ الطحاویة :الواجب علی ولی الأمر وکل قادر أن یسعی فی ازالة هؤلاء المنجمین (الکهان) والعرفین واصحاب الضرب بالرمل والحصی والقرع والفالات ومنعهم من الجلوس فی الحوانیت أو الطرقات أو أن یدخلوا علی الناس فی منازلهم.....ولهذا ذکر فی الفتاوی أن قول القائل عند رؤیة هالة القمر أی دائرته یکون مطر مدعیا علم الغیب لا بعلامة کفر.

ولما فی الشامی :۲۴۲/۴، ۲۴۳،طبع سعید

والعراف :المنجم ،وقال الخطابی :هو الذی یتعاطی معرفة مکان المسروق والضالة ونحوهما والحاصل أن الکاهن من یدعی معرفة الغیب بأسباب وهی مختلفة ...والکل مذموم شرعا محکوم علیهم وعلی مصدقهم بالکفر ،وفی البزازیة یکفر بادعاء علم الغیب وباتیان الکاهن وتصدیقه وفی التتارخانیة یکفر بقوله أنا أعلم المسروقات أو أنا أخبر عن اخبار الجن ایای لکن فی حظر الخانیه :لو استعمله للتجربة والامتحان ولایعتقده لا یکفر.

ولما فی النبراس :ص ۳۴۳،۳۴۲،طبع حقانیه ملتان

رابعها :أخبار المنجم والرمال لأن النجوم والرمل علمان استدلالیان منزلان علی

الأنبياء ثم اندرسا وخلط الناس فيهما فمن استدل بقاعدة نبوية أصاب في الخبر خامسها:خبر الكاهن لأنه مما يخبره الجن عن مشاهدة أو سماع عن الملئكة الذين عرفوا الكوائن المستقبلة بالوحي ثم تقول قد نطق كثير من الأحاديث وأقوال السلف بكفر المنجم والكاهن ومن يصدقها وذكر غير واحد من المحققين أن التكفير خاص بمن يدعى علم الغيب أو يزعم النجوم مدبرة بالاستقلال او يزعم الجن عالمة بالغيب، قلت:ومع هذاليس الاشتغال بالنجوم والكهانة وتصديقهما من فعل الصالحين ولاشك أن فيهما اخلالا بعقائد ضعفاء المسلمين لزعمهم أن المخبر عالم بالغيب على أن الكاهن يصعب أن يسلم ايمانه لاستمداده من الشياطين۔

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ　　　　　　　واللہ اعلم بالصواب: محمد زبیر غفرلہ ولوالدیہ

۱۵ جمادی الاولیٰ ۱۴۳۴ھ　　　　　　　　　　　　　فتوی نمبر: ۳۷۲۹

﴿محمد یزدان نام رکھنا مناسب نہیں ہے﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کہ بارے میں کہ محمد یزدان نام رکھنا کیسا ہے؟

﴿جواب﴾ یزدان فارسی لفظ ہے جس کا معنی ہے نیکی اور خیر کا خالق یعنی اللہ تعالیٰ۔ تو پھر محمد یزدان کا معنی ہوتا ہے (محمد اللہ)۔ لہذا اس نام کا کوئی صحیح مفہوم نہ ہونے کیوجہ سے رکھنا غلط ہے، دوسرا کوئی اچھے مفہوم کا نام رکھنا چاہیے۔

لمانی فیروز اللغات اردو: ص، ۱۵۳۳ مکتبہ فیروز سنز لمیٹڈ

یزداں (ف۔ا۔مذ) نیکی اور خیر کا خالق، پارسیوں کا خدا

ولما في الهندية: ٥/٣٦٢ طبع قديمي كتب خانه

والتسمية باسم يوجد في كتاب الله تعالىٰ كعليّ والكبير والرشيد والبديع جائز لأنه من الاسماء المشتركة ويراد في حق العباد غير ما يراد في حق الله تعالىٰ كذا في السراجية،وفي الفتاوى: التسمية باسم لم يذكره الله تعالىٰ في عباده ولا ذكره رسول الله صلى الله عليه وسلم ولا استعمله المسلمون تكلموا فيه والأولىٰ أن لا يفعل كذا في المحيط.

ولما في شرح فقه الأكبر :ص،٢١٠ طبع دار الكتب العلمية بيروت

ومن قال لمخلوق:يا قدوس أو القيوم أو الرحمن ،أو قال :اسما من أسماء الخالق كفر انتهى،وهو يفيد أنه من قال لمخلوق ياعزيز ونحوه يكفر ايضاً الا ان أراد بهما المعنى اللغوي لا الخصوص الاسمي ،والأحوط أن يقول يا عبد العزيز ويا عبد الرحمن.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ　　　　　　　واللہ اعلم بالصواب: محمد زبیر غفرلہ ولوالدیہ

۱۴ جمادی الثانی ۱۴۳۴ھ　　　　　　　　　　　　　فتوی نمبر: ۳۷۸۸

Scanned with CamScanner

Maktaba Tul Ishaat. com

﴿مجسمے کو فروخت کر کے حاصل ہونے والی رقم کا حکم﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلے کے بارے میں کہ ہمارے گھر میں ایک بت تھا، سونے کا پانی اس پر چڑھا تھا، میں نے ستر ہزار (۷۰۰۰۰) میں خریدا تھا، لیکن کم پیسوں یعنی پچیس (۲۵۰۰۰) ہزار میں بیچ دیا، رقم اب بھی اس کی پڑی ہے، اس رقم کا کیا حکم ہے؟ اس کے علاوہ ایک گھوڑا ایک ہاتھی ہے، اس کا بیچنا جائز ہے یا نہیں؟ دو عورتوں کی تصویر اس طرح ہے کہ چہروں پر پردہ ہے، سر پر مٹکے ہیں، چہرے نظر نہیں آرہے۔ ان تصاویر کا کیا حکم ہے؟ براہ کرم شریعت کی روشنی میں راہنمائی فرمائیں۔ مستفتیہ: متعلمہ معهد الفقیر

﴿جواب﴾ جاندار اشیاء کے مجسمے اور تصاویر کی خرید وفروخت اور گھر میں رکھنا ناجائز اور حرام ہے۔ اگر غلطی سے خرید وفروخت ہوئی ہے تو اس پر توبہ کریں اور اس سے جو رقم حاصل ہوئی ہے وہ صدقہ کریں، پیسہ خود استعمال کرنا جائز نہیں۔ گھوڑے اور ہاتھی کی شکل وصورت باقی ہو تو بیچنا جائز نہیں ہے۔ شکل وصورت مسخ کرنے کے بعد اگر ان میں قابل فروخت کوئی چیز لگی ہوئی ہو تو اس کا بیچنا جائز ہے۔ عورتوں کے چہرے اگر نظر نہیں آتے تو یہ درخت وغیرہ کے حکم میں ہے، یعنی ان کی گنجائش ہے، اگرچہ زیادہ بہتر یہی ہے کہ ایسی چیزوں سے اپنے گھر کو پاک رکھیں۔

لما فی الصحیح البخاری: ۲۹۸/۱ طبع قدیمی کتب خانہ

حدثنا قتيبة ......عن جابر بن عبد الله أنه سمع رسول الله ﷺ يقول عام الفتح وهو بمكة ان الله ورسوله حرم بيع الخمر والميتة والخنزير والاصنام فقيل يا رسول الله أرأيت شحوم الميتة فانه يطلى بها السفن وتدهن بها الجلود ويستصبح بها الناس فقال لاهو حرام ثم قال رسول الله ﷺ عند ذالك قاتل الله اليهود ان الله لما حرم عليهم شحومها أجملوه ثم باعوه فأكلوا ثمنه.

ولما فی المرقاة: (۱۳/۶،کتاب البیوع ،باب الکسب وطلب الحلال)طبع رشیدیہ

(حرم بيع الخمر)...وكذا معنى قوله (والميتة والخنزير والاصنام) أى وان كانت من ذهب أوفضة.

ولما فی عمدة القاری: ۴۸/۱۲(کتاب البیوع باب بیع المیتة والاصنام)طبع رشیدیہ

والاجماع قائم على أنه لايجوز بيع الميتة والاصنام لانه لايحل الانتفاع بها ووضع الثمن فيها اضاعة مال ،وقد نهى الشارع عن اضاعته ،قلت :على هذا التعليل اذا كسرت الاصنام وأمكن الانتفاع برضاضها جاز بيعها عند بعض الشافعية وبعض الحنفية.

Scanned with CamScanner

ولما فی الشامی :۱/۶۴۷، ۶۵۰، طبع سعید

وظاہر کلام النووی فی شرح مسلم ألاجماع علی تحریم تصویر الحیوان ...... جوز فی الخلاصة لمن رأی صورة فی بیت غیره ان یزیلها ،وینبغی ان یجب علیه ...... ولو هدم بیتا فیه تصاویر ضمن قیمته خالیا عنها .

ولما فی الشامی :۱/۶۴۸ تا ۶۵۰، طبع سعید

ولا یکره لو کانت تحت قدمیه ......أو مقطوعة الرأس أو الوجه أو ممحوة عضو لاتعیش بدونه ......هذا کله فی اقتناء الصورة وأما فعل الصورة فهو غیر جائزمطلقا .

ولما فی بذل المجهود :(۱/۳۷، باب فرض الوضوء)طبع مکتبة الشیخ

وأما اذا کان عند رجل خبیث فاما ان ملکه بعقد فاسد أو حصل له بغیر عقد ولا یمکنه ان یرده الی مالکه ویریدان یدفع مظلمته عن نفسه فلیس له حیلة الا ان یدفع الی الفقراء.

الجواب صحیح :عبد الرحمٰن عفا اللہ عنہ   واللہ اعلم بالصواب :محمد زبیر غفرلہ ولوالدیہ

۸ جمادی الاولی ۱۴۳۴ھ   فتویٰ نمبر :۳۷۱۴

﴿ کتا پالنے کا حکم ﴾

﴿سوال﴾ (۱) کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ گھر میں شوقیہ یالڑائی کرانے کیلئے کتا پالنے کا کیا حکم ہے (۲) شکار یا گھر ، باغ اور جانوروں کی رکھوالی کے لئے کتا رکھنے کا کیا حکم ہے؟ (۳) کیا کتا بیچنا جائز ہے؟ (۴) بعض لوگ کہتے ہیں کہ اصحاب کہف کا بھی کتا تھا اور وہ ان کے ساتھ جنت میں جائے گا تو پھر کتے سے نفرت کیوں کرنی چاہیئے؟

﴿جواب﴾ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جانوروں کو ایک دوسرے سے لڑنے پر ابھارنے سے منع فرمایا ہے۔

لمافی جامع الترمذی :(۱/۲۰۴، طبع فاروقی ملتان)

عن ابن عباس رضی اللہ عنہ نهی رسول الله ﷺ عن التحریش بین البهائم.

ایک دوسری حدیث میں آیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص شکاری کتے یا جانوروں کے محافظ کتے کے علاوہ کتا پالتا ہے تو ہر روز اس کے اجر میں سے دو قیراط کم ہو جاتے ہیں۔

لمافی مرقاۃ المفاتیح :(۸/۳۱، طبع رشیدیه)

عن ابن عمر رضی اللہ عنہ قال قال رسول الله ﷺ من اقتنی کلبا الا کلب ماشیة اوضار نقص من عمله کل یوم قیراطان (متفق علیه)

Maktaba Tul Ishaat. com

کتے سے پیار کرنا اور اس کو شوقیہ پالنا مسلمان کے شایانِ شان نہیں کیونکہ جس چیز سے اللہ تعالیٰ کے فرشتوں کو اور آنحضرت ﷺ کو نفرت ہو اس سے کسی سچے مسلمان کو ایسی الفت ہو سکتی ہے!؟ مسلم شریف کی حدیث میں ہے، جس گھر میں کتا یا تصویر ہو اس میں رحمت کے فرشتے داخل نہیں ہوتے۔

لمافی صحیح لمسلم:(۲/۲۰۰،طبع قدیمی)

عن ابی طلحۃؓ عن النبی ﷺ لاتدخل الملائکۃ بیتافیہ کلب ولاصورۃ قال العلامۃ النووی تحت ھذاالحدیث (قولہ ﷺ لاتدخل الملائکۃ الخ) قال العلماء سبب امتناعھم من بیت فیہ صورۃ کونھامعصیۃ فاحشۃ......وسبب امتناعھم من بیت کلب لکثرۃ اکلہ النجاسات ولان بعضھایسمی شیطانا......والملائکۃ ضدالشیاطین ولقبح رائحۃ الکلب والملائکۃ تکرہ الرائحۃ القبیحۃ......واماھولاء الملائکۃ الذین لایدخلون بیتافیہ کلب اوصورۃ فھم یطوفون بالرحمۃ والتبریک والاستغفار۔

اس کے علاوہ کتے کے منہ سے رال ٹپکتی رہتی ہے جو کہ نجس ہے، جو شخص کتے سے اختلاط رکھتا ہے عموماً اس کے کپڑے ناپاک رہتے ہیں، اس کا لعاب نجس ہونے کے علاوہ زہریلا بھی ہے، جس شخص کو کتا کاٹ لے اسکے بدن میں یہی زہر سرایت کر جاتا ہے، شاید یہی وجہ ہے کہ حضور ﷺ نے حکم فرمایا کہ جس برتن میں کتا منہ ڈال دے اس کو سات مرتبہ دھویا جائے اور ایک مرتبہ مٹی سے مانجھا جائے۔

لمافی صحیح لمسلم:(۱/۱۳۷،طبع قدیمی)

عن ابی ھریرۃؓ قال قال رسول اللہ ﷺ طھور اناء احدکم اذاولغ فیہ الکلب ان یغسلہ سبع مرات۔

اس کے علاوہ صحبت ورفاقت بھی اخلاق کے منتقل ہونے کا ایک موثر اور قوی ذریعہ ہے، اسی لئے کہا جاتا ہے کہ نیک کی صحبت ورفاقت آدمی کو نیک بناتی ہے اور بد کی رفاقت سے بدی آتی ہے، یہ اصول صرف انسان کی صحبت ورفاقت تک محدود نہیں ہے بلکہ جن جانوروں کے پاس آدمی رہتا ہے ان کے اخلاق بھی غیر محسوس طور پر منتقل ہوتے ہیں، اور کتے کے اندر کتنے اوصاف ایسے ہیں جو اس کی فطرتی نجاست کو نمایاں کرتے ہیں، اس کا انسان کو کاٹنا، اپنی برادری سے برسرپیکار رہنا، اس کا مردار خوری کی طرف رغبت کرنا، گندگی کو بڑے شوق سے کھانا وغیرہ، اسلام نہیں چاہتا کہ کتے کے اوصاف واخلاق انسان کے اندر منتقل ہوں، اس لئے اللہ تعالیٰ نے کتا رکھنے کی

ممانعت کردی کیونکہ کتے کی مصاحبت ورفاقت سے آدمی میں باطنی نجاست وگندگی منتقل ہوگی۔

(۲) کتے میں اگرچہ بری صفات کا غلبہ ہے لیکن اس میں کچھ اچھی صفات بھی ہیں اس لئے اسلام نے گھر کی یا کھیتی باڑی اور مویشیوں کی حفاظت یا شکار کی ضرورت کے لئے کتا رکھنے کی اجازت بھی دی ہے۔

لمافی البحرالرائق:(۱۷۳/۶،طبع سعید)

وفی الفتح القدیروانتفاع بالکب للحراسة والاصطیادجائزاجماعالکن لاینبغی ان یتخذفی داره الاان خاف اللصوص اوعدوا.

(۳) کتا اگر شکار یا رکھوالی کی غرض سے ہو یا شکار وغیرہ کا تربیت یافتہ ہو یا اس کی صلاحیت رکھتا ہو تو اس طرح کے کتے کی بیع وشراء جائز ہے۔

لمافی البحرالرائق:(۱۷۲/۶،طبع سعید)

(صح بیع الکلب والفهد والسباع والطیور)لمارواه ابوحنیفةؒ انه ﷺ رخص فی ثمن کلب الصیدولانه مال متقوم الة الاصطیاد فصح بیعه کالبازی بدلیل ان الشارع اباح الانتفاع به حراسة واصطیادا فکذا بیعاوهذاعلی قول المفتی به من طهارةعینه بخلاف الخنزیرفانه نجس العین......اطلقه فشمل المعلم وغیره العقوروغیره هکذااطلق فی الاصل فمشی القدوری علی هذاالاطلاق ونص فی نوادرهشام عن محمدفی جوازبیع العقوروتضمین من قتله قیمته وعن ابی یوسفؒ منع بیع العقوروذلک فی المبسوط فانه لایجوزبیع الکلب العقورالذی لایقبل التعلیم وقال هوالصحیح من المذهب وهکذافی فتح القدیر:(۲۲۵/۶،طبع رشیدیه)وهکذافی الهندیة:(۱۱۴/۳،طبع رشیدیه)وهکذافی الشامی:(۲۲۷/۵،طبع سعید)

(۴) شوقیہ کتا رکھنے یا لڑانے کی غرض سے رکھنے پر اصحاب کہف کے کتے سے استدلال کرنا تو درست نہیں ہے، اس لئے کہ انہوں نے شوقیہ یا لڑانے کی غرض سے نہیں رکھا تھا بلکہ وہ رکھوالی کے لئے تھا اور بعید نہیں کہ ان کی شریعت میں کتا رکھنا جائز تھا۔

البتہ اس کتے کے اکرام واعزاز سے اندازہ ہوجاتا ہے کہ نیک لوگوں کی اللہ تعالیٰ کے ہاں کیا قدرومنزلت ہے۔

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ

واللہ اعلم بالصواب: خضر حیات کمالوی

۱۱ جمادی الثانی ۱۴۲۷ھ

فتویٰ نمبر:

Maktaba Tul Ishaat. com

﴿استمناء بالید بہت بڑا گناہ ہے﴾

﴿سوال﴾ ایک لڑکی جس کی شادی کسی وجہ سے نہ ہوسکی اور چالیس سال کے قریب پہنچ گئی ہو، جب اس پرشہوت غالب آجائے تو کیا وہ اکیلے میں خود اپنے ہاتھ سے اپنی شہوت توڑ سکتی ہے؟ جیسا کہ لڑکے کے لئے زنا کے خوف کے وقت ہاتھ سے کام لینے میں شریعت نے اجازت دی رکھی ہے، صریح جزئیہ کے ساتھ شرعی وضاحت فرما کر ممنون فرمائیں۔

﴿جواب﴾ عام حالت میں استمناء بالید بہت بڑا گناہ ہے، آپ علیہ السلام نے ایسے شخص پر لعنت بھیجی ہے، لہذا یہ کہنا کہ شریعت نے اس کی اجازت دی ہے، غلط ہے، شائد مستفتی کا مطلب فقہاء کرام کا وہ قول ہے کہ زنا میں مبتلاء ہونے کا قوی اندیشہ ہو تو ایسی صورت میں بڑے گناہ سے بچنے کے لئے ایسا کیا تو امید ہے کہ مؤاخذہ نہ ہوگا، یہ اجازت تو نہیں ہوئی!

اور یہی حکم عورت کے لئے بھی ہوگا بشرطیکہ بڑے گناہ کا قوی اندیشہ ہو اور اس سے بچنے کے لئے اس گناہ کو اختیار کیا ہو۔

لمافی الشامی:(۶/۳،کتاب النکاح،طبع سعید)

قلت:وکذافیمایظهر لوکان لایملکه منع نفسه عن النظر المحرم أوعن الاستمناء بالکف،فیجب التزوج وان لم یخف الوقوع فی الزنا،(قوله:فان تیقن الزناالابه فرض) ای بأن کان لایمکنه الاحترازعن الزناالابه لأن مالایتوصل الی ترک الحرام الابه یکون فرضا،بحر.

ولمافی البحر:(۲/۲۷۲،کتاب الصوم،طبع سعید)

وهل یحل الاستمناء بالکف خارج رمضان ان أرادالشهوة لایحل لقوله علیه السلام ناکح الیدملعون،وان أرادتسکین الشهوة،یرجی أن لایکون علیه وبال کذافی الولوالجیة،وظاهره أنه فی رمضان لایحل مطلقاً.

ولمافی قاضی خان:(۱/۱۸۵،کتاب الصوم،الفصل الخامس،طبع قدیمی)

ومن الناس من قال:لایفسدصومه فی الاستمناع بالکف وهل یباح له أن یفعل ذلک فی غیر رمضان ان أرادالشهوة لایباح،وان أرادتسکین الشهوة،قالوا:نرجوأن لا یکون اثماً.

ولمافی فتح القدیر:(۳/۱۸۷،کتاب النکاح،طبع رشیدیه)

وفی النهایة:ان کان له خوف الوقوع فی الزنابحیث لایتمکن من التحرزالابه.

ولمافی نورالأنوار:(ص۱۰۹،مبحث نوعی اتصال السببیة والتعلیل،طبع امدادیه)

لأن الحکم یحتاج الی العلة من حیث الثبوت والعلة محتاجة الی الحکم من حیث

Scanned with CamScanner

الشرعية اذلم تشرع العلة الالمحكم.

الجواب صحیح: عبد الرحمٰن عفا اللہ عنہ　　واللہ اعلم بالصواب: صادق محمد سواتی غفرلہ ولوالدیہ

۳۰ محرم الحرام ۱۴۳۲ھ　　فتویٰ نمبر: ۲۸۲۵

﴿بیوی کے ساتھ لواطت کرنا حرام ہے﴾

﴿سوال﴾ شوہر کا اپنی بیوی کی دبر میں وطی کرنا کیسا ہے؟ کیا یہ کام گناہ کبیرہ ہے یا نہیں؟ ازراہ کرم احادیث کی روشنی میں جواب فرمادیں۔　　مستفتی: محمد عظیم عبدل خیل لکی مروت

﴿جواب﴾ شوہر کا اپنی بیوی کی دبر میں وطی کرنا انتہائی قبیح وشنیع ہونے کیساتھ ساتھ حرام اور گناہ کبیرہ بھی ہے، احادیث میں ایسے شخص پر لعنت آئی ہے اور اس عمل کو اللہ تعالیٰ کی نظر رحمت سے محرومی کا باعث بتایا ہے، بعض احادیث میں کفر قرار دیا ہے۔

لمافي جامع الترمذي: (۱/۱۳۹، طبع فاروقي ملتان)

عن علي بن طلق قال اتى اعرابي رسول الله ﷺ..... ولاتاتوالنساء في اعجازهن فان الله لايستحي من الحق.....عن ابن عباس قال قال رسوالله ﷺ لاينظرالله الى رجل أتى رجلاأوامرأة في الدبر.

ولمافي مشكوة المصابيح: (ص۲۷۶، طبع سعيد)

عن ابن عباس قال اوحي الى رسول الله ﷺ نسائكم حرث لكم فأتواحرثكم الاية اقبل وادبرواتق الدبروالحيضة رواه الترمذي.....عن ابي هريرةؓ قال قال رسول الله ﷺ ملعون من أتى أمرأته في دبرها (رواه احمدوأبوداؤد)

عن ابي هريرةؓ قال قال رسول ﷺ ان الذي يأتي امرأته في دبرهالاينظرالله اليه.....عن خزيمة بن ثابت ان النبي ﷺ قال ان الله لايستحي من الحق لاتاتواالنساء في ادبارهن رواه احمدوالترمذي وابن ماجة والدارمي.

ولمافي مرقاة المفاتيح: (۶/۳۲۰، طبع رشيديه)

(لاتاتوالنساء في ادبارهن) وهذافي شان النساء فكيف بالرجال قال في شرح العقائد وفي استحلال اللواطة بامراته لايكفرعلى الأصح.....وفيه دليل تحريم ادبار الزوجات المملوكات، ومن اجازه فقداخطأخطأعظيما.قال الطيبي: هذاأن فعله بأجنبية حكمه حكم الزنا، وان فعله بأمرأته أوبأمته فهومحرم لكن لايرجم ولايحدلكن يعزر.

ولمافي البحر: (۸/۱۹۳، طبع سعيد)

وفي الينابيع ولايحل له ان يأتي زوجته في الدبر الاعنداصحاب الظاهروهوخلاف الاجماع.

Scanned with CamScanner

Maktaba Tul Ishaat. com

ولمافی النبراس:(ص ۲۲۲،طبع حقانیه ملتان)

قال الشیخ الامام ابوطالب المکی الصوفی تتبعت الاحادیث فوجدتها سبعة عشر
الشرك بالله ــــ واکل مال الیتیم والربوا والزنا واللواطة.

ولما فی أحکام القرآن للجصاص:(۱/ ۴۸۰،طبع قدیمی)

(وقوله تعالى فأتوا حرثکم أنی شئتم)واختلف فی اتیان النساء فی ادبارهن،فکان اصحابنا یحرمون ذلک وینهون عنه اشد النهی ــــ عن النبی صلی الله علیه وسلم انه قال لاتأتوا النساء فی ادبارهن ــــ عن النبی صلی الله علیه وسلم قال (هی اللوطیة الصغری)یعنی اتیان النساء فی ادبارهن ــــ عن رسول الله صلی الله علیه وسلم قال "من اتی حائضا اوامرأة فی دبرها فقد کفر بما انزل علی محمد".

الجواب صحیح:عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب:حبیب الوہاب عفا اللہ عنہ

۱/۲/۱۴۲۹ھ — فتویٰ نمبر:۱۱۴۳۲

﴿زیر ناف بالوں کی حدود اربعہ کیا ہیں؟﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ زیر ناف بالوں کی حد اوپر سے نیچے تک کیا ہے؟ بعض لوگ کہتے ہیں کہ مخرج نجاست کے اردگرد کے بال کاٹنا بھی ضروری ہیں، یہ بات کہاں تک درست ہے؟ کیا مخرج نجاست کے اردگرد کے بال کاٹنے پر کوئی حدیث موجود ہے؟ بینوا توجروا۔

مستفتی:محمد سیف اللہ اسلام آبادی

﴿جواب﴾ ناف سے لے کر رانوں کی جڑ تک اور آگے پیچھے شرمگاہ کے اردگرد کے بالوں کی صفائی کرنا شرعاً ضروری ہے جہاں تک ممکن ہو۔

باقی رہا مخرج نجاست کے اردگرد کے بال کاٹنے کیلئے کوئی حدیث موجود ہے؟ سو ہر جزوی بات کا حکم صراحۃً حدیث میں مذکور ہونا کوئی ضروری نہیں ہے، فقہاء کرام نے صراحت کی ہے کہ ان بالوں کا کاٹنا اس لئے بھی ضروری ہے تاکہ ان سے نجاست لگ کر مزید گندگی نہ پھیلے خصوصاً پتھر، ٹیشو پیپر وغیرہ سے استنجاء کرنے کی صورت میں اور یہ معقول دلیل ہے۔

لمافی الشامی:(۲/ ۴۰۶،طبع سعید)

(قوله ویستحب حلق عانته)قال فی الهندیة ویبتدئ من تحت السرة.

ولمافی الشامی:(۲/ ۴۸۱،فصل فی الاحرام،طبع سعید)

والازالة شاملة لقص الأظفار والشارب وحلق العانة أونتفها أواستعمال النورة وکذا نتف

Scanned with CamScanner

الابط والعانة ألشعر القريب من فرج الرجل والمرأة ومثلها شعر الدبر بل هو أولى بالازالة لئلا يتعلق به شيء من الخارج عند الاستنجاء بالحجر.

ولما في تبيين الحقائق:(۱/۶۰،كتاب الطهارت،في الغسل،طبع سعيد)

لقوله عليه الصلاة والسلام "عشر من الفطرة...... وحلق العانة وانتقاص الماء" ولنا قوله تعالى "وان كنتم جنباً فاطهروا" اى فطهروا ابدانكم ،فكل ما امكن تطهيره يجب غسله ...... وقال عليه الصلاة والسلام تحت كل شعرة جنابة فبلوا الشعر وانقوا البشرة.

ولما في حاشية الطحاوي على مراقي الفلاح:(ص۵۲۷،باب الجمعة،طبع قديمي)

ثم العانة هي الشعر الذي فوق الذكر وحواليه،وحوالي فرجها،ويستحب ازالة شعر الدبر خوفاً من أن يعلق به شئ من النجاسة الخارجة.

الجواب صحیح :عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ واللہ اعلم بالصواب :صادق محمد سواتی غفرلہ ولوالدیہ

۲۰ محرم الحرام ۱۴۳۲ھ فتوی نمبر:۲۷۸۰

﴿ناجائز امور کے لئے لاؤڈ سپیکر کرایہ پر دینا جائز نہیں﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے متعلق کہ ہم لاؤڈ سپیکر اور ٹینٹ وغیرہ کو کرایہ پر دینے کا کاروبار کرتے ہیں، ہمارے پاس مختلف قسم کے لوگ آتے ہیں اور مختلف پروگراموں کے لئے لاؤڈ سپیکر کرایہ پر لے لیتے ہیں، بعض لوگ وعظ ،تقاریر، شبینے اور دیگر دینی محافل اور مجالس کے لئے کرایہ پر لے لیتے ہیں جبکہ بعض لوگ گانے بجانے ،شادیوں پر فسق وفجور اور مختلف قسم کے میوزک پروگراموں کے لئے لے جاتے ہیں، پوچھنا یہ کہ آیا ہمارے لئے ان پروگراموں اور مجالس میں استعمال ہونے والے لاؤڈ سپیکرز کا کرایہ لینا جائز ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾ لاؤڈ سپیکرز کو کرایہ پر دیتے وقت اگر آپ کو یقین یا غالب گمان ہو کہ یہ شخص ان کو جائز کاموں میں استعمال کرے گا تب تو کرایہ پر دینا بھی جائز اور کرایہ لینا بھی حلال ہوگا چاہے پھر وہ کسی بھی کام میں استعمال کرے آپ انشاء اللہ گنہگار نہیں ہونگے اور اگر کسی کے بارے میں پہلے سے خیال ہو کہ وہ گانے بجانے ،میوزک پروگراموں اور دوسرے غیر شرعی محافل میں استعمال کرے گا تو اس صورت مین کرایہ پر دینا اور اس کی اجرت لینا مکروہ تحریمی ہے۔

اور ایک صورت یہ ہو سکتی ہے کہ کچھ بھی معلوم نہ ہو تو اچھا گمان کر کے دیدے کہ چونکہ مسلمان ہے اس لئے یہ جائز کام کے لئے ہی استعمال کرے گا تو انشاء اللہ مؤاخذہ نہیں ہوگا۔

Scanned with CamScanner

Maktaba Tul Ishaat. com

لمافی المبسوط:(ج۱۶ص۳۷-۳۸،طبع دارالمعرفۃ)

"ولا تجوز الاجارة على شيئ من الغناء والنوح والمزامير والطبل وشيئ من اللهو لأنه معصية والاستئجار على المعاصي باطل".

ولمافی جواهر الفقہ:(۲/۴۵۳،طبع دارالعلوم کراچی)

"ثم السبب ان كان سببا محركا وداعيا الى المعصية فالتسبب فيه حرام كالاعانة على المعصية بنص القرآن "ولاتسبوا الذين يدعون من دون الله الآية.....وان لم يكن محركا وداعيا بل موصلا محضا وهومع ذلك سبب قريب بحيث لايحتاج في اقامة المعصية به الى احداث صنعة من الفاعل كبيع السلاح من أهل الفتنة وبيع العصير ممن يتخذه خمرا أوبيع الأمرد ممن يعصي به واجارة البيت ممن يبيع فيه الخمر أو يتخذها كنيسة أوبيت نار وأمثالها فكله مكروه تحريما بشرط أن يعلم به البائع والآجر من دون تصريح به باللسان فانه ان لم يعلم بها البائع كان معذورا وان صرح كان داخلا في الاعانة المحرمة".وكذافی المبسوط للسرخسی :(ج۱۶ص۳۸،طبع دارالمعرفۃ)

ولمافی المبسوط:(ج۱۶ص۳۹،طبع دارالمعرفۃ)

"ولابأس بأن يؤاجر المسلم دار من الذمي ليسكنها فان شرب فيها الخمر أوعبد فيها الصليب أو أدخل فيها الخنازير لم يلحق المسلم اثم في شيئ من ذلك لأنه لم يؤاجرها لذلك والمعصية في فعل المستأجر وفعله دون قصد رب الدار فلا اثم على رب الدار في ذلك".

ولمافی الأشباہ:(ص۳۱،طبع قدیمی)

أن بيع العصير ممن يتخذه خمرا ان قصد به التجارة فلا يحرم وان قصد به لأجل التخمير حرم.

الجواب صحیح :عبد الرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب :عبد الباری [illegible]

۱۵ ربیع الاول ۱۴۳۲ھ — فتویٰ نمبر:۳۰۵۰

﴿انگریزی سیکھنے کے لئے عورت کا مخلوط ماحول میں جانا بڑا گناہ ہے﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے متعلق کہ ایک مدرسۃ البنات کی انتظامیہ کی طرف سے یہ کہا گیا ہے کہ یہاں اسباق کے گھنٹوں کے علاوہ بقیہ تمام اوقات میں انگلش ہی بولی جائے گی اور کوئی زبان استعمال کرنے کی اجازت نہیں۔

اب وہاں کی خواتین اساتذہ انگلش سیکھنے کے لئے لینگویج سینٹر جارہی ہیں جس میں مخلوط ماحول ہوتا ہے اور پڑھانے والا ٹیچر بھی مرد ہے، کیا اس قانون کی وجہ سے مخلوط ماحول میں انگلش سیکھنے کی اجازت ہے یا نہیں؟ شرعاً اس کا کیا حکم ہے؟ مستفتیہ :ہمشیرہ انیس طالب

﴿جواب﴾ عورت کے لئے بلا ضرورت گھر سے باہر نکلنے کی اجازت نہیں ہے، اس لئے

Scanned with CamScanner

دین اسلام نے اس کے نان نفقہ کا خرچہ اس کے شوہر، باپ بھائی وغیرہ پر ڈالدیا ہے، البتہ بقدر ضرورت علم دین حاصل کرنے کے لئے یادیگر طبعی ضروریات کے لیئے نکلنے کی گنجائش ہے بشرطیکہ پردے کا مکمل اہتمام ہو، انگریزی زبان سیکھنا کوئی شرعی ضرورت نہیں ہے اور نہ ہی طبعی ضرورت، مردوں کے لئے کسی درجہ میں معاشرتی ضرورت کہنا قابل غور ہے۔

لیکن عورت کے لئے انگریزی سیکھنا قطعاً کوئی ضرورت نہیں ہے، جس کے لئے باہر نکلنے کی بھی عورت کو اجازت ملے، کسی خاص حالت میں ضرورت بھی ہو تب بھی مخلوط ماحول میں جانے کی شرعا ہرگز اجازت نہیں ہے۔

مدرسۃ البنات کی انتظامیہ کو اسکا علم ہو اور بجائے روکنے کے وہ حوصلہ افزائی کریں تو دیندار لوگوں سے قطعی اس کی توقع نہیں کی جاسکتی، ہاں چونکہ ایک زبان ہے جسکے سیکھنے کی گنجائش ہے، مدرسہ والوں کو اس کا شوق ہو تو مدرسہ کے اندر کسی خاتون استانی کا انتظام کریں تو منع نہیں ہے۔

لمافی قوله تعالی:(سورة الاحزاب،پ۲۲،آیت ۳۳)

وقرن فی بیوتکن ولاتبرجن تبرج الجاهلیة الاولیٰ……الآیة.

ولمافی احکام القرآن للجصاص :(۵۲۹/۳،طبع قدیمی)

وفیه دلالة علیٰ ان النساء مامورات بلزوم البیوت منهیات عن الخروج……فهذه الامور کلها مماادب الله به نساء النبی صلی الله علیه وسلم صیانة لهن وسائرنساء المومنات مرادات بها.

ولمافی مشکوة المصابیح:(ص۲۶۹،طبع سعید)

عن ابن مسعودعن النبی صلی الله علیه وسلم المرء ة عورة اذاخرجت استشرفها الشیطان.

الجواب صحیح :عبدالرحمٰن عفااللہ عنہ — واللہ اعلم :عبدالوہاب لغمانی عفااللہ عنہ

۱۸ ربیع الثانی ۱۴۳۱ھ — فتوی نمبر:۲۶۰۶

﴿انسانی اعضاء کی پیوندکاری کا مفصل فتوی﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں مفتیان عظام درج ذیل مسائل کے متعلق کہ (1) کسی مریض کو آنکھ یا گردہ کی ضرورت ہو، کوئی شخص راضی ہوجائے کہ میں آنکھ یا گردہ دینے کے لئے تیار ہوں تو کیا اپنی آنکھ یا گردہ کسی مریض کو دینا شرعا درست ہے یا نہیں؟ جبکہ خون دینا جائز ہے۔

(2) انسان کے مرنے کے بعد اس سے کوئی عضو نکالنا شرعا درست ہے یا نہیں؟

Maktaba Tul Ishaat. com

(3) شرعی نکتہ نگاہ سے پیوندکاری کی مضرتیں کیا ہیں؟ (4) شرعاً اسکی کوئی متبادل ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

مستفتی: ڈاکٹر افضل محمد صاحب سواتی

﴿جواب﴾ (۱) باوجود یہ کہ دینے والا بڑی ایثار سے کام لے رہا ہے لیکن اس کا یہ فعل شرعاً قابلِ مذمت ہے، شرعاً اس کو اس تصرف کی ہرگز اجازت نہیں ہے، اس لئے کہ یہ اس کی اپنی ملکیت ہے ہی نہیں اور تکریمِ انسانی کی بھی خلاف ہے۔

لمافی قوله تعالی:(سورة بنی اسرئیل (یت ۷۰)﴿ولقد کرمنا بنی آدم وحملناهم فی البر والبحر﴾

ولمافی صحیح البخاری:(۷۸/۲،رقم الحدیث:۴۱۹۲،طبع رحمانیه)

قال قتادة بلغنا أن النبی صلی الله علیه وسلم بعد ذلک یحث علی الصدقة وینهی عن المثلة.

ولمافی الصحیح لمسلم:(۲۰۲/۲،طبع قدیمی)

عن ابن عمر أن رسول الله ﷺ لعن الواصلة والمستوصلة والواشمة والمستوشمة.

ولمافی الهندیة:(۳۵۴/۵،طبع رشیدیه)

واذاکان برجل جراحة یکره المعالجة بعظم الخنزیر والانسان لانه یحرم الانتفاع به ...الخ.

البتہ اپنے جسم کے کسی عضو کا اپنے ہی جسم کے کسی دوسرے عضو میں پیوندکاری کرنا جائز ہے بشرطیکہ یہ اطمینان ہو کہ اس آپریشن کا متوقع فائدہ اس نقصان سے زیادہ ہے جو اس آپریشن سے پیدا ہوگا، نیز یہ شرط بھی ضروری ہے کہ یہ عمل کسی مفقود عضو کو وجود میں لانے یا اس کی اصل صورت کو بحال کرنے یا اس کے مفقود وظیفے کو بحال کرنے یا کسی عیب کی اصلاح یا ایسی بدصورتی کے ازالے کے لئے کیا گیا ہو جو کسی شخص کے لئے جسمانی یا نفسیاتی اذیت کا موجب ہو۔

لمافی اسلامی اکیڈمی جدہ(۱۸/۲۳/۱۴۰۸ھ بمطابق 1988/11/6ء)

ولمافی بدائع الصنائع:(۱۳۳/۵،طبع سعید)

ولا اهانة فی استعمال جزء نفسه فی الاعادة الی مکانه.

انسانی بدن کا خون بھی حرام ہے لیکن فقہاء کرام نے حالتِ اضطرار میں اسکے استعمال کو جائز قرار دیا ہے، جیسا کہ عورت کے دودھ کو بطور دوا کے استعمال کی اجازت دی ہے بشرطیکہ مسلمان حاذق طبیب یہ کہیں کہ اس کے علاوہ دوسری دوا ممکن یا مؤثر نہیں ہے، اس لئے کہ دودھ اور خون انسانی جسم میں اپنی کمی کو جلد پورا کر لیتے ہیں۔

لمافی الهندیة:(۳۵۵/۵،طبع رشیدیه)

ولا بأس بأن یسعط الرجل المرأة ویشربه للدواء،...یجوز للعلیل شرب الدم والبول وأکل

Scanned with CamScanner

الميتة للتدوى اذا أخبره طبيب مسلم أن شفاء ه فيه ولم يجد من المباح مايقوم مقامه.

(2) جیسا کہ حالتِ حیات میں شرافت وتکریمِ انسانی کی وجہ سے ناجائز ہے، اسی طرح مرنے کے بعد بھی ناجائز ہے۔

لمافي سنن أبي داؤد: (۱۰۳/۲، رقم الحديث: ۳۲۰۷، طبع رحمانيه)

عن عائشة أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال كسر عظم الميت ككسره حيا.

لمافي شرح السير الكبير: (۱۲۸/۱، طبع بيروت)

والآدمي محترم بعد موته على ماكان عليه في حياته فكمالايجوز التداوي بشيء من الآدمي الحي اكراماله فكذلك لايجوز التداوي بعظم الميتة.

(3) اس تبادلہ اعضاء انسانی میں بلاشک وشبہ جزوی طور پر بعض ضرورتمند لوگوں کے لئے کچھ فوائد ہیں لیکن اس کے ساتھ ساتھ اس کے بہت سے مضر پہلو بھی ہیں جو عمومی ہیں اور پورے انسانی معاشرہ کے لئے تباہی وبربادی کا اعلان ہے۔ جن میں کچھ درج ذیل ہیں:

(1) انسان کے کھال، بال اور اعضاء کو قطع وبرید کرنا انسانی شرافت وتکریم اور منشاء تخلیقِ کائنات اور حکمت کے خلاف ہے، جواز دینے کی صورت میں اس سے صرفِ نظر ہے۔

(2) اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے انسانی بدن میں بولنے، دیکھنے، سننے اور سمجھنے وغیرہ کے لئے ایسی نازک خودکار مشینیں "جو درحقیقت ایک چلتی پھرتی فیکٹری ہے" ودیعت وامانت کے طور پر لگادی ہیں، انسان کو ان چیزوں کا مالک نہیں بنایا، لہٰذا جس طرح خودکشی حرام ہے، اسی طرح اپنا کوئی عضو کسی کو رضاکارانہ طور پر بلامعاوضہ دینا یا اس کی خرید وفروخت ناجائز اور حرام ہے۔

(3) تبادلہ اعضاء انسانی کا سلسلہ بڑھتا رہا تو صرف اپنی موت مرنے والوں تک محدود نہیں رہے گا بلکہ اس کے لئے انسانوں کے قتل کا ایک بازار گرم ہوسکتا ہے، بقول ایک بڑے ڈاکٹر کے یہ کام اب بھی ہو رہا ہے۔

(4) آج اگر میت کے اعضاء کو پیوندکاری کیلئے استعمال کیا جاتا ہے تو کل اس بات کا بھی قوی امکان ہے کہ نئی طبی تحقیقات کے نتیجہ میں انسانی لاشوں کا گوشت دوا کے طور پر استعمال کیا جانے لگے اور اسکی ہڈیوں کو کیمیاوی عمل سے نسخہ شفاء بنالیا جائے گا جبکہ آپ ﷺ نے خبیث دوا سے منع فرمایا ہے (ماخوذ از رسالہ "انسانی اعضاء کی پیوندکاری" حضرت مولانا مفتی شفیع صاحبؒ)

Maktaba Tul Ishaat. com

لمافی الصحیح لمسلم:(۱/۷۲،طبع قدیمی)

عن ثابت بن الضحاک عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال: "لیس علی رجل نذر ـــ من قتل نفسہ بشیء فی الدنیا عذب بہ یوم القیامۃ ـــ الخ

لمافی سنن أبی داؤد:(۲/۱۸۵،رقم الحدیث:۳۸۷۲،کتاب الطب طبع رحمانیہ)

نھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن الدواء الخبیث.

(4) شرعاً اسکی متبادل دوصورتیں ہیں جوقدیم زمانہ سے جاری ہے:

(1) غیرذی روح یعنی جمادات اورنباتات سے پیوندکاری کی جائے، جیسے مصنوعی دانت، مصنوعی آلہ سماعت، مصنوعی ٹانگ وغیرہ۔

لمافی قولہ تعالی:(سورۃ البقرۃ آیت ۲۹) خلق لکم مافی الارض جمیعاً ـــ الآیۃ.

ولمافی بدائع الصنائع:(۵/۱۳۲،طبع سعید)

وأماشد السن المتحرک بالذھب فقد ذکر الکرخی أنہ یجوز ولم یذکر خلافاً الخ وکذا لوجدع أنفہ فاتخذ أنفاً من ذھب لایکرہ بالاتفاق، لأن الأنف ینتن بالفضۃ فلابد من اتخاذہ من ذھب، فکان فیہ ضرورۃ، فسقط اعتبار حرمتہ وقدروی أن عرفجۃ أصیب أنفہ یوم الکلاب، فاتخذ أنفاً من ورق، فأنتن فأمرہ سیدنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم أن یتخذ أنفاً من ذھب.

(2) مذبوح جانوروں کے اعضاء سے پیوندکاری کی جائے۔

مذکورہ دونوں صورتیں دینی، دنیوی، شخصی اوراجتماعی ہرحیثیت سے بے خطروبے ضررہیں اورشریعت ومذہب کے روسے جائزاورحلال بھی ہیں بلکہ حال کے طبی تحقیقات اورسرجری ترقیات نے اس میں نئے نئے انکشافات کئے ہیں اگرماہرین فن حضرات اس طرف پوری توجہ دیں تواس معاملہ میں بہت سے نئے انکشافات اورزیادہ سے زیادہ مفیداورکامیاب معالجات کی بڑی امیدکی جاسکتی ہے۔

لمافی الھندیۃ:(۵/۳۵۲،طبع رشیدیہ)

اذاکان الحیوان ذکیاً لأن عظمہ طاھر رطباً کان أو یابساً یجوز الانتفاع بہ ـــ وأما کان الحیوان میتاً، فانما یجوز الانتفاع بعظمہ اذاکان یابساً ولایجوزالانتفاع اذاکان رطباً.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفااللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب: صادق محمد سواتی غفرلہ ولوالدیہ

۲۸ صفرالخیر۱۴۳۲ھ — فتویٰ نمبر:۲۹۲۳

﴿اعضاء انسانی کوقیمتاً فروخت کرنایا بلاقیمت کسی کودیناجائزہے یانہیں؟﴾

﴿سوال﴾ بعض لوگ اپنے گردے یادوسرے اعضاء جسمانی مثلاً آنکھ وغیرہ قیمتاً فروخت

Scanned with CamScanner

کرتے ہیں اور بعض لوگ بلا قیمت بھی دیدیتے ہیں اور بعض لوگ وصیت کر جاتے ہیں کہ ہمارے مرنے کے بعد ہمارے اعضاء مثلاً آنکھیں، گردے وغیرہ کسی کو دیدیئے جائیں، کیا ان لوگوں کا یہ فعل درست ہے؟ اور جو لوگ خرید کر جسم میں لگاتے ہیں کیا انکے لئے یہ لگانا جائز ہے؟

﴿جواب﴾ انسان اپنے بدن یا کسی عضو کا مالک نہیں ہے کہ اس میں آزادانہ تصرف کر سکے اسی بنا پر اس کے لئے جائز نہیں ہے کہ اپنا کوئی عضو کسی دوسرے شخص کو قیمتاً یا بلا قیمت دیدے، اس کی بہت سی نظائر کتب فقہ میں ہیں۔

لمافی الهندية:(۵/۲۱۲-۲۱۷،طبع قديمى)

مضطر لم يجد ميتة و خاف الهلاك فقال له رجل:اقطع يدى وكلها أو قال اقطع منى قطعة فكلها لا يسعه أن يفعل ذلك ولا يصح أمره به كما لا يسع للمضطر أن يقطع قطعة من لحم نفسه فيأكل.

یہی وجہ ہے کہ اسلام میں خودکشی حرام ہے، اس لئے کہ کوئی شخص اپنی جان کا مالک نہیں ہے کہ اسے ضائع کردے، لہٰذا کسی زندہ یا مردہ انسان کے گردے یا دوسرے اعضاء بذریعہ آپریشن وغیرہ نکال کر فروخت کرنا یا خرید کر اپنے جسم میں لگوانا جائز نہیں۔ **الاشباہ والنظائر:(ص: ۸۸،طبع قديمى)** میں ہے "الضرر لايزال بالضرر" ضرر کو ضرر سے دفع نہیں کیا جاسکتا۔

لمافی الهندية:(۵/۳۵۴،طبع رشيديه)

الانتفاع باجزاء الآدمي لم يجز قيل للنجاسة وقيل للكرامة هوالصحيح كذافي جواهر الاخلاطي.

یہ سابقہ جمہور علماء کرام کا متفقہ فتویٰ ہے اور اسی میں احتیاط ہے، تاہم آج کل بعض علماء کرام نے گردہ وغیرہ ہبہ کرنے کو چند شرائط کیساتھ جائز قرار دیا ہے۔

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفااللہ عنہ — واللہ اعلم: شاہد اسحاق عفااللہ عنہ

۲۹ جمادی الاولیٰ ۱۴۲۷ھ — فتویٰ نمبر:

﴿عشاء کے بعد گفتگو کرنا﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام کہ عشاء کے بعد قصے کہانیاں سنانا اور دیر تک گپ شپ میں مشغول رہنا جائز ہے یا نہیں؟ میں نے سنا ہے کہ حدیث میں اس کی ممانعت آئی ہے،

Maktaba Tul Ishaat. com

نیز اچھی اور بری باتوں میں کوئی فرق ہو تو واضح کر دیں۔ مستفتی: محمد آصف: لانڈھی کراچی

﴿جواب﴾ عشاء کے بعد جن باتوں کی ممانعت حدیث میں آئی ہے، ان سے وہ باتیں مراد ہیں جو بے جا ہنسی مذاق، جھوٹی کہانیوں اور خبروں پر مشتمل ہوں یا پھر ایسی بے مقصد گفتگو جس میں دین و دنیا دونوں کا کوئی فائدہ نہ ہو۔

البتہ ایسی گفتگو جن میں دینی امور کا تذکرہ ہو یا دنیوی مباح غرض کیلئے کوئی با مقصد گفتگو ہو یا باہمی انس و محبت کے لئے صاف وشفاف گفتگو ہو تو جائز ہے، تاہم انس و محبت کے مکالمہ سے پرہیز پھر بھی بہتر ہے تا کہ صبح تہجد یا نماز فجر کے لئے آسانی کیساتھ بیدار ہو سکے، مذکورہ حکم اُس شخص کے لئے ہے جو گفتگو کے باوجود فجر کی باجماعت نماز میں آسانی کیساتھ شریک ہو سکتا ہو۔

اگر کسی کو اندیشہ ہو کہ وہ صبح کی نماز میں شریک نہیں ہو سکے گا تو اس کے لئے عشاء کے بعد جلدی سونا ضروری ہے تا کہ فجر کی باجماعت نماز میں آسانی کیساتھ شریک ہو سکے۔

لما فی الهندیة (۳۷۷/۵، طبع رشیدیه)

قال الفقیه رحمه الله تعالٰی السمر علٰی ثلثة اوجه أحدها أن یکون فی مذاکرة العلم فهو افضل من النوم والثانی أن یکون السمر فی أساطیر الاولین والاحادیث الکاذبة والسخریة والضحک فهو مکروه والثالث ان یتکلموا للمؤانسة ویجتنبوا الکذب وقول الباطل فلابأس به والکف عنه أفضل.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم: عبدالوہاب عفا اللہ عنہ

۲۵ ربیع الاول ۱۴۲۷ھ — فتویٰ نمبر: ۱۹۷

﴿صبح سویرے دُکان کھولنا باعث برکت ہے﴾

﴿سوال﴾ دکان کی برکت کے بارے میں بتائیں صبح سویرے نماز کے بعد دکان کھولنا بہتر ہوتا ہے یا جب سورج نکل آئے؟ کیا شریعت میں اس کے بارے میں کوئی حکم ہے؟

﴿جواب﴾ اس سے متعلق شریعت مطہرہ کا باقاعدہ اور مستقل کوئی حکم نہیں ہے تاہم شریعت کی رو سے صبح سویرے دکان کھولنا (حلال روزی کی تلاش میں نکلنا) وغیرہ ممدوح و پسندیدہ ضرور ہے، نیز حدیث پاک کا مفہوم ہے کہ فجر کی نماز کے بعد سونا نہیں چاہیے کیونکہ اس وقت بندوں کا رزق تقسیم ہوتا ہے۔

لمافی مشکوٰۃ المصابیح:(ص ۲۵۲،طبع سعید)

قال رسول الله صلی الله علیه وسلم "الا فاتقوالله واجملوفی الطلب.

الجواب صحیح:عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ   واللہ اعلم:محمد شریف حسین غفرلہ

۲۸ رجب ۱۴۲۷ھ   فتوی نمبر:۵۷۷

﴿چرس اورافیون کی اسمگلنگ﴾

﴿سوال﴾ کیا چرس اورافیون کی اسمگلنگ جائز ہے؟   مستفتی:امجد

﴿جواب﴾ اسمگلنگ قانوناً جرم ہے جس میں مال وعزت وغیرہ کے نقصان کا خطرہ ہے۔

لہٰذا منفعت کے حصول کیلئے اپنی عزت نفس،یامال وجان کووغیرہ کوخطرے میں ڈالنا مناسب نہیں ہے،رہی مذکورہ اشیاء (چرس،افیون) کی محض تجارت چونکہ دواؤں میں بھی ان کا بکثرت استعمال ہوتا ہے،اس لئے ضرورت کی وجہ سے علماء کرام نے ان کی خرید وفروخت کو جائز قرار دیا ہے۔

ہاں اگر کسی شخص کے بارے میں یہ غالب گمان ہوجائے کہ وہ اس سے نشہ آور اشیاء (جیسے ہیروئن وغیرہ) بنائے گا تو اس کو بیچنا تعاون علی المعصیت ہونے کی بناء پر مناسب نہیں ہے۔

لمافی قوله تعالیٰ:(سورۃ البقرۃ آیت ۱۹۵)

ولاتلقوابأیدیکم الی التهلكة — الأیة.ومثله فی البحر الرائق:(۲/۲۰۰،طبع سعید)

ولمافی التنویر مع الدر:(۱۰/۴۶،طبع امدادیه)

(وصح بیع غیرالخمر)ممامر،ومفاده صحة بیع الحشیشة والأفیون.

ولمافی الشامی:(۱۰/۴۰،طبع امدادیه)

أقول:—ان مرادصاحب الهدایة وغیره اباحةقلیلة للتداوی ونحوه،ومن ارادصرح بحرمته أرادبه القدرالمسکرمنه،یدل علیه مافی غایة البیان عن شرح شیخ الاسلام:أکل قلیل السقمونیاوالبنج مباح للتداوی،ومازادعلی ذلک اذاکان یقتل أویذهب العقل حرام اهـ...یحرم تناول القدر المضرمنهادون القلیل النافع، لأن حرمتهالیست لعینهابل لضررها.

الجواب صحیح:عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ   واللہ اعلم:محمد شریف حسین غفرلہ

فتوی نمبر:۵۳۰   فتوی نمبر:

﴿بیرون ممالک سے بلیک پر چیزیں لانے کا حکم﴾

﴿سوال﴾ پشاور سے بیرون ممالک کی چیزیں بلیک پرلانا مثلاً چائے کا تھرماس، جرمن کی

بنی ہوئی لالٹین وغیرہ، کیا یہ بلیک جائز ہے؟ نیز راستے میں کسٹم اہلکاروں کو پتہ چلے تو ہم کچھ رقم ان کو دے دیتے ہیں، کیا یہ رشوت میں شمار ہوگا؟ کیا ہم اس سے گنہگار ہوں گے؟ مستفتی: زاہد

﴿جواب﴾ جو اشیاء بیرون ممالک سے درآمد کی جاتی ہیں ان پر حکومت تاجروں سے ٹیکس، کسٹم ڈیوٹی وغیرہ کے نام سے کچھ رقم وصول کرتی ہے، بسا اوقات ان ٹیکسوں میں ناقابل برداشت حد تک اضافہ کر دیا جاتا ہے اگر یہ ٹیکس مناسب اور جائز انداز میں لیا جاتا ہو اور قومی خزانہ میں جمع ہو کر قومی مفاد میں استعمال کیا جاتا ہو تو پھر سامان تجارت چوری چھپے لانا مناسب نہیں کیونکہ حکومت وقت درآمد کردہ اشیاء پر ضروری ٹیکس لگانے کی مجاز ہے۔

البتہ اگر حکومت ان ٹیکسوں میں ناقابل برداشت اضافہ کر کے تاجروں کو تنگ کرتی ہو اور ٹیکس کے نام سے وصول کی گئی رقم قومی خزانہ کے بجائے ذاتی خواہشات اور ضروریات میں صرف کرتی ہو تو ایسی صورت میں مال لانے والا ٹیکس سے بچنے کی مناسب تدابیر اختیار کرے تو کوئی مضائقہ نہیں، البتہ دروغ گوئی، خیانت اور دھوکہ بازی سے بہرحال اجتناب ضروری ہے۔

قال القاضی ابو یعلیٰ محمدبن الحسین الفرآء ان کان البلد ثغراً یتاخم دار الحرب وکانت اموالہم اذا دخلت دار السلام معشورة من صلح استقر معہم اثبت فی الدیوان عقد صلحہم وقدر الماخوذ منہم من عشر او خمس اوزیادة او نقصان منہ وان کان یختلف باختلاف الأزمنة والاموال فصلت فیہ وکان الدیوان موضوعاً لاخراج رسومہ والاستفتاء مایرفع الیہ من مقادیر الأمتعة المحمولة الیہ. (الأحکام السلطانیة: (ص ۲۳۶، طبع) بحوالہ حقانیہ: (۶۰/۶، طبع اکوڑہ خٹک حقانیہ)

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ   واللہ اعلم محمد رفیق حسین عفا اللہ عنہ

۱۰ رجب ۱۴۲۷ھ   فتویٰ نمبر: ۵۱۹

﴿دوران تلاوت آپ ﷺ کے اسم مبارک پر درود شریف پڑھنے کا حکم﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کلام پاک کی تلاوت کے دوران نبی اکرم ﷺ کا نام مبارک آجائے تو کیا اسی وقت درود پڑھ کر آگے گذرے یا تلاوت ختم کرنے کے بعد پڑھیں؟ مستفتی: حافظ وقاص احمد کوہاٹ

﴿جواب﴾ ایک مجلس میں پہلی بار نبی اکرم ﷺ کا اسم مبارک سننے پر ایک مرتبہ درود شریف پڑھنا واجب ہے اگرچہ ہر بار درود پڑھنا مستحب اور افضل ہے لیکن دوران تلاوت آپ

ﷺ کا اسم مبارک اگر آجائے تو درود پڑھنا واجب نہیں ہوتا، لہٰذا تلاوت کو اسی ترتیب کے مطابق جاری رکھیں، البتہ تلاوت سے فراغت کے بعد درود شریف پڑھنا بہتر اور افضل ہے۔

ولما فی الشامی:(۵۱۶/۱،طبع ایچ ایم سعید)

وحاصله أن الوجوب يتداخل فی المجلس فيكتفى بمرة للحرج كمافی السجود الا انه يندب تكرار الصلاة فی المجلس الواحد،بخلاف السجود.

لمافی الشامی:(۵۱۹/۱،طبع ایچ ایم سعید)

ولو قرأ القرآن فمر علی اسم نبی فقراءة القرآن علی تاليفه ونظمه افضل من الصلاة علی النبی ﷺ فی ذلك الوقت فان فرغ ففعل فهو افضل والافلا شیء عليه كذافی الملتقط اه.

ولمافی الفتاوی الهندية:(۳۱۵/۵-۳۱۶،طبع رشيديه كوئٹه)

رجل سمع اسمامن اسماء الله تعالی يجب عليه ان يعظمه ويقول سبحان الله وما اشبه ذلك ولو سمع اسم النبی عليه السلام فانه يصلی عليه فان سمع مرارافی مجلس واحداختلفوافيه قال بعضهم لايجب عليه ان يصلی الامرة كذا فی فتاوی قاضی خان وبه يفتی.....ولو سمع اسم النبی صلی الله عليه وآله واصحابه وهو يقرألايجب ان يصلی وان فعل ذلك بعدفراغه من القرآن فحسن كذافی الينابيع.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ　　　　واللہ اعلم بالصواب: عقیل احمد حقانی عفی عنہ

۲۸ جمادی الاولیٰ ۱۴۳۱ھ　　　　فتویٰ نمبر: ۲۷۰۶

﴿ناپ تول میں کمی بڑا گناہ ہے﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ بندہ دکاندار ہے بعض مرتبہ ہم کسی خوشبو وغیرہ کے اسپرے کو اپنے کپڑوں پر بھی استعمال کر لیتے ہیں پھر یہ اسپرے گاہک کو مرضی کے ریٹ پر بیچ دیتے ہیں گاہک اسپرے کو کھول کر دیکھ بھی لیتا ہے جس میں بوتل میں واضح عطر کی مقدار دکھائی دیتی ہے لیکن ایک دو مرتبہ استعمال سے مقدار میں کوئی واضح کمی نظر نہیں آتی، کیا یہ ناپ تول کی کمی میں آئے گا؟ ریٹ میں ہم کوئی کمی نہیں کرتے۔

﴿جواب﴾ مذکورہ خوشبو کی شیشی میں موجود عطر میں چونکہ معیوب کمی واقع نہیں ہوتی، اس لئے اس کی فروخت میں کوئی حرج نہیں تاہم خریدنے والے کو اپنے قول یا فعل کے ذریعے یہ تاثر نہ دے کہ یہ بالکل نیا پیک ہے، غیر استعمال شدہ ہے۔

لمافی الدرالمختار:(۲۳۰/۷،طبع امدادیه)

فروع:لایحل كتمان العيب فی مبيع او ثمن لأن الغش حرام.

Scanned with CamScanner

Maktaba Tul Ishaat. com

ولمافی المشکوٰۃ:(ص ۲۴۸،طبع سعید)

وعن ابی هریرة ان رسول الله صلى الله عليه وسلم مر علی صبرة طعام فادخل يده فيها فنالت اصابعه بللاً فقال ما هذا يا صاحب الطعام قال اصابته السماء يارسول الله قال افلا جعلته فوق الطعام حتى يراه الناس من غش فليس منى.

الجواب صحیح:عبدالرحمٰن عفااللہ عنہ — واللہ اعلم:محمد شریف حسین عفااللہ عنہ

۱۱رجب ۱۴۲۷ھ — فتویٰ نمبر:۵۲۱

﴿ایزی لوڈ کا حکم﴾

﴿سوال﴾ بعض ٹیلی کام کمپنیاں ایزی لوڈ کے نام سے ایک سہولت فراہم کرتی ہیں کہ صارف جتنا چاہے اتنا بیلنس اپنے موبائل میں لوڈ کر سکتا ہے،اس میں ہوتا یہ ہے کہ صارف بیلنس ڈلوانے دکان پر جاتا ہے تو پیسے کی ادائیگی پہلے کرتا ہے اور بیلنس بعد میں بھیجا جاتا ہے، بسا اوقات دکاندار کے پاس بیلنس نہیں ہوتا پیسے وصول کرتا ہے اور جب اس کے پاس بیلنس آتا ہے تو بھیج دیتا ہے،کیا شرعاً یہ بیع درست ہے؟ مستفتی:عمران خان

﴿جواب﴾ صارف کا دکاندار کے ساتھ مندرجہ بالا معاملہ شریعت کی رو سے بالکل درست ہے،اس میں کوئی قباحت نہیں کیونکہ صارف پیسوں کے ذریعہ ایک سہولت خرید لیتا ہے اگرچہ موبائل ریکارڈ سسٹم میں بجائے سہولت کے صرف رقم ظاہر ہوتی ہے۔

لمافی التنویر مع الدر:(۷/۱۰ تا ۱۲،طبع امدادیہ)

(هو مبادلة شيئ مرغوب فيه بمثله على وجه مخصوص)اى بايجاب أوتعاط.....
(ويكون بقول اوفعل، اماالقول فالايجاب والقبول)

الجواب صحیح:عبدالرحمٰن عفااللہ عنہ — واللہ اعلم:محمد شریف حسین

۲۱ربیع الثانی ۱۴۲۷ — فتویٰ نمبر:۱۵۸

﴿موبائل فون میں قرآن کریم محفوظ ہو تو اس کیساتھ بیت الخلاء جانا﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں،علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ آج کل موبائل میں یہ سسٹم ہوتا ہے کہ اس میں پورے قرآن کو محفوظ کیا جاتا ہے،اب یہی موبائل جیب میں ہوتا ہے اور آدمی بیت الخلاء میں جاتا ہے یا دیگر نامناسب مقامات سے گزرتا ہے،اس میں کوئی گناہ تو

Scanned with CamScanner

نہیں ہے؟ شریعت کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں؟ مستفتی: بخت نواز دیروی

﴿جواب﴾ مذکورہ موبائل سیٹ "جس میں قرآن کریم محفوظ ہو" کو لے کر بیت الخلاء جانا جائز تو ہے مگر خلاف اولیٰ ہے، زیادہ ادب کا تقاضہ تو یہ ہے کہ باہر ہی کسی جگہ محفوظ کرے اور قضاء حاجت سے فارغ ہو جائے یا کسی کپڑے، پرس وغیرہ میں بند کر کے جائے تو بھی کوئی حرج نہیں ہے، مذکورہ موبائل سیٹ کو لے کر دیگر نامناسب جگہوں (جیسے استنجاء خانہ وغیرہ) میں جانے کا بھی یہی حکم ہے جو مذکور ہوا۔

لمافی مجمع الأنهر:(۴۳/۱،طبع المنار)

وكذادخول الخلاء،وفى اصبعه خاتم فيه شئ من القرآن،أومن أسمائه تعالىٰ لمافيه من ترك التعظيم،وقيل:لاتكره ان جعل فصه الى باطن الكف،ولوكان مافيه شئ من القرآن أومن اسماء الله تعالىٰ فى جيبه لاباس به،وكذالوكان ملفوفافى شئ لكن التحرزأولى.

ولمافى حاشية الطحطاوى:(ص۳۰،طبع قديمى)

(ويكره الدخول للخلاء،ومعه شئ مكتوب الخ)...تم محل الكراهة ان لم يكن مستوراً فان كان فى جيبه فانه حينئذلاباس به وفى القهستانى عن المنية:الأفضل أن لا يدخل الخلاء،وفى كمه مصحف الااذااضطرونرجوأن لاياثم بلااضطرار.

ولمافى الفقه الاسلامى وأدلته:(۳۰۸/۱،طبع دارالفكر)

ألايحمل مكتوباذكراسم الله عليه،أوكل اسم معظم كالملائكة والعزيزوالكريم و محمدوأحمدلماروى انس(رضى الله عنه)"أن النبى صلى الله عليه وسلم كان اذا دخل الخلاء،وضع خاتمه" (رواه ابن ماجة وأبوداؤد) وكان فيه:محمدرسول الله، فان احتفظ به، واحترز [illegible] من السقوط فلابأس.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفااللہ عنہ   واللہ اعلم: محمد شریف حسین عفااللہ عنہ

۵ رجب ۱۴۲۷ھ   فتویٰ نمبر: ۵۵۲

﴿عام اوراق اور مقدس اوراق کا حکم﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے متعلق کہ عام لکھائی (جس پر کوئی مقدس کلمہ نہ ہو) کے حروف والے کاغذ یا مقدس نام یا قرآن کی آیتوں والے کاغذ جلانے چاہیے یا کسی نہر میں ڈالنے چاہیے؟ ہمارے علاقہ میں نہر نہیں ہے (۲) کیا عام لکھائی کے کاغذات بھی زمین پر ڈالنا گناہ ہے؟ نیز انگریزی زبان میں مقدس نام لکھا ہوا ہو تو بھی گرانا نہیں چاہیے؟

﴿جواب﴾ قرآنی آیات پر مشتمل اوراق کو جلانا نہیں چاہیے بلکہ کسی محفوظ مقام پر انہیں

دفن کرنا چاہیے اگر لحد (بغلی گڑھا) بنا کر اس میں دفن کیا جائے تو زیادہ بہتر ہے تاکہ مٹی کے ساتھ ملوث نہ ہو۔ دیگر مقدس الفاظ پر مشتمل اوراق، کاغذات (اگرچہ انگریزی لکھائی میں کیوں نہ ہوں) میں سے پہلے ان (مقدس) ناموں وغیرہ کو نکال کر الگ کرنا چاہیے پھر انہیں جلانا چاہیے۔

عام لکھائی (یعنی غیر مقدس الفاظ) پر مشتمل اوراق، کاغذات وغیرہ کو زمین پر ڈالنا (یا رکھنا) گناہ نہیں ہے، البتہ ادب واحترام کے خلاف ہے، لہٰذا ادھر ادھر پھینکنے کے بجائے انہیں جلانا وغیرہ زیادہ بہتر اور اولیٰ ہے، اس لئے کہ کاغذ علم کا ذریعہ ہے۔

واضح رہے کہ قرآنی آیات یا مقدس الفاظ پر مشتمل اوراق وغیرہ کو دفنانا اگر مشکل ہو تو انہیں نہر میں ڈالنا، دریا میں ڈالنا، سمندر کنویں میں ڈالنا بھی جائز ہے۔

لما فی الدر مع الرد: (۶/۴۲۲، طبع سعید)

الكتب اللتي لاينتفع بها يمحى عنها اسم الله وملائكته ورسله ويحرق الباقي ولا بأس بأن تلقى في ماء جار كماهي أوتدفن وهو أحسن كما في الانبياء ــــــ وفي الشامية: والدفن أحسن كما في الأنبياء والأولياء اذاماتوا، وكذا جميع الكتب اذابليت وخرجت عن الانتفاع بها اه يعني ان الدفن ليس فيه اخلال بالتعظيم، لان أفضل الناس يدفنون. وفي الذخيرة: المصحف اذا صار خلقا وتعذر القراءة منه لايحرق بالنار، اليه أشار محمد وبه نأخذ، ولايكره دفنه، وينبغي، أن يلف بخرقة طاهرة ويلحدله، لأنه لو شق و دفن يحتاج الى اهالة التراب عليه، وفي ذلك نوع تحقير الا اذا جعل فوقه سقف، وان شاء غسله بالماء اوضعه في موضع طاهر لاتصل اليه يدمحدث ولا غبار، ولا قذر تعظيما لكلام الله عزوجل اه.

الجواب صحیح: عبد الرحمٰن عفا اللہ عنہ | واللہ اعلم: محمد شریف حسین عفا اللہ عنہ

۱۴۲۷ھ | فتویٰ نمبر:

﴿قرآن پاک کے بوسیدہ اوراق جلانا مناسب نہیں﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ قرآن پاک کے بوسیدہ ورق، اخبار یا کاپی میں لکھی گئی آیت قرآنی کو جلانا جائز ہے یا نہیں؟ جبکہ پڑے رہنے کی صورت میں تحقیر کا اندیشہ ہو؟

مستفتی: زبیر

﴿جواب﴾ قرآن پاک کے بوسیدہ ورق یا اخبار میں لکھی گئی آیت کو اس غرض سے جلانا (کہ پڑے رہنے کی صورت میں تحقیر وتوہین کا اندیشہ ہے) مناسب نہیں ہے بلکہ اس طرح کے

اوراق یا اخبار کو ایسی جگہ دفن کرنا چاہیے جہاں اس کی توہین کا اندیشہ نہ ہو، دفن کرنے کا طریقہ بھی احترام والا اپنائے، لہٰذا بہتر یہ ہے کہ میت کی طرح ایسے اوراق کو دفن کیا جائے۔

لمافی الشامی:(۹/۲۰۵،طبع امدادیه)

وفي الذخيرة:المصحف اذاصار خلقاوتعذر القراءة منه لايحرق بالنار اليه أشار محمدوبه ناخذ،ولايكره دفنه،وينبغي ان يلف بخرقة طاهرة،ويلحدله،لانه لوشق ودفن يحتاج الى اهالة التراب عليه وفي ذلك نوع تحقير،الااذاجعل فوقه سقف،وان شاء غسله بالماء،او وضعه في موضع طاهرلاتصل اليه يدمحدث ولا غبارولاقذرتعظيمالكلام الله تعالى اه.

الجواب صحیح:عبدالرحمٰن عفااللہ عنہ　　　　واللہ اعلم:صلاح الدین چترالی

۳۰ جمادی الثانی ۱۴۲۷ھ　　　　فتویٰ نمبر:۴۹۸

﴿قرآن پاک کو صرف خیر و برکت کی نیت سے گھر میں رکھنا﴾

﴿سوال﴾ ایک آدمی گھر میں قرآن پاک خیر و برکت کی نیت سے رکھتا ہے جبکہ اس کی تلاوت نہیں کرتا، کیا اس طرح بغیر تلاوت کے رکھنا شرعاً جائز ہے؟　　　　مستفتی:نعیم الحق

﴿جواب﴾ قرآن پاک گھر میں رکھنا باعث خیر و برکت ہے اگرچہ اس کی تلاوت نہ کرے، البتہ تلاوت کئے بغیر گھر میں بند کر کے رکھنا مناسب نہیں ہے، اس لئے کہ قرآن کا اصل حق تو یہ ہے کہ اس کی تلاوت کی جائے اور اس کے احکامات پر عمل کیا جائے۔

لمافی الهندية:(۵/ ۳۲۲،طبع رشيديه)

رجل أمسك المصحف في بيته ولايقرأقالوا ان نوى به الخيروالبركة لا يأثم بل يرجى له الثواب كذافي الفتاوى قرضيخان.

الجواب صحیح:عبدالرحمٰن عفااللہ عنہ　　　　واللہ اعلم:صلاح الدین چترالی

۲۳ جمادی الاولیٰ ۱۴۲۷ھ　　　　فتویٰ نمبر:۳۲۹

﴿جس کو مسلسل چھینکیں آرہی ہوں اس کو جواب دینے کا حکم﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام کہ ایک آدمی کو زکام کی وجہ سے بار بار چھینک آتی ہے تو کیا بار بار جواب دینا ضروری ہے یا ایک بار کافی ہے؟　　　　مستفتی:غلام نبی

﴿جواب﴾ ایک مسلمان کے دوسرے مسلمان پر کئی حقوق ہیں، ان میں سے ایک چھینکنے والے کے "الحمدلله" کے جواب میں "يرحمك الله" کہنا بھی ہے اگر مسلسل چھینکیں

Maktaba Tul Ishaat. com

آرہی ہوں تو تین مرتبہ جواب دینا کافی ہے، اس سے زیادہ جواب نہ دینے میں کوئی حرج نہیں اور اگر جواب دیا تو بہتر ہے بشرطیکہ چھینکنے والا ''الحمد للہ'' کہتا رہے۔

لمافی الھندیۃ:(۵/۳۲۶،طبع رشیدیہ)

تشمیت العاطس واجب ان حمد العاطس فیشمته الی ثلاث مرات وبعد ذالک هو مخیر کذافی السراجیة وینبغی لمن یحضر العاطس أن یشمت العاطس اذاتکرر عطاسه فی مجلس الی ثلاث مرات فان أعطس أکثر من ثلاث مرات فالعاطس یحمد الله تعالیٰ فی کل مرة فمن کان بحضرته ان شمته فی کل مرة محسن وان لم یشمت بعد الثلاث فحسن ایضا کذا فی فتاوی قاضیخان.

ولما فی الشامی:(۱/۵۴۳-۵۴۲،طبع امدادیہ)

وانما یستحق العاطس التشمیت اذاحمدالله تعالی، وأما اذالم یحمد لایستحق الدعاء لأن العطاس نعمة من الله تعالی، فمن لم یحمد بعد عطاسه لم یشکر نعمة الله تعالی، وکفران النعمة لایستحق الدعاء، والماموربه بعد العطاس أن یقول الحمدلله أویقول الحمدلله رب العالمین، وقیل الحمدلله علی کل حال— واذا تکرر العطاس قالوا: یشمته ثلاثا ثم یسکت.قال قاضیخان:فان عطس أکثر من ثلاث یحمدالله تعالی فی کل مرة، ومن کان بحضرته یشمته فی کل مرة فحسن ایضا اھ.

الجواب صحیح :عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ	واللہ اعلم :صلاح الدین [illegible]
۲۴ ربیع الثانی ۱۴۲۷ھ	فتوی نمبر:۱۸۳

﴿آلات لہو ولعب کی خرید وفروخت﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلے کے بارے میں کہ کیا بڑوں کے باجے، بانسری یا بچوں کے باجے بانسری بیچنا جائز ہے؟ نیز کیا ساز سننا بھی گناہ ہے؟ مستفتی:امجد

﴿جواب﴾ موسیقی شریعت مطہرہ کی رو سے حرام ہے، اس لئے آلات موسیقی (جیسے ڈول، بانسری، باجے وغیرہ) کا استعمال اور بیچنا بھی ناجائز ہے، البتہ بچوں کی بانسری میں کچھ تفصیل ہے جس کی دو قسمیں ہیں:

(۱) محض بچوں کو کھلانے اور بہلانے کے لئے جس میں کوئی خلاف شرع آواز، ساز کچھ نہیں ہوتا مباح ہے، اس کی نظیر حضرت عائشہ صدیقہ کی گڑیاں ہیں جس میں ناک، کان وغیرہ واضح نہیں تھے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے رخصت دی تھی۔

(۲) بچوں کی ایسی بانسری جس میں باقاعدہ موسیقی کے طرز پر ساز وآواز وغیرہ ہوتی ہے، کا

Scanned with CamScanner

استعمال اور بیچنا ناجائز ہے، یعنی بڑوں کے لئے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ بچوں کو خلاف شرع اشیاء مہیا کریں، ایسا "ساز" سننا جو موسیقی کے طرز پر ہو ناجائز ہے۔

لمافی الشامی:(۹/۵۲۶،طبع امدادیه)

قوله(وكره كل لهو) اى كل لعب وعبث......والأطلاق شامل لنفس الفعل،واستماعه كالرقص......والمزماروالصنج والبوق.....،واستماع ضرب الدف والمزماروغيرذلك حرام،وان سمع بغتة يكون معذوراويجب أن يجتهدأن لايسمع.قهستانى.

ولمافى مشكوٰة المصابيح:(ص ۲۸۲،طبع سعيد)

وعن عائشةؓ قالت قدم رسول الله صلى الله عليه وسلم مين غزوة تبوك أو حنين وفى سهوتهاستر فهبت ريح فكشفت ناحية الستر عن بنات لعائشة لعب فقال ماهذا يا عائشة اقالت بناتى ورأى بينهن فرساله جناحان من رقاع فقال ماهذاالذى ارئ وسطهن قالت فرس قال وماالذى عليه قالت جناحان قال فرس له جناحان قالت أما سمعت ان لسليمان خيلالهااجنحة قالتْ فضحک حتى رأيت نواجذه.

الجواب صحیح:عبدالرحمٰن عفااللہ عنہ واللہ اعلم:محمد شریف حسین عفااللہ عنہ

۱۴۲۷ھ فتویٰ نمبر:

﴿ساحر کی کمائی حرام ہے﴾

﴿سوال﴾ ایک آدمی ہے جس نے سحر کو پیشہ بنایا ہوا ہے اور اس کے ذریعے سے کماتا ہے، کیا اس شخص کی کمائی حلال ہے؟ جبکہ سحر بھی غلط اور ناجائز طریقے سے کرتا ہے مثلاً آپس میں دشمنی اور زوجین میں تفریق وغیرہ۔

﴿جواب﴾ سحر سیکھنے اور کرنے کی شریعت مطہرہ میں کوئی گنجائش نہیں ہے، سخت گناہ ہے اور بعض حضرات نے تو کفر کا قول کیا ہے، اس طرح اس پر اجرت لینا بھی حرام ہے، لہٰذا مذکورہ شخص کی کمائی حرام ہے۔

لمافى الدرمع الرد:(۶/۴۳،طبع سعيد)وفيها:استاجره ليكتب له تعويذالاجل السحرجاز. وفى الشامية:(قوله لاجل السحر)اى لاجل ابطاله والافالسحرنفسه معصية بل كفرلايصح الاستئجارعليه.

الجواب صحیح:عبدالرحمٰن عفااللہ عنہ واللہ اعلم:محمد عزیز چترالی

۱۶ ربیع الثانی ۱۴۲۷ھ فتویٰ نمبر:۱۳۰

Scanned with CamScanner

Maktaba Tul Ishaat. com

﴿چھوٹے سائز کے قرآن کریم چھپوانے کا حکم﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام کہ بعض ناشرین بہت ہی چھوٹے سائز کے قرآن مجید چھاپتے ہیں، دو تین انگل کے برابر سائز ہوتا ہے اور چند اوراق ہوتے ہیں، نہایت باریک لکھائی ہوتی ہے جو عام انسانی آنکھ سے واضح طور پر پڑھا بھی نہیں جا سکتا "میگنفائنگ گلاس" کی مدد سے حروف نظر آتے ہیں، ایسے قرآن مجید چھاپنے کے بارے میں کیا حکم ہے؟

﴿جواب﴾ قرآن کریم کی طباعت جہاں بہت بڑی سعادت ہے وہاں ایک اہم ذمہ داری بھی ہے، اس کی طباعت میں ان تمام خوبیوں کو ملحوظ رکھنا ضروری ہے جو اس عظیم کتاب کی شان کے مطابق ہوں، اس کی جلد، کاغذ اور رسم الخط میں تمام باتوں کا خیال رکھنا بے حد اہم ہے۔ لکھائی موٹی اور واضح ہو جس میں ایک عام آدمی آسانی سے تلاوت کر سکے، ایسے چھوٹے سائز کے قرآن مجید چھاپنا جس میں تلاوت ممکن نہ ہو مکروہ ہے اور اس طرح کے قرآن مجید کی حفاظت بھی مشکل ہوتی ہے۔

لما فی الهندية:(۵/۳۲۳،طبع رشیدیه)

عن الحسن عن ابی حنيفةؒ انه يكره ان يصغر المصحف وان يكتبه بقلم دقيق وهو قول ابی يوسف رحمه الله تعالىٰ قال وبه ناخذ قال رحمه الله تعالىٰ لعله اراد كراهة التنزيهية لا الاثم،وينبغی لمن اراد كتابة القرآن ان يكتبه باحسن خط وابينه علی احسن ورقة وابيض قرطاس بافخم قلم وابرق مداد ويفرّج السطور ويفخم الحروف ويضخم المصحف ويجرده عما سواه من التعاشير وذكر الآی وعلامات الوقف صوناً لنظم الكلمات كما هو مصحف الامام عثمان بن عفان رضی الله تعالىٰ عنه، كذا فی القنية.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ | واللہ اعلم: محمد عزیز چترالی

۱۵ جمادی الثانی ۱۴۲۷ھ | فتویٰ نمبر: ۲۲۲

﴿زلزلہ کے وقت گھر سے بھاگنے کا حکم﴾

﴿سوال﴾ زلزلہ کے وقت گھر سے بھاگنا کیسا ہے؟ ہمارے ہاں اکثر لوگ بھاگ جاتے ہیں لیکن کچھ لوگ اپنے گھروں سے نہیں بھاگتے کیا ان کا نہ بھاگنا درست ہے؟ نہ بھاگنے کی صورت میں کچھ گناہ ہوگا یا نہیں؟

﴿جواب﴾ بھاگنا مستحب ہے، نہ بھاگنے کی صورت میں گناہ نہیں ہوگا۔

Scanned with CamScanner

لمافی التنویر مع الدر:(۶/۷۵۶،طبع سعید)

(أخذته الزلزلة فی بیته ففرالی الفضاء لایکره)بل یستحب لفرار النبی صلی الله علیه وسلم عن الحائط المائل.وهکذافی الهندیة:(۵/۳۷۹،طبع رشیدیه)

الجواب صحیح:عبدالرحمٰن عفااللہ عنہ   واللہ اعلم:عبدالوہاب عفااللہ عنہ

۱۴۲۹ھ   فتوی نمبر:

﴿کھٹملوں کو گرم پانی سے مارنا جائز نہیں﴾

﴿سوال﴾ کھٹملوں سے بچاؤ کے واسطے چار پائی میں گرم پانی ڈالنا کیسا ہے؟بعض احباب کہتے ہیں کہ یہ ناجائز ہے،وضاحت فرمائیں۔

﴿جواب﴾شریعت نے موذی جانوروں کو مارنے کی اجازت دی ہے، تاہم ایسے جانوروں کو آگ میں زندہ جلانے سے بھی منع کیا ہے کہ یہ صفت خداوندی ہے،چنانچہ آپ ﷺ کا ارشاد ہے:

لمافی مشکوٰۃ المصابیح:(۲/۳۰۷،طبع سعید)

قال انه لاینبغی ان یعذب بالنار الارب النار(رواه ابوداودؒ)

ولمافی الهندیة:(۵/۳۶۱،طبع رشیدیه)

احراق القمل والعقرب بالنار مکروه وطرح القمل حیامباح لکن یکره من طریق الادب کذافی الظهیریة.

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ امداد الفتاویٰ:(۴/۳۶۳،طبع دارالعلوم کراچی)میں اس مسئلے کے تحت فرماتے ہیں کہ کھٹملوں سے نجات کا کوئی اور طریقہ مؤثر نہ ہوتو پھر اس صورت میں جائز ہے اور ذیل کا حوالہ دیا ہے:

لمافی الشامی:(۴/۱۲۹،طبع سعید)

لکن جواز التحریق والتغریق مقیدکمافی شرح السیر بمااذالم یتمکنو من الظفربهم بدون ذلک،بلامشقة عظیمة فان تمکنوابدونهافلا یجوز.

الجواب صحیح:عبدالرحمٰن عفااللہ عنہ   واللہ اعلم:محمد عزیز چترالی

۱۵ ربیع الثانی ۱۴۲۷ھ   فتوی نمبر:۱۳۵

﴿ایذا دینے والے کتوں اور بلیوں کو مارنا جائز ہے﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ بعض کاٹنے والے

Scanned with CamScanner

Maktaba Tul Ishaat. com

کتوں کی وجہ سے اور چوزوں وغیرہ کو کھانے والی بلی کی وجہ سے لوگوں کا نقصان ہوتا ہے تو کیا کتے اور بلی کے ایذا اور نقصان پہنچانے کی وجہ سے ان کو مارنا جائز ہے؟ بینوا توجروا۔

﴿جواب﴾ کتے اور بلی کو عام حالات میں مارنا جائز نہیں لیکن اگر ان کی وجہ سے تکلیف اور نقصان پہنچے تو اس وقت ان کو مارنا جائز ہے، البتہ مارنے کے لئے ایسا طریقہ اختیار کرنا چاہیے کہ جلدی اور آسانی کے ساتھ ان کی جان نکل جائے زیادہ تکلیف نہ پہنچے۔

لمافی التنویر مع الدر:(۱۰/۴۸۲،طبع امدادیہ)

(وجاز قتل مایضر منها ككلب عقور وهرة)تضر(ويذبحها)أي الهرة(ذبحا)ولا يضر بها لانه لايفيد ولا يحرقها.

ولمافي الهندية:(۵/۳۶۱،طبع رشيديه)

قرية فيها كلاب كثيرة ولأهل القرية منها ضرر يؤمر ارباب الكلاب أن يقتلوا الكلاب فان أبوا رفع الأمر الى القاضي حتى يلزمهم ذلك كذافي محيط السرخسي......ألهرة اذا كانت مؤذية لاتضرب ولا تعرك أذنها بل تذبح بسكين حاد كذافي الوجيز للكردري.

(ومثله في البحر الرائق:(۸/۲۰۰،طبع ایچ ایم سعید)

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم: صلاح الدین چترالی

۱۴۲۷ھ — فتویٰ نمبر:

﴿شوقیہ کتا پالنا بڑا گناہ ہے﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماءِ کرام کہ ہمارے علاقے کے بعض سرمایہ دار قسم کے لوگ اپنے گھروں میں کتا پالتے ہیں حالانکہ ہمارا علاقہ کافی حد تک پُر امن ہے، بظاہر اس کی کوئی ضرورت بھی نہیں ہوتی، کیا اس کے باوجود مذکورہ لوگوں کا کتا رکھنا جائز ہے؟ نیز یہ بھی وضاحت ہو کہ باہر ممالک سے کافی خرچہ کر کے کتا درآمد کرنا صرف شوق اور فخر کے لئے انھیں رکھنا کیا حکم رکھتا ہے؟ مزید یہ کہ کن کن صورتوں میں شریعت نے کتا رکھنے کی اجازت دی ہے؟ بینوا توجروا۔

﴿جواب﴾ ضرورت کے بغیر محض شوق وغیرہ پورا کرنے کے واسطے کتا رکھنا جائز نہیں ہے، نیز بیرون ممالک سے بھی بلا ضرورت کتا درآمد کرنا اسراف میں داخل ہے جس سے قرآنِ کریم نے صاف طور پر منع فرمایا ہے، البتہ مندرجہ ذیل کاموں کے لیے کتا رکھنا جائز ہے:

(۱) شکار کے واسطے (۲) زمین وغیرہ کی حفاظت کی غرض سے (۳) ڈاکو، چور اور دشمن وغیرہ

Scanned with CamScanner

سے حفاظت کے لئے۔

لمافی الشامی:(۲۲۷/۵،طبع سعید)

(قوله لاينبغي اتخاذ كلب)الأحسن عبارة الفتح،وأما اقتناء ه للصيد وحراسة الماشية والبيوت والزرع،فيجوز بالاجماع لكن لاينبغي ان يتخذه في داره الاان يخاف لصوصاًاواعداءً للحديث الصحيح"من اقتنیٰ كلباًالأكلب صيد أوماشية نقص من أجره كل يوم قيراطان"۔

ولمافی الهداية:(۱۰۷/۳،طبع رحمانيه)انه عليه السلام نهى عن بيع الكلب الأكلب صيداوماشية.

الجواب صحیح:عبدالرحمٰن عفااللہ عنہ واللہ اعلم:محمد شریف حسین چترالی عفااللہ عنہ

۲ جمادی الثانی ۱۴۲۷ھ فتویٰ نمبر:۲۳۷

﴿کیا کسی صورت میں جھوٹ بولنا جائز ہے؟﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماءِ کرام کہ کیا جھوٹ بولنا کسی صورت میں جائز ہوسکتا ہے؟ اگرنہیں تو حدیثِ پاک میں جو تین مواضع کا ذکر آیا ہے،اس کا کیا مطلب ہے؟ بینواتوجروا۔

﴿جواب﴾ شریعتِ مطہرہ کی رو سے جھوٹ بولنا حرام ہے،البتہ حدیث شریف میں ایسے تین مقامات کا ذکر ہے جن میں جھوٹ بولنے کی گنجائش معلوم ہوتی ہے:(۱)دومسلمانوں کے درمیان صلح کرانے کیلئے (۲)اپنی بیوی کی دلجوئی کے لئے (۳)میدانِ جنگ میں اہلِ حرب کے ساتھ،تاہم علماءِ کرام نے مذکورہ حدیثِ مبارکہ کی تشریح کرتے ہوئے تحریر فرمایا ہے کہ ان تین صورتوں میں بھی واضح طور پر جھوٹ بولنے کی اجازت نہیں ہے بلکہ صرف توریہ اور تعریض "ایسا لفظ استعمال کرنا جو ذومعنیین ہو" کی گنجائش ہے۔

لمافی الشامی:(۴۲۷/۶،طبع سعید)

قال عليه الصلاة والسلام "كل كذب مكتوب لامحالة الاثلاثة الرجل مع امرأته أوولده والرجل يصلح بين اثنين والحرب فان الحرب خدعة"قال الطحاوى وغيره وهو محمول على المعاريض،لان عين الكذب حرام.

قلت:وهوالحق قال تعالى-قتل الخراصون-وقال عليه الصلاة والسلام "الكذب مع الفجوروهمافي النار"ولم يتعين عين الكذب للنجاة وتحصيل المرام اھ.

ولمافی شرح المسلم للنووى:(۴۵/۱۲،باب جواز الغدع فى الحرب،طبع بيروت)

وقدصح فى الحديث جوازالكذب فى ثلثة اشياء احدهافى الحرب قال الطبرى انمايجوزمن الكذب فى الحرب المعاريض دون حقيقة الكذب فانه لايحل هذا كلامه

Scanned with CamScanner

Maktaba Tul Ishaat. com

والظاهر اباحة حقيقة نفس الكذب لكن الاقتصار على التعريض افضل.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم: محمد شریف حسین چترالی عفا اللہ عنہ

۶ جمادی الثانی ۱۴۲۷ھ — فتویٰ نمبر: ۲۶۶

﴿شارع عام پر گزرنے سے روکنے کا حکم﴾

﴿سوال﴾ ایک بستی ہے جس میں زید اور عمرو دونوں رہتے ہیں، ان کا راستہ بھی مشترک ہے بلکہ وہ عام راستہ ہے جس میں ہر خاص وعام چلتا ہے۔

تاہم جس مرحلے میں آ کر زید کی زمین کا احاطہ شروع ہوتا ہے اس کے بارے میں زید کا کہنا ہے کہ میں یہاں سے عمرو کو گزرنے نہیں دوں گا، چنانچہ انہوں نے عمرو کو وہاں سے گزرنے سے منع کر دیا، اب عرض ہے کہ کیا ایسا کرنا جبکہ راستہ مشترک ہے، درست ہے؟ مستفتی: رحمت ولی

﴿جواب﴾ عام راستہ چونکہ پوری قوم میں مشترک ہوتا ہے اور سب کا حق اس سے وابستہ ہوتا ہے، اس لئے کسی فرد واحد کے لئے جائز نہیں ہے کہ وہ کسی کو وہاں سے گزرنے سے روکے، اگر چہ وہ اسکی زمین کے بیچ میں سے ہی کیوں نہ گزرتا ہو کیونکہ جب ایک مرتبہ اس پر عام راستہ (شارع عام) ہونے کا اطلاق ہو چکا ہے اور اس (زید) نے بھی ایک مرتبہ اس کے شارع عام ہونے کو تسلیم کر لیا ہے تو اب وہ (راستہ کی مقدار) اسکی ملکیت نہیں رہی۔

لہٰذا اب کسی کو یہ اختیار بالکل نہیں کہ وہ اس میں ناحق تصرف کرے مثلاً کسی کو گزرنے سے روکے وغیرہ۔

لما في التنوير مع الرد: (۱۰/۲۵۷، طبع امدادیه)

(اخرج الى طريق العامة كنيفا — ولكل احد من اهل الخصومة منعه ومطالبته بنقضه بعده هذا اذا بنى لنفسه بغير اذن الامام)

وفي الشامية: قوله: (الى طريق العامة) اى النافذة الواقعة في الامصار والقرى — وطريق العامة — مالا يحصى قومه، اوماتركه للمرور قوم بنوا دورا في ارض غير مملوكة فهي باقية على ملك العامة، وهذا مختار شيخ الاسلام والاول مختار الامام الحلواني.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم: محمد شریف حسین عفا اللہ عنہ

۲۱ ربیع الثانی ۱۴۲۷ھ — فتویٰ نمبر: ۱۶۴

﴿نظر بد سے بچنے کی تدبیر﴾

﴿سوال﴾ ہمارے علاقے میں لوگ سبزی وغیرہ کے کھیتوں میں کپڑے یا چمڑے وغیرہ

Scanned with CamScanner

سے بنی ہوئی شکلیں نصب کرتے ہیں تاکہ کھیتوں پر نظر نہ لگ جائے کیا اسکی کوئی اصل ہے؟

﴿جواب﴾ اگران شکلوں کو مؤثر بالذات نہ سمجھا جائے اور نہ ہی وہ شکلیں واضح ہوں تو نصب کرنے کی گنجائش ہے، نیز زیادہ بہتر یہ ہے کہ اس سے اپنے کھیتوں کو جانوروں وغیرہ سے محفوظ رکھنے کا قصد کیا جائے جس سے دونوں فائدے بھی حاصل ہونگے اور اعتقاد خراب ہونے کا اندیشہ بھی نہیں ہوگا۔

لمافی الهندية:(۳۵۶/۵،طبع رشيديه)

لاباس بوضع الجماجم فی الزروع والمبطخة لدفع ضررالعين عرف ذٰلک بالاٰثار.

الجواب صحیح:عبدالرحمٰن عفااللہ عنہ والله اعلم:عبدالوہاب عفااللہ عنہ

۱۴۲۹ھ فتوی نمبر:

﴿ایک پودے کی قلم دوسرے میں لگانا کیسا ہے؟﴾

﴿سوال﴾ ہمارے علاقے میں پودوں میں قلم لگانے کا رواج ہے، ایک قسم کے درخت سے دوسرے درخت میں قلم لگانا یا اعلیٰ قسم کے درخت سے ادنیٰ قسم کے درخت میں قلم لگانا عام طور پر لوگ کرتے ہیں، کیا ازروئے شریعت ایسا معاملہ درست ہے؟ مستفتی:امیر نواز

﴿جواب﴾ پودوں میں قلم لگانا بلاشبہ درست ہے خواہ اعلیٰ درخت کا قلم ادنیٰ میں لگایا جائے یا ادنیٰ کا قلم اعلیٰ میں، بہرصورت صحیح اور جائز ہے۔

لمافی الصحيح لمسلم:(۱۸۳۶/۴،طبع بيروت)قال(النبیﷺ)أنتم أعلم بأمر دنياكم.

ولمافی الشامی:(۲۱۱/۷،طبع امداديه)لان مالم يرد فيه نص يعتبرفيه العرف اتفاقا.

الجواب صحیح:عبدالرحمٰن عفااللہ عنہ والله اعلم:محمد شریف حسین

۲۵ ربیع الثانی ۱۴۲۷ھ فتوی نمبر:۲۰۱

﴿ڈیکوریشن پیس اور سگریٹ جلانے والے لائٹر کے بیچنے کا حکم﴾

﴿سوال﴾ ڈیکوریشن پیس جس پر مسجد یا خانہ کعبہ وغیرہ بنا ہوا ہوتا ہے، بیچنا درست ہے؟ نیز سگریٹ جلانے کے لئے لائٹر بیچ سکتے ہیں؟

﴿جواب﴾ مذکورہ ڈیکوریشن پیس کے بیچنے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے، البتہ اگر کسی شخص

Maktaba Tul Ishaat. com

کے بارے میں یہ علم ہو کہ وہ مذکورہ اشیاء (یعنی پیس وغیرہ) کی بے ادبی کرے گا (مثلاً تصویروں کے ساتھ رکھے گا یا کسی غیر مناسب جگہ میں انہیں آویزاں کریگا) تو مذکورہ ڈیکوریشن پیس اس کو بیچنا درست نہیں ہے، نیز سگریٹ جلانے والے لائٹر بیچنا بھی جائز ہے۔

لمافی الشامی:(۱/۱۷۸-۱۷۹،طبع ایچ ایم سعید)

بساط اوغیرہ کتب علیه الملک لله یکره بسطه واستعماله لاتعلیقه للزینة.وینبغی ان لایکره کلام النّاس مطلقا.

وفی الشامیة:قوله(مطلقا)ای سواء استعمل او علّق....أقول:فی فتح القدیر:وتکره کتابة القرآن وأسماء الله تعالیٰ علی الدراهم والمحاریب والجدران ومایفرش اه.

الجواب صحیح:عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم:محمد شریف حسین

۱۴۲۷ھ — فتوی نمبر:

﴿ایسی لکڑی جلانے کا حکم جس میں چیونٹیاں ہوں﴾

﴿سوال﴾ ہم لوگ اپنے علاقے میں لکڑیاں جمع کرتے ہیں اور پھر سردی میں ان کو جلاتے ہیں لیکن اس پر کافی عرصہ گذر جاتا ہے جس کی وجہ سے اس میں چیونٹیاں پیدا ہو جاتی ہیں جلانے کے وقت ہم ان کو خوب ٹٹولتے ہیں اور زمین پر مارتے ہیں لیکن اس کے باوجود کچھ چیونٹیاں جل جاتی ہیں، ہم نے سنا ہے کہ کسی جاندار کو جلانے سے گناہ ہوتا ہے، کیا مذکورہ صورت میں ہم گنہگار ہونگے اگر گناہ ہے تو ہم کیا کریں جبکہ مجبوری ہے۔ مستفتی:شہباز

﴿جواب﴾ سوال میں ذکر کردہ صورت میں آپ گنہگار نہیں ہونگے۔

لمافی الدر المختار:(۶/۷۵۲،طبع سعید)ولا بأس باحراق حطب فیهانمل.

الجواب صحیح:عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم:عبدالوہاب عفا اللہ عنہ

۱۴۲۹ھ — فتوی نمبر:

﴿اخبارات پڑھنے کا حکم﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں مفتیانِ عظام مندرجہ ذیل مسئلہ کے بارے میں کہ اخبار پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟ جبکہ اخبار میں تصاویر بھی ہوتی ہیں۔ مستفتی:تاج محمد

﴿جواب﴾ بقدرِ ضرورت پڑھنا جائز ہے، جہاں تک ہوسکے تصاویر کی طرف نہ دیکھا جائے،

Scanned with CamScanner

آج کل اخبار پڑھنا ہر کسی کا شوق بن گیا ہے، اس طرح انہماک نہیں ہونا چاہیے۔

لمافی الهندية :(۵/۳۷۷،طبع رشيديه)

"السوال عن الاخبار المحدثة في البلدة وغير ذلك المختار انه لابأس بالاستخبار والاخبار كذا في الخلاصة"

الجواب صحیح :عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم :عبدالوہاب عفا اللہ عنہ

فتویٰ نمبر:

۱۴۲۹ھ

﴿صحابہؓ کے علاوہ کسی اور کے لئے رضی اللہ عنہ کہنا کیسا ہے؟﴾

﴿سوال﴾ صحابہ رضی اللہ عنہ کے علاوہ کسی اور کے لئے رضی اللہ عنہ کہنا جائز ہے یا نہیں؟ مثلاً تابعین وتبع تابعین جیسے ائمہ اربعہ وغیرہ کے لئے، اسی طرح صحابہ رضی اللہ عنھم کے لئے رحمہ اللہ کہنا جائز ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾ بہتر یہ ہے کہ "رضی اللہ تعالیٰ عنہ" صحابہ ہی کے لئے کہا جائے اور تابعین وتبع تابعین کے لئے "رحمہ اللہ تعالیٰ" کہا جائے لیکن اگر اس کے برعکس کہا جائے تو بھی کوئی حرج نہیں ہے۔

لمافي التنوير مع الدر:(۶/۷۵۴،طبع ایچ ایم سعید)

(ويستحب الترضي للصحابة)....(والترحم للتابعين ومن بعدهم من العلماء والعباد وسائر الاخيار وكذا يجوز عكسه)الترحم للصحابة والترضي للتابعين ومن بعدهم(على الراجح)

الجواب صحیح :عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم :عبدالوہاب عفا اللہ عنہ

فتویٰ نمبر:

۱۴۲۹ھ

﴿بیوی کا اپنے شوہر کو نام لے کر پکارنا خلاف ادب ہے﴾

﴿سوال﴾ ہمارے علاقے میں بیوی اگر اپنے شوہر کو اس کے نام سے پکارے تو اس کو معیوب سمجھا جاتا ہے، شریعت میں اس کی کیا حقیقت ہے؟

﴿جواب﴾ بیوی کا اپنے شوہر کو اس کے نام سے پکارنا اگرچہ جائز ہے لیکن خلاف ادب ہونے کی وجہ سے مکروہ ہے اور عرف میں بھی اس کو اچھا نہیں سمجھا جاتا، اس لئے شوہر کو ایسے نام سے پکارنا چاہیے جو موجب تعظیم ہو۔

Scanned with CamScanner

Maktaba Tul Ishaat. com

لما فی التنویر مع الرد:(۶/۴۱۸،طبع ایچ ایم۔سعید کراچی)

(ویکرہ ان یدعو الرجل أباہ وأن تدعو المرأۃ زوجھا باسمہ)......وفی الشامیۃ:بل لا بدمن لفظ یفید التعظیم کیاسیدی ونحوہ لمزید حقھما علی الولد والزوجۃ۔

الجواب صحیح:عبدالرحمٰن عفااللہ عنہ　　　واللہ اعلم:عبدالوہاب عفااللہ عنہ

۳ربیع الثانی ۱۴۲۷ھ　　　فتوی نمبر:۸۶

﴿شریر آدمی کی غیبت کا حکم﴾

﴿سوال﴾ اگر ایک شخص بہت زیادہ شریر ہو اور لوگوں کو زبان اور ہاتھ سے ضرر پہنچانے سے گریز نہ کرتا ہو تو کیا اس کی غیبت جائز ہے؟ تاکہ لوگ اپنے آپ کو اس کے شر سے بچائیں۔

﴿جواب﴾ نصوص قطعیہ صریحہ سے غیبت کی حرمت ثابت ہے اور اسکے گناہ ہونے میں نقلاً وعقلاً شبہ نہیں ہے، تاہم فقہاء کرام نے بعض مواقع ذکر کیے ہیں جن میں غیبت کرنا جائز بتایا ہے، ان میں سے ایک صورت یہ ہے کہ کوئی شخص زبان یا ہاتھ سے لوگوں کو ضرر پہنچاتا ہو اگرچہ وہ نماز، روزہ کا بھی پابند ہو تو ایسے شخص کی صرف اسی برائی کو لوگوں کے سامنے ذکر کرنا جس سے لوگوں کو نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہو جائز ہے، حیلہ تلاش کر کے ہر کس وناکس کی غیبت نہیں کرنی چاہیے۔

لما فی تنویر الابصار:(۶/۴۰۸،طبع سعید)

(واذا کان الرجل یصوم ویصلی ویضر الناس بیدہ ولسانہ فذکرہ بما فیہ لیس بغیبۃ حتی لو أخبر السلطان بذلک لیزجرہ لااثم علیہ)

الجواب صحیح:عبدالرحمٰن عفااللہ عنہ　　　واللہ اعلم:عبدالوہاب عفااللہ عنہ

۳جمادی الاولیٰ ۱۴۲۷ھ　　　فتوی نمبر:۲۵۳

﴿بیوی کی کمائی ہوئی رقم کا حکم﴾

﴿سوال﴾ اگر کوئی عورت کام کرتی ہو مثلاً ڈاکٹر ہو، اب جتنے پیسے اسکو ملتے ہیں وہ جمع کر کے اس سے جائیداد وغیرہ خریدتی ہے اور وہ جائیداد یہ عورت اپنے شوہر کی طرف منسوب کرتی ہے کاغذات وغیرہ۔ میں کیونکہ پٹھانوں کے علاقہ میں شوہر کے ہوتے ہوئے عورت کا معاملہ کرنا یا کسی سے معاملہ کروا کے کاغذات وغیرہ میں معاملہ کو عورت کا اپنی طرف منسوب کرنا معیوب سمجھا جاتا ہے تو وہ عورت شرم وحیاء کی وجہ سے بجائے اپنے نام کے شوہر کا نام لکھواتی ہے۔

Scanned with CamScanner

شوہر کی دوسری شادی کی وجہ سے پہلی عورت اپنے پیسوں سے خریدی ہوئی جائیداد کا مطالبہ کرتی ہے تو کیا اب اس عورت کو یہ جائیداد مل سکتی ہے یا یہ جائیداد وغیرہ شوہر کی ہوگئی؟

﴿جواب﴾ صرف کاغذات میں نام کرانے سے شوہر جائیداد کا مالک قرار نہیں پاتا جب تک شوہر کو جائیداد کا صراحت کے ساتھ باقاعدہ مالک وقابض نہ بنا گیا ہو، صورت مسئولہ میں چونکہ بیوی نے شرم وحیا کی وجہ سے صرف کاغذات میں شوہر کا نام لکھوایا ہے باقاعدہ مالک وقابض نہیں بنایا ہے۔

لہٰذا جائیداد عورت ہی کی ملک ہے اور اس کو مطالبہ کا پورا پورا حق حاصل ہے شوہر کو چاہیے کہ جائیداد اپنی بیوی کو واپس کردے ورنہ آخرت میں مواخذہ ہوگا۔

لمافی الدر المختار:(۵۴۲/۷،طبع امدادیہ ملتان)

وبیع التلجئة......وھوأن یظھراعقدأوھمالایریدانہ یلجأالیہ لخوف عدو،وھولیس ببیع فی الحقیقةبل کالھزل.

ولمافی البدائع:(۱۱۵/۶،طبع سعید)

فالایجاب أن یقول الواھب وھبت ھذاالشئی لک أوملکتہ منک أوجعلتہ لک أوھو لک أوأعطیتہ أو نحلتہ أوأھدیتہ الیک أوأطعمتک ھذاالطعام أوحملتک علی ھذہ الدابةونوی بہ الھبة.

الجواب صحیح:عبدالرحمٰن عفااللہ عنہ　　　واللہ اعلم:عبدالوہاب عفااللہ عنہ

۲۸ ربیع الاول ۱۴۲۷ھ　　　فتوی نمبر:۳۶

﴿زلزلے کے دوران بھاگنے کا حکم﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام کہ زلزلہ اور سیلاب کے دوران بعض لوگ گھروں سے باہر نہیں نکلتے ہیں، وہیں بیٹھے رہتے ہیں اور دلیل یہ دیتے ہیں کہ "موت سے بھاگ کر کہاں جائیں گے" جبکہ اکثر لوگ بھاگ کر محفوظ مقامات کی طرف منتقل ہوجاتے ہیں، شریعت کی رو سے ان لوگوں کا یہ عمل کیسا ہے؟　　　مستفتی:محمد عثمان

﴿جواب﴾ زلزلے اور سیلاب کے دوران چونکہ عمارتوں کے گرنے اور بہہ جانے کا خطرہ ہوتا ہے اور نقصان کا اندیشہ ہوتا ہے، لہٰذا ایسے خطرات سے اپنے آپ کو بچانے کا حق حاصل ہے ایسے حالت میں گھروں سے باہر نکل کر محفوظ مقام کی طرف جانا مستحب ہے۔

Scanned with CamScanner

ان لوگوں کا یہ کہنا کہ ''موت سے بھاگ کر کہاں جائیں گے'' درست ہے لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ نقصان سے بچنے کا موقع ملے اور اس سے فائدہ نہ اٹھائے، وقت موعود تو متعین ہے لیکن شریعت نے انسان کو اس بات کا بھی مکلف بنایا کہ وہ اپنی جان بچائے اسی وجہ سے مکرہ کو ''کلمۂ کفر'' کہنے کی رخصت دی گئی، لہذا محفوظ مقام کی طرف منتقل ہونا کوئی گناہ نہیں ہے۔

ولما فی البزازیۃ علی ہامش الھندیۃ:(۳۷۱/۶،طبع رشیدیہ)

واذا تزلزلت الارض وھو فی بیتہ لہ الفرار الی الصحراء.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ
۱۶ جمادی الثانی ۱۴۲۷ھ

واللہ اعلم: محمد عزیز
فتویٰ نمبر: ۴۰۶

﴿انگلیوں میں انگلیاں ڈالنے کا حکم﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں مفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہاتھوں کی انگلیاں ایک دوسرے میں ڈالنا جائز ہے یا نہیں؟ بعض لوگ کہتے ہیں کہ یہ مکروہ ہے اگر واقعی مکروہ ہے تو مکروہ تحریمی ہے یا مکروہ تنزیہی؟ اور مسجد، عام مجلس، اپنے گھر کے اندر اور تنہائی میں سب کا ایک ہی حکم ہے یا کوئی فرق ہے؟ بینوا توجروا۔

سائل: غالب

﴿جواب﴾ نماز کی حالت میں اور ان حالات میں جو نماز کے حکم میں ہیں مثلاً نماز کی طرف جاتے ہوئے یا نماز کے انتظار میں بیٹھنے کی حالت میں مکروہ تحریمی ہے اور عام حالات میں بغیر حاجت کے مکروہ تنزیہی ہے، انگلیاں چٹخانے کا بھی یہی حکم ہے۔

لما فی التنویر مع الدر:(۴۰۹/۲،باب مایفسد الصلوۃ مایکرہ فیھا،طبع امدادیہ ملتان)

(وفرقعۃ الاصابع) وتشبیکھا ولو منتظر الصلاۃ او ماشیا الیھا للنھی، ولا یکرہ خارجھا لحاجۃ.

وفی الشامیۃ: قولہ:(ولا یکرہ خارجھا لحاجۃ) المراد بخارجھا مالیس من توابعھا، لان السعی الیھا والجلوس فی المسجد لاجلھا فی حکمھا کما مر، لحدیث الصحیحین "لایزال احدکم فی صلاۃ مادامت الصلاۃ تحبسہ" وأراد بالحاجۃ نحو اراحۃ الاصابع، فلو لدون حاجۃ بل علی سبیل العبث کرہ تنزیھا، والکراھۃ فی الفرقعۃ خارجھا منصوص علیھا، وأما التشبیک فقال فی الحلیۃ: لم أقف لمشایخنا فیہ علی شیء، والظاھر أنہ لو لغیر عبث بل لغرض صحیح ولو لاراحۃ الاصابع لا یکرہ، فقد صح عنہ صلی اللہ علیہ وسلم أنہ قال:"المومن للمومن کالبنیان یشد بعضہ بعضا، وشبک اصابعہ" فانہ لافادۃ تمثیل المعنی، وھو التعاضد والتناصر بھذہ الصورۃ الحسیۃ.

وکذافی البحر الرائق:(۲/۲۰،باب مایفسد الصلوٰۃ ومایکرہ فیہا،طبع ایچ ایم سعید)
وھکذافی حاشیۃ الطحاوی علی مراقی الفلاح:(ص ۱۹۰،طبع قدیمی)

الجواب صحیح:عبدالرحمٰن عفااللہ عنہ　　　　واللہ اعلم:صلاح الدین ڈیروی

۸ربیع الثانی ۱۴۲۷ھ　　　　فتویٰ نمبر:۱۰۱

﴿جمائی کوروکنے کاطریقہ﴾

﴿سوال﴾عام حالت میں یادوران نماز جمائی آئے توکیا کرنا چاہیے اوراگراس کوروکنا ہوتو ہاتھ کوکس انداز سے منہ پررکھنا چاہیے؟　　　　مستفتی:زاہداکبر

﴿جواب﴾عام حالت میں یادوران نماز جمائی آئے توکوشش کرے کہ اس کومنہ کے اندر ہی جبڑے وغیرہ کودباکرروک لے ایساممکن نہ ہوتوپھراگرنماز میں ہے توحالت قیام میں دائیں ہاتھ کومنہ پررکھ کرروکے اوراس کے علاوہ حالت میں بائیں ہاتھ کی پشت سے روکے اور جمائی کو نہ روکنا فقہاء کرام نے مکروہ لکھاہے اورحدیث میں اس پرمذمت آئی ہے۔

لمافی مرقاۃ المفاتیح:(۸/۵۲۷،طبع رشیدیہ)

وعن ابی ھریرۃ عن النبی ﷺ "ان اللہ یحب العطاس ویکرہ التثاؤب.....فاما التثاؤب فانماھومن الشیطان فاذاتثاءب احدکم فلیردہ مااستطاع فان احدکم اذاتثاءب ضحک منہ الشیطان" رواہ البخاری۔وفی روایۃ لمسلم "فان احدکم اذاقال: ھا ضحک الشیطان منہ"(قولہ ﷺ ویکرہ التثاؤب)لانہ یمنع صاحبہ عن النشاط فی الطاعۃ ویوجب الغفلۃ ولذایفرح بہ الشیطان.

ولمافی التنویرمع الدر:(۲/۲۱۲-۲۱۳،طبع امدادیہ)

(والتثاؤب)ولوخارجہا.ذکرمسکین لانہ من الشیطان.....وفی الشامیۃ:(قولہ والتثاؤب).....قلت:ووجہ القیل اظہرلانہ لدفع الشیطان کمامر،فھوکازالۃ الخبث وھی بالیساراولی،لکن فی حالۃ القیام لماکان یلزم من دفعہ بالیسارکثرۃ العمل بتحریک الیدین کانت الیمنی اولی.....وفی الحلیۃعن بعضھم انہ مخیربینہا،وانہ ان سدبالیمنی یخیرفیہ ظاہرھاأوباطنہا،وان بالیسری فبظاہرھااھ.

الجواب صحیح:عبدالرحمٰن عفااللہ عنہ　　　　واللہ اعلم بالصواب:خضرحیات کمالوی

۵رجب　　　　فتویٰ نمبر:۱۰۴۰

﴿موذی جانوروں کے مارنے کاحکم﴾

﴿سوال﴾کسی ایسی چیزکومارناجونقصان دہ ہو،مثلاً چوہاجس سے دکان میں پڑے کمبل یا

Maktaba Tul Ishaat. com

کپڑے وغیرہ کے کترنے کا خطرہ ہوتا ہے، کیا ایسی صورت میں چوہے کو مارنا گناہ تو نہیں؟ اگر اذیت دے کر ماریں تو بھی یہی حکم ہوگا؟ مستفتی: محمد دین

﴿جواب﴾ حشرات الارض اور ایسی جاندار چیزیں جو عام طور پر نقصان پہنچاتی ہیں ان کو مارنے کی گنجائش ہے اور چوہا بھی اس میں داخل ہے، البتہ جاندار چیزوں کو مارنے کے لئے ایسا طریقہ اختیار کرنا چاہیے کہ جس سے جلدی جان نکل جائے، اذیت دیکر مارنا مناسب نہیں۔

لمافی الصحیح لمسلم:(۱/۳۸۱،طبع قدیمی)

عن عائشةؓ عن النبی ﷺ انه قال خمس فواسق یقتلن فی الحل والحرم الحیة والغراب الابقع والفارة والکلب العقوروالحدیا.........قال علامه النوویؒ اتفق جماهیرالعلماء علی جواز قتلهن فی الحل والحرم والاحرام.

ولمافی الهدایةمع فتح القدیر:(۳/۷۳،طبع رشیدیه)

(ولیس فی قتل الغراب والحدأةوالذئب والحیةوالعقرب والفارةوالکلب العقورجزاء)

ولمافی الهدایةمع فتح القدیر:(۳/۷۵،طبع رشیدیه)

(قوله کذاالفارةالاهلیةوالوحشیة)لوجودالمبیح فی الوحشیةوهوفسقها.

ولمافی الهندیة:(۵/۳۶۱،طبع رشیدیه)

قتل الزنبوروالحشرات هل یباح فی الشرع ابتداء من غیرایذاء وهل یثاب علی قتلهم؟ قال لایثاب علی ذلک وان لم یوجدمنه الایذاء فالاولی ان لایتعرض بقتل شیء منه کذا فی جواهرالفتاوٰی.

ولمافی التنویرمع الدر:(۶/۷۵۲،طبع ایچ ایم سعید)

(وجازقتل مایضرمنهاککلب عقوروهرة)تضر(ویذبحها)ای الهرة(ذبحا)و لایضربها لانه لایفید،ولایحرقهاوفی المبتغی یکره حراق جراد وقمل وعقرب.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب: محمد حسین

۷ ربیع الثانی ۱۴۲۷ھ — فتویٰ نمبر: ۸۱/۷

﴿خلاف شرع مجلسوں میں جانے کا حکم﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام کہ رشتہ داروں کی ایسی مجلسوں میں جانا جہاں بے پردگی، تصاویر اور گانوں کے علاوہ دینداروں کو بھی طعن کا نشانہ بنایا جاتا ہو یا شعائر اسلام مثلاً داڑھی، سنت لباس وغیرہ کے بارے میں گستاخانہ رویہ اختیار کیا جاتا ہو شرعاً کیسا ہے؟

﴿جواب﴾ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ارشاد مبارک ہے کہ میں نے ایک دفعہ کھانا تیار کیا اور

حضور علیہ السلام سے شرکت کی درخواست کی آپ ﷺ تشریف لائے دیکھا کہ گھر میں تصویریں ہیں تو واپس تشریف لے گئے۔

لمافی سنن ابن ماجة:(۲/۱۱۱۲،طبع بیروت)

عن علی رضی الله عنه قال صنعت طعامافدعوت رسول الله ﷺ فجاء فرای فی البیت تصاویرفرجع.

اللہ تعالیٰ کا ارشاد مبارک ہے کہ جب (کسی مجمع میں) احکام الٰہیہ کے ساتھ استہزاء اور کفر ہوتا ہو تو ان لوگوں کے پاس مت بیٹھو جب تک کہ وہ (ایسی باتوں کو چھوڑ کر) کوئی اور بات شروع نہ کریں کہ اس حالت میں تم بھی گناہ میں انہی جیسے ہو جاو گے۔

لمافی قوله تعالیٰ:(سورہ النساء،ایت۱۴۰)

وقدنزل علیکم فی الکتاب ان اذاسمعتم أیت الله یکفربهاویستهزابهافلاتقعدوامعهم حتی یخضوا فی حدیث غیره انکم اذامثلهم .....الأية.

صاحب روح المعانی اس آیت کے ذیل میں لکھتے ہیں کہ بعض علماء نے اس آیت سے استدلال کیا ہے کہ فاسقوں اور بدعتیوں کے ساتھ بیٹھنا حرام ہے اور ان سے اعراض میں اعراض قلبی کافی نہیں بلکہ ان کی مجلس سے اٹھنا ضروری ہے۔

لمافی روح المعانی:(۵/۱۷۴،طبع رشیدیه)

واستدل بعضهم بالآية علی تحریم مجالسة الفساق والمبتدعین من أی جنس کانوا .....ومن هنا قیل وان المراد بالاعراض اظهار المخالفة بالقیام عن مجالستهم لا الاعراض بالقلب أوبالوجه فقط

معلوم ہوا کہ مسلمانوں کو ہر ایسی مجلس سے کنارہ کشی اختیار کرنی چاہیے جس میں اللہ تعالیٰ یا اس کے رسول ﷺ یا شریعت اسلامیہ کے خلاف باتیں ہو رہی ہوں اور اس کو بند کرنا یا کم از کم حق بات کا اظہار کرنا اس کے اختیار و قبضہ میں نہ ہو۔

لمافی الدرالمختار:(۶/۳۴۹،طبع سعید)

قلت: وفی البزازیة استماع صوت الملاهی کضرب قصب ونحوه حرام لقوله علیه السلام استماع الملاهی معصیة والجلوس علیهافسق والتلذذبهاکفرای بالنعمة فصرف الجوارح الی ماغیرخلق لاجله کفربالنعمة لاشکرفالواجب کل الواجب ان یجتنب کی لایسمع لماروی "انه علیه السلام ادخل أصبعه فی أذنه عندسماعه".

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ   واللہ اعلم بالصواب: عبداللہ

۱۳ ربیع الثانی ۱۴۲۸ھ   فتویٰ نمبر: ۷۷۰

Maktaba Tul Ishaat. com

﴿مال حرام سے دعوت کا حکم﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے کچھ رشتہ دار اور ملنے والے ایسے ہیں جو کہ سراسر سود کا کام کرتے ہیں مثلاً بنک وغیرہ اور کچھ ایسے ہیں کہ جن کی کچھ کمائی سود کی ہے اور کچھ حلال کی ہے اگر ان کے گھر جائیں یا ان کے گھر سے کچھ کھانے پینے کا ہدیہ آجائے تو اس صورت میں کیا کریں؟

اگر قبول نہ کریں تو قطع رحمی کا خدشہ رہتا ہے۔ میں ایک دینی مدرسہ کی طالبہ ہوں اور اس طرح کے مسائل مجھے اکثر پریشان کرتے رہتے ہیں اتنی تحقیق میں پڑنا میرے لئے مناسب ہے یا نہیں؟ برائے مہربانی تمام سوالات کے جوابات مفصل دیں۔ مستفتیہ: بنت عارف

﴿جواب﴾ اگر تمام کمائی حرام کی ہے تو ہدیہ ودعوت قبول کرنا مناسب نہیں الا یہ کہ وہ صراحت کردیں کہ یہ دعوت مال حلال سے ہے مثلاً قرض وغیرہ، البتہ اگر حلال غالب ہو تو دعوت قبول کرنا جائز ہے۔

لما فی الھندیۃ:(۵/۳۴۲،طبع رشیدیہ)

اھدی رجل شیا اواضافہ ان کان غالب مالہ من الحلال فلا بأس الا ان یعلم بانہ حرام فان کان الغالب ھوالحرام ینبغی ان لایقبل الھدیۃ ولا یأکل الطعام الا ان یخبرہ بانہ حلال ورثتہ اواستقرضتہ من رجل.

اتنا علم حاصل کرنا ہر مسلمان مرد ہو خواہ عورت پر فرض ہے جس سے چھوٹی بڑی زندگی اللہ تعالیٰ کے حکموں کے مطابق وہ گذار سکے یعنی اتنا کہ کوئی فرض واجب عمل رہ نہ جائے یا لاعلمی میں کسی حرام فعل کا ارتکاب نہ کرے، لہٰذا تحقیق کرنا تو ایمان کا تقاضہ ہے جس کو آخرت کی فکر ہوگی تحقیق کرے گا اور جسے آخرت کے نفع ونقصان کی پرواہ نہ ہوگی، اس کو تحقیق کی ضرورت کا بھی احساس نہ ہوگا۔

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب: محمد کاشف عزیز

۲۸ ذی الحجہ ۱۴۲۹ھ — فتویٰ نمبر: ۱۷۹۶

﴿جانور کی افزائش نسل کے لئے مصنوعی انجکشن تیار کرنا﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ میں ایک ایسے محکمہ میں ملازمت کرتا ہوں جہاں جانوروں کی افزائش نسل کے لئے مصنوعی انجکشن تیار کیے جاتے ہیں،

Scanned with CamScanner

میرے ذہن میں یہ بات کھٹکتی رہتی ہے کہ میرے لئے ایسی ملازمت کرنا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ برائے مہربانی شریعت کی رو سے مسئلہ بالا کی وضاحت فرما کر ممنون فرمائیں۔ مستفتی: لیاقت علی

﴿جواب﴾ حیوانات میں افزائش نسل کے لئے آج کل ٹیوب کا جو طریقہ رائج ہے، یہ غیر فطری تو ہے اس لئے حیادار آدمی کی طبیعت پر گراں گزرتا ہے لیکن جانوروں میں اختلاط نسل کی حفاظت کا شرعاً کوئی حکم نہیں ہے، اس لئے اس کی گنجائش ہے اور ایسے محکمہ میں ملازمت کرنے میں بھی کوئی حرج نہیں ہے۔

لمافی احکام القرآن للجصاص: (۳/۵، فی تفسیر سورۃ النحل، آیت ۸، طبع بیروت)

الاترى ان حمارة اهلية لوولدت من حماروحشى لم يوكل ولدها ولوولدت حمارة وحشية من حماراهلى أكل ولدهافكان الولدتابعاالامه دون ابيه.

ولمافی حجۃ اللہ البالغۃ: (۲/۲۲۰، طبع بیروت)

منهامعرفه برلة رحمهامن ماء لئلاتختلط الانساب فان النسب احدمايتشاح به ويطلبه العقلاء، وهومن خواص نوع الانسان ومماامتازمن سائرالحيوان.

ولمافی الهداية: (۴/۳۸۰، طبع بیروت)

ولابأس (عندالحنفية) بخصاء البهائم وانزاء الحمير على الخيل لأن فى الأول منفعة للبهيمة والناس.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ   واللہ اعلم بالصواب: حبیب الرحمٰن سواتی

محرم ۱۴۳۰ھ   فتویٰ نمبر: ۱۸۴۶

﴿لايجوز كتابة القرآن بغير العربية﴾

﴿قرآن کریم کی کتابت عربی کے علاوہ کسی زبان میں جائز نہیں﴾

﴿سوال﴾ هل يجوز كتابة القرآن بحروف الروسية؟ مستفتی: ضیاء الدین

﴿جواب﴾ لايجوز كتابة القرآن بحروف الروسية ولابغيرهامن الحروف سوى العربية لان غير العربية مخالف لرسم المصاحف التى كتبت بامر سيدناعثمانؓ وان كتبه برسم العثمانية وترجمته وتفسيره معه باى لغة كانت جازوالله اعلم.

لمافی فتح القدير: (۱/۲۹۱، طبع رشیدیہ)

وفيه ان اعتادالقراة بالفارسية أوارادان يكتب مصحفابهايمنع وان فعل فى آية اوآيتين لا فان كتب القرآن وتفسيركل حرف وترجمته جاز.

Scanned with CamScanner

Maktaba Tul Ishaat. com

لماقی قوله تعالی:(سورة الزمر،آیت۲۸)قرآناعربیاغیرذی عوج لعلهم یتقون.....الآیة.
ونقل الشیخ العلامةمحمدشفیع اجماع الصحابةوالتابعین علی وجوب اتباع مرسوم المصحف العثمانیؓ وقال کتابته بغیرذلک تؤدی الی تحریف القرآن والزیادة فیه وذلک حرام بالاجماع فانه لافرق فی غیرالعربیةبین حروف ظ-ذ-ز-ض وکذابین ص -ث-س وکذااعراب غیرالعربیةحروف واعرابهامبائن من الحروف فاذاکتبه بغیر العربیةیقع الزیادةفی کتاب الله تعالی .والتفصیل من الشیخ فی جواهرالفقه:(۱/۷۲ تا۸۲،طبع دارالعلوم کراچی)

الجواب صحیح:عبدالرحمٰن عفااللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب:محمد سلمہ
۲۶محرم الحرام۱۴۳۰ھ — فتوی نمبر:۱۹۷۸

﴿جواز التسمیة باسمه علیه السلام﴾

﴿بچے کا نام محمد رکھنا جائز ہے﴾

﴿سوال﴾هل یجوزتسمیة الولدباسم"حضرت محمد"؟ مستفتی : اسکندر

﴿جواب﴾یجوز التسمیة بـ محمد اوحضرت محمدلان النبیﷺ رخص فیه ولاقباحة فی معنی حضرت ولیس مخصوصابهﷺ.

لماقی سنن ابی داود:(۲/۳۳۴،طبع رحمانیه)
قال قال رسول اللهﷺتسمواباسماء الانبیاء واحب الاسماء الی الله تعالی عبدالله وعبدالرحمن وأصدقهاحارث وهمام وأقبحهاحرب ومرة.
ولماقی الصحیح لمسلم:(۲/۲۰۶،طبع قدیمی)
فقال یارسول الله ولدلی غلام فسمیته محمدافقال لی قومی لاندعوك تسمی باسم رسول الله علیه السلام فقال رسول اللهﷺ تسموباسمی ولاتکتنوابکنیتی فانما انا قاسم اقسم بینکم.

الجواب صحیح:عبدالرحمٰن عفااللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب:محمد سلمہ
۸ذی الحجہ۱۴۲۹ھ — فتوی نمبر:۱۸۰۸

﴿سرکاری درختوں کا حکم﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے علماء کرام کہ ہمارے علاقے کی سڑک اور نہر کے کناروں پر حکومت نے درخت لگائے ہیں اور مزدوروں کے ذریعے ان درختوں کی دیکھ بال کرتی ہے جبکہ حکومت نے یہ زمینیں لوگوں سے با قاعدہ قیمت دیکر لی ہیں، اب لوگ اجازت کے بغیران درختوں کو

جڑوں سے کاٹتے ہیں تو کیا ان درختوں کو حکومت کی اجازت کے بغیر جڑوں سے کاٹنا جائز ہے یا نہیں؟ اور بڑی بڑی لکڑیاں کاٹنے کی بھی اجازت ہوگی یا نہیں؟

اس طرح اگر کوئی چھوٹی شاخ جلانے کے لئے یا بھیڑ بکریوں کے لئے استعمال کرے تو جائز ہوگا یا نہیں؟ اور ان جانوروں کا دودھ استعمال کرنا جائز ہے؟ مستفتی: ثناء اللہ طالب خیل مروتی

﴿جواب﴾ حکومت نے ایسی زمینوں کی قیمت ادا کر کے واقعی زمینداروں سے اگر خرید لی ہے تو یہ زمین اور اسمیں لگے ہوئے درخت حکومت کی ملکیت ہیں، حکومت سے اجازت لئے بغیر درختوں کو کاٹنا جائز نہیں ہے، البتہ جانوروں کو ایسے درختوں کے پتے وغیرہ کھلانا جائز ہے اور زائد خشک لکڑیوں کو جمع کرنا بھی جائز ہے، حکومت کی طرف سے دلالۃً اس کی اجازت ہوتی ہے لیکن درختوں کو کاٹنے کی اجازت نہیں ہوتی اس لئے جائز نہیں ہے۔

لمافی شرح المجلۃ:(۱۸۲/۴،طبع رشیدیه)

المادة ۱۲۴۴:(الاشجار النابتة بلا غرس فی ملک احدھی ملکه لیس لأخران یحتطب منها الا باذنه فان یفعل یکن ضامنًا)

ولمافی الشامی:(۴۴۰/۶،طبع سعید)

والحطب فی ملک رجل لیس لاحدان یحتطبه بغیر اذنه،وان کان غیر ملک فلابأس به،ولا یضر نسبته الی قریة اوجماعة مالم یعلم ان ذلک ملک لهم.

ولمافی البزازیة علی هامش الهندیة:(۵۳/۶،طبع رشیدیه)

دخل ارض غیره وجمع فیه السرقین والشوك والحشیش لابأس به وکذا التقاط السنبلة ان ترکها صاحبها وذا اباحة.

ولمافی شرح المجلة:(۱۸۹/۴،طبع رشیدیه)

فی الهندیة عن محیط السرخسی:قال مشایخنا اذا وقعت المنازعة بین صاحب الارض وبین من یرید الکلاء-ان کان المرید للکلاء یجد الکلاء فی ارض مباحة قریبة من تلک الارض،فلصاحب الارض ان یمنعه من الدخول-وان لم یجد یقال لصاحب الارض، أما ان تعطیه الکلاء اوتاذن له بالدخول فیأخذحته اه.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ   واللہ اعلم: حبیب الرحمٰن سواتی

۱۶ المحرم ۱۴۳۰ھ   فتویٰ نمبر: ۱۸۴۹

﴿زائد انگلی وغیرہ کاٹنے کا حکم﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے علماء کرام کہ اگر کسی کے ہاتھ میں زائد انگلی ہو اور اس سے کوئی

Maktaba Tul Ishaat. com

تکلیف بھی نہ ہوتو اس کو کاٹ سکتا ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

﴿جواب﴾ زائد انگلی وغیرہ کے کاٹنے سے ہلاکت وغیرہ کا قوی اندیشہ نہ ہوتو کاٹنا جائز ہے، البتہ اس سے ہلاک ہونے کا غالب گمان ہوتو کاٹنا جائز نہیں ہے۔

لمافي الهندية:(۳۶۰/۵،طبع رشيديه)

اذا اراد الرجل ان يقطع اصبعاً زائدة أو شيئاً آخر قال نصير رحمه الله تعالىٰ ان كان الغالب على من قطع مثل ذلك الهلاك فانه لا يفعل وان كان الغالب هو النجاة فهو في سعة من ذلك.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب: حبیب الرحمٰن

۲۷ جمادی الاولیٰ ۱۴۳۰ھ — فتویٰ نمبر: ۲۲۰۰

﴿اتخاذ السن من الذهب﴾

﴿سونے کے دانت لگوانا﴾

﴿سوال﴾ هل يجوز للرجال اتخاذ السن من الذهب حالة الضرورة او بلا الضرورة يعني للزينة فان بعض العلماء يستدلون على جوازه من واقعة انف عرفجة؟ مستفتي: محمد سفر

﴿جواب﴾ لا يجوز للرجال اتخاذ السن من الذهب لأنه حرام على ذكور هذه الامة فان مست الحاجة أو الضرورة بان لا يوجد غير الذهب أو لم يندفع الضرورة بغيره والى السن حاجة فحينئذ يجوز.

لما في المشكوة:(ص۳۷۵،طبع سعيد)

أن النبي ﷺ قال احل الذهب والحرير للاناث من امتي وحرم على ذكورها......

ولما في المشكوة:(ص۳۷۹،طبع سعيد)

عن عبدالرحمن بن طرفة ان جده عرفجة بن اسعد قطع انفه يوم الكلاب فاتخذ انفا من ورق فأنتن عليه فأمره النبي ﷺ أن يتخذ انفا من ذهب.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب: محمد سلمہ

۷ ربیع الثانی ۱۴۳۰ھ — فتویٰ نمبر: ۲۱۵۰

﴿قلم یا سوئی کے ذریعہ جسم پر نام وغیرہ لکھوانا﴾

﴿سوال﴾ ہاتھوں یا بازوؤں پر یا جسم کے کسی بھی حصہ پر قلم یا سوئی وغیرہ کے ذریعہ سے

Scanned with CamScanner

پھول بوٹے بنوانا یا نام لکھوانا جائز ہے یا نہیں؟ مستفتی: محمد عرفان کراچی

﴿جواب﴾ ہاتھوں بازوؤں یا چہرے وغیرہ پر سوئی کے ذریعہ سے پھول بوٹے بنوانا یا نام وغیرہ لکھوانا جائز نہیں، حدیث پاک میں ایسا کرنے والے شخص پر لعنت کی گئی ہے اور اس وعید میں یہ کام کرنے والا اور کروانے والا دونوں شامل ہیں، لہٰذا اس سے اجتناب ضروری ہے، البتہ قلم وغیرہ کے ذریعے نام لکھوانے یا پھول وغیرہ بنانے کی ممانعت اگرچہ ثابت نہیں ہے لیکن خلاف مروت کام ہے اور مذکورہ عمل کے ساتھ صورۃً مشابہ بھی ہے، اس لئے اس سے بھی اجتناب کرنا چاہیے۔

لمافی الصحیح لمسلم:(۲۰۲/۲،طبع قدیمی)

عن ابن عمر أن رسول الله ﷺ لعن الواصلة والمستوصلة والواشمة والمستوشمة.

ولمافی الشامی:(۳۷۳/٦،طبع سعید)

والواشمة:التی تشم فی الوجه والذراع،وهوان تغرز الجلد بإبرة ثم یحشیٰ بکحل أونیل فیزرق والمستوشمة:التی یفعل بهاذٰلک بطلبها.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب: محمد کاشف عزیز

۲۲ صفر الخیر ۱۴۳۰ھ — فتویٰ نمبر: ۱۹۱۸

﴿صحیح تندرست بھیک مانگنے والے کو دینے کا حکم﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک آدمی صحیح سالم اور تندرست ہے، اس کے باوجود بھیک مانگتا ہے حالانکہ اس کے گھریلو حالات بھی اتنے خراب نہیں ہیں اور اگر وہ محنت مزدوری کرے تو گھر کا نظام صحیح طریقہ سے چلا سکتا ہے، اس کے باوجود اس کا بھیک مانگنا شریعت کی رو سے جائز ہے یا نہیں؟ نیز مجبوری کا وہ کونسا درجہ ہے کہ جس تک پہنچ کر شریعت انسان کو دوسروں کے آگے ہاتھ پھیلانے کی اجازت دیتی ہے؟ مستفتی: ولی الرحمٰن مروتی

﴿جواب﴾ تندرست آدمی جو کمانے پر قادر ہو اور کمانے کا موقع بھی اس کو ملے، اسی طرح جس شخص کے پاس ایک دن کا راشن موجود ہو اس کے لئے راشن کا سوال کرنا جائز نہیں، البتہ اس کے علاوہ کوئی خاص ضرورت درپیش ہو جس کو حاصل کیے بغیر زندگی گذارنا مشکل ہو تو بقدر ضرورت سوال کرنے کی گنجائش معلوم ہورہی ہے اور ایسے شخص کو دینا بھی جائز ہے لیکن پیشہ ور

Maktaba Tul Ishaat. com

بھیک مانگنے والا جو صرف اپنی عادت کی وجہ سے بلا احتیاج مانگتا ہے تو اس کے لئے سوال کرنا حرام ہے اور دینے والے کو علم ہو کہ بلا احتیاج مانگ رہا ہے تو اس غرض سے نہ دینا تا کہ گناہ کرنے میں تعاون نہ ہو بہتر ہے، تاہم دینے میں گناہ نہیں ہے لیکن صدقات واجبہ مثلاً زکوۃ وغیرہ دینے میں احتیاط کریں۔

لما في البحر الرائق:(۲/۲۵۰،طبع سعيد)

(ولايسأل من له قوت يومه)اى لايحل سوال قوت يومه لمن له قوت يومه لحديث الطحاوى من سأل الناس عن ظهر غنى فانه يستكثر من جمر جهنم قلت يارسول الله وماظهر غنى قال ان يعلم ان عنداهله مايغديهم ومايعشيهم قيدنابسؤال القوت لان سوال الكسوة المحتاج اليهالايكره وقيدنابالسؤال لان الاخذ لمن ملك اقل من نصاب جائز بلاسؤال وقيدبمن له القوت لان السؤال لمن لاقوت يومه له جائز ولا يرد عليه القوى المكتسب فانه لايحل سؤال القوت له اذالم يكن له قوت يومه لانه قادربصحته واكتسابه على قوت اليوم فكانه مالك له ــ قال الشيخ أكمل الدين فى شرح المشارق واماالدفع الى مثل ذلك السائل عالمأبحاله فحكمه فى القياس ان يأثم بذلك لانه اعانة على الحرام لكنه يجعل هبة وبالهبة للغنى أولمن لايكون محتاجااليه لايكون آثما.اه

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب: محمد کاشف عزیز

۲ صفر الخیر ۱۴۳۰ھ — فتوی نمبر: ۱۶۶۷

﴿جواز الصلوة على مصلى فيهاصورة الكعبة﴾

﴿جائے نماز پر خانہ کعبہ کی تصویر ہو اس پر نماز پڑھنا جائز ہے﴾

﴿سوال﴾ هل يجوز الصلوة على مصلى فيهاصورة الكعبة؟ مستفتى:ضياء الدين

﴿جواب﴾ يجوز الصلوة على مصلى فيهاصورة الكعبة لان الممنوع من الصور صورة ذى روح والكعبة المباركة ليست بذى روح وليس فيه اهانة الكعبة فان عظمتها فى قلب كل مؤمن ولكن لايضع القدم عليها احترازا عن هيئة الاهانة بها. والله اعلم.

لما فى الحلبى الكبير:(ص ۳۱۲،طبع نعمانيه)

وأماصورة غيرذى الروح فلاخلاف فى عدم كراهة الصلاة عليها واليها.

Scanned with CamScanner

ولمافی الهداية:(۱/۲۰۰،طبع رحمانيه)

ومن صلی علی ظهر الكعبة جازت صلوته.....الا انه يكره لمافيه من ترك التعظيم وقدورد النهي عنه عن النبي ﷺ.

الجواب صحیح:عبدالرحمٰن عفااللہ عنہ واللہ اعلم بالصواب:محمد غفرلہ ولوالدیہ

۲ ربیع الاول ۱۴۳۰ھ فتوی نمبر:۱۹۸۸

﴿رات کے وقت جھاڑو لگانا شرعاً ممنوع نہیں ہے﴾

﴿سوال﴾ کیافرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ بعض لوگ چابیوں کو چھنکارنے اور رات کے وقت جھاڑو دینے سے منع کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ رات کے وقت جھاڑو لگانے سے رزق میں تنگی ہوتی ہے، کیااس کی کوئی اصل ہے؟ نیز چابیوں کو چھنکارنا ساز میں آتا ہے یانہیں؟ بعض لوگ اسے ساز میں شمار کرتے ہیں۔ مستفتی:نوراللہ کوہاٹی

﴿جواب﴾ بعض چیزیں عوام میں ایسے ہی غلط سلط مشہور ہوجاتی ہیں حالانکہ ان کی کوئی اصل نہیں ہوتی، بہتر یہ ہے کہ ایسی باتوں کی پہلے تحقیق کرلی جائے بعد میں عمل کیا جائے، چنانچہ اسی طرح کے سوال کے جواب میں حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی قدس سرہ لکھتے ہیں:

ان امور کی شرع میں کوئی اصل نہیں جو محض عوام میں مشہور ہیں، ان کی اصل ڈھونڈنے کی تو کوئی ضرورت نہیں، البتہ جو بزرگوں کے کلام میں پایا جاتا ہے تو از قبیل حکمت وطب ہے ورنہ یہ کہا جاوے گا کہ بعض بزرگوں پر حسن ظن غالب تھا، اس لئے بعض روایات کو سن کر راوی کی تنقید نہ کی، اس کو صحیح سمجھ کر لکھ دیا پس وہ معذور ہیں اور قابل عمل نہیں۔ (تتمہ اولیٰ ص ۲۰۵) بحوالہ امدادالفتاوی (۴/۲۷۰، طبع دارالعلوم کراچی)

الجواب صحیح:عبدالرحمٰن عفااللہ عنہ واللہ اعلم بالصواب:محمد کاشف عزیز

۲۰ ربیع الاول ۱۴۳۰ھ فتوی نمبر:۲۰۶۰

﴿سحر کرنا اور کرانا حرام ہے﴾

﴿سوال﴾ کیافرماتے ہیں علماء کرام کہ مجھے ایک آدمی سے محبت ہوگئی اور اس آدمی کو مجھ سے لیکن ہم دونوں شادی شدہ تھے تو اس آدمی نے مجھ سے کہا کہ تم اپنے شوہر سے طلاق لے لو

Scanned with CamScanner

Maktaba Tul Ishaat. com

میں تم سے شادی کراونگا میں نے کورٹ کے ذریعے شوہر سے خلع کا مطالبہ کیا، اس نے مجھے طلاق دی، اب وہ آدمی جس سے مجھے محبت ہے وہ شادی کرنے میں ٹال مٹول کررہا ہے اگر میں سحر کے ذریعے اس کو قابو کر کے اس سے شادی کرلوں تو شرعاً ایسا کرنا جائز ہے یا نہیں؟ مستفتیہ: حبیبہ صاحبہ

﴿جواب﴾ سحر کرنا اور کرانا حرام ہے اور یہ بھی واضح ہو کہ سحر کوئی ایسی طاقت نہیں ہے جس کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کے تقدیری فیصلوں کو کوئی تبدیل کرسکے، اللہ کو منظور ہوگا تو اس کا اثر ہوگا منظور نہیں ہوگا تو کوئی اثر نہیں ہوگا۔

اور لگتا نہیں ہے کہ آپ حرام کا ارتکاب کر کے بھی کامیاب ہوسکیں اور وقتی طور پر اس سے شادی ہوجانا بھی کوئی کامیابی نہیں ہے، قوی اندیشہ ہے شادی ہوکر بھی آپ کو چین سکون نہیں ملے گا، اس آدمی کی محبت نفرت میں بھی بدل سکتی ہے، آپ نے اللہ تعالیٰ کی بڑی نعمت کی ناشکری کی ہے، صحیح توبہ اگر نہیں کی تو دنیا وآخرت میں اس کا وبال آپ پر پڑیگا۔

لہٰذا توبہ کریں اور سابق شوہر سے کسی طرح معافی مانگیں اور دوسری جگہ شادی کرنے میں تاخیر نہ کریں اور مذکورہ آدمی سے شادی کا فیصلہ بھی استخارہ کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کے سامنے کردیں کہ اس میں واقعی فائدہ ہو تو شادی ہوجائے نہ ہو تو یا اللہ نعم البدل عطاء فرمائیں اور شادی کریں تو والد وغیرہ کی اجازت سے کریں، عورت ذات ناقص العقل ہے، اس کے خود کے فیصلے تو ایسے ہی ہوتے ہیں۔

لمافی الدر المختار: (۱/۴۲-۴۳، طبع سعید)

وحراماً، وهو علم الفلسفة والشعبذة والتنجيم والرمل وعلوم الطبائعين والسحر.

ولمافی الشامی: (۶/۴۲۹، طبع سعید)

قال في الخانية: امرأة تصنع آيات التعويذ ليحبها زوجها بعدما كان يبغضها ذكر في الجامع الصغير ان ذلك حرام ولا يحل اه. وذكر ابن وهبان في توجيهه: انه ضرب من السحر والسحر حرام اه ط. ومقتضاه انه ليس مجرد كتابة آيات، بل فيه شيء زائد قال الزيلعي: وعن ابن مسعود رضي الله عنه انه قال سمعت رسول الله ﷺ يقول: "ان الرقى والتمائم والتولة شرك".

ولمافی احکام القرآن للتھانوی: (۱/۵۰-۵۱، طبع ادارۃ القرآن)

وثانيها: مالم يكن فيه وجه كفر ولكن فيه اضرار أبا المسلمين وسعيا في الارض

Scanned with CamScanner

بالفساد، فذلک حرام فعله وتعليمه وتعلّمه ـــ وما كان منها بآيات قرآنية أو أسماء إلهية وأمثالها إلا أن المقصود بها اضرار مسلم، كالتفريق بين الزوجين بلا سبب شرعي، أو تسخير مسلم بحيث يصير مسلوب الاختيار في الحب أو لبعض لأحد أو في بذل المال للعامل فحرام، لكونه ظلما.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب: محمد طیب حسن زئی

۲۷ ربیع الاول ۱۴۲۷ھ — فتویٰ نمبر: ۲۱۰۴

﴿کتے کو بچانے کی خاطر اپنی جان یا گاڑی کو خطرہ میں ڈالنا﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں میں ہائی وے پر ڈرائیورنگ کر رہا تھا، اچانک ایک کتا سامنے آیا، تیز رفتاری کے باعث گاڑی اگر روکتا تو کوئی بڑا حادثہ رونما ہو سکتا تھا، چنانچہ میری گاڑی کتے کو روندتے ہوئے آگے بڑھی، میرے لئے شرعاً کیا حکم ہے؟

﴿جواب﴾ کتے کو بچانے کی خاطر اپنی جان یا گاڑی کو خطرہ میں ڈالنا کوئی سمجھداری نہیں ہے اور نہ ہی کوئی شرعی حکم ہے، البتہ آپ کی گاڑی تلے کتا آگر آیا ہے تو یہ اس کے لئے تقدیری فیصلہ تھا، آپ زیادہ فکر نہ کریں۔

لما في الدر مع الرد: (۶/۷۵۲، طبع سعيد) وفي القنية يجوز ذبح الهرة والكلب لنفع ما.

وفي الشامية: (قوله لنفع ما) أي ولو قليلاً، والهرة لو مؤذية لا تضرب ولا تفرك اذنها بل تذبح.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب: محمد طیب حسن زئی

۳ ربیع الثانی ۱۴۳۰ھ — فتویٰ نمبر: ۲۱۲۷

﴿کتب تفسیر کو بغیر وضو ہاتھ لگانا﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارا ایک ساتھی تبلیغی مدرسے میں تھا، وہاں کے ایک استاد نے یہ بات کہی کہ وہ تفسیر جس میں قرآن کی آیات کم ہوں اور تفسیر اور تشریح زیادہ ہو تو بغیر وضوء کے اس کو ہاتھ لگانے میں کوئی حرج نہیں، آپ اس بارے میں کیا کہتے ہیں؟

مستفتی: محمد یونس

﴿جواب﴾ استاد صاحب کی بات درست ہے، تاہم ادب کا تقاضا تو یہ ہے کہ بغیر وضو کے ہاتھ نہ لگائیں لیکن ہاتھ لگانے میں گناہ نہیں ہے۔

Scanned with CamScanner

Maktaba Tul Ishaat. com

لمافی الدرالمختار:(۱/۱۷۷،طبع سعید)

وقدجوّزأصحابنامس کتب التفسیرللمحدث،ولم یفصلوابین کون الأکثرتفسیرا أو قرآنا،ولوقیل به اعتبارا للغالب لکان حسنا،وکذافی الاشباه والنظائر.(ص۱۱۲،قدیمی)

ولمافی الفقه الاسلامی:(۱/۳۱۵،طبع رشیدیه)

ولایکره مس کتب التفسیران کان التفسیرأکثرویکره المس ان کان القرآن أکثرمن التفسیرأومساویا له.

ولمافی الاشباه والنظائر:(ص۱۲۷ طبع قدیمی)ولایکره للمحدث مس کتب الفقه والحدیث علی الأصح

الجواب صحیح:عبدالرحمٰن عفااللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب:رضوان اللہ حقانی

۲۶صفرالخیر۱۴۳۰ھ — فتویٰ نمبر:۱۹۴۳

﴿جانوروں کوشراب پلانے سے اس کے دودھ اور گوشت کا حکم﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کوئی جانور بیمار ہو اوراس کوعلاج کی غرض سے شراب پلائی جائے تو کیا جانور کے گوشت یادودھ پراثر پڑیگا یانہیں؟

﴿جواب﴾ جانورکوشراب پلانے سے اس کا اثر دودھ یا گوشت میں اگر ظاہر نہ ہوتو دودھ گوشت وغیرہ استعمال کرنے میں کوئی قباحت نہیں ہے اورشراب پلانے سے اگر جانور کی بیماری کا علاج ہوتو پلانے کی بھی گنجائش ہے لیکن ضرورت کے بغیر اپنے ارادہ سے شراب پلانا گناہ ہے۔

لمافی الهندیة:(۵/۴۱۱،طبع رشیدیه)

ولوسقیٰ شاةخمراًلایکره لحمهاولبنهالان الخمروان کانت باقیةفی معدتهافلم تختلط بلحمهاوان استحال الخمرلحمالایجوزکمالواستحال خلاالااذا ستاهاخمراکثیرابحیث تؤثررائحةالخمرفی لحمهافانه یکره أکل لحمها،وکذافی البحرالرائق.(۸/۲۱۹،سعید)

ولمافی المبسوط:(ج۲۴ص۲۸،طبع دارالمعرفةبیروت)

ولوسقیٰ شاةخمراثم ذبحت ساعتئذفلابأس بلحمهاوکذالک لوحلب منهااللبن فلابأس بشربه لانه الخمرصارت مستهلکةبالوصول الی جوفهاولم تؤثرفی لحمها ولافی لبنهاوهی علی صفةالخمریةبحالهافلهذالابأس بأکل لحمهاوشرب لبنها.

ولمافی المبسوط:(ج۲۴ص۲۵-۲۶،طبع دارالمعرفةبیروت)

ویکره ان یسقی الدواب الخمرلانه نوع انتفاع بالخمرواقتراب منهاعلی قصدالتمول.

الجواب صحیح:عبدالرحمٰن عفااللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب:رضوان اللہ حقانی

۱۰صفرالمظفر۱۴۳۰ھ — فتویٰ نمبر:۱۸۸۷

Scanned with CamScanner

﴿موجودہ دور کی لیٹرین اور غسل خانوں میں مسنون دعائیں پڑھنا کیسا ہے؟﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ میرے پاؤں میں تقریباً مستقل درد رہتا ہے، جس کی وجہ سے وضوء بیٹھ کر کرنے میں تکلیف ہوتی ہے اور وضوء کھڑے ہو کر کرنا پڑھتا ہے، لہٰذا مجبوراً لیٹرین میں بنے ہوئے واش بیسن میں وضوء کرتا ہوں اور وضوء کے درمیان مسنون دعائیں بھی پڑھتا ہوں تو کیا میرے لئے دعاؤں کا پڑھنا جائز ہے؟

﴿جواب﴾ بلاشبہ نجاست کی جگہوں میں تلاوت کرنا اور دعائیں پڑھنا جائز نہیں ہے لیکن آج کل کے دور میں لیٹرین نجاست کی صرف گذرگاہ ہے، نجاست گاہ نہیں ہے بلکہ اگر صفائی کا خاص خیال رکھا جائے تو بدبو بھی نہیں رہتی، لہٰذا اگر ایسی صورت ہو تو دعائیں وغیرہ پڑھنے کی گنجائش ہے، البتہ دل میں پڑھنا زبان سے پڑھنے کے بنسبت بہتر ہے۔

لمافی البحر:(۱/۲۰۲،طبع سعید)

وفی التوشیح وتکره المسافرة بالقرآن الی دار الحرب صوناً عن وقوعه فی ایدی الکفرة واستخفافه......وفی الخلاصة انماتکره القرأة فی الحمام اذاقرء جهراًفان قرء فی نفسه فلابأس به هو المختار.

ولمافی حلبی کبیر:(ص۴۲۸،طبع نعمانیه)

والقرأة فی الحمام ان لم یکن فیه احد مکشوف العورة وکان الحمام طاهراًتجوزجهرا وخفیة وان لم یکن کذلک فان قرء فی نفسه فلابأس به ویکره الجهر وکذاتکره القرأة فی المسلخ والمغتسل ومواضع النجاسة.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب: سلمان احمد

۱۶ جمادی الثانی ۱۴۳۰ھ — فتویٰ نمبر: ۲۳۰۱

﴿حکومتی امداد لینے کے لئے دفتر میں فارم جمع کرنا بھیک مانگنا نہیں ہے﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ حکومت کی طرف سے اعلان ہوا ہے کہ جس شادی شدہ جوڑے کی آمدنی چھ ہزار سے کم ہو وہ فارم پر کر کے دفتر میں جمع کریں تو اس کو ماہانہ ہزار روپے ملیں گے اگر مطلوبہ شرائط کی فیملی (جن کی آمدنی چھ ہزار سے کم ہو) یہ فارم پر کر کے دفتر میں جمع کریں، کیا یہ بھیک مانگنے کے حکم میں آئے گا؟ جبکہ کھانے پینے کی اشیاء مہیا ہیں، البتہ کپڑوں اور دوائی وغیرہ کیلئے پیسوں کی ضرورت پڑتی ہے۔ مستفتیہ: ہمشیرہ محمود

﴿جواب﴾ عوام کی ضروریات کا خیال رکھنا حکومت کی ذمہ داریوں میں سے ہے، لہٰذا

Scanned with CamScanner

Maktaba Tul Ishaat. com

کوئی باقاعدہ حکومت سے جائز ضروریات کا مطالبہ کرے تو یہ کوئی بھیک مانگنا نہیں ہے، اس طرح کے جائز مطالبات صحابہ کرام رضی اللہ عنہ نے بھی آپ ﷺ سے کئے ہیں جبکہ آپ تو حکومت کی طرف سے دی ہوئی ایک سہولت حاصل کرر ہے ہیں، اس لئے کہ حکومت نے اعلان عام کردیا ہے، لہٰذا آپ کی آمدنی واقع چھ ہزار سے کم ہوتو یہ سہولت حاصل کر سکتے ہیں، وساوس نہ کریں۔

لمافی جامع الترمذی:(۹۰/۲،طبع بیروت)

قال قال رسول اللہ ﷺ عن سمرة بن جندب أن النبي صلى الله عليه وسلم قال ان المسئلة كديكدالرجل وجهه الاان يسأل الرجل سلطانااوفى امر لابدمنه.

ولمافی الصحیح لمسلم:(۲۳۹/۵،طبع بیروت)

عن معاوية قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ولاتلحفوافى المسألة فوالله لايسألنى احدمنكم شيئافتخرج له مسألته منى شيئاوأناله كاره فيبارك له فيما اعطيته.

ولمافی التنویر مع الدر:(۳۵۴/۲-۳۵۵،طبع سعید)

(و)لايحل ان(يسأل)شيئامن القوت(من له قوت يومه)بالفعل اوبالقوة كالصحيح المكتسب ويأثم معطيه ان علم بحاله لاعانته على المحرم(للكسوة)أولاشتغاله عن الكسب بالجهادوطلب العلم(جاز)لومحتاجا.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ　　واللہ اعلم بالصواب: سلمان احمد

۱۳ ربیع الثانی ۱۴۳۰ھ　　فتویٰ نمبر: ۲۱۲۸

ناخن یا بالوں کو کاٹنے کے بعد دفن کرنا بہتر ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ناخن یا بال کاٹنے کے بعد دفن کرنا ضروری ہے یا نہیں؟ نیز ناخن کس حد تک بڑھانا جائز ہے؟ بعض مرد اور اکثر عورتیں ناخن رکھنے میں حد سے زیادہ مبالغہ کرتے ہیں برائے مہربانی اسکی شرعی حد بتا کر ممنون فرمائیں۔

جواب: اللہ تعالیٰ نے انسان کو اشرف المخلوقات بنایا ہے اور اس کے ایک ایک عضو کو محترم بنایا ہے تو اسی احترام کے پیش نظر انسان کے وہ اعضاء جن کے کاٹنے سے انسان درد محسوس کرتا ہے تو تلف ہوجانے کے بعد ان اعضاء کو دفن کرنا واجب ہے۔

البتہ وہ اعضاء جن کے کاٹنے سے درد محسوس نہیں ہوتا (جیسے ناخن، بال وغیرہ) تو ان اعضاء کو کاٹنے کے بعد دفن کرنا واجب تو نہیں البتہ انسانی مروت اور احترام کے پیش نظر ان کو بھی دفن کرنا بہتر ہے اگر چہ پھینکنا بھی جائز ہے لیکن ایسی جگہ پھینکنا جہاں بے حرمتی ہو (جیسے گٹر، نالہ، باتھ

روم، انسانوں یا جانوروں کی گزرگاہ وغیرہ میں) مکروہ ہے۔
نیز ناخن بڑھانے کا شریعت میں کوئی تصور نہیں ہے البتہ ہفتہ میں ایک بار کاٹنا مستحب اور چالیس دن تک کاٹنے میں غفلت یا سستی کرنا مکروہ تحریمی اور سخت گناہ ہے، اس کے علاوہ صحت کے لئے بھی مضر ہے۔

ولمافي التنوير مع الدر:(۴۰۵/۶،طبع سعيد)
(ويستحب قلم أظافيره)الا المجاهد في دار الحرب فيستحب توفير شاربه وأظفاره(يوم الجمعة)وكونه بعد الصلاة افضل الا اذا اخره اليه تأخيرا فاحشا فيكره لأن من كان ظفره طويلا كان رزقه ضيقاً.
وفي الشامية:(قوله ويستحب قلم أظفافيره......)فاذا قلم أظافيره أو جز شعره ينبغي أن يدفنه فان رمى به فلا بأس وان ألقاه في الكنيف أو في المغتسل كره لأنه يورث داء خانية.ويدفن أربعة الظفر والشعر وخرقة الحيض والدم عتابية ط......(الا اذا أخره اليه)أي الى يوم الجمعة بأن طال جدا أو اراد تأخيره اليه فيكره.

ولمافي الشامي:(۴۰۷/۶،طبع سعيد)
(قوله وكره تركه)أي تحريما لقول المجتبیٰ ولا عذر فيما وراء الأربعين ويستحق الوعيد اه وفي أبي السعود عن شرح المشارق لابن ملك روى مسلم عن انسؓ بن مالك "وقت لنا في تقليم الأظفار وقص الشارب ونتف الابط أن لا نترك أكثر من أربعين ليلة".

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب: محمد کفایت اللہ سرگودھا
۲۱ جمادی الثانی ۱۴۳۰ھ — فتوی نمبر: ۲۳۳۱

﴿سنی سنائی بات پر کسی کے بارے میں غلط بات کہنا کبیرہ گناہ ہے﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک مسجد کے امام صاحب کی اہلیہ کے بارے میں بعض لوگوں نے یہ کہنا شروع کر دیا کہ "اس کا فلاں لڑکے کیساتھ غلط تعلق ہے" حالانکہ وہ مکمل پردہ نشین خاتون اور چھ بچوں کی والدہ ہیں، امام صاحب کے بارے میں سب لوگ یہ اعتراف کرتے ہیں کہ وہ نیک و صالح اور کسی ظاہری غلط کام میں ہرگز ملوث نہیں، اس اعتراض کے بعد امام صاحب نے اپنی اہلیہ کو پہلے سے بھی زیادہ پردے کا اہتمام کرانا شروع کر دیا ہے، نیز انکی اہلیہ بھی اپنے بارے میں ہر طرح کی صفائی پیش کرتی ہیں۔
مذکورہ بالا تفصیل کی روشنی میں امام صاحب کی اقتداء میں نماز کا کیا حکم ہے؟ ایک مولوی

Scanned with CamScanner

Maktaba Tul Ishaat. com

صاحب نے مسجد کے صدر صاحب کے پاس جا کر کہا کہ ''تم اپنی آخرت برباد کر رہے ہو'' کیا ان کا یہ کہنا درست ہے؟ برائے مہربانی مدلل فتویٰ عنایت فرمائیں۔ سائل: انتظامیہ مسجد کورنگی کراچی

﴿جواب﴾ امام صاحب کی اقتداء میں نماز بلا کراہت جائز ہے اور جس مولوی صاحب نے مسجد کے صدر صاحب سے یہ بات کہی ہے کہ ''تم اپنی آخرت برباد کر رہے ہو'' تو ایسی بات علماء کو زیب نہیں دیتی، صرف سنی سنائی باتوں کی وجہ سے کسی مسلمان کی عزت نفس کے خلاف دوسروں کو بدظن کرنا گناہ کبیرہ ہے۔

بالفرض یہ مولوی صاحب ایسی غلط حرکت کا خود مشاہدہ کرتے تب بھی اخلاص اور خیر خواہی کا تقاضا یہ تھا کہ اکیلے میں امام صاحب کو اس کی خبر دیتے اور برائی کو روکنے میں امام صاحب کی مدد کرتے جبکہ صدر صاحب کے پاس جانا غیبت ہے چغلی ہے اور خود مشاہدہ کئے بغیر ایسی بات کہنا بہتان بھی ہے اگر علماء ایسی تنگ ظرفی کا مظاہرہ کریں تو عام لوگوں سے کیا شکوہ؟ ''چوں کفر از کعبہ برخیزد کجا ماند مسلمانی''۔

لمافی قوله تعلی:(الحجرات، ایت ۱۲) ﴿یاایها الذین آمنوا اجتنبوا کثیراً من الظن ان بعض الظن اثم﴾

لمافی قوله تعلی:(سورة الفاطر، ایت ۱۹) ولا تزر وازرة وزر اخری۔۔۔۔ الأیة.

ولمافی التنویر مع الدر:(۱/۵۵۷، طبع سعید)

(والاحق بالامامة) تقدیماً بل نصبا مجمع الانهر (الأعلم بأحکام الصلاة) فقط صحة وفساداً بشرط اجتنابه للفواحش الظاهرة.

ولمافی التنویر مع الدر:(۱/۵۵۹، طبع سعید)

(ولو ام قوماً وهم له کارهون، ان) الکراهة (لفساد فیه أو لأنهم أحق بالامامة منه کره) له ذلک تحریماً لحدیث ابی داؤد ''لایقبل الله صلاة من تقدم قوماً وهم له کارهون'' (وان هو أحق لا) والکراهة علیهم.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ ۔۔۔ واللہ اعلم بالصواب: محمد کفایت اللہ سرگودھا

۱۷ ربیع الاول ۱۴۳۰ھ ۔۔۔ فتویٰ نمبر: ۲۰۵۲

﴿کسی جاندار کو آگ میں جلانا جائز نہیں ہے﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ مکھیاں مارنے کے لئے ایک مشین لگائی جاتی ہے، اس مشین میں مکھیاں جلتی ہیں اور مشین میں آگ کے شعلے بلند ہوتے

Scanned with CamScanner

ہیں مکھیوں کے جلنے سے آواز بھی سنائی دیتی ہے، اس سے بدبو بھی پھیلتی ہے نیز مساجد میں بھی اس طرح کی مشین لگائی جاتی ہے، مذکورہ مشین گھروں میں یا مساجد میں لگانے کا کیا حکم ہے؟ قرآن وسنت کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں؟ مستفتی: محمد ارشد بیکری و ۱۱۱ ڈیفنس کراچی

﴿جواب﴾ کسی بھی جاندار کو آگ کے ذریعے جلانا جائز نہیں ہے، چنانچہ حدیث شریف میں آیا ہے کوئی بھی آگ کے ذریعے عذاب نہ دے مگر اللہ ہی دے سکتے ہیں۔

لہٰذا ایسی مشین کے ذریعے مکھیوں کو مارنا جس سے مکھیاں جل جائیں جائز نہیں ہے چاہے یہ مشین گھروں میں ہو یا مساجد میں ہو جبکہ مسجد میں زیادہ سختی سے منع ہے، اس لئے کہ مساجد کو بدبو سے پاک رکھنے کا مستقل حکم ہے، اسلئے تو مسجد میں بدبودار چیز کھا کر آنے سے بھی منع فرمایا ہے۔

لمافی مرقاة شرح المشكوة:(۸/۷۰،طبع رشيديه)

وهو بخلاف شرعنا، فان النبي صلى الله عليه وسلم "قدنهى عن التعذيب النار" وقال "لايعذب بالنار الا الله" فلايجوز احراق الحيوان بالنار.

ولمافی الهندية:(۵/۳۶۱،طبع رشيديه) واحراق القمل والعقرب بالنار مكروه.

ولمافی الشامی:(۴/۱۲۹،طبع سعيد)

لكن جواز التحريق والتغريق مقيد كمافی شرح السير بما اذالم يتمكنوا من الظفر بهم بدون ذلك بلامشقة عظيمة فان تمكنوا فلايجوز.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب: محمد سجاد

۲۸ ذی الحجہ ۱۴۲۹ھ — فتویٰ نمبر: ۱۷۹۴

﴿ٹائلوں پر آیات قرآنی اور اللہ و رسول ﷺ کے اسماء لکھنے کا حکم﴾

﴿سوال﴾ میں ٹائلوں پر قرآنی آیات اور اللہ و رسول کے نام لکھنے کا کام کرتا ہوں، شرعی طور پر میرے لئے بطور پیشہ یہ کام کرنا کیسا ہے؟ مستفتی: محمد بلال

﴿جواب﴾ قرآنی آیات دیواروں اور ٹائلوں پر لکھنا پسندیدہ عمل نہیں ہے، اس لئے بہتر یہ ہے کہ معذرت کریں تاہم کام کی اجرت لینا حرام نہیں ہے۔

لمافی البحر الرائق:(۲/۱۸۷،طبع سعيد)

وليس بمستحسن كتابة القران على المحاريب والجدران لمايخاف من سقوط الكتابة وأن تنوطا وقال فی بحث المساجد ويكره أن تكون منقوشة بصور أو كتابة.

Scanned with CamScanner

Maktaba Tul Ishaat. com

ولما فی الھندیۃ:(۱/۳۸،طبع رشیدیہ)

ومنھا حرمۃ مس المصحف لایجوز لھما وللجنب والمحدث مس المصحف..... ولا یجوز مس شئ مکتوب فیہ شئی فی القرآن من لوح أودراھم أو غیر ذلک اذاکانت آیۃ تامۃ.

الجواب صحیح:عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب: سید مزمل شاہ تترخیل

۲۶ ربیع الاول ۱۴۳۰ھ — فتوی نمبر:۲۲۵۶

﴿جس گھڑی پر سونے کا پانی لگا ہو اس کا استعمال کیسا ہے؟﴾

﴿سوال﴾ جس گھڑی پر سونے کا پانی لگایا گیا ہو اس کو استعمال کرنا کیسا ہے؟

﴿جواب﴾ گھڑی اگر سونے یا چاندی کی ہو تو اس کا استعمال ناجائز ہے، البتہ گھڑی کے کیس یا چین کو سونے کا صرف پانی دیا گیا ہے تو ایسی گھڑی کا پہننا جائز ہے۔

لما فی الھندیۃ:(۵/۳۳۲،طبع رشیدیہ)

(الباب العاشر فی استعمال الذھب والفضۃ)ولایکرہ لبس ثیاب کتب علیھا بالفضۃ والذھب،وکذلک استعمال کل مموہ لأنہ اذاذوب لایخلص منہ شئ کذافی الینابیع..... اذاکان فی نصل السکین أوفی قبضۃ السیف فضۃ قال أبوحنیفۃ رحمہ اللہ تعالیٰ ان أخذ السکین من موضع الفضۃ یکرہ والافلا وقال أبویوسف رحمہ اللہ تعالیٰ یکرہ مطلقاو أما التمویہ الذی لایخلص فلابأس بہ باالاجماع کذافی الکافی.

الجواب صحیح:عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب: مزمل شاہ تترخیل

۲۷ جمادی الاول ۱۴۳۰ھ — فتوی نمبر:۲۲۴۵

﴿سونے، چاندی کے استعمال میں بالغ ونابالغ کا حکم یکساں ہے﴾

﴿سوال﴾ چھوٹے نابالغ بچوں کو سونا، چاندی لگا ہوا لباس پہنانا جائز ہے یا نہیں؟ یا ان کے لئے گنجائش ہے؟ کیونکہ وہ نابالغ ہیں — مستفتی: محمد ریحان

﴿جواب﴾ قرآن وحدیث نے مردوں کے لئے سونا، چاندی کے استعمال کو حرام قرار دیا ہے خواہ بالغ ہوں یا نابالغ، مردوں کے لئے صرف چاندی کی انگوٹھی کے استعمال کی گنجائش ہے، رہا یہ کہ نابالغ بچے تو غیر مکلف ہیں لیکن پہنانے والے چونکہ مکلف ہیں تو ایسی صورت میں گناہ پہنانے والوں کو ہوگا۔

لما فی الشامی:(۶/۳۵۲،طبع سعید)وفی الھدایۃ،ویکرہ أن یلبس الذکورمن الصبیان الذھب والحریر.

Scanned with CamScanner

ولما في التنوير مع الشرح (۶/۳۵۹-۳۶۰، طبع سعید)

(ولا يتحلى) الرجل (بذهب وفضة) مطلقا (إلا بخاتم ومنطقة وحلية سيف منها) أي الفضة إذا لم يرد به التزين.

ولما في التنوير مع الشرح (۶/۳۶۲-۳۶۳، طبع سعید)

(كره إلباس الصبي ذهبا أو حريرا) فإن ما حرم لبسه وشربه حرم إلباسه وإشرابه

وفي الشامية: (قوله وكره الخ) لأن النص حرم الذهب والحرير على ذكور الأمة بلا قيد البلوغ والحرية والإثم على من ألبسهم لأنا أمرنا بحفظهم ذكره التمرتاشي.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب: مزمل شاہ

۱۳ جمادی الثانی ۱۴۳۰ھ — فتویٰ نمبر: ۲۲۸۹

﴿ایسے ہوٹل میں کام کرنا جس میں شراب پیش کی جاتی ہو﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ میرا بھائی بیرون ملک میں ایک سرکاری ہوٹل میں ملازمت کرتا ہے جس میں شراب پلائی جاتی ہے بلکہ بعض دفعہ شراب کی ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقلی اور اس طرح کے دوسرے کام بھی سرانجام دینے پڑتے ہیں، ایسے ہوٹل میں کام کرنا شریعت کی رو سے کیسا ہے؟

مستفتی: جان محمد

﴿جواب﴾ ایسے ہوٹل میں کام کرنا فی نفسہ تو جائز ہے لیکن اعانت علی المعصیۃ کے علاوہ ایسے ماحول میں شب وروز کام کرتے ہوئے اس گناہ میں خود بھی مبتلا ہونے کا قوی اندیشہ ہے، لہٰذا معاش کے لئے کوئی دوسرا پاک ذریعہ تلاش کرتے رہیں، جب دوسری کوئی ترتیب بن جائے تو اس کام کو چھوڑ دیں۔

لما في التنوير مع الشرح (۶/۳۹۱، طبع سعید)

(وحمل خمر ذمي) بنفسه أو دابته (بأجر) لا عصرها لقيام المعصية بعينه.

وفي الشامية: قال الزيلعي: وهذا عنده وقالا هو مكروه "لأنه عليه الصلوة والسلام لعن في الخمر عشرة وعد منها حاملها" وله أن الإجارة على الحمل ـــ وإنما تحصل المعصية بفعل فاعل مختار، وليس الشرب من ضرورات الحمل، لأن حملها قد يكون للإراقة أو للتخليل، فصار كما إذا استأجره لعصر العنب أو قطعه والحديث محمول على الحمل المقرون بقصد المعصية ـــ اهـ ـــ ثم قال الزيلعي: وعلى هذا الخلاف لو آجره دابة لينقل عليها الخمر أو آجره نفسه ليرعى له الخنازير يطيب له الأجر عنده وعندهما يكره.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب: مزمل شاہ

۱۹ جمادی الثانی ۱۴۳۰ھ — فتویٰ نمبر: ۲۳۱۵

«سور کی کھال سے بنے ہوئے جوتے کے احکامات»

«سوال» کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ آج کل مکمل بوٹ یا بوٹ کا کچھ حصہ سور کی کھال سے بنا ہوا ہوتا ہے، وہ کھال بوٹ کے اندر حصے میں یا باہر حصے میں ہوتی ہے، کھال کا اسٹیکر اندر لگا ہوا ہوتا ہے، ایسے بوٹ کا استعمال اور خرید وفروخت جائز ہے یا نہیں؟ اور اس بوٹ میں گیلا پاؤں ڈالنے سے پاؤں ناپاک ہوگا یا نہیں؟

«جواب» مکمل بوٹ یا بوٹ کا کچھ حصہ سور کی کھال کا ہو تو اس کا استعمال اور خرید وفروخت ناجائز ہے، اسی طرح صرف اندر کا حصہ یا صرف باہر کا حصہ اس سے بنا ہوا ہے تو بھی اس کا استعمال جائز نہیں اور اگر سور کی کھال کا صرف اسٹیکر لگا ہوا ہے تو خرید وفروخت منع نہیں ہے اور سور کی کھال سے بنے ہوئے بوٹ میں گیلا پاؤں داخل کیا اور کھال نے اپنی خشکی کی وجہ سے پانی اپنی طرف جذب کرلیا تو پاؤں پاک ہے، البتہ معمول سے زیادہ اتنا پانی چمڑے کو لگا کہ تری چمڑے سے واپس پاؤں کی طرف بھی منتقل ہوئی تو پاؤں ناپاک ہے۔

لما فی الشامی:(۲۰۵/۱، کتاب الطھارۃ، باب المیاہ، طبع سعید)

والا فان کان نجس العین فلا تطھر شیا منه.

ولما فی التنویر مع الدر:(۲۰۴/۱، طبع سعید)(خلا) جلد (خنزیر) فلا یطھر

وفی الشامیة:(قوله فلا یطھر) ای لأنه نجس العین بمعنی ان ذاته بجمیع اجزاءه نجسة حیا ومیتا.

ولما فی بدائع الصنائع:(۶۳/۱، طبع سعید)

(واما) الخنزیر فقد روی عن ابی حنیفة أنه نجس العین لان الله تعالٰی وصفه بکونه رجسا فیحرم استعمال شعره وسائر اجزائه الا أنه رخص فی شعره للخرازین للضرورة وروی عن أبی یوسف فی غیر روایة الاصول انه کره ذلک ایضا نصا ولا یجوز بیعها فی الروایات کلها.

ولما فی بدائع الصنائع:(۱۴۲/۵، طبع سعید)

ولا ینعقد بیع جلد الخنزیر کیف ما کان لانه نجس العین بجمیع اجزائه.

ولما فی البحر الرائق:(۱۰۷/۱، طبع سعید)

واما الخنزیر فشعره وعظمه وجمیع اجزائه نجسة ورخص فی شعره للخرازین للضرورة ولا یجوز بیعه فی الروایات کلها، وکذا فی الھدایة:(۴۱/۱، طبع رحمانیه)

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب: عبدالرحمٰن کوئٹہ

۱۴۳۰ھ — فتویٰ نمبر:

﴿گرگٹ اور چھپکلی کو قتل کرنا باعث اجر ہے﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے لوگ گرگٹ (جس کو پشتو میں کربوڑے کہتے ہیں) کو دیکھ کر فوراً مارتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اس کو پہلے وار میں قتل کرنے پر سو/۱۰۰ نیکیاں ملتی ہیں اور دوسرے میں پچاس اور تیسرے میں پچیس اور وجہ یہ بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کو نمرود نے آگ میں ڈالا تو اسوقت اس گرگٹ نے آگ سلگانے کے لئے اس میں پھونکیں ماری تھیں یہ وجہ سمجھ میں نہیں آتی کہ جرم تو صرف ایک گرگٹ نے کیا لیکن سزا آج تک اس کی پوری نسل کو ملے۔

اگر یہی بات ہے تو پھر مکڑی نے بھی غار ثور کے دہانے پر آپ ﷺ کی پناہ کے لئے جالا بنایا تھا تو پھر اسکا بدلہ بھی یہی ہونا چاہیے کہ قیامت تک کسی مکڑی کو نہ مارا جائے حالانکہ علماء گھروں میں موجود مکڑی کو مارنے کا بتاتے ہیں؟ نیز یہ بھی بتائیں کہ کیا آج کل گھروں میں جو چھپکلیاں پھرتی ہیں وہ بھی گرگٹ کے حکم میں داخل ہیں؟ مستفتی: محمد مدثر کرک

﴿جواب﴾ آپ ﷺ نے گرگٹ کو مارنے کی ترغیب دی ہے اب گرگٹ کو قتل کرنا ہی باعث اجر ہوگا، چنانچہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص اس کو پہلے وار میں قتل کرے گا، اس کے لئے سو نیکیاں/۱۰۰ ہیں اور جو [illegible] وار میں مارے گا اس کے لئے اس سے کم اور تیسرے میں اس سے کم اور ابوداؤد شریف [illegible] مرتبہ میں قتل کرنے پر ستر/۷۰ نیکیوں کا ذکر ہے سب کا حاصل اسکے قتل کرنے کی ترغیب [illegible] اور لوگوں میں جو قصہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا مشہور ہے صحیح حدیث بھی اس کی تائید کرتی ہے لیکن اس کا یہ مطلب لینا مشکل ہے کہ صرف اسی وجہ سے آج کل کے گرگٹ کو بھی قتل کرنے کا حکم ہو چونکہ یہ موذی چیز ہے اس کی خصلت اور جبلت میں شر اور ضرر ہے، بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ قتل کا حکم اسی وجہ سے فرمایا ہو اور من جملہ شر اور ضرر میں سے نمرود کی آگ کو تیز کرنے کے لئے اس کا پھونکے مارنا بھی ہے شاید آپ ﷺ کا بھی اس قصہ کو بیان کرنے کا مقصد اس کی خباثت کو ظاہر کرنا ہو، گھروں میں جو چھپکلیاں پائی جاتی ہیں یہ بھی گرگٹ کی ایک قسم ہے اس کو بھی مارنے کا حکم ہے۔

لمافی الصحیح لمسلم: (۲۳۶/۲، طبع قدیمی)

من قتل وزغا فی اول ضربة کتبت له مائة حسنة وفی الثانیة دون ذالک وفی الثالثة دون ذلک۔

Maktaba Tul Ishaat. com

ولما فی سنن ابی داؤد(۲/ ۳۴۳-۳۴۲،طبع رحمانیہ)

عن عامر بن سعدؓ عن ابیہ قال امر رسول اللہ ﷺ بقتل الوزغ وسماہ فویسقا ـــ عن ابی ہریرۃؓ عن النبی ﷺ انہ قال فی اول ضربۃ سبعین حسنۃ.

ولما فی تکملۃ فتح الملہم(۲/ ۲۰۰،طبع دار العلوم کراچی)

وقد اورد المصنف ہذا الحدیث ہنا مختصر أوزاد البخاری فی الانبیاء وقال (ای رسول اللہ ﷺ) کان ینفخ علیٰ ابراہیم علیہ السلام وتفصیلہ ما اخرجہ ابن ماجۃ فی الصید (رقم ۳۲۱۷) باسناد صحیح عن سائبۃ مولاۃ الفاکہ بن المغیرۃ انہا دخلت علیٰ عائشۃؓ فرأت فی بیتہا رمحاً موضوعاً فقالت یا ام المؤمنین ما تصنعین بہذا؟ قالت: نقتل بہ الاوزاغ فان نبی اللہ ﷺ اخبرنا ان ابراہیم علیہ السلام لما ألقی فی النار لم تکن فی الارض دابۃ الا اطفأت النار غیر الوزغ فانہا کانت تنفخ علیہ فامر رسول اللہ بقتلہ قال شیخ الاسلام مولانا محمد تقی العثمانی: والذی یظہر لی "واللہ اعلم" ان النبی ﷺ انما بین ہذہ القصۃ لبیان خبث طبعہ ودناءۃ جبلتہ وانما السبب بقتلہ ہو کونہ مؤذیاً والا فالظاہر ان ما فعلتہ وزغات عہد ابراہیم ﷺ لا یعاقب بہ وزغات ہذا الزمان فالسبب الاصلی فی الامر بقتلہ ہو ایذاء ہ واعتداء ہ ومن جملتہ ما فعل ابناء جنسہ لسیدنا ابراہیم علیہ السلام

ولما فی تکملۃ فتح الملہم:(۲/ ۲۰۲،طبع دار العلوم کراچی)

قولہ کتبت لہ مائۃ حسنۃ ــــ فی اول ضربۃ سبعین حسنۃ ــــ وہذہ الاجوبۃ کلہا فیہا نظر لان الحدیث واحد والصحابی واحد والاختلاف انما نشأ فیما بین الذین رووا عن ابی ہریرۃؓ فلعل ابا ہریرۃ انما ذکر احد العددین وحملہ بعض الرواۃ علی التکثیر لا علی التحدید فاستعمل للتکثیر عدداً آخر عند روایتہ بالمعنیٰ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ | واللہ اعلم بالصواب: خالد الرحمٰن کرکی

۲۱ جمادی الثانی ۱۴۳۰ھ | فتویٰ نمبر: ۲۳۸۷

﴿پھلوں کی زیادتی یا عمدگی کے لئے درختوں میں پیوندکاری درست ہے﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے علاقہ میں لوگ پھلوں کی زیادتی اور عمدگی کے لئے درختوں میں پیوندکاری کرتے ہیں کبھی آڑو کے درخت میں سیب کی قلم کو کبھی خوبانی کے درخت میں ناشپاتی کبھی اس کا برعکس ہوتا ہے، اس کے نتیجے میں وہ درخت بھی عمدہ پھل دینا شروع کردیتے ہیں جو سرے سے پھل نہیں دیتے بلکہ صرف لکڑی کے لئے خاص ہیں، ان میں پھل دار درخت کا پیوند لگانا کیسا ہے؟

Scanned with CamScanner

اس عمل پر بعض حضرات نے نکیر کرتے ہوئے کہا کہ یہ تغییر فی خلق اللہ ہونے کی وجہ سے ناجائز ہے، کیا ان کا کہنا درست ہے؟ اگر نہیں تو شریعت مطہرہ میں اسکے جواز پر کیا دلیل ہے؟ واضح رہے کہ ان حضرات کا نکیر کرنا اس عمل کے نتیجے میں لکڑی کے حصول میں کمی ہونے پر مبنی نہیں۔

﴿جواب﴾ پھلوں کے درختوں میں ایسی پیوندکاری کرنا جو پھلوں کی عمدگی اور زیادتی کا سبب ہو (جیسا کہ سوال میں مذکور ہے) بلاشبہ جائز ہے خود نبی کریم ﷺ نے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ عنھم اجمعین کو ایسی پیوندکاری کی اجازت دی ہے۔

لمافی المشکوٰۃ:(۱/۲۷-۲۸،طبع سعید)

عن رافع بن خدیج قال قدم نبی اللہ ﷺ المدینۃ وھم یأبرون النخل فقال ماتصنعون قالوا کنانصنعہ قال لعلکم لولم تفعلوا کان خیرا فترکوہ فنقصت قال فذکروہ ذلک لہ فقال انما انا بشر اذا امرتکم بشئ من امر دینکم فخذوابہ واذا امرتکم بشئ من رأیی فانما انا بشر رواہ مسلم.

ولمافی المرقاۃ:(۱/۳۲۵،طبع رشیدیہ)

ای یجعلون الذکر فی الانثی..... والتابیر الاصلاح والمعنی یشققون طلع الاناث ویذرون فیہ طلع الذکر لیجئ ثمرہ جیدا اذ النخلۃ خلقت من فضلۃ طینۃ آدم علیہ السلام علیٰ ما ورد فلا بد عادۃ فی صلاح نتاجھا من اجتماع طلع الذکر مع طلع الانثیٰ..... وفی المصابیح فقال علیہ السلام "انتم اعلم منی بأمور دنیاکم.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب: خالد الرحمٰن کرکی

۲۸ جمادی الثانی ۱۴۳۰ھ — فتویٰ نمبر: ۲۳۵۳

﴿شوقیہ نوکری کرنے والی عورت کی کمائی کا حکم﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین ایسی عورت کی کمائی کے بارے میں کہ جو شوقیہ نوکری کرتی ہے اور پردہ وغیرہ کا اہتمام بھی نہیں کرتی، مزید یہ کہ جس ادارے میں وہ کام کرتی ہے وہ ادارہ ایک اخبار رسالہ چھاپتا ہے جس میں انتہائی بیہودہ اور نیم عریاں عورتوں کی تصاویر ہوتی ہیں، کیا ایسی عورت کی کمائی حلال ہے یا حرام؟ اور اگر حرام ہے تو مندرجہ بالا وجوہ میں سے کون سی وجہ سے حرام ہے؟ بینوا توجروا۔

مستفتی: مجتبیٰ طارق

﴿جواب﴾ دین اسلام میں مرد اور عورت ہر ایک کی الگ الگ ذمہ داری ہے عورت کے حصہ گھر کے کام کاج اور بچوں کی تربیت ہے جبکہ مرد کے ذمہ باہر کے کام اور روزی کا انتظام ہے

Scanned with CamScanner

اسی لئے اللہ رب العزت نے بیوی کا نان ونفقہ بھی شوہر کے ذمہ واجب قرار دیا ہے اور بیوی کو بلاضرورت گھر سے باہر نکلنے کو منع فرمایا ہے۔

لہٰذا یہ عورت اگر شادی شدہ ہے اور اس کا شوہر ضروری خرچے کا بندوبست کر رہا ہے تو اس عورت کی نوکری شوقیہ تصور ہوگی اور کسی طرح جائز نہ ہوگی، اس سے حاصل ہونے والی کمائی حرام اگرچہ نہیں ہے لیکن پاک وطیب بھی نہیں ہے، اس عورت کی کمائی میں مذکورہ ہر ایک وجہ سے خباثت آرہی ہے۔

لمافی قوله تعالی:(سورةالاحزاب،ایت۳۳)﴿وقرن فی بیوتکن﴾

ولمافی روح المعانی:(۲۲/۲۵۵،طبع رشیدیه)

عن ابن مسعودقال النبی ﷺ"ان المراة عورة فاذاخرجت من بیتها استشرفها الشیطان واقرب ماتکون من رحمة ربها وهی فی قعربیتها".

ولمافی البزازیة علی هامش الهندية:(۵/۲۱،طبع رشیدیه)

وان استاجره لیکتب له غناء بالفارسیة اوبالعربیة قیل لایحل الاجروالمختارانه یحل لان المعصیة فی القراة.

ولمافی الولوالجیة:(۳/۳۸۷،طبع فاروقیه پشاور)

ولواستاجررجلالیکتب له غناء، اولیبنی بیعة اوکنیسة اواستاجرته امراة لیکتب لها کتاباالی حبیبها، اواستاجره لینحت له طنبورا، اویربط [illegible] طیب له ذلک الاانه اثم بذلک، لانه اعانة علی المعصیة.

ولمافی الفقه الاسلامی وادلته:(۵/۳۸۱۷،طبع رشیدیه)

اماالاستئجارلکتابة الغناء والنوح فهوجائزعندالحنفیة [illegible] الممنوع عنه نفس الغناء والنوح لاکتابتهما.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ | واللہ اعلم بالصواب: محمد حامد عبدالمتین

۱۰صفرالخیر۱۴۳۱ھ | فتویٰ نمبر:۲۵۰۶

﴿سگریٹ کی خرید وفروخت اور اس کے منافع سے کی ہوئی دعوت کا حکم﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک آدمی سگریٹ کی خرید وفروخت کا کام کرتا ہے، اس کا یہ کاروبار کرنا جائز ہے یا نہیں؟ اسی طرح اس کے گھر کا کھانا کھانے کا کیا حکم ہے؟

مستفتی: محمد نعیم قائد آباد

﴿جواب﴾ سگریٹ نشہ آور نہیں ہے اگرچہ مضر صحت ہے، اس لئے اس کا استعمال مکروہ

ہے چونکہ اس کے عادی لوگوں کے لئے ایک ضرورت کی چیز بن جاتی ہے، اس لئے اس کا کاروبار جائز ہے اور اس کا کاروبار کرنے والوں کی دعوت قبول کرنا بھی جائز ہے۔

لمافی الدرالمختار:(۶/۴۶۰،طبع سعید)

وفی الاشباہ فی قاعدۃ:الأصل الاباحۃ أو التوقف..... والنبات المجھول سمتہ اھ قلت: فیفہم منہ حکم النبات الذی شاع فی زماننا المسمی بالتتن فتنبہ.

وفی الشامیۃ:(قولہ الأصل الاباحۃ أو التوقف)المختار الأول عند الجمھور من الحنفیۃ والشافعیۃ کما صرح بہ المحقق ابن الھمام فی تحریر الأصول(قولہ فیفہم منہ حکم النبات)وھو الاباحۃ علی المختار أو التوقف.وفیہ اشارۃ الی عدم تسلیم اسکارہ وتفتیرہ واضرارہ.

الجواب صحیح:عبدالرحمٰن عفااللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب:علی خان

۱۹ ربیع الاول ۱۴۳۱ھ — فتوی نمبر:۲۶۳۷

﴿غیر مسلم شخص کے لئے قرآن کریم کو بلا حائل چھونا ممنوع ہے﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے سکولوں میں اسلامیات کی کتاب لازمی طور پر پڑھائی جاتی ہے جس میں سورتیں اور ترجمہ لکھا ہوا ہوتا ہے اور پھر طلباء میں مسلم اور غیر مسلم دونوں قسم کے ہوتے ہیں، اب پوچھنا یہ ہے کہ غیر مسلم طلباء کو پڑھنے کے لئے قاعدہ یا پارہ دینا اور ان کو پڑھانا جائز ہے یا نہیں؟ مستفتی:سکول ہیڈ ماسٹر کمالیہ پنجاب

﴿جواب﴾ مسلمان بالغ کے لئے بغیر وضوء کے قرآن یا آیت کریمہ کو چھونا بغیر حائل کے جائز نہیں ہے اور نابالغ بچوں کے لئے بھی بہتر یہ ہے کہ وضوء میں ہوں جبکہ ان کے لئے بغیر وضوء کے بھی چھونا جائز ہے کیونکہ یہ مکلف نہیں ہیں اور یہی حکم غیر مسلم نابالغ بچوں کا بھی ہے۔

البتہ غیر مسلم بالغ کے لئے قرآن یا آیت کریمہ کو بلا حائل چھونا ممنوع ہے لیکن قرآنی تعلیمات ان کو سکھانا بلاشبہ جائز ہے، اساتذہ کرام ایسے شاگردوں کو قرآن کریم وغیرہ کپڑے کے توسط سے ہاتھ لگانے کی تاکید کریں۔

لمافی الطحطاوی علی الدر:(۱/۱۰۰،طبع رشیدیہ)

قولہ ویمنع النصرانی من مسہ لوقال یمنع الکافر لکان اولی اذ النصرانی لیس بقید فیما یظھر والضمیر فی مسہ یرجع للمصحف مطلقا کما ھو فی نسخۃ.

وھکذا فی الشامی:(۱/۱۷۷،طبع سعید)

Scanned with CamScanner

Maktaba Tul Ishaat. com

ولمافی الفتاوی القاضی خان:(۳۲۱/۳،طبع قدیمی)

کافر من اهل الذمة او من اهل الحرب طلب من مسلم ان یعلمه القرآن والفقه قالوا لابأس بان یعلمه القرآن والفقه فی الدین لانه عسی ان یهتدی الی الاسلام فیسلم الا ان الکافر لایمس المصحف.

ولمافی الفتاوی التاتارخانیة:(۳۶۱/۱،طبع قدیمی)

النصرانی اذاتعلم القرآن ای اذا اراد تعلم القرآن یعلمه ویفهمه کذلک لانه عسی یهتدی لکن لایمس المصحف وان اغتسل ثم مسه لابأس به.

ولمافی التنویر مع الدر:(۱۷۴/۱،طبع سعید)

(ولا)یکره(مس صبی لمصحف ولوح)ولابأس بدفعه الیه وطلبه منه للضرورة، اذالحفظ فی الصغر کالنقش فی الحجر.

وفی الشامیة:فیه ان الصبی غیر مکلف ......(قوله للضرورة)لان فی تکلیف الصبیان وامرهم بالوضوء حرجابهم.

الجواب صحیح:عبدالرحمٰن عفااللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب:عقیل احمد حقانی عفی عنہ

یکم رجب المرجب ۱۴۳۱ھ — فتویٰ نمبر:۲۷۳۰

شوہر کو مطیع کرنے کے لئے تعویذ دینے کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مندرجہ ذیل مسئلہ کے بارے میں کہ لوگ میرے پاس تعویذ وغیرہ لینے آتے ہیں،بعض مرتبہ عورتیں اپنے مرد کو اپنا مطیع کرنے کو تعویذ لینے آتی ہیں،کیا یہ تعویذ دینا جائز ہے یا نہیں؟اور بعض مرتبہ ایسے تعویذ دیتا ہوں جو کہ آیات قرآنی کے علاوہ ہوتے ہیں،کیا ان کا دینا جائز ہے یا نہیں؟جواب دے کر عنداللہ ماجور ہوں۔

جواب: قرآنی آیات،مسنون کلمات سے تعویذ تیار کرنا جائز ہے،اس کے علاوہ دیگر کلمات سے بھی تعویذ تیار کرنا جائز ہے بشرطیکہ ان کا مفہوم معلوم ہو،شیاطین سے استعانت یا شرکیہ کلمات نہ ہوں اور ہر جائز مقصد کے لئے دے سکتے ہیں،میاں بیوی کی محبت کے لئے بھی دے سکتے ہیں۔

لیکن تعویذات کے نام سے موجودہ دور کے جعلی عاملوں نے تو باقاعدہ ایک دھندا بنایا ہوا ہے،سادہ لوح مسلمان تو تعویذ کی عقیدت سے ان کے پاس جاتے ہیں لیکن ایک بار جو بھی گیا، ان کے پاس تو نفسیاتی مریض بنے بغیر شائد کوئی رہا ہو،جسمانی مریض ہو یا تکوینی حالات ہر

ایک کو باور کرواتے ہیں کہ جادو ہے، بندش ہے، قریبی رشتہ داروں نے کوئی سفلی عمل کیا ہے، یا جنات کے لپیٹے میں آیا ہوا ہے۔

وہ شخص پہلے سے پریشان تو ہے اب مزید بدگمانی کا شکار ہو جاتا ہے، قریبی ہمدردوں کو بھی دشمن سمجھنے لگتا ہے، ہر ایک پر شک کرتا ہے، یہاں تک کہ صرف اسی شک کی بنیاد پر بے گناہ کو قتل بھی کر دیتے ہیں، اس طرح کے واقعات ہمارے علم میں ہیں۔

اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ جادو ہے، جنات ہیں ان کے اثرات بھی ہیں لیکن مشاہدہ میں آنے والی چیزیں تو ہیں نہیں، اس لئے ان کے اثرات سے یہ شخص متاثر ہے یا نہیں؟ اس بارے میں یقینی بات کہنا تو قطعاً غلط ہے، زیادہ سے زیادہ ایک اندازہ ہوسکتا ہے اور یہ صفت بھی بہت کم لوگوں کو حاصل ہے، جن کو حاصل ہے وہ عامل نہیں سمجھے جاتے اور نہ ان کی کوشش ہوتی ہے کہ ہمیں عامل سمجھا جائے، اس لئے کہ وہ دھندہ کے طور پر کام نہیں کرتے اور جو دھندہ کے طور پر کام کرتے ہیں وہ اپنی دوکانداری کو چمکانے کے لئے جھوٹ، سچ کا سہارا لیتے ہیں۔

اس کے علاوہ بدنظری، غیر محرم عورتوں کیساتھ بے تکلفانہ باتیں وغیرہ مستقل گناہ کے کام ہیں، اس لئے دینی طبقہ کو اس کام سے دور رہنے کا مشورہ دیتے ہیں، شروع میں جذبات اچھے ہوں، برائی اور جھوٹ سے اگرچہ انسان دور ہوتا ہے لیکن اس کام میں تھوڑی سی شہرت ملنے کے بعد بڑا مشکل ہے کہ انسان بڑے گناہوں سے بچ سکے۔

لمافی تکملہ فتح الملہم:(۳۱۸/۴،طبع دار العلوم کراچی)

فدل هذاالحديث صراحة على ان الرقيه الممنوعةفي الحديث انماهي رقيةاهل الشرك التى يستمدون فيهابالشياطين وغيرها أماالرقيةالتى لاشرك فيهافانها مباحة.

ولمافی الشامی:(۳۶۳/۶،طبع سعید)

ولاباس بالمعاذات اذاكتب فيهاالقرآن،اواسماء الله تعالى،ويقال رقاه الراقى رقياورقية اذاعوذه ونفث فى عوذته......واماماكان من القرآن اوشئ من الدعوات فلاباس به اه.

ولمافی الشامی:(۴۲/۱،طبع سعید)

وفيه انه وردفى الحديث النهى عن التولةبوزن عنبة،وهى مايفعل ليحبب المراةالى زوجهااه.

ولمافی الشامی:(۴۲۹/۶،طبع سعید)

قال فى الخانية:امرأةتصنع آيات التعويذليحبهازوجهابعدماكان يبغضهاذكرفى

Maktaba Tul Ishaat. com

الجامع الصغیر:ان ذلک حرام ولایحل اھ وذکرابن وھبان فی توجیھہ:انہ ضرب من السحر و السحرحرام اھ ط ومقتضاہ انہ لیس مجرد کتابۃ آیات،بل فیہ شیئی زائد قال الزیلعی:وعن ابن مسعودؓانہ قال سمعت رسول اللہ ﷺیقول:"ان الرقی والتمائم و التولۃشرک)رواہ ابوداودوابن ماجہ.

والتولۃای بوزن عنبۃضرب من السحرقال الاصمعی وھوتحبیب المراۃالی زوجھا ،و عن عروۃبن مالکؓ انہ قال:کنافی الجاھلیۃنرقی فقلنایارسول اللہ کیف تری فی ذلک ؟ فقال(اعرضواعلی رقاکم لاباس بالرقی مالم یکن فیہاشرک)رواہ مسلم وابو داودوتمامہ فیہ وقدمناشیئامن ذلک قبیل فصل النظروبہ اندفع تنظیرابن الشحنۃ فی کون التعویذضربامن السحر.

الجواب صحیح:عبدالرحمٰن عفااللہ عنہ　　　　واللہ اعلم بالصواب:محمدزبیراکرام

۱۳جمادی الاولیٰ۱۴۳۱ھ　　　　فتویٰ نمبر:۲۶۹۷

﴿کنوینشنل سودی بینک کے ساتھ معاملات کاحکم﴾

﴿سوال﴾ کوئی شخص یاادارہ اپنی تیار کردہ حلال مصنوعات (منرل واٹر)وغیرہ سودی بینک کوفروخت کرناچاہےاوراس سے حاصل ہونے والی آمدنی کواپنے استعمال میں لاناچاہےتو شرعااس فروختگی اورآمدنی کاکیاحکم ہے؟　　مستفتی:ذیشان احمدخان پی اینڈٹی سوسائٹی کورنگی کراچی

﴿جواب﴾سودی بینک کے ساتھ اس طرح کامعاملہ کرنافی نفسہ جائزہےاوراس سے حاصل ہونے والی آمدنی بھی حرام نہیں ہے،اس لئے کہ سودی بینک کے پاس عام لوگوں کی جو رقوم جمع ہوتی ہیں،وہ تمام رقوم بینک کے ذمہ قرض ہوتی ہیں اورسودی آمدن ان تمام رقوم کے مقابلہ میں غالب نہیں اورخودبینک والوں کے لئے اورفروخت کرنے والے کے لئے سودی رقم اورغیرسودی رقم میں تمیزمشکل ہے،لہٰذاحاصل ہونے والی آمدنی حلال ہے،تاہم احتیاط اسی میں ہے کہ سودی بینک والوں سے معاملہ نہ کرے۔

لمافی الشامی:(۹۹/۵،طبع سعید)

ان کان مالامختلطامجتمعامن الحرام ولایعلم اربابہ ولاشیئامنہ بعینہ حل لہ حکماوالاحسن دیانۃالتنزہ عنہ.

ولمافی الشامی:(۲۳۵/۵،طبع سعید)

(قولہ اکتسب حراماالخ)توضیح المسئلۃمافی التتارخانیۃ حیث قال:رجل اکتسب مالامن حرام ثم اشتری فہذاعلی خمسۃاوجہ:۔۔۔أواشتری قبل الدفع بہاودفع غیرھا

او اشترى مطلقا ودفع تلك الدراهم او اشترى بدراهم اخر ودفع تلك الدراهم ـــ وقال الكرخي في الوجه الاول والثاني لايطيب وفي الثلاث الاخيرة يطيب وقال ابوبكر: لايطيب في الكل لكن الفتوى الآن على قول الكرخي دفعا للحرج عن الناس اهـ

الجواب صحیح عبدالرحمٰن عفااللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب: انیس طالب

یکم صفر ١٤٣١ھ — فتویٰ نمبر: ٣٣٠٦

﴿ورثاء کے لئے سودی رقم حلال نہیں﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام کہ اگر کسی شخص کا انتقال ہو جائے اور اس کے ترکہ میں سودی بینک سے لی گئی سودی رقم بھی موجود ہو اور ورثاء کو اس کے بارے میں علم بھی ہو تو اس ترکہ میں سے ورثاء کے حصہ میں جو حرام سودی رقم آئی ہو اس کو استعمال میں لانا شرعاً درست ہے یا نہیں؟ رہنمائی فرما کر مشکور وممنون فرمائیں۔ مستفتی: محمد طیب اورنگی ٹاؤن

﴿جواب﴾ سودی رقم چونکہ مال حرام ہے اور ورثاء کو اس مال حرام کی مقدار کے بارے میں علم بھی ہے، لہٰذا ان کے حق میں سودی رقم کو استعمال میں لانا شرعاً جائز نہیں ہے بلکہ ان کو چاہیے کہ ہر ایک کے حصہ میں جتنی سودی رقم آئی ہو اتنی ہی رقم مساکین پر صدقہ کردیں اور باقی رقم ورثاء اپنے استعمال میں لائیں۔

ولما في الشامي: (٩٩/٥، طبع سعيد)

والحاصل انه ان علم ارباب الاموال وجب رده عليهم، والا فان علم عين الحرام لا يحل له ويتصدق به بنية صاحبه وان كان مالا مختلطا مجتمعا من الحرام ولا يعلم اربابه ولا شيئا منه بعينه حل له حكما والاحسن ديانة التنزه عنه.

ولما في الدر مع الرد: (٣٨٥/٦-٣٨٦، طبع سعيد)

وعلى هذا لومات مسلم وترك ثمن خمر باعه مسلم لايحل لورثته كما بسطه الزيلعي و في الأشباه الحرمة تنتقل مع العلم الا للوارث الااذا علم ربه ـــ قلت: ومر في البيع الفاسد لكن في المجتبى مات وكسبه حرام فالميراث حلال ثم رمز وقال لانأخذ بهذه الرواية وهو حرام مطلقا على الورثة فتنبه ـــ وفي الشامية: (قوله الااذا علم ربه) اى رب المال فيجب على الوارث رده على صاحبه (قوله وهو حرام مطلقا على الورثة) اى سواء علموا اربابه اولا فان علموا اربابه ردوه عليهم، والا تصدقوا به كما قدمناه آنفا عن الزيلعي ـــ أقول: ولا يشكل ذلك بما قدمناه آنفا عن الذخيرة والخانية لان الطعام أو الكسوة ليس عين المال الحرام فانه اذا اشترى به شيئا يحل أكله على تفصيل تقدم

Maktaba Tul Ishaat. com

في كتاب الغصب بخلاف ماتركه ميراثافانه عين المال الحرام وان ملكه بالقبض والخلط عند الامام فانه لايحل له التصرف فيه قبل اداء ضمانه،وكذالوارثه ثم الظاهران حرمته على الورثة في الديانة لا الحكم فلايجوزلوصي القاصرالتصدق به ويضمنه القاصر اذابلغ تامل.(قوله فتنبه)اشاربه الى ضعف مافي الاشباه ط.

الجواب صحیح:عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب:نعیم اقبال عفا اللہ عنہ

۱۰ جمادی الثانی ۱۴۳۱ھ — فتویٰ نمبر:۲۷۲۵

﴿بچوں کو قضاء حاجت کے لئے قبلہ رخ بٹھانا جائز نہیں﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ چھوٹے بچوں کو جب پیشاب وغیرہ کی حاجت پیش آتی ہے تو بعض اوقات عورتیں ان بچوں کو قضاء حاجت کے لئے قبلہ کی جانب رخ کر کے بٹھادیتی ہیں عورتوں کے لئے بچوں کو قضاء حاجت کے لئے قبلہ کے رخ پر بٹھانا شرعاً درست ہے یا نہیں؟ حالانکہ قضاء حاجت کے دوران قبلہ کی جانب رخ کرنا یا پشت کرنا ممنوع ہے۔ براہ کرم رہنمائی فرما کر مشکور فرمائیں۔ مستفتی:امان اللہ کرک

﴿جواب﴾ قضاء حاجت کے دوران قبلہ کی جانب رخ کرنا یا پشت کرنا دونوں شرعاً ممنوع ہیں،فقہاء کرام نے اس کو مکروہ تحریمی لکھا ہے اور شریعت میں جو عمل بڑوں کے لئے ممنوع ہے تو بڑوں کو چاہیے کہ اپنے بچوں کو بھی ایسے عمل سے باز رکھیں،لہٰذا صورت مسئولہ میں عورتوں کا یہ فعل غلط ہے،قضاء حاجت کے لئے بچوں کو ایسی سمت میں بٹھائیں کہ نہ تو قبلہ کی طرف ان کا چہرہ ہو اور نہ ہی پشت ورنہ وہ گنہگار ہونگی اور بچوں پر بھی برا اثر پڑے گا۔

لمافي الاشباه والنظائر:(ص۲۸۱،طبع قديمي)

ماحرم على البالغ فعله حرم عليه فعله لولده الصغير،فلايجوزأن يسقيه خمراولاان يلبسه حريرا......ولااجلاس الصغيرلغائط أوبول مستقبلااومستدبرا.

ولمافي التنويرمع الدر:(۳۴۲/۱،طبع سعيد)

(وكذايكره)هذه نعم التحريمية والتنزيهية(للمرأةامساك الصغيرلبول أوغائط نحو القبلة)

وفي الشامية:اى بخلاف كراهية الاستقبال والاستدبار فانها تحريمية كمانص عليه أولا ......(قوله امساك صغير)هذه الكراهة تحريمية لانه قدوجد الفعل من المرأة ط.

الجواب صحیح:عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب:نعیم اقبال عفا اللہ عنہ

۲۹ ربیع الثانی ۱۴۳۱ھ — فتویٰ نمبر:۲۷۲۳

Scanned with CamScanner

﴿افیون کے استعمال اور خرید فروخت کا حکم﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ افیون کا استعمال اور خرید وفروخت مسلمان کے لئے جائز ہے یا نہیں؟ مستفتی: سعید عثمان کوہستانی

﴿جواب﴾ افیون کا استعمال بقدر نشہ حرام ہے اور اس سے کم حرام نہیں ہے بلکہ جائز ہے، دواؤں میں بکثرت استعمال ہوتا ہے بیع بھی جائز ہے، البتہ جو چیز صرف نشہ کے لئے استعمال ہوتی ہو مثلا ہیروین تو اسکا کاروبار بھی جائز نہیں ہے لیکن افیون کا استعمال دونوں طرح ہوتا ہے، اس لئے کاروبار جائز ہے۔

لمافی التنویر مع الرد:(۶/۴۵۷-۴۵۸،طبع سعید)

(ویحرم أکل البنج والحشیشة والأفیون لکن دون حرمة الخمر الخ)...وفی الشامیة:بل الصواب أن مرادصاحب الهدایة وغیره اباحة قلیله للتداوی ونحوه ومن صرح بحرمته أراد به القدر المسکر منه...من غاب عقله بالبنج والأفیون یقع طلاقه اذااستعمله للهوو ادخال الأفات قصداً لکونه معصیة،وان کان للتداوی فلا لعدمها،کذافی فتح القدیر،وهو صریح فی حرمة البنج والأفیون لاللدواء،وفی البزازیة:والتعلیل ینادی بحرمته لاللدواء اه کلام البحر.

ولمافی التنویر مع الدر:(۶/۴۵۳،طبع سعید)

(وصح بیع غیر الخمر)مما مر،ومفاده صحة بیع الحشیشة والأفیون...وفی الشامیة:(قوله وصح بیع غیر الخمر)ای عنده خلافا لهمافی البیع والضمان...ثم ان البیع وان صح لکنه یکره کمافی الغایة...الخ.

الجواب صحیح: عبد الرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب: احمد علی عفی عنہ

۲۰ ربیع الاول ۱۴۳۱ھ — فتویٰ نمبر: ۲۶۳۰

﴿جائے نماز پر خانہ کعبہ کی تصویر کا حکم﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ جس جائے نماز پر خانہ کعبہ اور روضہ اقدس کی تصویر منقش ہو اس پر نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟ اور ان تصاویر پر نماز پڑھنے سے خانہ کعبہ کی تعظیم کوئی فرق تو نہیں آتا؟

﴿جواب﴾ غیر جاندار چیزوں کی تصویر شرعا منع نہیں ہے لہذا جائے نماز پر خانہ کعبہ کی تصویر سے نماز پر کوئی اثر نہیں پڑتا اور یہ خانہ کعبہ کی تعظیم کے بھی خلاف نہیں ہے، خانہ کعبہ کے اندر بھی

Scanned with CamScanner

Maktaba Tul Ishaat. com

نماز پڑھی جاتی ہے، جب وہ تعظیم میں کے منافی نہیں تو تصویر والی جائے نماز پر نماز پڑھنا بھی تعظیم کے منافی نہیں ہوگا۔

لمافی التنویر مع الدر:(۱/۶۴۹،طبع سعید)(أولغیر ذی روح لا)یکرہ لأنہا لاتعبد.

وفی الشامیة:(قولہ لأنہا لاتعبد)ای ہذہ المذکورات وحینئذ فلایحصل التشبہ.

ولمافی حلبی الکبیر:(ص۳۱۲،طبع نعمانیہ)

وأما صورة غیر ذی الروح فلاخلاف فی عدم کراہة الصلاة علیہا أوالیہا.

ولمافی التاتارخانیة:(۱/۴۳۵،طبع قدیمی)

ولوصلی فی جوف الکعبة أوعلی سطحہا جازالی ای جہة توجہ.

الجواب صحیح:عبدالرحمٰن عفااللہ عنہ ۔۔۔ واللہ اعلم بالصواب:احمد علی عفی عنہ

۷ ربیع الاول ۱۴۳۱ھ ۔۔۔ فتویٰ نمبر:۲۳۸۹

﴿مونوگرام پر لکھے مقدس نام کے ساتھ بیت الخلاء جانے کا حکم﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے متعلق کہ ہمارے مدرسہ کے یونیفارم پر جو مونوگرام ہے، اس پر مدرسہ خدیجة الکبریٰ لکھا ہوا ہے، کیا ایسے یونیفارم پہن کر طلباء بیت الخلاء جاسکتے ہیں؟ قرآن وسنت کی روشنی میں جواب دیکر رہنمائی فرمائیں۔

﴿جواب﴾ محترمہ خدیجة الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا دعوتِ حق کی پہلی تائید اور نصرت کرنے والی خاتون ہیں اور پوری امت مسلمہ کی پہلی ماں ہیں جن کے مقدس نام کا احترام بلاشبہ لازم ہے، بیت الخلاء اور ناپاک جگہوں میں اس طرح کے مقدس نام کھلے طور پر لے جانا ادب واحترام کے منافی ہے اور بار بار کپڑے وغیرہ کے ذریعہ ڈھانپنا بچوں کی بس کی بات نہیں ہے۔

اس لئے ایسے مونوگرام جس میں واضح طور پر مدرسہ یا خدیجة الکبریٰ لکھا ہوا ہو جیبوں پر چسپاں کرنا غلط ہے، اول تو دینی مدارس کے طلباء وطالبات کے لئے مونوگراموں کی کوئی ضرورت نہیں ہے، یہ ہمارے اسلاف اور بزرگوں کا کوئی طریقہ نہیں تھا اگر شوق ہو تو کسی پھول وغیرہ کا مونوگرام بنا کر لگائیں۔

لمافی مجمع الأنہر:(۴/۲۳،طبع المنار کوئٹہ)

وکذا دخول الخلاء وفی اصبعہ خاتم فیہ شیٔ من القرآن أومن أسمائہ تعالیٰ لمافیہ من ترک التعظیم وقیل لایکرہ ان جعل فصہ الی باطن الکف،لوکان مافیہ شیٔ من القرآن أومن اسمائہ تعالیٰ فی جیبہ لاباس بہ وکذالوکان ملفوفافی شیٔ لکن التحرز أولی.

Scanned with CamScanner

ولمافي حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح:(ص۳۰،طبع قديمي)

(ويكره الدخول للخلاء ومعه شئ مكتوب الخ)......ثم محل الكراهة ان لم يكن مستوراً فان كان في جيبه فانه حينئذلا بأس به وفي القهستاني عن المنية:الأفضل أن لايدخل الخلاء وفي كمه مصحف الااذااضطرونرجوأن لايأثم بلااضطرار.

ولمافي الفقه الاسلامي وأدلته:(۳۵۵/۱،طبع رشيديه)

ألايحمل مكتوباذكراسم الله عليه،أوكل اسم معظم كالملائكةوالعزيزوالكريم و محمد وأحمد،لماروى انس(رضي الله عنه)"أن النبي صلى الله عليه وسلم كان اذا دخل الخلاء وضع خاتمه"(رواه ابن ماجةوأبوداؤد)وكان فيه:محمدرسول الله،فان احتفظ به واحترزعليه من السقوط فلابأس.

الجواب صحیح:عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ　　　　واللہ اعلم:عبدالوہاب لغمانی عفا اللہ عنہ

۳رجب المرجب ۱۴۳۱ھ　　　　فتویٰ نمبر:۲۷۳۴

﴿شاگرد کو سزا اور تعزیر دینے کا حکم﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے گاؤں میں اکثر قراء حضرات طلباء کو کسی شرارت پر یا سبق یاد نہ کرنے پر بہت مارتے ہیں تو استاد کو شاگرد مارنے کی کس حد تک اجازت ہے؟　　　　مستفتی:محمد اشتیاق صوابی

﴿جواب﴾ جس طرح والد کو اپنی اولاد کی تربیت و مصلحت کی خاطر سزا دینے کا حق حاصل ہے،اسی طرح استاد کو بھی حاصل ہے،تاہم اس کی کھلی اجازت نہیں ہے بلکہ شریعت نے کچھ حدود مقرر کئے ہیں،انہی حدود میں رہتے ہوئے اس کی گنجائش ہے۔

(۱)محض خیر خواہی کا جذبہ ہو غصہ نکالنا جائز نہیں ہے بلکہ غصہ محسوس کرے تو اس وقت نہ مارے انتظار کرے جب غصہ کی کیفیت مکمل دور ہو تو اس وقت ضرورت سمجھے تو سزا دے۔
(۲)چہرے پر اور نازک جگہوں پر مارنا جائز نہیں ہے۔(۳)تین ضربوں سے زیادہ کی گنجائش نہیں ہے۔(۴)ایسا ضرب جس سے زخم یا جسم پر نشان پڑ جائے جائز نہیں ہے۔

لمافي الشامي:(۷۸/۴،طبع سعيد)

ولوامرغيره بضرب عبده حل للمامورضربه بخلاف الحر قال:فهذاتنصيص على عدم جوازضرب ولدالآمربامره،بخلاف المعلم لان المامور يضربه نيابة عن الاب لمصلحته والمعلم يضربه بحكم الملك بتمليك ابيه لمصلحة الولد اه وهذااذالم يكن الضرب فاحشاكماياتي في المتن قريبا.

Maktaba Tul Ishaat. com

ولمافی الشامی:(۱/۳۵۲،طبع سعید)

(قوله بيد)اى ولايجاوز الثلاث،وكذلک المعلم ليس له ان يجاوزها قال عليه السلام لمرداس المعلم "اياك ان تضرب فوق الثلاث،فانک اذاضربت فوق الثلاث اقتص الله منک "اه.

ولمافی البحر الرائق:(۵/۴۹،طبع سعید)

قال رضي الله عنه فهذاتنصيص على عدم جواز الضرب ولدالآمر بامره بخلاف المعلم لان المامور يضربه نيابة عن الاب لمصلحته والمعلم يضربه بحكم الملک بتمليک ابيه لمصلحة الولد.

الجواب صحیح:عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب:احمد علی عفی عنہ

۵ ربیع الثانی ۱۴۳۱ھ — فتویٰ نمبر:۲۵۶۹

﴿داماد کا اپنی ساس سے گلے ملنا،بوسہ لینا اور خدمت بدنیہ کرنا خطرناک ہے﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں حضرات علماء کرام کہ(۱)داماد کا اپنی ساس سے گلے ملنا،بوسہ لینا اور خدمت بدنیہ کرنا(ہاتھ،پاؤں دبانا)شرعاً کیسا ہے؟(۲)اور سسر کا اپنی بہو کو گلے سے لگانا،بوسہ دینا اور خدمت بدنیہ لینا(ہاتھ پاؤں دبوانے)کا کیا حکم ہے؟ مستفتی:طالب حسین

﴿جواب﴾ شرعاً ناجائز اور ممنوع ہے،ایسا کرنے سے دونوں میں سے کسی ایک کو بھی شہوت اگر آ گئی تو اس کی اپنی اس بیوی(ساس کی بیٹی)سے فرقت دائمی واقع ہو جائے گی۔

(۲)سسر کے لئے بھی یہی حکم ہے یعنی ایسا کرتے ہوئے بہو کو یا خود سسر کو خدانخواستہ اگر شہوت آ گئی تو بیٹے پر یہ بیوی ہمیشہ کے لئے حرام ہو جائے گی،سسر ایسی خدمت بیٹے سے لیتا رہے،بہو سے ایسی خدمت لینا خطرناک ہے۔

لمافی التنویر مع الدر:(۳/۳۶-۳۵،طبع سعید)(قبل ام امرأته حرمت)عليه (امرأته.....)

وفي الشامية:قال في الذخيرة واذاقبلها اولمسها أونظرالى فرجها ثم قال لم يكن عن شهوة ذكر صدرالشهيد انه في القبلة يفتى بالحرمة،مالم يتبين انه بالشهوة .....لان الاصل في التقبيل الشهوة بخلاف المس والنظر.وكذافي المحيط البرهاني:(۳/۸۹،طبع ادارة القرآن)وفيه ايضا:(۳/۹۲،طبع ادارة القرآن)وكذافي البحر:(۳/۱۰۰،طبع سعيد)وكذافي الفتاوى الولوالجية:(۱/۳۵۸،طبع فاروقيه پشاور)

الجواب صحیح:عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب:انیس طالب کان اللہ لہ

۴ جمادی الاولیٰ ۱۴۳۱ھ — فتویٰ نمبر:۲۶۵۹

Scanned with CamScanner

﴿غیر حاضری پر جرمانہ اور چندے کا حکم﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ حفظ وناظرہ کے طلباء سے غیر حاضری پر جرمانہ لینا اور طلباء کی ضروریات میں خرچ کرنا اور اس طرح بچوں سے ہفتہ وار چندہ لینا جبکہ پیسوں کی آمد کی اور کوئی صورت نہ ہوتا کہ طلباء کے ضروریات میں خرچ کیا جائے جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

مستفتی: محمد نواز صوابی

﴿جواب﴾ مالی جرمانہ شرعاً جائز نہیں ہے اگر زجر وتنبیہ کے واسطے جرمانہ لیا ہے تو بعد میں واپس کردے کسی اور مصرف میں اس رقم کو خرچ کرنا جائز نہیں ہے، البتہ ہفتہ وار طلباء سے چندہ جس کام کے لئے لیا جاتا ہے، اسی کام میں خرچ کیا جائے تو جائز ہے بشرطیکہ وہ خوشی سے دیں یا پہلے سے معاہدہ میں ہو۔

لمافی الشامی: (۴/۶۱-۶۲، طبع سعید)

(قوله لا باخذ مال فی المذهب) قال فی الفتح: عن ابی یوسف یجوز التعزیر للسلطان باخذ المال. وعندهما وباقی الائمة لا یجوز اه ومثله فی المعراج وظاهره ان ذلک روایة ضعیفة عن ابی یوسف. قال فی شرنبلالیة: ولا یفتی بهذا لما فیه من تسلیط الظلمة علی اخذ مال الناس فیأکلونه اه ..... وافاد فی البزازیة ان معنی التعزیر باخذ المال علی القول به امساک شئ من ماله عنه مدة لینزجر ثم یعیده الحاکم الیه، لا ان یأخذه الحاکم لنفسه او لبیت المال کما یتوهمه الظلمة، اذ لا یجوز لاحد من المسلمین اخذ مال احد بغیر سبب شرعی ..... وفی شرح الآثار: التعزیر بالمال کان فی ابتداء الاسلام ثم نسخ اه. والحاصل ان المذهب عدم التعزیر باخذ المال.

لمافی المشکوة: (۱/۲۵۵، طبع سعید) ألا تظلموا ألا لا یحل مال امرء الا بطیب نفس منه.

ولمافی التنویر مع الدر: (۶/۲۴۱، طبع سعید)

(فتؤخذ من عطایاهم) او من ارزاقهم والفرق بین العطیة والرزق اما الرزق ما یفرض فی بیت المال بقدر الحاجة والکفایة مشاهرة او میاومة والعطاء ما یفرض فی کل سنة لا بقدر الحاجة بل بصبره وعنائه فی امر الدین.

الجواب صحیح: عبد الرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب: احمد علی عفی عنہ

۲۱ ربیع الثانی ۱۴۳۱ھ — فتوی نمبر: ۲۶۳۲

﴿اخبارات میں قرآنی آیات چھاپنے اور اسے چھونے کا حکم﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ قرآن کی آیات کو

Maktaba Tul Ishaat. com

اخبارات میں چھاپنا درست ہے یا نہیں؟ اور ایسے اخبارات کے مطالعے کے دوران لکھی گئی آیت کو بلا وضو چھونا جائز ہے یا نہیں؟

مستفتی: محمد طیب

﴿جواب﴾ اخبارات میں قرآن کی آیات لکھنے کا جو رواج پڑا ہے، یہ اچھا نہیں ہے، اس میں چونکہ قرآن کی آیت کی بے ادبی کا خدشہ ہے، لہٰذا ایسے عمل سے احتراز کرنا چاہیے، البتہ ایسے اخبارات کے مطالعے کے دوران جہاں آیت قرآنیہ لکھی ہوتی ہے صرف اسی جگہ کو بلا وضو ہاتھ لگانا منع ہے اس کے علاوہ دوسری جگہ (جہاں آیت لکھی ہوئی نہ ہو) کو بلا وضو ہاتھ لگانا جائز ہے۔

لمافی الشامی: (۱/۱۷۹، طبع سعید)

(قوله يحرر) اقول في فتح القدير: وتكره كتابة القرآن واسماء الله تعالى على الدراهم والمحاريب والجدران ومايفرش اه.

ولمافي الشامي: (۱/۱۷۳، طبع سعيد)

(قوله اي مافيه آية الخ) اي المراد مطلق ماكتب فيه القرآن مجازاً، من اطلاق اسم الكل على الجزء، أومن باب الاطلاق والتقييد. قال ح: لكن لايحرم في غير المصحف الا بالمكتوب: اي موضع الكتابة كذافي باب الحيض من البحر، وقيد بالآية لانه لو كتب مادونها لايكره مسه كمافي حيض القهستاني.

الجواب صحیح: عبد الرحمٰن عفا اللہ عنہ　　　واللہ اعلم بالصواب: نعیم اقبال عفا اللہ عنہ

۱۴ ربیع الثانی ۱۴۳۱ھ　　　فتویٰ نمبر: ۲۶۱۰

﴿طلاق دینے پر سوشل بائیکاٹ کرنے کا حکم﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلے کے متعلق کہ ایک تنظیم (برادری) کے عہدیداران نے ایک شخص کو طلاق دینے کے معاملہ پر برادری سے خارج کر دیا اور ساتھ میں پابندی بھی لگا دی کہ جو شخص اس کو اپنی بہن بیٹی دیگا اسے بھی برادری سے خارج کر دیا جائیگا اور مکمل طور پر سوشل بائیکاٹ کیا جائیگا (اس موقع پر برادری کے لوگوں سے فیصلے کی تائید کے لئے قرآن پاک پر حلف بھی لیا گیا) اس فیصلے کو درست ثابت کرنے کے لئے ان عہدیداران نے ایک فتویٰ لینا چاہا، چنانچہ مفتی صاحب نے تفصیلی فتویٰ لکھ دیا کہ آپ لوگ طلاق دینے والے کو برادری سے خارج نہیں کر سکتے، ان عہدیداران نے مفتی صاحب کے فتویٰ کو تیرہ (۱۳) سال تک برادری سے چھپا کے رکھا۔ مذکورہ بالا حقائق کی روشنی میں مندرجہ ذیل سوالات

Scanned with CamScanner

کے جوابات مطلوب ہیں:

(۱) آیا اس قسم کے فیصلوں میں (طلاق دینے والے یا اس کو بیٹی دینے والے) کسی کو بھی برادری سے خارج کیا جاسکتا ہے؟

(۲) برادری نے لاعلمی میں جو تیرہ (۱۳) سال تک دونوں حضرات کا سوشل بائیکاٹ کیا وہ درست تھا؟ (۳) اگر کسی کو برادری سے خارج کردیا جائے تو اس کی شرعی حیثیت کیا ہے؟

(۴) اگر مذکورہ برادری سے خارج کرنے کے فیصلے میں پوری برادری سے غیر شرعی احکامات کروائے گئے ہیں تو اس کا شرعی گناہ کیا ہے؟ اور اس گناہ کا کفارہ کیا ہوگا؟ (۵) اصل گنہگار کون ہیں؟ (۱) فتویٰ لینے والے؟ (۲) فتویٰ چھپانے والے (۳) برادری کے وہ سادہ لوح لوگ جنہوں نے لاعلمی میں برادری سے خارج کرنے کے فیصلے پر قرآن پاک پر حلف لیا؟

﴿جواب﴾ عام حالات میں طلاق اگرچہ انتہائی ناپسندیدہ عمل ہے لیکن بعض حالات میں طلاق دینا پسندیدہ بلکہ واجب ہوجاتا ہے اور یہ میاں بیوی کا معاملہ ہے برادری والوں کے لئے طلاق دینے والے سے یا اس کو لڑکی دینے والوں سے سوشل بائیکاٹ کرنا کسی طرح جائز نہیں۔

مذکورہ صورت میں بائیکاٹ کے فیصلہ کی توثیق حلف اٹھانے سے کی ہے، یہ گناہ پر گناہ کا ارتکاب ہوا ہے، ایسی قسم کا توڑنا واجب ہے، البتہ بعد میں کفارہ اداء کرنا ضروری ہے، لہٰذا برادری کے اس فیصلہ میں شریک ہر فرد پر لازم ہے کہ بائیکاٹ کو فوری طور پر ختم کرے اور اس گناہ سے توبہ کرے، اللہ تعالیٰ سے معافی مانگیں اور قسم کا کفارہ یعنی دس مسکینوں کو صبح وشام کا کھانا کھلائیں یا کسی مدرسہ کے غریب طلباء کو دس فطرانہ کی رقم کفارہ قسم کی نیت سے ہر فرد ادا کرے۔

جن عہدیداران نے فتویٰ لیکر چھپا کر رکھا انہوں نے کئی گناہوں کا ارتکاب کیا، مفتی صاحب سے وعدہ کر کے خلاف ورزی کی برادری والوں نے ان کو ذمہ دار ٹھہرا کر ان پر اعتماد کیا ان کے ساتھ خیانت کی اور حق بات چھپانا ویسے بھی مستقل گناہ ہے، اس کے علاوہ اب تک پوری برادری کا بائیکاٹ جاری رکھنے کا گناہ بھی ان عہدیداران کو ہے اور خود کے بائیکاٹ کا گناہ بھی لیکن اس سے برادری کے دیگر افراد بھی بری الذمہ نہیں قرار پاتے، مسئلہ کا علم نہ ہونا کوئی عذر نہیں ہے، ہر مسلمان کے لئے اللہ تعالیٰ کے حکموں سے خبردار رہنا ضروری ہے۔

Scanned with CamScanner

Maktaba Tul Ishaat. com

بائیکاٹ کرنے والے تمام افراد پر توبہ واستغفار لازم ہے اور اس ضمن میں فریق ثانی کو جو تکلیف پہنچی ہے یا حق تلفی ہوئی ہے تو تلافی کے لئے ان سے بھی معاف کرانا ضروری ہے، خصوصا عہدیداران کے لئے یہ حکم زیادہ تاکید کے ساتھ ہے۔

لمافی قوله تعالی:(سورة المائدة، آیت ۸۹)

﴿لایؤاخذکم الله باللغو فی ایمانکم......فکفارته اطعام عشرة مساکین من اوسط ما تطعمون﴾

ولمافی مشکوة المصابیح:(ص ۴۲۲، طبع سعید)

عن ابن عمر رضی الله عنهما ان رسول الله صلی الله علیه وسلم قال المسلم اخو المسلم لایظلمه الخ.

وعن ابی هریرة رضی الله عنه قال قال رسول الله ﷺ......لایظلمه ولا یخذله ولایحقره الخ.

ولمافی صحیح البخاری مع العمدة القاری:(ج ۲۲ ص ۲۲۴، طبع رشیدیه)

عن ابی ایوب انصاری ان رسول الله صلی الله علیه وسلم قال لایحل لرجل ان یهجر اخاه فوق ثلاث لیال الخ.

ولمافی مرقاة المفاتیح:(۹/ ۲۳۰، طبع رشیدیه)

قال الخطابی: رخص للمسلم ان یغضب علی اخیه ثلاث لیال لقلته ولا یجوز فوقها الا اذا کان الهجران فی حق من حقوق الله تعالیٰ فیجوز فوق ذلک.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم: عبدالوہاب اثمانی عفا اللہ عنہ

۲۵ ربیع الثانی ۱۴۳۱ھ — فتویٰ نمبر: ۲۵۴۳

﴿چوری کا مال خریدنے سے مالک نہیں بنتا﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ (۱) اگر کسی شخص کے پاس چوری کا موبائل ہو تو اس سے خریدنا جائز ہے یا نہیں؟ (۲) اور اگر انجانے میں کسی نے چوری کا موبائل خرید لیا تو بعد میں پتہ چلنے پر خریدنے والے کے لیے شرعاً کیا حکم ہے؟

﴿جواب﴾ کسی مال کے بارے میں اگر اس بات کا علم ہو جائے کہ یہ مال چوری کا ہے تو اس مال کو خریدنا شرعاً ناجائز ہے۔

نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس شخص نے جانتے ہوئے چوری کا مال خریدا وہ بھی چور کے ساتھ اس کے گناہ میں اور بدنامی میں شریک ہے۔

Scanned with CamScanner

لمافی قولہ تعالی:(سورۃ المائدۃ،آیت ۲)ولاتعاونوا علی الاثم والعدوان — الأیۃ.

ولمافی مصنف ابن ابی شیبۃ:(۵/۲۲۱،طبع امدادیہ)

قال علیہ السلام:من اشتریٰ سرقۃ وھو یعلم انھا سرقۃ فقد شرک فی عارھا واثمھا.

وھکذا فی کنز العمال:(۴/۸،رقم الحدیث:۹۲۵۷،طبع رحمانیہ)

(۲) اگر لاعلمی کی صورت میں کسی نے چوری کا مال (موبائل) وغیرہ خرید لیا تو بعد میں پتہ چلنے پر خریدار پر لازم ہے کہ موبائل کو اصل مالک کی طرف لوٹائے اور اصل مالک کو بھی اپنی چیز خریدار سے لینے کا حق حاصل ہے اور خریدار اپنی رقم چور سے وصول کرے۔

لمافی الشامی:(۵/۳۲،طبع سعید)

لوظھر غیر حلال ای مسروقا أو مغصوبا یرجع علیہ المشتری.

ولمافی بدائع الصنائع:(۷/۸۵،طبع سعید)

ولو باع السارق المسروق من انسان أو ملکہ منہ بوجہ من الوجوہ فان کان قائما فلصاحبہ ان یاخذہ لانہ عین ملکہ وللمأخوذ منہ ان یرجع علی السارق بالثمن الذی دفعہ.

واللہ اعلم بالصواب: نعیم اقبال عفا اللہ عنہ

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ

فتویٰ نمبر:۲۶۲۱

۱۸ ربیع الثانی ۱۴۳۳ھ

﴿سودی معاملہ کا کفارہ توبہ ہے﴾

﴿سوال﴾ میں نے ایک سودی معاملہ کیا تھا (یعنی بینک سے قرض لینے کے سلسلہ میں اپنی بہن کے لئے گواہ بنا تھا اور دستخط کیے تھے) کیونکہ ایک مولانا صاحب سے معلوم کیا تھا تو انہوں نے فرمایا کہ جب بہن کی ناراضگی کا اندیشہ ہو تو دستخط کر دو اور دلیل دی کہ جیسے آپ کا رشتہ دار بینک میں نوکری کرتا ہے اور اس کے ناراض ہونے کا اندیشہ ہو تو دعوت کھانا جائز ہے، اب میں اپنے فعل پر شرمندہ ہوں، کیا اس کا کوئی کفارہ میرے ذمہ ہے یا صرف توبہ کرنے سے گناہ معاف ہو جائیں گے۔ رہنمائی فرما کر عنداللہ ماجور ہوں۔

مستفتی: محمد کاشان کورنگی

﴿جواب﴾ مولانا صاحب نے ایسا ہی اگر بتایا ہے تو یہ انکی غلطی ہے سودی معاملہ میں گواہ بننا بلاشبہ سخت گناہ ہے، بہر حال اب اس کا کفارہ یہ ہے کہ توبہ کریں اور آئندہ کے لئے ایسے معاملہ میں گواہ نہ بننے کا پختہ عزم کریں اور اللہ تعالیٰ سے معافی مانگیں اللہ بڑا کریم ہے توبہ پکی ہو تو اللہ تعالیٰ معاف فرما دیتے ہیں۔

Scanned with CamScanner

لما فی قوله تعالی:(پارہ ۳،سورۃ البقرۃ،آیت ۲۷۵)

واحل الله البيع وحرم الربوا فمن جاءه موعظة من ربه فانتهى فله ما سلف وامره الى الله ومن عاد فاولئك اصحاب النار هم فيها خالدون — الأية.

ولما فی مشکوة المصابیح:(ص ۲۴۴،طبع سعید)

عن جابر قال لعن رسول اللہ ﷺ آكل الربوا وموكله وكاتبه وشاهديه وقال هم سواء رواه مسلم

الجواب صحیح عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب: محمد زبیر اکرام

۱۳ ربیع الاول ۱۴۳۱ھ — فتویٰ نمبر: ۱۵۲۰

«قرآن کریم کے چوم لینے کو ہی کافی سمجھنا کوئی دینی تعلیم نہیں ہے»

«سوال» کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے متعلق کہ بعض لوگ قرآن کریم کی تلاوت نہیں کرتے صرف الماری سے اٹھا کر چوم لیتے ہیں اور پھر واپس رکھ دیتے ہیں اور اس عمل کو کافی سمجھتے ہیں کیا ایسا کرنا درست ہے؟ نیز قرآن مجید کا چومنا کہیں سے ثابت ہے؟

«جواب» قرآن کریم اللہ کی طرف سے بندوں کے لئے ایک ہدایت نامہ اور مکمل ضابطہ حیات ہے، اس کا حق ہے کہ اس کی تلاوت کی جائے اس کے معانی کو سمجھے اور عبرت حاصل کرے اور احکامات پر عمل کرے اور اس کے الفاظ کی تلاوت خواہ بغیر سمجھ کے ہو تب بھی باعث اجر وثواب وبرکت ہے لیکن اس کو الماری میں رکھ کر کبھی کبھار اٹھا کر صرف چومنے کو کافی سمجھنا بلا شبہ نادانی اور حماقت ہے۔

غالبا کوئی بھی اس کو کافی نہیں سمجھتا اگر چہ اس کے عمل سے یہی نظر آتا ہو اور اس لئے اس طرح اعتقاد رکھنا تو بڑا خطرناک ہے، البتہ عمل، تلاوت وغیرہ میں کوتاہی کرتا ہو اور اظہار محبت کے لئے الماری میں رکھتا ہو اور اٹھا کر اس کا بوسہ لیتا ہو تو بلا شبہ یہ جائز اور مستحسن عمل ہے بلکہ قرآن کریم سے محبت اور اعتقاد کی علامت ہے۔

لما فی الدر المختار:(۶/ ۳۸۴،طبع سعید)

تقبيل المصحف قيل بدعة لكن روى عن عمر رضى الله عنه انه كان يأخذ المصحف كل غداة ويقبله ويقول عهد ربى ومنشور ربى عز وجل وكان عثمان رضى الله عنه يقبل المصحف ويمسحه على وجهه.

ولما فی الهندية:(۵/ ۳۲۲،طبع رشیدیہ)

رجل امسك المصحف فى بيته ولا يقرأ قالوا ان نوى به الخير والبركة لا يأثم بل يرجى

له الثواب كذافي فتاوى قاضي خان.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم: عبدالوہاب نعمانی عفا اللہ عنہ

۱۰ ربیع الاول ۱۴۳۱ھ — فتوی نمبر: ۲۵۱۰

﴿ممی وغیرہ کی بیع درست نہیں ہے﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ میری گفٹ وغیرہ کی دکان ہے دکان پر مختلف اقسام کے شوپیس ہوتے ہیں جن میں پرانے زمانے کی ممی وغیرہ بھی ہوتی ہیں (یہ ایک قسم کے مجسمہ ہوتے ہیں پرانے زمانے کے لوگوں اور بادشاہوں وغیرہ) کے جو کہ لکڑی یا کسی اور دھات وغیرہ کے ہوتے ہیں۔

معلوم یہ کرنا ہے کہ ان مجسموں کی خرید وفروخت جائز ہے یا نہیں؟ جبکہ لوگ ان کو شوپیس کے طور پر لیکر جاتے ہیں۔ بینوا توجروا۔

﴿جواب﴾ "ممی" وغیرہ بت ہیں، اگرچہ لوگ انہیں شوپیس کے طور پر گھروں میں رکھتے ہیں، ان کی خرید وفروخت جائز نہیں ہے اور گھروں میں رکھنا باعث لعنت ہے اور بڑا گناہ ہے۔

لمافي صحيح البخاري: [illegible]

عن جابر بن عبدالله انه سمع رسول الله ﷺ يقول عام الفتح وهو بمكة ان الله ورسوله حرم بيع الخمر والميتة والخنزير والاصنام.

ولمافي عمدة القاري: (ج ۱۲ ص ۴۷-۴۸، طبع رشيديه)

في بيان تحريم بيع الميتة وتحريم بيع الاصنام ....الوثن ماله جثة والصنم ماكان مصورا......والاجماع قائم على انه لايجوز بيع الميته والاصنام لانه لايحل الانتفاع بها ووضع الثمن فيها اضاعة مال.

ولمافي المرقاة: (۱۲/۶، طبع رشيديه)

"ان الله ورسوله حرم بيع الخمر والميتة والخنزير والاصنام" وان كانت من ذهب اوفضة.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب: محمد زبیر اکرام

۲ جمادی الاولیٰ ۱۴۳۱ھ — فتوی نمبر: ۲۶۷۵

﴿بوسیدہ اوراق کو دفن کرنا افضل ہے﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام کہ ہماری مسجد میں ایک بوسیدہ اوراق کا ڈبہ ہے، جس

Maktaba Tul Ishaat. com

میں اوراق وغیرہ کی اب گنجائش نہیں ہے تو کمیٹی والے حضرات ان کو بے حرمتی سے بچانا چاہتے ہیں، از روئے شرع مسئلہ کی وضاحت فرمائیں تاکہ ان کی حفاظت ہو سکے۔ بینوا توجروا۔

﴿جواب﴾ افضل اور بہتر تو یہ ہے کہ ان اوراق کو پاک کپڑوں میں لپیٹ کر کسی محفوظ جگہ میں دفن کر دیا جائے تاکہ ان کی بے حرمتی نہ ہو اگر یہ کام مشکل ہو تو سمندر میں بھی چھوڑ سکتے ہیں۔

لما في الدر مع الرد:(۶/۴۲۲،طبع سعید)

الكتب التي لا ينتفع بها يمحى عنها اسم الله وملائكته ورسله ويحرق الباقي ولا باس بان تلقى في ماء جار كما هي او تدفن وهو احسن كما في الانبياء.

وفي الشامية:(قوله كما في الانبياء)كذا في غالب النسخ وفي بعضها كما في الاشباه لكن عبارة المجتبى والدفن احسن كما في الانبياء والاولياء اذا ماتوا وكذا جميع الكتب اذا بليت وخرجت عن الانتفاع بها اه يعني ان الدفن ليس فيه اخلال بالتعظيم،لان افضل الناس يدفنون وفي الذخيرة المصحف اذا صار خلقا وتعذر القراءة منه لا يحرق بالنار اليه اشار محمد وبه نأخذ ولا يكره دفنه.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ　　　　واللہ اعلم بالصواب: محمد زبیر اکرام

۴ جمادی الاولیٰ ۱۴۳۱ھ　　　　فتویٰ نمبر ۲۶۹۳

﴿درختوں کے نیچے گرے ہوئے پھلوں کو اٹھانا﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے متعلق کہ ہمارے گاؤں میں اخروٹ کے درخت کثرت سے پائے جاتے ہیں، جب بارش یا سخت ہوا چلتی ہے تو اخروٹ کثرت سے گرتے ہیں چونکہ یہ درخت راستوں پر واقع ہیں اس لئے گزرتے ہوئے لوگ اٹھا کر کھا لیتے ہیں تو کیا ان گرے ہوئے اخروٹوں کا استعمال کرنا جائز ہے؟　　　　مستفتی: شیرین جان

﴿جواب﴾ درخت سے گرنے والے پھل بھی مالک کی ملکیت ہے، اس کی اجازت کے بغیر اٹھانا جائز نہیں ہے، البتہ اجازت ہو تو اٹھانا جائز ہے، لہٰذا ایسے پھل جو گرنے کے بعد جلد خراب ہوتے ہیں عموماً مالک کی طرف سے اٹھانے کی اجازت ہوتی ہے تو دلالۃً اجازت کافی ہے ہاں کسی علاقہ میں ایسے پھل کو بھی مالک خود سنبھالنے کا اہتمام کرتا ہو یا لوگوں کو واضح طور پر منع کرتا ہو تو اٹھانا جائز نہیں ہوگا۔

اور جو پھل درخت سے گرنے کے باوجود خراب نہ ہوتا ہو جیسے اخروٹ بادام، ناریل وغیرہ تو

Scanned with CamScanner

عموماً مالک کی طرف سے ایسے پھل اٹھانے کی اجازت نہیں ہوتی، اس لئے اٹھانا جائز نہیں ہے جب تک واضح اجازت نہ ہو۔

البتہ کسی علاقہ میں اس قسم کے پھل اٹھانے میں بھی کوئی روک ٹوک نہ ہو، اٹھانے کی صورت میں مالک کو ناگوار نہ گزرتا ہو اور اس علاقہ کا عرف عام یہی ہو تو اس قسم کے پھل اٹھانے میں بھی کوئی حرج نہیں ہے، دراصل اس بارے میں ہر علاقہ کا عرف ورواج مختلف ہوتا ہے، اصل مدار اجازت پر ہے اور اجازت اگرچہ دلالۃ ہو تو کافی ہے۔

لمافی الهندية:(۵/۳۴۱-۳۴۰،طبع رشيديه)

وان كان في الحائط فان كان من الثمار التي تبقى مثل الجوز وغيره لايسعه الاخذ الااذاعلم الاذن وان كان من الثمار التي لاتبقى تكلموافيه قال الصدر الشهيد رحمه الله والمختارانه لاباس بالتناول مالم يتبين النهي اماصريحااوعادة كذافي المحيط اذامر الرجل بالثمار في ايام الصيف واراد ان يتناول منهاوالثمار ساقطة تحت الاشجار فان كان ذلك في المصر لايسعه التناول الااذاعلم ان صاحبها قداباح امانصااودلالة بالعادة والمختارانه لاياكل منهامالم يعلم ان اربابها رضوابذلک كذافي الغياثية.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ
واللہ اعلم بالصواب: عبدالوہاب لغمانی عفا اللہ عنہ

۱۰ ربیع الاول ۱۴۳۱ھ
فتویٰ نمبر: ۲۵۰۸

﴿راستہ پر قبضہ کا حکم﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام کہ ہمارے گاؤں میں ایک گھر ہے جس کے صحن کے پاس سے راستہ گذرتا ہے، عام طور پر گاؤں میں صحن کھلے ہوئے ہوتے ہیں، وہ لوگ اپنے بیٹے کی شادی کررہے ہیں اور انہوں نے یہ کہہ کر راستہ بند کردیا ہے کہ ہمارے گھر جوان بہو آئیگی، راستہ صحن کے پاس سے گذرتا ہے تو بے پردگی ہوگی، ان کا یہ عمل کیسا ہے؟ مستفتی: محمد عدیل مری

﴿جواب﴾ راستہ بند کرنا تو قطعاً جائز نہیں ہے، لہٰذا اس شخص نے واقعی راستہ بند کردیا ہو تو گاؤں کے لوگوں کا حق غصب کرنے کا گناہ ہوگا، البتہ اگر راستہ عام نہ ہو اور یہ جگہ اسکی ذاتی ملکیت تھی اور اب تک لوگوں کو یہ سہولت دے رہا تھا اور اب واپس لینا چاہتا ہے تو اس کا حق اسے حاصل ہے، عام راستہ اگر گھر کے پاس سے گذرتا ہے تو پردہ کے لئے اپنے گھر کی چاردیواری بنالے راستہ بند کرنے کا اسے اختیار نہیں ہے۔

Scanned with CamScanner

Maktaba Tul Ishaat. com

لمافی التنویر مع الدر:(۶/۵۹۲،طبع سعید)

(اخرج الی طریق العامة کنیفا)هو بیت الخلاء(او میزابا او جرصنا کبرج وجذع وممر علو وحوض طاقة ونحوها عینی اودکانا جاز)احداثه (ان لم یضر بالعامة)ولم یمنع منه،فان ضر لم یحل.

وفی الشامیة:(قوله فان ضر لم یحل)کان علیه ان یقول فان ضر او منع لم یحل اه۔۔۔

وقال الطحطاوی:انه لو منع عنه لایباح له الاحداث.

ولمافی البحر الرائق:(۸/۳۴۶،طبع سعید)

(ومن اخرج الی طریق العامة کنیفا او میزابا او جرصنا او دکانا فلکل نزعه)ای لکل احد من اهل المرور الخصومة مطالبة بالنقض کالمسلم البالغ العاقل الحر وکالذمی لان لکل منهم المرور بنفسه۔۔۔۔وقال فخر الاسلام جذع یخرجه الانسان من الحائط لیبنی علیه ثم الکلام فی هذه المسئله فی ثلاثة مواضع۔۔۔۔اما الاحداث فقال شمس الأئمة ان کان الاحداث یضر باهل الطریق فلیس له ان یحدث بذلک.

الجواب صحیح:عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ واللہ اعلم بالصواب:نعمان اقبال عفا اللہ عنہ

۲ جمادی الاولیٰ ۱۴۳۱ھ فتویٰ نمبر:۲۷۰۳

﴿ایسے گاہک کو سامان فروخت کرنا جو اسکو بدعت کی ترویج میں استعمال کرے﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ میرا پائپ کا کاروبار ہے،کبھی ہمارے پاس ایسا گاہک آتا ہے جو کافی زیادہ پائپ کٹوا کر لیجاتا ہے،تقریبا ۵۰۰۰ فٹ،بقول اس کے وہ ان کو ان جھنڈوں میں استعمال کریگا جو میلاد النبی ﷺ کے موقع پر جلوس میں استعمال ہونگے،آیا ہمارا اس کو مال فروخت کرنا،بدعت کی ترویج واشاعت میں حصہ لینا ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾ ایسے گاہک کو سامان فروخت کرنے کی گنجائش ہے،ہاں تقویٰ تو یہی ہے کہ ایسے گاہک سے معذرت کرلیں تا کہ کم از کم اسکو احساس ہو لیکن فروخت کرنے کی صورت میں آپ بدعت کی ترویج واشاعت میں حصہ دار نہیں بنیں گے۔

لمافی التنویر مع الدر:(۶/۳۹۱،طبع سعید)

وجاز(بیع عصیر)عنب(ممن)یعلم انه(یتخذه خمرا)لان المعصیة لاتقوم بعینه بل بعد تغیره وقیل یکره لاعانته علی المعصیة.

وفی الشامیة:(قوله لاتقوم بعینه الخ)یوخذ منه ان المراد بما لاتقوم المعصیة بعینه مایحدث له بعد البیع وصف آخر یکون فیه قیام المعصیة۔۔۔۔(قوله معزیا للنهر)قال فیه من باب البغاة وعلم من هذا انه لایکره بیع مالم تقم المعصیة به کبیع الجاریة المغنیة والکبش

Scanned with CamScanner

النطوح والحمامة الطيارة والعصير والخشب ممن يتخذ منه المعازف.

ولمافي الشامي:(٢/٢٦٨،طبع سعيد)

ونظيره كراهة بيع المعازف لان المعصية تقام بها عينها ولا يكره بيع الخشب المتخذة هي منه،وعلى هذا بيع الخمر لايصح ويصح بيع العنب.

الجواب صحیح:عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ　　　　واللہ اعلم بالصواب:نعمان اقبال عفا اللہ عنہ

١٣ ربیع الاول ١٤٣١ھ　　　　فتویٰ نمبر:٢٥٣١

﴿منکرات کا کاروبار کرنے والے کو دکان کرایہ پر دینا مناسب نہیں﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ ایک آدمی نے اپنی دکان ایسے شخص کو کرایہ پر دی ہے جس میں وہ منکرات (گانے بجانے اور ناجائز فلموں وغیرہ) کا کاروبار کرتا ہے، کیا ایسے آدمی کو کرایہ پر اپنی دوکان دینا جائز ہے اور مذکورہ کاروبار سے مالک دوکان کے لئے کرایہ وصول کرنا شرعاً کیسا ہے؟　　　　سائل:محمد سعید کراچی

﴿جواب﴾ نفس معاملہ درست ہے، البتہ معصیت پر تعاون کیوجہ سے مالک دوکان بھی گنہگار ہوگا، ایسے کاروبار والے سے کرایہ کی رقم لینے میں برکت نہ ہوگی، مالک دوکان اس سے کرایہ کے وصولی کیلئے حلال رقم کا مطالبہ کرے، دکان کے بدلے میں حلال کرایہ لینا اسکا حق ہے۔

لمافي احكام القرآن للجصاصؒ:(٢/٢٠،طبع قديمي)"ولاتتبدلوا الخبيث بالطيب.....الأية."

فانه روى عن مجاهدؒ ولاتتبدلوا الحرام بالحلال اى لاتجعل بدل رزقك الحلال حراما الخ.

ولمافي الهندية:(٥/٣٤٩،طبع رشيدية)

عن محمدؒ في كسب المغنية ان قضي به دين لم يكن لصاحب الدين ان يأخذه واماقي القضاء فهو يجبر على الأخذ.

ولمافي الشامي:(٥/٩٩،طبع سعيد)

سئل الفقيه ابوجعفر عمن أكتسب ماله من امراء السلطان ومن الغرامات المحرمات وغير ذلك هل يحل لمن عرف ذلك ان ياكل من طعامه؟قال احب اليّ في دينه ان لاياكل ويسعه حكما ان لم يكن ذلك الطعام غصبا اورشوة.

الجواب صحیح:عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ　　　　واللہ اعلم بالصواب:عبید اللہ عابد

١٤ ربیع الاول ١٤٣٠ھ　　　　فتویٰ نمبر:٢٠١٩

Scanned with CamScanner

Maktaba Tul Ishaat. com

﴿ناجائز تعلقات رکھنے والوں کے ساتھ سوشل بائیکاٹ کا حکم﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے متعلق کہ ہمارے علاقہ میں چند ایسے افراد ہیں جنہوں نے ناجائز طور پر عورتیں رکھی ہوئی ہیں، اور ان سے اولاد بھی ہوئی ہے، کیا ایسے لوگوں سے تعلقات ختم کرنا جائز ہے؟ اور ایسے لوگوں سے اچھا رویہ رکھنا کیسا ہے؟

﴿جواب﴾ اصل ذمہ داری تو یہ ہے کہ ایسے لوگوں کو اس فعل بد سے روکا جائے لیکن بدقسمتی سے اسلامی حکومت نہ ہونے کی وجہ سے بجائے فائدہ کے بڑے نقصان کا اندیشہ رہتا ہے، اس لئے علاقہ کے لوگ کم از کم اس کے تو مکلف ہیں کہ ایسے افراد سے سوشل بائیکاٹ کر کے ان سے تمام تعلقات اور لین دین بند کر دیں اور ان کے غم اور خوشی میں شریک نہ ہوں تا کہ وہ اپنے اس خلاف شریعت فعل کے ارتکاب سے باز آنے پر مجبور ہوں، ایسے لوگوں سے اچھا رویہ رکھنا دینی غیرت وحمیت کے خلاف اور انکی حوصلہ افزائی کے مترادف ہے جسکی اجازت ہرگز نہیں دی جاسکتی۔

ولمافی الصحیح لمسلم:(۱/۱۶۷،طبع قدیمی)

من رای منکم منکرافلیغیره بیده فان لم یستطع فبلسانه فان لم یستطع فبقلبه وذلک اضعف الایمان.

ولمافی صحیح البخاری مع العمدۃالقاری:(ج۲۲/۲۲۳،طبع رشیدیه)

باب مایجوز من الهجران لمن عصی......وقال المهلب:غرض البخاری من هذا الباب ان یبین صفةالهجران الجائزوان ذلک متنوع علی قدرالاجرام فمن کان جرمه کثیرافینبغی هجرانه واجتنابه وترک مکالمته.

ولمافی مرقاۃالمفاتیح:(۹/۲۳۰،طبع رشیدیه)

قال الخطابی رخص للمسلم ان یغضب علیٰ اخیه ثلاث لیال لقلته ولایجوزفوقها الااذاکان الهجران فی حق من حقوق الله تعالیٰ فیجوز فوق ذلک.

ولمافی تکملةفتح الملهم:(۵/۳۵۵-۳۵۶،طبع دارالعلوم کراچی)

ثم ان الهجران الممنوع انماهوماکان لسبب دنیوی امااذاکان بسبب فسق الرجل وعصیانه فاکثرالعلماء علیٰ جوازه قال الخطابی الخ......وحاصل ذلک ان الهجران انمایحرم اذاکان من جهةغضب نفسانی امااذاکان علی وجه التغلیظ علی المعصیةوالفسق اوعلی وجه التادیب کماوقع مع کعب بن مالک وصاحبیه اوکماوقع لرسول الله صلی الله علیه وسلم مع ازواجه اولعائشةمع ابن الزبیررضی الله عنهم فانه لیس من الهجران الممنوع.

الجواب صحیح:عبدالرحمٰن عفااللہ عنہ | واللہ اعلم بالصواب:عبدالوہاب لقمانی عفااللہ عنہ

۵جمادی الاولیٰ ۱۴۳۱ھ | فتویٰ نمبر:۲۷۰۹

Scanned with CamScanner

﴿تالیاں بجانا غیر اسلامی تہذیب ہے﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام دریں مسئلہ کہ ہمارے معاشرے میں جو تقریبات منعقد ہوتی ہیں خواہ اسکول وکالج کی ہوں یا دیگران میں کسی کی کارکردگی کو سراہنے اور داد دینے کے لئے تالیاں بجائی جاتی ہیں، کیا یہ طریقہ شرعا درست ہے؟ بینوا توجروا۔

﴿جواب﴾ سراسر بیہودہ کام ہے، غیر مسلم اقوام کا طرز عمل ہے، دین اسلام میں اس کو شنیع قرار دیا گیا ہے۔

لمافی قولہ تعالی:(پارہ ۹،الانفال،أیت ۳۵)﴿وما کان صلاتھم عندالبیت الامکاء وتصدیة﴾

ولمافی روح المعانی:(۹/۲۶۷-۲۶۸،طبع رشیدیہ)

(تصدیہ)ای تصفیقا وھو ضرب الید بالید بحیث یسمع لہ صوت......یروی انھم کانوا اذا اراد النبی ﷺ ان یصلی یخلطون علیہ بالصفیر والتصفیق ویرون انھم یصلون ایضا وروی انھم کانوا یطوفون عراۃ الرجال والنساء مشبکین بین اصابعھم یصفرون فیھا ویصفقون.

ولمافی الشامی :(۶/۳۹۵،طبع سعید)

(قولہ وکرہ کل لھو)ای کل لعب وعبث.....واستماعہ کالرقص والسخریۃ والتصفیق الخ.

الجواب صحیح:عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب:نعمان اقبال عفا اللہ عنہ

۱۹ ربیع الاول ۱۴۳۱ھ — فتوی نمبر:۲۵۳۹

﴿پاگل کو خصی کرانا جائز نہیں ہے﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے محلہ میں ایک پاگل ہے عجیب وغریب حرکتیں کرتا رہتا ہے، محلہ والوں کو یہ خطرہ ہے کہ کسی کی عزت پر حملہ نا کردے، ایسی صورت میں اگر اس کو خصی کردیا جائے تو کیا یہ عمل شرعا درست ہوگا؟

﴿جواب﴾ کسی انسان کو خصی کرنا جائز نہیں ہے، البتہ ایسی کوئی دواء دینا جو عارضی طور پر کچھ عرصے کے لئے شہوت کو کم کردے تو ایسی تدبیر کرنے کی گنجائش ہے یا پاگل خانہ میں بھجوادیں خصی کرنے کی گنجائش ہرگز نہیں ہے۔

لمافی التنویر مع الدر:(۶/۳۸۸،طبع سعید)(و)جاز(خصاء البھائم)حتی الھرۃ،واما خصاء الآدمی فحرام.

ولمافی البحر الرائق:(۸/۱۹۵،طبع سعید)

(والخصی والمجبوب والمخنث کالفحل)لقولہ تعالی قل للمؤمنین یغضوا من

Maktaba Tul Ishaat. com

ابصارهم، وهم ذكور فيدخلون تحت الخطاب العام وقالت عائشة: الخصي مثله ولا يبيح ما كان حراما قبله ولان الخصي ذكر يشتهي ويجامع وهو اشد جماعا لان آلته لا تفتر فصار كالفحل.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب: نعمان اقبال عفا اللہ عنہ

۲ جمادی الاولی ۱۴۳۱ھ — فتوی نمبر: ۲۶۶۷

﴿ناجائز کمائی والے سے اجرت اور ہدیہ لینے کا حکم﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ (۱) ایک شخص کارٹون اور انگریزی فلمیں بنانے والی کمپنی میں کام کرتا ہے، اس کی کمائی جائز ہے یا نہیں؟

(۲) نیز مذکورہ شخص کے بیٹوں کو عصری تعلیم دے کر جو اجرت حاصل کرتا ہے وہ اس کے لئے حلال ہے یا حرام؟ (۳) اور یہ کہ مذکورہ شخص سے ہدیہ وغیرہ قبول کر لینا کیسا ہے؟ بینوا توجروا۔

﴿جواب﴾ (۱) قرآن وسنت کی رو سے گانا بجانا، ناچنا، رقص وسرود اور آلات لہو ولعب سب ناجائز وحرام ہیں اور جو شخص اس کمپنی میں ملازمت کرتا ہے وہ اگرچہ اپنے وقت اور محنت کا معاوضہ لیتا ہے لیکن مذکورہ گناہوں میں اس کی محنت شامل ہونے کی وجہ سے اس کا بھی حصہ ہے، اس لئے اس پر حاصل ہونے والی کمائی بھی ناجائز ہے، اس کو چاہیے کہ متبادل کام تلاش کرے اور جب تک دوسرا حلال کام نہ ملے تو بدرجہ مجبوری اس کو گناہ سمجھتے ہوئے کرے اور توبہ استغفار بھی کرتا رہے، روزگار کی حلال صورت جیسے بنے تو فوراً اس کام کو چھوڑ دے۔

(۲) اس شخص کے بچوں کو عصری تعلیم دینا اور اس پر اجرت لینا جائز ہے بشرطیکہ معاملہ طے کرتے وقت وضاحت کے ساتھ یہ نہ کہدیا ہو کہ میں آپ کو اپنی اس ناجائز کمائی سے اجرت دوں گا۔

(۳) صرف حرام مال ہی کسی کے پاس ہو یا ہدیہ پیش کرتے وقت آپ کو غالب گمان ہے کہ حرام مال سے ہدیہ دے رہا ہے تو قبول نہیں کرنا چاہیے انکار مصلحت کے خلاف ہو تو صدقہ کرنے کی نیت سے وصول کرلیں اور بعد میں کسی غریب کو دیدے اور استغفار بھی کرے۔

لما في قوله تعالى: (سورة لقمان، آیت ۶)

ومن الناس من يشتري لهو الحديث ليضل عن سبيل الله بغير علم ويتخذها هزوا اولئك لهم عذاب مهين...... الأية.

Scanned with CamScanner

ولمافی قوله تعالی:(سورة المائدة،آیت ۲)ولاتعاونواعلی الاثم والعدوان۔۔۔الآیة.

ولمافی کنزالعمال:(۱۲/۱۵،رقم الحدیث:۴۰۶۶۰،طبع رحمانیه)

عن عبدالله بن مسعودؓ ان النبی ﷺ قال:ایاکم وسماع المعازف والغناء فانهماینبتان النفاق فی القلب کماینبت الماء البقل.

ولمافی البزازیةعلی هامش الهندیة:(۳۵۱/۶،طبع رشیدیه)

عن ابی هریرةؓان النبی ﷺ قال:استماع الملاهی معصیةوالجلوس علیها فسق والتلذذبهاکفر.

ولمافی الهندیة:(۴۴۹/۴،طبع رشیدیه)

ولاتجوزالاجارةعلی شی من الغناء والنوح والمزامیروالطبل وشی من اللهو۔۔۔ولا اجرفی ذلک.

ولمافی الشامی:(۲۳۵/۵،طبع سعید)

(قوله اکتسب حراماالخ)توضیح المسئلةمافی التاترخانیه حیث قال:رجل اکتسب مالامن حرام ثم اشتری فهذاعلی خمسةاوجه:اماان دفع تلک الدراهم الی البائع اولا ثم اشتری منه بهاأواشتری قبل الدفع بهاودفعها،اواشتری قبل الدفع بهاودفع غیرها،اواشتری مطلقاودفع تلک الدراهم۔۔۔اواشتری بدراهم اخرودفع تلک الدراهم وقال الکرخی:فی الوجه الاول والثانی لایطیب وفی الثلاث الاخیرةیطیب،وقال ابوبکر:لایطیب فی الکل،لکن الفتوی الآن علی قول الکرخی دفعاللحرج عن الناس اھ وفی الولوالجیة:وقال بعضهم :لایطیب فی الوجوه کلها وهوالمختار،ولکن الفتوی الیوم علی قول الکرخی دفعاللحرج لکثرة الحرام اھ.

ولمافی البزازیةعلی هامش الهندیة:(۳۶۰/۶،طبع رشیدیه)

غالب مال المهدی ان حلالالاباس بقبول هدیته وأکل ماله مالم یتعین انه من حرام وان غالب ماله الحرام لایقبلهاولایأکل الااذاقال انه حلال.

الجواب صحیح:عبدالرحمٰن عفااللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب:عقیل احمد حقانی عفی عنہ

یکم صفرالخیر ۱۴۳۱ھ — فتوی نمبر:۲۴۰۴

﴿لاکٹ پرلفظ اللہ کا نام کندہ کرنے اوراس کی خرید وفروخت کا حکم﴾

﴿سوال﴾ کیافرماتے علماء کرام اس مسئلہ کے متعلق کہ ایک شخص ایسی لاکٹوں کا کاروبار کرتا ہے جس پرلفظ اللہ کا نام درج ہوتا ہے،ایسے لاکٹوں پرلفظ اللہ کا نام درج کرنا جائز ہے یا نہیں؟ اورایسے لاکٹ کی خرید وفروخت جائز ہے یا نہیں؟

مستفتی:اسداللہ قائد آباد کراچی

﴿جواب﴾ تحقیق سے معلوم ہوا ہے کہ لاکٹ پرلفظ اللہ کوآگ سے گرم کرکے کندہ کیا

Scanned with CamScanner

Maktaba Tul Ishaat. com

جاتا ہے اور کسی شدید ضرورت کے بغیر یہ عمل اللہ تعالیٰ کے اسمائے گرامی کی تعظیم کے منافی معلوم ہو رہا ہے، چنانچہ فقہاء کرام نے لکھا ہے کہ دینی کتابیں جس پر اللہ اور اسکے رسول کا نام ہو ان کو جلانا جائز نہیں ہے، نیز دوران استعمال بھی احترام و تعظیم کا کوئی اہتمام نہیں کیا جاتا، اس لئے اس کا پیشہ اختیار کرنا مناسب نہیں ہے اگرچہ فی نفسہ لاکٹ کی خرید و فروخت جائز ہے۔

لمافي الدر مع الرد:(۶/۴۲۲،طبع سعيد)

الكتب التى لاينتفع بهايمحى عنهااسم الله وملائكته ورسله ويحرق الباقى ـــ الخ.

وفي الشامية:(قوله كمافي الانبياء)وفي الذخيرة...... المصحف اذاصار خلقاوتعذر القراءة لايحرق بالنار اليه اشار محمدوبه ناخذ.

ولمافي الهندية:(۵/۳۲۳،طبع رشيديه)

والمصحف اذاصار خلقاوتعذرت القراءة منه لايحرق بالنار اشار الشيباني الى هذافي السير الكبيروبه ناخذ كذافي الذخيرة.

ولمافي الهندية:(۳/۳،طبع رشيديه)وان يكون مالامتقوماشرعا.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب: عقیل احمد حقانی عفی عنہ

۱۵ صفر الخیر ۱۴۳۱ھ — فتویٰ نمبر: ۲۲۳۰

﴿شادی بیاہ کے پروگراموں میں پیسے اور شیرینی پھینکنا جائز ہے﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے علماء کرام اس مسئلہ کے میں کہ متعلق کہ شادی بیاہ وغیرہ پروگراموں میں جو پیسے اور شیرینی پھینکے جاتے ہیں تو ان پیسوں اور شیرینی کو پھینکنا جائز ہے یا نہیں؟ اور اسی طرح جو لوگ ان پیسوں کو اٹھاتے ہیں، کیا ان پیسوں کا استعمال ان کے لئے جائز ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾ خوشی اور شادی بیاہ کے پروگراموں میں پیسے اور شیرینی پھینکنا درست ہے اور اسی طرح جس نے ان پیسوں کو اٹھالیا، یہ اس کی ملکیت میں آگئے لہذا اس کیلئے ان کا استعمال جائز ہے، اس قسم کے پروگرام اگر مسجد میں ہوں تو مسجد کے آداب کا خیال رکھنا ضروری ہے۔

لمافي الشامي:(۴/۲۸۵،طبع سعيد)

كمن ينثر السكروالدراهم في العرس وغيره،فمن اخذ شيئاملكه،لان الحال دليل على الاذن.

ولمافي الهندية:(۵/۳۴۵،طبع رشيديه)

ذكرفي فتاوى اهل سمرقندان النهبة جائزة اذااذن صاحبه فيهااذاوضع الرجل مقدارا من السكراوعددامن الدراهم بين قوم وقال من شاء اخذمنه شيئااوقال من اخذ منه شيئافهوله فكل من اخذمنه شيئايصيرملكاله ولايكون لغيره ان ياخذذلك منه كذا

Scanned with CamScanner

فی الذخیرۃ لاباس بنثر السکر والدراہم فی الضیافۃ وعقد النکاح کذافی السراجیۃ.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب: عقیل احمد حقانی عفی عنہ

۱۹صفرالخیر۱۴۳۱ھ — فتوی نمبر: ۲۴۴۷

﴿شراب بنانے والے کو گڑ فروخت کرنا﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ میرا جنرل اسٹور ہے اس پر مختلف قسم کے گاہک آتے ہیں، کچھ لوگ گڑ بھی لے جاتے ہیں اور اس سے شراب بناتے ہیں، کیا ایسے لوگوں کو گڑ بیچنا درست ہے؟ حالانکہ ان کے بارے میں ہمیں یقینی طور پر علم ہوتا ہے کہ یہ لوگ اس سے شراب بنائیں گے، جواب دیکر عنداللہ ماجور ہوں۔ مستفتی: محمد کامران کوٹ غلام محمد

﴿جواب﴾ گڑ سے شراب ہی نہیں بنتی بہت کچھ بنتا ہے، اس لئے آپ کے لئے بیچنا جائز ہے، البتہ لیتے وقت گاہک واضح طور پر یہ کہے کہ شراب بنانے کے لئے لیتا ہوں تو تقوی یہ ہے کہ ایسی صورت میں منع کریں اگرچہ جائز ہے۔

لمافی التنویرمع الدر:(۳۹۱/۶،طبع سعید)

(و)جاز(بیع عصیر)عنب(ممن)یعلم انہ(یتخذہ خمراً)لان المعصیۃ لاتقوم بعینہ بل بعدتغیرہ وقیل یکرہ لاعانتہ علی المعصیۃ.

ولمافی الشامی:(۳۹۱/۶،طبع سعید)

(قولہ وجاز)ای عندہ لاعندہما بیع عصیرعنب ای معصورہ المستخرج منہ فلایکرہ بیع العنب والکرم منہ بلاخلاف.....(لاتقوم بعینہ الخ)یوخذمنہ ان المرادبمالاتقوم المعصیۃبعینہ مایحدث لہ بعدالبیع وصف آخریکون فیہ قیام المعصیۃ.

ولمافی قاضی خان:(۲/۸۳،طبع قدیمی)

وھوکمالوباع الکرم ممن یعلم ان المشتری یتخذالعنب خمراً،لاباس بہ اذاکان قصدہ من البیع تحصیل الثمن وان کان قصدہ تحصیل الخمریکرہ.واغراس الکرم علی ھذااذاکان یغرس بنیۃ تحصیل الخمر یکرہ،وان کان لتحصیل العنب لایکرہ، والافضل ان لا یبیع العصیرممن یتخذہ خمراً.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب: عدنان خدا بخش

۲۶ربیع الاول۱۴۳۱ھ — فتوی نمبر: ۲۵۵۶

﴿ڈاکٹر کا کمیشن کے عوض بلڈ بینک والے کے پاس مریضوں کو بھیجنا﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے پاس مریض

Maktaba Tul Ishaat. com

آتے ہیں ان کو جب خون کی ضرورت ہوتی ہے تو ہم ان کو بلڈ بینک بھیجدیتے ہیں، وہ وہاں سے اپنے گروپ کا خون مطلوبہ مقدار میں لیتے ہیں اور اس کے عوض میں اتنا ہی خون ان کو دیتے ہیں اور بلڈ بینک والا مریض سے خون کی صفائی اور پیکنگ وغیرہ کے پیسے لیتے ہیں اور ہمارا بلڈ بینک سے معاہدہ ہوا ہے کہ جن مریضوں کو خون کی ضرورت ہوگی، ہم ان کو آپ کے پاس بھیجیں گے وہ ہمیں اس پر کمیشن دیتے ہیں، آیا وہ کمیشن ہمارے لئے جائز ہے؟ مستفتی: ڈاکٹر افسر علی کیماڑی

﴿جواب﴾ واضح رہے کہ خون مال نہیں ہے، اس کا لینا دینا انسانی ہمدردی ہی مقصود ہو تو اس حد تک اس کی گنجائش ہے، خریدنا فروخت کرنا جائز نہیں ہے، البتہ آپ نے جو صورت بتائی ہے کہ صرف خون کی صفائی اور پیکنگ ہی کا معاوضہ لیتے ہیں خون کے پیسے نہیں لیتے تو اس کی گنجائش ہے، بلڈ بینک والوں کا معاملہ اسی نوعیت کا ہو تو ان کے پاس مریضوں کو بھیجنا جائز ہے اور بھیجنے والے ڈاکٹر کی حیثیت دلال کی سی ہوگی، لہٰذا اجرت کے طور پر متعین کمیشن لینے کی بھی گنجائش ہے مگر اس میں مریض کے فائدے اور سہولت پر نظر ہو نہ کہ محض پیسہ حاصل کرنا۔

لمافی الشامی:(۶/۶۳، مطلب فی اجرۃ الدلال، طبع سعید)

قال فی التاترخانیۃ: وفی الدلال والسمسار یجب اجر المثل، وما تواضعوا علیہ ان فی کل عشرۃ دنانیر کذا فذاك حرام علیھم، وفی الحاوی سئل محمد بن سلمۃ عن اجرۃ السمسار فقال ارجو انہ لاباس بہ وان کان فی الاصل فاسد الکثرۃ التعامل وکثیر من ھذا غیر جائز، فجوزوہ لحاجۃ الناس الیہ کدخول الحمام.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفااللہ عنہ واللہ اعلم بالصواب: عقیل احمد حقانی عفی عنہ

۲۸ ربیع الاول ۱۴۳۱ھ فتویٰ نمبر: ۲۵۴۸

﴿بیوی کیساتھ غیر فطری مقام سے جماع کرنا﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے متعلق کہ اگر کوئی شخص اپنی بیوی کے ساتھ غیر فطری مقام سے جماع کرے، جان بوجھ کر ہو یا بھولے سے تو کیا اس سے نکاح ٹوٹ جاتا ہے؟ اگر نہیں ٹوٹتا تو کیا اس عمل کا کوئی کفارہ ہے یا نہیں؟ مستفتی: محمد تابش کورنگی کراچی

﴿جواب﴾ شریعت مطہرہ نے نکاح کو مشروع اور پسندیدہ عمل قرار دیا جس میں بے شمار حکمتیں ہیں، سب سے بڑی حکمت تو نسل انسانی کی بقاء ہے، مذکورہ طریقے سے خواہش پوری

کرنا اس حکمت کے منافی ہے،اس کے علاوہ غیر فطری اور گندہ عمل ہونے کی وجہ سے بہت ساری بیماریوں کا بھی باعث ہے،احادیث میں ایسے عمل کرنے والے پر بڑی لعنت ہوئی ہے،اس عمل کی بڑی نحوست یہ بھی بتائی گئی ہے کہ میاں بیوی کی آپس میں عداوت پیدا ہوجاتی ہے۔

لہٰذا غلطی سے اگر گناہ ہوگیا ہے تو توبہ اور استغفار کے ذریعے معاف کرادیں اور آئندہ احتیاط کریں،البتہ نکاح پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔

ولمافی اعلاء السنن:(۱/۲۸۱،طبع دارالکتب العلمیۃ بیروت)

من اتیٰ کاھنا.....اواتیٰ امرأۃ قبال مسدد امرأتہ فی دبرھا فقد بری بما انزل علیٰ محمد صلی اللہ علیہ وسلم (رواہ ابوداود).....عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ملعون من اتیٰ امرأۃ فی دبرھا.

ولمافی احکام القرآن للجصاص:(۱/۲۸۰-۲۸۱،طبع قدیمی)

واختلف فی اتیان النساء فی ادبارھن فکان اصحابنا یحرمون ذلک وینھون عنہ اشد النھی.....وروی عکرمۃ عن ابن عباس رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لاینظر اللہ الیٰ رجل اتیٰ امرأتہ فی دبرھا.

ولمافی الشامی:(۴/۲۷،طبع سعید)

(قولہ اوبوطء دبر)اطلقہ فشمل دبر الصبی والزوجۃ والامۃ فانہ لاحد علیہ مطلقا عندالامام منح ویعزر ھدایۃ.

ولمافی فتح القدیر:(۵/۲۴۹-۲۵۰،طبع رشیدیہ)

ولواعتاد اللواطۃ قتلہ الامام محصنا کان اوغیر محصن سیاسۃ،أما الحد المقدر شرعا فلیس حکمالہ.

الجواب صحیح:عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم:عبدالوہاب لغمانی عفا اللہ عنہ

۱۴ صفر الخیر ۱۴۳۲ھ — فتویٰ نمبر:۲۴۳۱

﴿قادیانیوں کے ساتھ معاملات کرنا ایمانی غیرت کے خلاف ہے﴾

﴿سوال﴾ میری گارمنٹس کی دکان ہے،اس پر سب طرح کے خریدار آتے ہیں (مثلا مسلمان،ہندو،قادیانی وغیرہ) ہم ان کو سامان فروخت کرتے ہیں،کچھ دن پہلے ہماری مسجد میں ایک مولوی صاحب آئے تھے،انہوں نے کہا کہ قادیانیوں کو فروخت کرنا یعنی ان کے ساتھ معاملات کرنا درست نہیں،لہٰذا مہربانی فرما کر رہنمائی فرمائیں۔ مستفتی:مقصود علی ناظم آباد

﴿جواب﴾ مولانا صاحب کی بات صحیح ہے کیونکہ قادیانی دیگر کافروں کی طرح نہیں ہیں

Maktaba Tul Ishaat. com

بلکہ یہ لوگ مرتد اور زندیق ہیں، اس لئے ان کے ساتھ کسی قسم کے معاملات دوستانہ تعلقات رکھنا ہرگز جائز نہیں ہے، ان کے علاوہ ہندو سکھ وغیرہ کیساتھ معاملات کی حد تک تعلق رکھنا جائز ہے۔

ولمافی التنویر مع الدر:(۲۲۱/۴،طبع سعید)

واما فی اصطلاح الشرع فالفرق اظهر لاعتبارهم فيه ابطان الكفر والاعتراف بنبوة نبينا ﷺ على مافي شرح المقاصد وكذا في احكام القرآن للجصاص:(۲۲۲/۲،قدیمی)

ولمافي فيض الباري:(۲۰۱/۶،طبع رشيديه)

قلت والزنديق من يحرّف في معاني الالفاظ،مع ابقاء الفاظ الاسلام كهذا اللعين في القاديان،يدّعي انه يؤمن بختم النبوة،ثم يخترع له معنى من عنده يصلح له بعده الختم دليلا على فتح باب النبوة،فهذا هو الذندقة حقا،اى التغيير في المصاديق، وتبديل المعاني على خلاف ماعرفت عند أهل الشرع،وصرفها الى أهوائه مع ابقاء اللفظ على ظاهره،والعياذبالله.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب: محمد زبیر اکرام

۵ ربیع الاول ۱۴۳۱ھ — فتویٰ نمبر:۲۴۸۶

﴿جھینگے اور کیکڑے کی خرید وفروخت اور کھانے کا حکم﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں حضرات علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ جھینگے اور کیکڑے کی خرید وفروخت کرنا اور ان کا کھانا کیسا ہے؟ مستفتی: رشید احمد صدیقی پی اینڈ ٹی کورنگی

﴿جواب﴾ جھینگے سے متعلق علماء کرام کی دو رائیں ہیں: بعض علماء کے نزدیک یہ بھی مچھلی کی ایک قسم ہے، اس لئے اس کا کھانا بلا کراہت جائز ہے جبکہ بعض اس کو مچھلی نہیں مانتے اور اس لئے اس کے کھانے کو مکروہ بتاتے ہیں، لہذا اختلاف کی بناء پر کھانے کی گنجائش ہے، تاہم زیادہ احتیاط نہ کھانے میں ہے لیکن کیکڑا بلا شبہ مچھلی نہیں ہے، اس لئے کھانا جائز نہیں اگرچہ خرید وفروخت بلا کراہت جائز ہے۔

لمافي شرح المجلة:(۸۸/۲،المادة:۱۹۹،طبع رشيديه) يلزم أن يكون المبيع مالا متقوما

ولمافي تكملة فتح الملهم:(۵۰۷/۳،طبع دارالعلوم كراچی)

مسألة ميتات البحر:اجمع المسلمون على حلة السمك من حيوانات البحر، واختلفوا في غيره من صيدالبحر،فقال الائمة الثلاثة فيما هو المختار عندهم :ان جميع مايعيش في البحر حلال.....الخ وقال الحنفية:لايجوز من حيوانات

Scanned with CamScanner

البحر الا السمک وموقول للشافعية.....الخ.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب: انیس طالب کان اللہ لہ

۱۴ جمادی الثانی ۱۴۳۱ھ — فتویٰ نمبر:

﴿مرغ اور بٹیر لڑانا اور اس کا تماشا دیکھنا﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے متعلق کہ جوئے اور قمار کی بنیاد پر مرغ، بٹیر اور کتے لڑانے والوں کا کیا حکم ہے؟ اگر گناہ ہے تو جو لوگ ان کا تماشا کرتے ہیں، کیا وہ بھی گنہگار ہیں یا نہیں؟ اگر گنہگار ہیں تو جوا کھیلنے والوں اور تماشا کرنے والوں کے گناہ میں کوئی فرق ہے یا برابر کے شریک ہیں؟

مستفتی: محمد عظیم عبدل خیل لکی مروت

﴿جواب﴾ سوال میں ذکر کردہ گناہ کی صورت کئی گناہوں پر مشتمل ہے، چنانچہ جوا مستقل حرام ہے اور پرندوں اور جانوروں کو لڑانا بھی گناہ ہے، پھر یہ عمل کھلم کھلا اعلانیہ کرنا یہاں تک کہ تماشائیوں کا اجتماع ہوجاتا ہے، شیطان کی ڈیوٹی انجام دینا ہے، لہٰذا جو لوگ بذات خود ان گناہوں کا ارتکاب کرتے ہیں، ان پر اپنے گناہوں کا بوجھ تو ہے ساتھ ساتھ تماشائیوں کے گناہ کا بھی بوجھ ہے، اس لئے کہ یہی لوگ تماشائیوں کے لئے سبب اور گناہوں کے داعی قرار پاتے ہیں اور تماشائی لوگ بھی بہت بڑے گناہ کا ارتکاب کرتے ہیں اس لیے کہ مذکورہ صورت میں تماشا صرف بیہودہ کام ہی نہیں بلکہ اس گناہ پر گویا رضامندی کا اظہار ہے اور اصل گنہگاروں کو مذکورہ تمام گناہوں میں حوصلہ افزائی کے مترادف ہے، لہٰذا تماشائی بھی کبیرہ گناہ کا ارتکاب کرتے ہیں اگرچہ بذات خود گناہ کرنے والے نسبتاً زیادہ گنہگار ہیں۔

لمافی المظہری (۲۶۹/۱، سورۃ المائدۃ، آیت، طبع رشیدیہ)

یاایہا الذین آمنوا انما الخمر والمیسر والانصاب والازلام رجس من عمل الشیطان الخفی ... المیسر مصدر کالموعد یسمی به القمار لانه اخذ مال الغیر بیسیر.

ولمافی روح المعانی: (ج ۲۱ ص ۹۱، طبع رشیدیه)

(ولهو الحدیث) على ماروى عن الحسن کل ماشغلک عن عبادة الله تعالىٰ وذکره من السمر والاضاحیک والخرافات والغناء، ونحوها.

ولمافی التنویر مع الدر: (۳۹۴/۶-۳۹۵، طبع سعید)

(و) کره تحریما (اللعب بالنرد) وکذا (الشطرنج) الخ واباحه الشافعی وابویوسف فی

Scanned with CamScanner

Maktaba Tul Ishaat. com

روایة۔۔۔۔وهذا اذالم يقامرولم يداوم ولم يخل بواجب والافحرام بالاجماع.....(و)كره(كل لهو)لقوله عليه السلام كل لهوالمسلم حرام الاثلاثة ملاعبته اهله وتاديبه لفرسه ومناضلته بقوسه (وكره كل لهو)اى كل لعب وعبث.

ولمافى فتح القدير:(۷/۲۸۷،طبع رشيديه)

وكل ماكان كذلك ممااحدثه الشيطان وعمله اهل الغفلة فهوحرام سواء قومربه اولا.

ولمافى الاشباه والنظائر:(ص۱۲۰،طبع قديمى)

اذااجتمع المباشروالمتسبب اضيف الحكم الى المباشر.

ولمافى الهندية:(۵/۳۶۲،طبع رشيديه)

يكره تعليم البازى بالطيرالحى ياخذه ويعذبه ولاباس بان يعلم بالمذبوح كذافى المحيط السرخسى.

الجواب صحیح:عبدالرحمٰن عفااللہ عنہ — واللہ اعلم:عبدالوہاب لغمانی عفااللہ عنہ

۲۳ربیع الاول ۱۴۳۱ھ — فتوی نمبر:۲۵۵۰

﴿ضرورت کی بناء پر چھوٹے بچوں کا بغیر وضوء کے قرآن کو چھونا درست ہے﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ بچے کا بغیر وضوء کے قرآن چھونا کیسا ہے؟ نیز ہمارے علاقے میں بچے کا بغیر وضوء کے قرآن کو ہاتھ لگانا برا سمجھا جاتا ہے تو اسکا کیا حکم ہے؟

مستفتی:علی حیدر عمرزئی چارسدہ

﴿جواب﴾ بچوں کو وضو کی عادت بنانے کی غرض سے وضو کا حکم کرنا چاہیے لیکن ابھی شریعت کی طرف سے چونکہ رخصت ہے اور زمانہ حفظ وناظرہ کا ہے جس میں بار بار قرآن کو ہاتھ لگانا پڑتا ہے، اس لئے وضو کے معاملہ میں سختی کرنا غلط ہے اس میں بچے کا دل اٹھنے کا اندیشہ ہے، لہذا صرف عادت بنانے کے درجہ میں تو بچوں کو وضو کا حکم ہو لیکن اس کا پابند نہ بنایا جائے۔

لمافى التنويرمع الدر:(۱/۱۷۳،طبع سعيد)

(ولا)يكره(مس صبي لمصحف ولوح)ولا بأس بدفعه اليه وطلبه منه للضرورة، اذالحفظ فى الصغركالنقش فى الحجر۔۔۔۔۔وفى الشامية:(قوله ولايكره مس صبي الخ)فيه ان الصبي غيرمكلف،والظاهران المرادلايكره لوليه ان يتركه يمس۔۔۔(قوله للضرورة)لان فى تكليف الصبيان وأمرهم بالوضوء حرجابهم،وفى تاخيره الى البلوغ تقليل حفظ القرآن درر.

الجواب صحیح:عبدالرحمٰن عفااللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب:عزیز الرحمٰن چاسدوی عفی عنہ

۱۷رجب المرجب ۱۴۲۹ھ — فتوی نمبر:۱۷۲۸

Scanned with CamScanner

﴿تہہ خانے میں قرآن کے نسخے ہوتے ہوئے بالا خانے میں رہنے کا حکم﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے گھر میں جو تہہ خانہ ہے ہم نے اس میں قرآن مجید کے نسخے اور دیگر اسلامی کتب رکھی ہوئی ہیں، گھر کے بعض افراد بالا خانہ میں سوتے ہیں، اب پوچھنا یہ ہے کہ اوپر کمرہ میں سونا کیسا ہے؟ جبکہ نیچے کمرہ میں دینی کتابیں موجود ہوں۔ مستفتی: محمد انعام اللہ چارسدہ

﴿جواب﴾ ایسے کمرے کے اوپر رہائش اختیار کرنے میں کوئی قباحت نہیں ہے۔

لمافی التنویر مع الدر:(۲/۲۲۹-۲۳۰،طبع امدادیه)

(لا)یکره ماذکر(فوق بیت)جعل (فیه مسجد)بل ولا فیه،لانه لیس بمسجد شرعا)

وفی الشامیة:قوله:(لایکره ماذکر)ای من الوطی والبول والتغوط نهر.قوله:(فوق بیت الخ)ای فوق مسجدالبیت:ای موضع اعدللسنن والنوافل بان یتخذله محراب--- فهو کمالوبال علی سطح بیت فیه مصحف،وذلک لایکره کمافی جامع البرهانی معراج.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفااللہ عنہ واللہ اعلم بالصواب: عزیز الرحمٰن چارسدوی غفرلہ

۵ ربیع الثانی ۱۴۲۹ھ فتویٰ نمبر: ۱۳۰۰

﴿شوہر کے لئے بلا دخول انزال کرنے کا حکم﴾

﴿سوال﴾ مفتی صاحب! میں ایک شادی شدہ آدمی ہوں، میری بیگم کی طبیعت کچھ ایسی ہے کہ مہینہ میں ایک دو مرتبہ سے زیادہ جماع کو ناپسند کرتی ہے، اب میں ایک جوان آدمی ہوں اپنے نفس کی تسکین اور قضائے شہوت کے لئے پیچھے کے راستے سے بغیر دخول کے مقعد کے قریب انزال کرتا ہوں، میری بیگم بھی اس پہ راضی ہے اور یہ میری عادت بن چکی ہے حتیٰ کہ میں ماہواری کے زمانے میں بھی یہ عمل کرتا ہوں اور ایک دو مرتبہ دوسرے راستے میں مجھ سے دخول بھی ہو چکا ہے۔

لہٰذا اب مطلوب یہ ہے کہ (۱) پیچھے کے راستے سے میں نے جو ایک دو مرتبہ دخول کیا ہے، اس کا کیا حکم ہے؟ (۲) ماہواری کے زمانے میں میرا یہ عمل (بلا دخول مقعد کے قریب انزال) درست ہے یا نہیں؟ (۳) ماہواری کے علاوہ یہ عمل کیسا ہے؟ مستفتی: ایک سائل کرک

﴿جواب﴾ شرعی عذر کے بغیر بیوی کے لئے جماع سے انکار کرنا سخت گناہ ہے اور باعث

Maktaba Tul Ishaat. com

لعنت ہے، ایسی صورت میں شوہر کو زبردستی جماع کرنے کا بھی اختیار ہے بلکہ استطاعت ہو تو دوسری شادی کرنے کا مشورہ دیا جاتا ہے۔

لمافی سنن ابی داود: (۱/۳۰۸، رقم الحدیث: ۲۱۴۱، طبع رحمانیہ)

عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم اذا دعا الرجل امرأتہ الی فراشہ فلم تاتہ فبات غضبان علیہا لعنتہا الملٰئکۃ حتی تصبح۔

ولمافی الشامی: (۲/۴، طبع سعید)

لہ وطؤہا جبراً اذا امتنعت بلامانع شرعی ولیس لہا اجبارہ علی الوط بعد ما وطئہا مرۃ وان وجب علیہ دیانۃ احیاناً۔

ولمافی البدائع: (۲/۳۳۱، طبع سعید)

للزوج ان یطالبہا بالوط متی شاء الا عند اعتراض اسباب مانعۃ من الوطء۔

ولمافی فتاویٰ ہندیۃ: (۱/۲۸۷، الباب الرابع فی الاولیاء، طبع رشیدیہ)

وان کانت ضخمۃ سمینۃ تطیق الرجال ولا یخاف علیہا المرض من ذلک کان للزوج ان یدخل بہا۔

ولمافی البدائع: (۲/۳۳۴، طبع سعید)

منہا وجوب طاعۃ الزوج علی الزوجۃ اذا دعاہا الی الفراش۔

ولمافی قاضی خان: (۱/۳۸۲، فصل حقوق الزوجیۃ، طبع قدیمی)

للزوج ان یمنع المرأۃ من العزل ولہ ان یضربہا علی اربعۃ منہا ترک الزینۃ اذا اراد الزوج الزینۃ والثانیۃ ترک الاجابۃ اذا اراد الجماع وہی طاہرۃ

(۱) بیوی کے ساتھ پیچھے کے راستے سے جماع کرنا بڑا گناہ ہے، حدیث میں ایسے شخص پہ لعنت کی گئی ہے، لہٰذا آپ نے جو ایک دو مرتبہ پیچھے کی جانب دخول کیا ہے، اس پر صدق دل سے توبہ واستغفار کریں اور آئندہ ایسی قبیح حرکت نہ کرنے کا عزم کریں۔

لمافی سنن ابی داود: (۱/۳۱۰، طبع رحمانیہ)

عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ملعون من اتیٰ امرأۃ فی دبرہا۔

ولمافی معانی الآثار: (۲/۲۹ باب الوطی فی ادبار النساء، طبع سعید)

عن خزیمۃ بن ثابت قال لا تاتوا النساء فی ادبارھن ...... وعن ابی ہریرۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال لا ینظر اللہ عزوجل الی رجل وطی امراۃ فی دبرہا ...... وایضا عن ابی ہریرۃ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال من اتی حایضاً او امراۃ فی دبرہا او کاہناً فقد کفر بما انزل اللہ علی محمد۔

(۲) اسی طرح ماہواری کے دنوں میں ناف سے لیکر گھٹنوں تک بغیر کپڑے کے، بیوی سے

Scanned with CamScanner

فائدہ اٹھانا ناجائز ہے چونکہ آپ نے حالت حیض میں بھی اس فعل کا ارتکاب کیا ہے، اسلئے اس پر بھی صدق دل سے توبہ واستغفار کریں اور ائندہ اس فعل شنیع سے باز رہے، البتہ حالت حیض میں جسم کے مذکورہ حصہ کے علاوہ باقی بدن سے بلا حائل بھی استمتاع کرنا یعنی لطف حاصل کرنا جائز ہے۔

لمافی قوله تعالى:(سورة البقرة،آيت ۲۲۲)

﴿يسئلونک عن المحيض قل هواذى فاعتزلوا النساء فى المحيض ولاتقربوهن حتى يطهرن﴾

ولمافى التنويرمع الدر:(۱/۲۹۲،طبع سعيد)

(و)يمنع(حل قربان ماتحت ازار)يعنى مابين سرة وركبة.

ولمافى الفتاوى الهندية:(۱/۳۹،طبع رشيديه)

وله ان يقبلها ويضاجعها ويستمتع لجميع بدنها ماخلابين السرة والركبة عندابى حنيفة و ابى يوسف.....وايضافان جامعها وهو عالم بالتحريم فليس عليه الا التوبة والاستغفار.

(۳) بغیر دخول کے مقعد کے قریب انزال اگر چہ فی نفسہ جائز ہے لیکن دخول کا قوی اندیشہ ہے، اس لئے بچنا ضروری ہے۔

لمافى قوله تعالى:(سورة البقرة،آيت ۲۲۳)نساء كم حرث لكم فاتواحرثكم انىٰ شئتم.....الأية.

ولمافى بدائع الصنائع:(۲/۳۳۱،طبع سعيد)

ومنها ملک المتعة وهواختصاص الزوج بمنافع بضعها وسائر اعضائها استمتاعا.

ولمافى صحيح البخارى:(۱/۲۷۴،كتاب البيوع،طبع قديمى)

قال النبى صلى الله عليه وسلم الحلال بين والحرام بين وبينهما امور مشتبهة فمن ترك ماشبه عليه من الاثم كان لما استبان له اترك،ومن اجترء على مايشک فيه من الاثم اوشک ان يواقع مااستبان،والمعاصى حمى الله من يرتع حول الحمىٰ يوشک ان يواقعه.

واللہ اعلم بالصواب: محمد فاروق چارسدوی الجواب صحیح: عبد الرحمٰن عفا اللہ عنہ

فتوی نمبر: ۷۶۸۲ ۲۰ محرم الحرام ۱۴۳۲ھ

﴿غیر مسلم کا مسجد میں داخل ہونا﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کہ آج کل مسلم ممالک میں بعض غیر مسلم سفیر مدارس دینیہ کا دورہ کرتے ہیں جس میں وہ بعض اوقات مسجد میں بھی داخل ہوتے ہیں تو شریعت کی رو سے غیر مسلم کا مسجد میں داخل ہونا جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

مستفتی: نصیر احمد کراچوی

﴿جواب﴾ صرف غیر مسلم ہونا دخول مسجد سے مانع نہیں ہے، چنانچہ آداب مسجد اور تقدس کا

خیال رکھتے ہوئے اگر کوئی غیر مسلم مسجد میں داخل ہو تو علماء احناف منع نہیں کرتے لیکن موجودہ دور میں جیسا کہ مشاہدہ ہے کہ نہ صرف غیر مسلم بلکہ ان کے رہبر خواہ وہ مسلمان ہوں مساجد کے تقدس کا کوئی خیال نہیں رکھتے ،تفریحی مقام کی طرح بے پردہ عورتیں بھی ساتھ آجاتی ہیں، ڈیجیٹل کیمرے بھی ساتھ ہوتے ہیں،لہذا ایمانی غیرت کا تقاضا ہے کہ اگر اس طرح ہوں تو داخل نہ ہونے دیا جائے بشرطیکہ کسی بڑی مصیبت وآزمائش میں مبتلاء ہونے کا قوی اندیشہ نہ ہو۔

لمافی التنویر مع الدر:(۶/ ۳۸۷،طبع سعید)(و)جاز(دخول الذمی مسجدا)مطلقا.

وفی الشامیۃ:(قوله وجاز دخول الذمی مسجدا)ولو جنبا کمافی الأشباه ـــ وانظر هل المستأمن ورسول أهل الحرب مثله ومقتضی استدلالهم علی الجواز بانزال رسول الله صلی الله علیه وسلم وفد ثقیف فی المسجد جوازه ویحرر ط(قوله مطلقا)أی المسجد الحرام وغیره.

ولمافی البحر الرائق:(۸/ ۲۰۳،طبع سعید)

(ودخول ذمی مسجدا)یعنی جاز ادخال الذمی جمیع المساجد عندنا ـــ ولنا أنه علیه الصلاة والسلام أنزل وفد ثقیف فی المسجد وضرب لهم خیمة فی المسجد فقال الصحابة:المشرکون نجس فقال علیه الصلاة والسلام لیس علی الأرض من نجاستهم شئی وانما نجاستهم علی أنفسهم ـــ وظهر أن قول المؤلف ذمی مثال ولیس بقید ولهذا عبر محمد فی کتبه بلفظ الکافر لیفید العموم.

ولمافی الهدایة:(۴/ ۴۷۷،طبع رحمانیه)

(قال ولا بأس بأن یدخل أهل الذمة المسجد الحرام) ـــ ولنا ماروی أن النبی علیه الصلاة والسلام انزل وفد ثقیف فی مسجده وهم کفار ولأن الخبث فی اعتقادهم فلا یؤدی الی تلویث المسجد.

ولمافی احکام القرآن للجصاص:(۳/ ۱۳۰-۱۳۱-۱۳۲،طبع قدیمی)

وقد أفاد قوله تعالیٰ (انما المشرکون نجس)منعهم عن دخول المسجد الا لعذر اذ کان علینا تطهیر المساجد من الأنجاس،فأما وفد ثقیف فانهم جاء وا بعد فتح مکة الی النبی صلی الله علیه وسلم والآیة نزلت فی السنة التی حج فیها أبو بکر وهی سنة تسع، فانزلهم النبی صلی الله علیه وسلم فی المسجد فأخبر أن کونهم انجاسا لا یمنع دخولهم المسجد وفی ذلک دلالة علی أن نجاسة الکفر لا یمنع الکافر من دخول المسجد.

وقد روی شریک عن أشعث عن الحسن عن جابر بن عبدالله عن النبی صلی الله علیه وسلم قال:لا یقرب المشرکون المسجد الحرام بعد عامهم هذا الا أن یکون عبدا أو أمة یدخله لحاجة.فأباح دخول العبد والأمة للحاجة لا للحج ، وهذا یدل علی أن الحر

الذمی له دخوله لحاجة ،اذلم يفرق أحد بين العبد والحر.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب: محمد طیب عفی عنہ

۲۹ صفر الخیر ۱۴۳۲ھ — فتویٰ نمبر: ۳۰۲۳

﴿کبوتروں، پرندوں اور مرغیوں وغیرہ کو روٹی کے ٹکڑے کھلانے میں کوئی مضائقہ نہیں﴾

﴿سوال﴾ کھانا کھانے کے بعد عموماً دسترخوان پر روٹی کے ٹکڑے بچ جاتے ہیں تو یہ بچے ہوئے ٹکڑے ہم کبوتروں، پرندوں اور مرغیوں وغیرہ کو ڈال سکتے ہیں یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

﴿جواب﴾ دسترخوان پر روٹی وغیرہ کے بچے ہوئے ٹکڑے کبوتروں، پرندوں اور مرغیوں وغیرہ کو کھلانا نہ صرف جائز بلکہ بہتر ہے۔

لمافی الهندية:(۵/۳۴۲،طبع رشيديه)

رجل يأكل خبزا مع أهله فاجتمع كسرات الخبز ولا يشتهيها أهله فله أن يطعم الدجاجة والشاة والبقر وهو الافضل.

ولمافی المحيط البرهاني:(۸/۷۳،كتاب الكراهية،طبع ادارة القرآن)

وفی فتاوی أهل سمرقند:رجل يأكل خبزاً مع أهله فاجتمع كسيرات الخبز ولا يشتهيها أهله فله أن يطعم الدجاجة أو البقرة أو الشاة.

ولمافی قاضی خان:(۳/۴۰۸،كتاب الحظر والاباحة،طبع قديمی)

رجل أكل خبزاً مع أهله فاجتمع كسر الخبز ولا يشتهيها أهله فله أن يطعم الدجاجة والشاة والبقر وهذا أولى من الالقاء فی النهر أو الطريق الا اذا وضع فی الارض ليأكلها النمل.

ولمافی الولوالجية:(۲/۲۲۶،طبع فاروقيه) وهو الأفضل لأن اطعام هذه الحيوانات جائز.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب: صادق محمد سواتی غفر لہ ولوالدیہ

۲۱ محرم الحرام ۱۴۳۲ھ — فتویٰ نمبر: ۲۷۹۳

﴿داڑھی رکھنے کا شرعی حکم﴾

﴿سوال﴾ محترم و مکرم مفتی صاحب مدظلہ! ترکی کے ایک حنفی المسلک آدمی نے ڈاڑھی سے متعلق علماء کرام کے تاکیدی فرامین کا احادیثِ مبارکہ کی روشنی میں ثبوت طلب کیا ہے، براہ کرم قرآن وحدیث کی روشنی میں راہ نمائی فرما کر مشکور ہوں۔ مستفتی: حاجی نصیر احمد ڈیفنس فیز ۲

﴿جواب﴾ داڑھی رکھنا اور بڑھانا اسلامی شعار، تمام انبیاء کرام کی متفقہ سنت اور تمام علماء

اسلام کا اجماعی مسئلہ ہے، اور ڈاڑھی کتروانا اور مونڈوانا سخت گناہ، تغییرِ خلق اللہ، مجوس کا شعار، عورتوں سے مشابہت، نصاریٰ کا طریقہ اور اسلامی شعار کی سخت خلاف ورزی ہے۔

قُبضہ (ایک مشت) کے برابر ڈاڑھی بڑھانا واجب اور قبضہ (ایک مشت) سے زیادہ حصے کو تراشنا مستحب ہے، ڈاڑھی بڑھانا قرآن وحدیث سے ثابت ہے، تصریحات درج ذیل ہیں:

قرآنِ کریم (سورۂ طٰہٰ آیت ۹۴) میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے واقعے میں ہے:

"قال یبنؤم لاتاخذ بلحیتی ولا براسی......الأیة".

ترجمہ: اُنہوں (حضرت ہارون علیہ السلام) نے کہا: اے میرے بھائی میرے سر اور ڈاڑھی کو نہ پکڑیں۔

معلوم ہوا کہ حضرت ہارون علیہ السلام کی ڈاڑھی اتنی بڑھی ہوئی تھی کہ پکڑنے میں آرہی تھی، ذخیرۂ احادیث میں ڈاڑھی رکھنے سے متعلق امر (جو کہ شریعت اسلامی میں وجوب ولزوم کے لئے آتا ہے) کے پانچ صیغے وارد ہوئے ہیں اور اُن سب کے معنیٰ ڈاڑھی بڑھانے اور اُس کو اپنی حالت پر رکھنے کے ہیں، چنانچہ (۱) اعفاء (۲) ایفاء (۳) ارخاء (۴) ارجاء اور (۵) توفیر کے الفاظ مختلف احادیثِ کریمہ میں وارد ہیں:

مثلاً: صحیح مسلم (۱/۱۲۹، طبع قدیمی) میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی روایت ہے:

قال رسول الله صلّى الله عليه وسلّم: "عشر من الفطرة قص الشارب واعفاء اللحية".

ترجمہ: دس چیزیں فطرت سے ہیں، مونچھوں کو تراشنا اور ڈاڑھی بڑھانا......الحدیث۔

صحیح بخاری: (۲/۸۷۵، حدیث نمبر: ۵۸۹۲، طبع رحمانیہ) اور صحیح مسلم: (۱/۱۲۹، طبع قدیمی) حدیث نمبر: (۲/۲۵تا۲۵۹) میں ہے:

عن ابن عمر رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلّى الله عليه وسلّم: "خالفوا المشركين، أوفروا اللحى وأحفوا الشوارب".

ترجمہ: حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مشرکوں کی مخالفت کرو، ڈاڑھی بڑھاؤ اور مونچھوں کو چھوٹا کرو۔

ایک تیسری جگہ صحیح مسلم: (۱/۱۲۹، طبع قدیمی) میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے:

قال رسول الله صلّى الله عليه وسلّم: "جزّوا الشوارب وأرخوا اللحى، خالفوا المجوس".

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مونچھیں کاٹو اور ڈاڑھیاں بڑھاؤ، مجوسیوں کی مخالفت کرو۔

اور المحیط البرہانی: (۸/۳۱۴، طبع دار الکتب العلمیہ) میں ہے: "من تشبه بقوم فهو منهم"

یعنی جو شخص کسی اور قوم سے مشابہت رکھے تو انجام اُس کا اُن کے ساتھ ہوگا، اور ڈاڑھی کتروانا اور مونڈوانا کفار سے مشابہت ہے۔

مسند احمد: (۲۴۳/۵، طبع مؤسسۃ الرسالۃ) میں مرویاتِ ابنِ عباس میں ہے:

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "لعن الله المتشبهين من الرجال بالنساء والمتشبهات من النساء بالرجال.

ترجمہ: اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو اُن مردوں پر جو عورتوں کی مشابہت اختیار کرتے ہوں اور اُن عورتوں پر جو مردوں کی مشابہت اختیار کرتی ہوں۔

نبی کریم ﷺ کو ڈاڑھی مونڈوانے اور کتروانے سے سخت نفرت تھی اور نفرت حرام چیز سے کی جاتی ہے، چنانچہ "البدایہ والنہایہ" (۵۱۳/۴، طبع رشیدیہ) میں ہے:

"......فكره النظر اليهما وقال: "ويلكما من امركما بهذا؟ قالا: امرنا ربنا (يعنيان كسرى) فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "ولكني امرني ربي باحفاء لحيتي وقصّ شاربي".

ترجمہ: ......تو آپ نے اُن دونوں کی طرف دیکھنے (تک) کو گوارا نہ کیا اور فرمایا تم پر پھٹکار ہو کس نے تمہیں اس (ڈاڑھی مونڈنے) کا حکم کیا ہے؟ انہوں نے کہا ہمارے پروردگار نے (اور اُن کی مراد اس سے کسریٰ تھا) تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا لیکن میرے رب نے مجھے ڈاڑھی بڑھانے اور مونچھ تراشنے کا حکم دیا ہے۔

علّامہ شامی نے ابن الہمام کے حوالے سے فتاویٰ شامیہ: (۴۱۸/۲، طبع سعید) میں علماء اسلام کا اتفاق و اجماع اس مسئلے کے بارے میں نقل کیا ہے، ملاحظہ ہو:

وأمّا الأخذ منها وهي دون ذلك كما يفعله بعض المغاربة ومخنّثة الرّجال فلم يبحه احد، وأخذ كلّها فعل يهود الهند ومجوس الاعاجم.

ترجمہ: اور ڈاڑھی کو ایک مشت سے کم کاٹنا جیسے کہ بعض مغربی لوگ اور ہیجڑے قسم کے لوگ کرتے ہیں تو اسے کسی نے بھی مباح نہیں کہا ہے اور پوری داڑھی ختم کرنا ہندوستان کے یہودیوں اور عجم کے مجوسیوں کا طریقہ ہے۔

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ الموفق للصواب: عنایت اللہ کاکڑ

۲۰ محرم الحرام ۱۴۳۲ھ — فتویٰ نمبر: ۲۸۲۲

Maktaba Tul Ishaat. com

﴿روٹی پر نمکدان وغیرہ رکھنا احترام کے منافی ہے﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام کہ جب ہم کھانے کے لئے دسترخوان لگاتے ہیں تو بسا اوقات کھانے میں نمک کی ضرورت پڑتی ہے تو نمک پلیٹ میں ڈال کر روٹی پر رکھتے ہیں یا روٹی پر نمک رکھ کر دسترخوان تک لیجاتے ہیں، پوچھنا یہ ہے کہ ایسا کرنا شرعاً صحیح ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾ نمکدان یا پلیٹ میں نمک ڈالکر روٹی کے اوپر رکھنا مناسب نہیں ہے، اس سے بچنا چاہیے، اس لئے کہ دراصل اس مسئلہ کا تعلق ادب سے ہے اور ادب اور خلاف ادب میں فرق کرنے والا علاقہ کا عرف ہوتا ہے، ہمارے عرف میں روٹی کے اوپر نمکدان وغیرہ رکھنا احترام کے منافی سمجھا جاتا ہے۔

لمافی الشامی:(۵/۲۹۰،طبع امدادیہ) یکرہ وضع المملحۃ القصعۃ علی الخبز.

ولمافی الھندیۃ:(۵/۳۴۱،طبع رشیدیہ)

والأصح ان کان مملحۃ یریدأکل الخبزبہ لا یکرہ کذافی الینابیع ،ویجوزوضع کاغذ فیھاملح علی الخبزووضع البقول علیہ قال شمس الأئمۃ الحلوانی:کل ذالک جائز ......وکان الشیخ الامام ظھیرالدین المرغینانی رحمہ اللہ تعالی لایفتی بالکراھیۃ فی وضع المملحۃ علی الخبز.

ولمافی المحیط البرھانی:(۸/۵۵،کتاب الکراھیۃ،طبع ادرۃ القرآن)

وممایتصل بمسائل الأکل وضع المملحۃ علی الخبزعلی الخوان:

وأنہ مکروہ،لأنہ استخفاف بالخبزولکن ینبغی أن یوضع الملح وحدہ علی الخبز.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ

واللہ اعلم بالصواب: صادق محمد سواتی غفرلہ ولوالدیہ

۲۱ محرم الحرام ۱۴۳۲ھ

فتوی نمبر: ۲۷۹۱

﴿حرام آمدنی والے کی دعوت قبول کرنا چاہیے یا نہیں؟﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام کہ بعض اہل علم حضرات سے سنا ہے کہ جس کی کمائی حرام کی ہو، ان کے ہاں دعوت نہیں کھانی چاہیے، اب ہوتا یہ ہے کہ بعض اوقات ہمارے اقارب اور دوست وغیرہ ہمیں دعوت پر مدعو کرتے ہیں لیکن ہمیں ان کے کاروبار اور کمائی کے بارے میں پوری معلومات نہیں ہوتی، ایسی صورت میں ہمارے لئے ان کی دعوت کو قبول کرنا چاہیے یا نہیں؟

﴿جواب﴾ صورت مسئلہ میں جب آپکو اپنے رشتہ داروں کی کمائی کے بارے میں پوری

Scanned with CamScanner

معلومات نہیں ہیں تو آپ کے لئے ان کی دعوت قبول کرنا جائز ہے کیونکہ جب تک کسی کے بارے میں علم نہ ہو کہ اس کی آمدنی حرام ہے تو مؤمن کے ظاہر حال کا اعتبار کرتے ہوئے اس کی کمائی کو حلال سمجھا جائیگا، البتہ یقینی طور پر معلوم ہو کہ اس کے مال میں حرام غالب ہے تو دعوت قبول کرلینے سے معذرت کرنی چاہیے۔

لمافی الشامی:(۹۸/۵،مطلب الحرمة تتعدد،طبع سعید)

(قوله الحرمة تتعدد الخ)نقل الحموی عن سیدی عبدالوهاب الشعرانی أنه قال فی کتابه المنن ومانقل عن بعض الحنفیة من أن لایتعدد ذمتین سألت عنه الشهاب بن الشلبی فقال:هومحمول علی ماذالم یعلم بذلک الحرام.

ولمافی المحیط البرهانی:(۷۳/۸،کتاب الکراهیة،طبع ادارة القرآن)

رجل أهدی الی انسان وأضافه ان کان غالب ماله من الحرام،فلاینبغی أن یقبل ویأکل من طعامه مالم یخبرأن ذلک المال حلال استقرضه أوورثه وان کان غالب ماله من حلال فلابأس بأن یقبل مالم یتبین له أن ذلک من الحرام،وهذالأن أموال الناس لاتخلومن قلیل حرام وتخلوعن کثیرحرام،فیعتبرالغالب.

ولمافی الهندیة:(۳۴۲/۵،طبع رشیدیه)

أهدی الی رجل شیئاً أوأضافه ان کان غالب ماله من الحلال،فلابأس الاأن یعلم بأنه حرام......الااذاعلم أن أکثرماله حلال بأن کان صاحب تجارة أوزرع فلابأس به لأن أموال الناس لاتخلوعن قلیل حرام،فالمعتبرالغالب.

ولمافی قاضی خان:(۲۰۲،۲۰۱/۳،کتاب الحظروالاباحة،طبع قدیمی)

قال الناطفی رحمه الله تعالی اذاأهدی الرجل الی انسان أوأضافه ان کان غالب من المهدی من الحرام،ینبغی له أن لایقبل الهدیة ولایأکل من طعامه مالم یخبرأنه حلال ورثه واستقرضه من غیره وان کان غالب مال المهدی من الحلال،لابأس بأن یقبل الهدیة ویأکل مالم یتبین عنده أنه حرام.

الجواب صحیح:عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ　　　واللہ اعلم بالصواب:صادق محمد سواتی غفرلہ ولوالدیہ

۲۵ محرم الحرام ۱۴۳۲ھ　　　فتویٰ نمبر:۲۸۰۸

﴿موبائل فون سے ایس،ایم،ایس،کے ذریعہ دینی مضامین بھیجنے کا حکم﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ موبائل فون سے sms کے ذریعے احادیث مبارکہ،دعوت وتبلیغ اور اصلاح کی مضامین حوالوں کے ساتھ بھیجنا کیسا ہے؟ براہ کرم شرعی وضاحت فرما کر شکریہ کا موقع دیں۔　　　مستفتی:خلیل اللہ سواتی

﴿جواب﴾ موبائل فون سے sms کے ذریعے احادیث مبارکہ،دعوت وتبلیغ اور لوگوں کی

Maktaba Tul Ishaat. com

اصلاح کی غرض سے مستند حوالوں کے ساتھ ارسال کرنا جائز تو ہے لیکن اگر اشد ضرورت نہ ہو تو ایسا نہیں کرنا چاہیے کیونکہ ہوسکتا ہے کہ اگلا شخص اس میں کچھ ردو بدل کر کے آگے ان حوالوں کے ساتھ بھیجدے جس کی بناء پر وہ وعید کا مستحق ٹھہرے، نیز دعوت و اصلاح کے لئے یہ کوئی مؤثر طریقہ نہیں ہے، اس لئے ہماری نظر میں ناپسندیدہ ہے۔

لمافی قولہ تعالی: (سورۃ النمل آیت ۲۸،۲۹)

اذهب بكتبي هذافالقه اليهم ثم تول عنهم فانظرماذايرجعون،انی القی الی کتاب کریم ..... الآیة

ولمافي أحكام القران: (۳۲/۳، طبع ادارۃ القرآن)

فسرابن عباس رضي الله عنه وقتادة وذهيربن محمد(الكريم)هيناابالمختوم،ففي الحديث كرم الكتاب ختمه وشرح أدب الكتاب يقال أكرمت الكتاب فهوكريم اذ اختمته وقال ابن المقنع من كتب الى أخيه كتاباًولم يختمه فقداستخفه ومن أدب الكتاب ان يختم أويلف في لفافه،ففي الأية دلالة على استحباب ختم الكتاب لكرم مضمونه وشرفه أولكرم مرسله وعلومنزلته،قلت:ولعل جعل الكتاب في اللفافة المعروفة ببلادنايقوم مقام الختم عرفاً،فانهم يعدون ارسال الكتاب اكراماًوبدونها تساهلاً.

ولمافي روح المعاني: (ج۱۹-۲۰ص ۲۵۳-۲۵۴،طبع رشيديه)

وفي الأية دليل على جوازارسال الكتب الى المشركين من الامام كابلاغ الدعوة والدعاء الى الاسلام وقدكتب رسول الله صلى الله عليه وسلم الى كيسرى وقيصر وغيرهمامن ملوك العرب......روى أنه عليه السلام كتب كتابه وطبعه بالمسك وختمه بخاتمة ودفعه الى الهدهد.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب: صادق محمد سواتی غفر اللہ لہ ولوالدیہ

۲۰ محرم الحرام ۱۴۳۲ھ — فتوی نمبر: ۲۷۷۹

﴿عورتوں کے ڈرائیونگ سیکھنے کا حکم﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام کہ کیا عورتوں کو ڈرائیونگ سیکھنا جائز ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾ عورتوں کا ڈرائیونگ سیکھنا فی نفسہ مباح ہے بشرطیکہ بے پردگی، نامحرم مردوں سے اختلاط اور ان سے سیکھنا نہ پڑتا ہو، نیز اس کی ضرورت ہو یا ضرورت پیش آنے کی توقع ہو، محض فیشنی عورتوں کی تقلید ہو تو جائز نہیں ہے۔

لمافی قولہ تعالی: (سورۃ الأحزاب، آیت ۳۳) ﴿وقرن في بيوتكن ولاتبرجن تبرج الجاهلية الأولى﴾

Scanned with CamScanner

ولمافي الدر مع الرد:(۴۲۳/۶،طبع سعيد)

لاتركب مسلمة على سرج للحديث هذالوللتلهي،ولولحاجة غزوأوحج أومقصد ديني أو دنيوى لابدلهامنه فلابأس به.

وفي الشامية:(قوله ولولحاجة غزوالخ)أي بشرط أن تكون متسترة وأن تكون مع زوج أو محرم.

ولمافي البزازية بهامش الهندية:(۱۵۷/۴،طبع رشيديه)

ولايأذن بالخروج الى المجلس الذى يجتمع فيه الرجال والنساء وفيه من المنكرات الخ.

الجواب صحیح:عبدالرحمٰن عفااللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب:محمد شعیب پشاوری

اا ربیع الاول ۱۴۳۲ھ — فتویٰ نمبر:۳۰۰۷

﴿اپریل فول منانا بڑے گناہوں کا مجموعہ ہے﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام کہ اپریل فول منانا یعنی یکم اپریل کو لوگوں کو جھوٹ بولکر فریب دینا یا ہنسانا ہنسانا جائز ہے یا نہیں ؟ اور ہر سال یکم اپریل کو بہت سی جھوٹی افواہیں پھیلائی جاتی ہیں مثلاً فائر بریگیڈ والوں کو فون کر دیا کہ فلاں فلاں جگہ آگ لگی ہوئی ہے اور جب وہ لوگ وہاں پہنچے تو کچھ بھی نہیں ہوتا ایسا کرنے کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا۔ مستفتی:محمد حسن پشاوری

﴿جواب﴾ اپریل فول کی رسم بلا شبہ باطل رسم ہے اور یہ مغرب سے ہمارے یہاں آئی ہے اور آج کل بکثرت لوگ اس میں مبتلا ہیں اور یہ بہت سے کبیرہ گناہوں کا مجموعہ ہے۔

(۱) اس دن لوگ صریح جھوٹ بولنے کو جائز سمجھتے ہیں، جھوٹ کو اگر ناجائز سمجھ کر بولا جائے تو کبیرہ گناہ ہے لیکن اگر اس کو حلال سمجھ کر بولا جائے تو اندیشہ کفر ہے اور قرآن کریم میں جھوٹ بولنے والے پر لعنت وارد ہوئی ہے گویا جو لوگ اپریل فول مناتے ہیں ان پر اللہ تعالیٰ کی، رسولوں کی، فرشتوں کی اور ساری مخلوق کی لعنت ہوتی ہے۔

(۲) اس میں خیانت کا گناہ بھی ہے کیونکہ حدیث میں آیا ہے، جس کا مفہوم ہے کہ بہت بڑی خیانت ہے کہ کوئی شخص دوسرے کو کوئی خبر دے جس کو خبر دی جارہی ہو وہ خبر دینے والے کو سچا سمجھ رہا ہو جبکہ خبر دینے والا جھوٹ بول رہا ہو۔

(۳) اس میں دوسرے کو دھوکہ دینا ہے اور یہ بھی کبیرہ گناہ ہے اور حدیث میں دھوکہ دینے والے کے بارے میں فرمایا گیا ہے کہ وہ ہم میں سے نہیں۔ (۴) اس میں مسلمانوں کو ناحق ایذاء

Maktaba Tul Ishaat. com

پہنچاتا ہے جس کے بارے میں قرآن کریم میں ہے کہ ایسے لوگ بڑے بہتان اٹھانے والے اور بڑے گنہگار ہیں۔ (۵) اپریل فول منانا گمراہ اور بے دین قوموں کی مشابہت ہے اور حدیث میں دوسری قوموں کی مشابہت اختیار کرنے پر سخت وعید وارد ہوئی ہے۔

پس جو لوگ فیشن کے طور پر اپریل فول مناتے ہیں انکے بارے میں اندیشہ ہے کہ وہ قیامت کے دن یہود و نصاریٰ کی صف میں اٹھائے جائیں، جب یہ اتنے بڑے گناہوں کا مجموعہ ہے تو تمام مسلمانوں کو نہ صرف خود اس سے توبہ کرنی چاہیے بلکہ دوسرے مسلمانوں کو بھی اس باطل رسم کو ختم کرنے کی ترغیب دینی چاہیے۔

لمافی قوله تعالیٰ:(سورة آل عمران،أیت ٦١)لعنت الله علی الکاذبین.....لأية.

ولمافی قوله تعالیٰ:(سورة التوبة،أیت ٢٩)ولا یحرّمون ما حرّم الله ورسوله......الأية.

ولمافی سنن أبی داؤد:(٢/٣٣٧،باب فی المعاریض،طبع رحمانیه)

عن سفیان بن اسید الحضرمیؓ قال سمعت رسول الله صلی الله علیه وسلم یقول کبرت خیانة أن تحدث أخاك حدیثا هولك به مصدق وأنت له به کاذب.

ولمافی جامع الترمذی:(١/١٥٧،باب ماجاء فی کراهية الغش فی البیوع،طبع فاروقی ملتان)

عن أبی هریرةؓ ان رسول الله صلی الله علیه وسلم مرعلی صبرة طعاما.....ثم قال من غش فلیس منا.

ولمافی قوله تعالیٰ:(سورة الأحزاب،أیت ٥٨)

والذین یؤذون المؤمنین والمؤمنات بغیرما اکتسبوا فقد احتملوا بهتانا واثما مبینا......الأية.

ولمافی بذل المجهود:(٥/٦١،باب فی لبس الشهرة،طبع الشیخ)

(عن ابن عمرؓ قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم من تشبه بقوم)قال القاری أی من تشبه نفسه بالکفار مثلا فی اللباس وغیره أوبالفسّاق أوالفجار أو بأهل التصوف الصلحاء الأبرار (فهو منهم)أی فی الاثم أوالخیر عندالله تعالیٰ.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب: محمد شعیب پشاوری

۲۹ صفر الخیر ۱۴۳۲ھ — فتوی نمبر: ۹۴۹۲

﴿نجومی کو ہاتھ دکھا کر حالات معلوم کرنا گناہ ہے﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ کیا نجومی کو ہاتھ دکھا کر حالات معلوم کرنا جائز ہے یا نہیں؟ بعض لوگ کہتے ہیں کہ نجومی اسباب پر نظر کر کے نتیجہ کی

Scanned with CamScanner

پیشگوئی کرتا ہے جیسے کہ محکمہ موسمیات والے پیشگوئیاں کرتے ہیں اور یہ علم غیب نہیں ہے کیا ایسا عقیدہ رکھنا شرعا درست ہے؟
مستفتی: محمد شعیب

﴿جواب﴾ نجومی کو ہاتھ دکھا کر حالات معلوم کرنا ایک بے مقصد کام ہے اور اس کا گناہ بھی بہت بڑا ہے، ایک حدیث شریف میں ہے کہ جو شخص نجومی کے پاس جائے چالیس روز تک اس کی نماز قبول نہیں ہوتی، نیز جس شخص کو اس کی عادت پڑ جائے وہ ہمیشہ پریشان رہے گا اور ان لوگوں کی الٹی، سیدھی اور غلط باتوں میں الجھا رہے گا اور اہل اسلام کے نزدیک کوئی شخص کسی کی قسمت کا صحیح صحیح حال نہیں بتا سکتا اور نہ ہی ستاروں اور برجوں میں کوئی ذاتی تاثیر ہے۔

اور بعض لوگ جو نجومیوں کو محکمہ موسمیات وغیرہ پر قیاس کرتے ہیں یہ صحیح نہیں کیونکہ محکمہ موسمیات والوں کے پاس کچھ ایسے حسی آلات ہوتے ہیں جن کی مدد سے وہ امکانی طور پر پیشگوئی کرتے ہیں جن کے بارے میں ان کی طرف سے امکان کا دعویٰ ہوتا ہے، وقوع یا عدم وقوع کا تعین نہیں ہوتا جبکہ اس کے برعکس نجومی لوگ محض انکل سے آئندہ کے واقعات کی خبر دیتے ہیں اور لوگوں کے عقائد خراب کرتے ہیں، لہٰذا اس سے اجتناب ضروری ہے۔

لمافی الصحیح لمسلم:(۲/۲۳۳،باب فی تحریم الکهانة والکهان،طبع قدیمی)

عن النبی صلی الله علیه وسلم قال من أتی عرافافسأله عن شئی لم تقبل له صلوٰة اربعین لیلة.

ولمافی سنن ابی داؤد:(۲/۱۸۹،باب فی الکهان،طبع رحمانیه)

عن ابی هریرةؓ ان رسول الله صلی الله علیه وسلم قال من أتی کاهناقال موسیٰ فی حدیثه فصدقه بمایقول.....فقد برئی ممانزل علی محمدصلی الله علیه وسلم.

ولمافی الشامی:(۱/۴۴،مطلب فی التنجیم والرمل،طبع سعید)

قال فی الاحیاء:ان علم النجوم فی نفسه غیرمذموم لذاته اذهو قسمان الخ ثم قال ولکن مذموم فی الشرع.وقال عمر:تعلموامن النجوم ماتهتدوابه فی البروالبحر ثم امسکوا،وانمازجرعنه من ثلاثةأوجه:أحدها:انه مضربأکثرالخلق،فانه اذاالقی الیهم ان هذه الآثارتحدث عقیب سیر الکواکب وقع فی نفوسهم انهاالمؤثرة.وثانیها:ان احکام النجوم تخمین محض،ولقد کان معجزة لادریس علیه السلام فیما یحکی وقد اندرس.وثالثها:انه لا فائدة فیه،فانه ماقدرکائن والاحترازمنه غیرممکن اه ملخصا.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب: محمد شعیب پشاوری

یکم ربیع الاول ۱۴۳۲ھ — فتویٰ نمبر: ۲۹۵۰

Maktaba Tul Ishaat. com

﴿پتنگ اڑانا ممنوع ہے﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام کہ کیا پتنگ اڑانا جائز ہے یا نہیں؟ مستفتی: محمد حسن

﴿جواب﴾ پتنگ اڑانے میں بہت سی برائیاں پائی جاتی ہیں اس لیے ممنوع ہے مثلاً:

(۱) یہ کبوتر بازی کے مشابہہ ہے جس میں انہماک کی وجہ سے امور دینیہ و دنیویہ سے غفلت کا مفسدہ پایا جاتا ہے اور کبوتر کے پیچھے بھاگنے والے کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے شیطان فرمایا ہے، لہٰذا یہ وعید اس کو بھی شامل ہے۔

(۲) پتنگ بازی کی وجہ سے پتنگ باز جماعت بلکہ خود نماز سے ہی غافل ہو جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ نے شراب اور جوئے کے حرام ہونے کی وجہ یہی بیان فرمائی ہے۔

(۳) پتنگ چونکہ عام طور پر مکانوں کی چھتوں پر کھڑے ہو کر اڑائی جاتی ہے اس لئے آس پاس کے گھر والوں کی بے پردگی ہوتی ہے۔

(۴) پتنگ بازی میں انہماک کی وجہ سے بعض اوقات چھتوں سے گرنے کے واقعات پیش آتے ہیں اس میں اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالنا ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسی چھت پر سونے سے منع فرمایا ہے جس میں منڈیر نہ ہو۔

(۵) پتنگ بازی میں بے جا مال صرف ہوتا ہے جو کہ تبذیر اور حرام ہے اور قرآن کریم میں بے جا مال خرچ کرنے والوں کو شیطان کا بھائی کہا گیا ہے۔

لمافی قوله تعالیٰ:(سورة بنی اسرائیل،آیت۲۷)ان المبذرین کانوا اخوان الشیاطین......الأیة.

ولمافی قوله تعالیٰ:(سورة المائدة،آیت۹۱)ویصدکم عن ذکر الله وعن الصلوٰة......الأیة.

ولمافی الصحیح لمسلم:(۲/۲۱۲،باب تحریم النظر فی بیت غیره،طبع قدیمی)

عن ابی هریرةؓ عن النبی صلی الله علیه وسلم قال من اطلع فی بیت قوم بغیر اذنهم فقد حل لهم ان یفقأوا اعینه.

ولمافی سنن ابی داؤد:(۲/۳۲۶،طبع رحمانیه)

قال رسول الله صلی الله علیه وسلم من بات علی ظهر بیت لیس علیه حجار فقد برئت منه الذمة.

ولمافی بذل المجهود:(۵/۲۶۵،باب فی اللعب بالحمام،طبع الشیخ)

(عن ابی هریرةؓ ان رسول الله صلی الله علیه وسلم رأی رجلا یتبع حمامة فقال

Scanned with CamScanner

شيطان يتبع شيطانة) اى هو شيطان لاشتغاله بمالا يعنيه يقفو اثر شيطانة اورثته الغفلة عن ذكر الله تعالىٰ.

ولمافي الهداية :(۴/۴۷۸،طبع رحمانيه)

قال ويكره اللعب بالشطرنج والنرد والاربعة عشر وكل لهو لانه ان قامر بها فالميسر حرام بالنص وهو اسم لكل قمار وان لم يقامر بها فهو عبث ولهو...... ولانه نوع لعب يصد عن ذكر الله وعن الجمع والجماعات فيكون حراما لقوله عليه السلام ماالهاك عن ذكر الله فهو ميسر.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ　　　واللہ اعلم بالصواب: محمد شعیب پشاوری

۲۷ صفر الخیر ۱۴۳۲　　　فتوی نمبر: ۲۹۴۸

﴿انتظامیہ کی اجازت کے بغیر چوری چھپے پانی فرخت کرنا حرام ہے﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک ٹینکر والا واٹر پمپ سے چوری کر کے پانی لیتا ہے اور اس کو عام قیمت سے کم پر فروخت کرتا ہے تو کیا ان سے چوری کا پانی کم قیمت پر خریدنا جائز ہے یا نہیں؟　　　مستفتی: محمد فاروق

﴿جواب﴾ یاد رہے کہ پانی کے استعمال میں سب کو برابر کا حق حاصل ہے لیکن جب حکومت نے پانی کو جمع کیا ہے (یعنی واٹر پمپ میں) اور اسکے استعمال کے لئے ایک طریقہ متعین کیا ہے تو صرف اس طریقہ سے استعمال کرنا جائز ہوگا، اس طریقہ سے ہٹ کر استعمال کرنا ناجائز ہوگا کیونکہ اس میں انتظامیہ کی خلاف ورزی لازم آتی ہے جو کہ از روئے شریعت ناجائز ہے۔

لہٰذا مذکورہ صورت میں واٹر پمپ سے انتظامیہ کی اجازت کے بغیر چوری چھپے پانی نکالنا اور پھر اس کی خرید فروخت کرنا دونوں ناجائز ہیں، اس طرح کے انتظامی امور کی خلاف ورزی سے بچنا لازم ہے۔

لمافي الدر مع الرد:(۶/۴۴۰،طبع سعيد)

"المسلمون شركاء في ثلاث في الماء والكلاء والنار"......وفي الشامية:(قوله المسلمون شركاء في ثلاث)اى شركة اباحة لاشركة ملك،فمن سبق الى شئ من ذلك في وعاء اوغيره وأحرزه فهوأحق به وهوملك له دون من سواه يجوز له تمليكه بجميع وجوه التمليك،وهوموروث عنه وتجوز فيه وصاياه،وان أخذه أحدمنه بغيراذنه ضمنه.

ولمافي الشامي:(۵/۴۲۲،طبع سعيد)

(قوله امر السلطان انما ينفذ)اى يتبع ولاتجوز مخالفته......عن الحموى أن صاحب البحر

Maktaba Tul Ishaat. com

ذکرنا قلاعن أئمتنا أن طاعة الامام فی غیر معصیة واجبة فلو أمر بصوم یوم وجب اه.

ولما فی شرح الحموی: (۲/۲۶۲، کتاب الحظر والاباحة، طبع ادارة القرآن والعلوم الاسلامیة)

قوله "الحرمة تتعدی فی الأموال مع العلم بها" قال الشیخ عبدالوهاب الشعرانی فی کتاب المنن: وما نقل عن بعض الحنفیة من أن الحرام لایتعدی ذمتین سألت عنه الشهاب بن الشبلی، فقال: هذا محمول علی ما اذالم یعلم بذلک.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب: ذیشان احمد ملازئی

۲۲ صفر الخیر ۱۴۳۲ھ — فتویٰ نمبر: ۲۸۹۹

﴿چوری کی بجلی استعمال میں لانا جائز نہیں ہے﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ میں ایک کالونی میں رہائش پذیر ہوں اور ابھی نیا اس میں منتقل ہوا ہوں۔ اس کالونی میں بجلی کا بہت مسئلہ ہے۔ کئی سال پہلے اس کالونی میں جو حضرات رہائش پذیر تھے۔ ان سے محکمہ والوں نے بل ادا نہ کرنے کے بسبب بجلی کے میٹر ضبط کر لئے تھے۔ اور ابھی تک ان کو محکمہ والوں کی طرف سے بجلی کی اجازت نہیں ملی ہے۔ اور کالونی کے تمام رہائشی بجلی چوری کرتے ہیں اور استعمال میں لاتے ہیں۔ اب پوچھنا یہ ہے کہ کیا میرے لئے اس طرح کی بجلی استعمال کرنا صحیح ہے یا نہیں؟ جبکہ میں اس وقت موجود نہیں تھا جب سے یہ مسئلہ بنا ہے۔ اور محلہ میں ایک امام صاحب ہے جو چوری کی بجلی استعمال میں لاتا ہے۔ کیا ایسے امام کے پیچھے نماز پڑھنا صحیح ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾ محکمہ بجلی ایک قومی ادارہ ہے۔ قومی سرمایہ کے ذریعے بجلی پیدا کرتا ہے۔ بلاشبہ بجلی قوم کا اپنا حق ہے لیکن محکمہ کا بھی قوم پر حق ہے۔ جبکہ ہر دونوں جانب ایک دوسرے کی حق تلفی ہو رہی ہے۔ عوام کو دیکھیں تو اس نعمت کی حد سے زیادہ ناقدری کرتے ہیں۔ بجلی نہ صرف استعمال کرتے ہیں بلکہ ضائع بھی کرتے ہیں۔ اور محکمہ کا جائز حق بھی ادا نہیں کرتے۔ اور محکمہ کے ذمہ داروں کے مظالم اور بدنظمی کی بھی انتہاء نہیں ہے۔ چوری کرنے والوں کو نہیں روکیں گے یا نہیں روک سکتے۔ اور شریف لوگ جو چوری نہیں کرتے۔ پورے علاقہ میں چوری شدہ بجلی کا جرمانہ بھی انہی سے وصول کرتے ہیں۔ اور جب ایک بار بجلی کا ریکارڈ بن گیا اب ہر صورت میں صارف کو ادا کرنا ہے۔ خواہ میٹر ریڈر کی واضح غلطی ہو۔ بہرحال دونوں طرف سے ظلم ہو رہا ہے۔ لیکن محکمہ

والوں کی زیادتی کے باوجود چوری جائز نہیں ہے سب کے لئے حرام ہے۔البتہ امام صاحب کی شان کے تو زیادہ خلاف ہے۔لیکن نماز اس کی اقتداء میں ہوجاتی ہے۔

لما فی شرح المجلة :(۱/۲۶۲/طبع رشیدیه)

(المادة:۹۶): لا یجوز لاحد ان یتصرف فی مال الغیر بلا اذنه . وعدم الجواز شامل لجمیع انواع التصرف من استعمال کرکوب ولبس ووضع جذع علی حائط ودخول دار ومرور بارض ومن اعارة واجارة وصلح وهبة وبیع ورهن وهدم وبناء. وجمیع ما یجری به من العقود تملیکا بعوض او بغیر عوض یتوقف علی اجازته . فامتناع جمیع ذلک یتفرع علی هذه القاعدة.

ولما فیه ایضا :(۱/۲۶۴/طبع رشیدیه)

(المادة :۹۷): لایجوز لاحد ان یاخذ مال احد بلاسبب شرعی .ای لا یحل فی کل الاحوال عمدا او خطا او نسیانا جدا او لعبا ان یاخذ احد مال احدبوجه مالم یشرعه الله تعالی ولم یبحه . لان حقوق العباد محترمة لا تسقط بعذر الخطا والنسیان والهزال وغیره .وذلک کالغصب والسرقة والقمار والربا والرشوة.

ولما فی الهدایة :(۱/۱۲۲/طبع رحمانیه)

ویکره تقدیم العبد والفاسق والاعمی وولد الزنا .وان تقدموا جاز لقوله علیه الصلاة والسلام صلوا خلف کل برا وفاجر.

ولما فی الفقه الحنفی وادلته:(۲/۱۳۵/)والمظلوم لیس له ان یظلم غیره.

الجواب صحیح:مفتی عبدالرحمٰن عفی اللہ عنہ   واللہ اعلم بالصواب:منتظم خان غفرلہ ولوالدیہ

۱۷ ربیع الثانی ۱۴۳۵ھ   فتوی نمبر:۶ ۴۲۳

﴿بجلی چوری کرنا جائز نہیں﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارا تعلق دیہات سے ہے تقریبا پچیس تیس سال سے ہمیں بجلی کی سہولت مہیا ہے شروع چند سال ہمارا اور حکومت کا معاملہ صحیح چلتا رہا ہم بجلی کا بل ادا کرتے رہے اور حکومت ہماری نگرانی کرتی رہی میٹر ریڈر آتے رہے اور میٹر چیک کرتے رہے لیکن کچھ عرصہ بعد لوگوں نے آہستہ آہستہ بجلی چوری کرنا شروع کردیا محکمہ والے بھی غفلت کرتے رہے میٹر ریڈر نے آنا جانا بند کردیا حکومت کی طرف سے بل پر جرمانے آنے شروع ہوئے ان میں سے بعض لوگ ایسے بھی تھے جو صحیح طریقے سے بل ادا کرتے تھے ان کے بل پر بھی جرمانے آنے لگے وہ جب محکمہ والوں کے پاس جاتے

Scanned with CamScanner

Maktaba Tul Ishaat. com

اور شکایت کرتے کہ ریڈنگ زیادہ آئی ہے محکمہ والے یونٹ صحیح کرتے پھر دوبارہ اسی طرح ریڈنگ زیادہ آتی وہ لوگ پھر جاتے اور یونٹ صحیح کراتے ان سے جب پوچھا جاتا کہ میٹر ریڈر ہمارے یہاں کیوں نہیں آتے وہ جواب میں کہتے ہم آپ لوگوں کے علاقے میں ڈرتے ہیں اسی طرح یہ سلسلہ چلتا رہا آخر کار لوگ تھک گئے اور میٹر ختم کیے اور بجلی مفت میں استعمال کرنے لگے بعض لوگ جرمانوں سمیت بل ادا کرتے تھے لیکن جرمانے اتنے زیادہ آنے لگے کہ جن کا ادا کرنا بس سے نکل گیا بعض لوگوں نے یہ کوشش بھی کی کہ مسجد میں میٹر لگائے اس خیال سے تا کہ مسجد کی بجلی کم از کم حرام نہ ہو لیکن اسی طرح جرمانہ آیا اب صورت حال یہاں تک پہنچی ہے کہ لوگ یہ بات بھی بھول گئے کہ ہم حرام کی بجلی استعمال کر رہے ہیں بجلی کو اپنا حق سمجھتے ہیں حکومت بھی ہمارا نہیں پوچھتی اگر بجلی میں کوئی خرابی آجائے مثلاً ٹرانسفارمر خراب ہو جائے یا اور کوئی خرابی ہو تو لوگ خود ٹھیک کرتے ہیں لوڈ شیڈنگ بھی بہت زیادہ ہوتی ہے۔

اب ان سب صورت حال کو سامنے رکھ کر بجلی کا استعمال جائز ہے یا ناجائز؟ اگر ناجائز ہے تو ایک ایسا آدمی جو اللہ کا خوف دل میں رکھتا ہو اور اپنے علاقے والوں کے ساتھ وہ بھی بجلی کے اس ناجائز استعمال میں مبتلا ہو کیا راستہ اختیار کرے؟ کوئی متبادل صورت بن سکتی ہے یا نہیں؟ واضح رہے کہ اگر کوئی محکمہ والوں کو روپے دے دیں تو غالب گمان یہ ہے کہ وہ لوگ خود کھائیں گے اس لئے کہ خزانے کا رسید آتا نہیں اس وجہ سے حکومت کو نہیں دیں گے۔

﴿جواب﴾ بجلی پوری قوم کا سرمایہ ہے اس کا غلط استعمال کسی طرح جائز نہیں ہو سکتا۔ ایک دوسرے کے حقوق ناجائز طور پر دبانے کا مرض زیادہ عام ہوتا جا رہا ہے، جہاں یہ مرض عوام میں ہے۔ تو سرکاری محکمے بھی اس مرض میں عوام سے کچھ پیچھے نہیں ہیں۔ خصوصاً محکمہ بجلی تو بری طرح بدنظمی کا شکار ہے۔ مذکورہ صورت حال میں علاقہ کے سمجھدار اور ذمہ دار لوگوں کو چاہئے کہ محکمہ کے بڑے افسروں کے ساتھ بیٹھ کر مسئلہ کا حل نکال لیں اگر سنجیدگی کے ساتھ کوشش ہوئی۔ تو امید ہے اس مشکل کا حل نکل آئے گا۔ اور جب تک اسکا حل نہ نکل آئے تو بجلی استعمال نہ کرے لوڈ شیڈنگ بھی تو بجلی مکمل نہ ہونے سے کچھ کم نہیں ہے۔ لوڈ شیڈنگ اگر قابل برداشت ہے تو مکمل طور بجلی کے استعمال کو چھوڑنا بھی برداشت کیا جا سکتا ہے۔ بہر حال کنڈہ استعمال کرنا یا بل ادا نہ کرنے

کے باوجود بجلی استعمال کرنا کسی طرح جائز نہیں ہے۔

لما فی ابی داؤد ۲/۲۳ رحمانیۃ

عن ابی ھریرۃؓ انہ قال خرجنا مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عام خیبر فلم نغنم ذھبا ولا ورقا الا الثیاب والمتاع والاموال قال فوجہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نحو وادی القری قد اھدی لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عبد اسود یقال لہ مدعم حتی اذا کانوا بوادی القری فبینا مدعم یحط رحل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذ جائہ سھم فقتلہ فقال الناس ھنیئا لہ الجنۃ فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کلا والذی نفسی بیدہ ان الشملۃ التی اخذھا یوم خیبر من المغانم لم تصبھا المقاسم لتشتعل علیہ نارا فلما سمعوا ذلک جاء رجل بشراک اوشراکین الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شراک من نار او قال شراکان من نار۔

ولما فی شرح المجلۃ ۱/۲۶۴ تحت المادۃ ۹۷

لا یجوز لاحد ان یاخذ مال احد بلا سبب شرعی ای لا یحل فی کل الاحوال عمدا او خطا او نسیانا جدا او لعبا لان حقوق العباد محترمۃ لا تسقط بعذر الخطا ونسیان والھزل وغیرہ وذلک کالغصب والسرقۃ والقمار والربا والرشوۃ۔

الجواب صحیح: مفتی عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب: شفقت اللہ

۴ جمادی الثانیہ ۱۴۳۵ھ — فتوی نمبر: ۳۱۸۰

﴿قرعہ کے ذریعے سے دعوت کھانے کا حکم﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ چند دوست کبھی آپس میں طے کر لیتے ہیں کہ قرعہ ڈالتے ہیں، جس کا نام نکلا وہ باقی ساتھیوں کو کھانا کھلائے گا تو کیا شریعت کے رو سے اس طرح قرعہ ڈال کر کسی کی دعوت کھانا جائز ہے؟ مستفتی: برکت اللہ

﴿جواب﴾ اگر سب دوستوں نے کھانا کھلانے پر رضامندی ظاہر کی ہے صرف تعین کے لئے قرعہ ڈالا جا رہا ہے تو اسطرح دعوت کھانے میں کوئی حرج نہیں، البتہ سب دوست کھانا کھلانے پر راضی نہیں ہیں یا وہ راضی نہیں جس کے حق میں قرعہ نکلا ہے تو اس طرح کسی سے دعوت کھانا جائز نہیں۔

لما فی قولہ تعالی: (سورۃ النساء، پارہ ۵، آیت ۲۹)

﴿یا ایھا الذین آمنوا لا تاکلوا أموالکم بینکم بالباطل الا أن تکون تجارۃ عن تراض منکم ۔۔۔ الآیۃ﴾

Maktaba Tul Ishaat. com

ولمافی جامع الترمذی:(۱۳۵/۲ سورۃ التوبۃ،طبع فاروقی)

ألاان المسلم أخوالمسلم فلیس یحل لمسلم من أخیه شئی الا ماأحل من نفسه.

ولمافی الهندیة:(۲۱۷/۵،الباب الخامس فی الرجوع عن القسمة.....الخ،طبع رشیدیه)

ذکرالناطفی أن القرعة ثلاث الاولی لاثبات حق البعض وابطال حق البعض وانهاباطلة کمن أعتق أحد عبدیه بغیرعینه ثم یقرع والثانیةلطیبةالنفس وانهاجائزة کالقرعة بین النساء للسفر.....والثالثة لاثبات حق واحد فی مقابلة مثله فیفرزبهاحق کل واحد منهاوهوجائزکذافی فتاوی قاضیخان.

الجواب صحیح:عبدالرحمٰن عفااللہ عنہ واللہ اعلم بالصواب:ذیشان احمد ملازئی

۱۲ربیع الاول ۱۴۳۲ھ فتوی نمبر:۳۰۱۰

﴿مریض جانور کو گولی یا زہر سے مارنے کا حکم﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کسی جانور مثلاً (کتے) کو ایسا مرض لگ جائے کہ جس سے بغیر موت کے چھٹکارا نہ ہوسکتا ہو تو ایسی صورت میں جانور کو بغیر ذبح کیے ہوئے گولی یا زہر کھلا کر مارنا جائز ہے یا نہیں؟ بینوا تو جروا۔

﴿جواب﴾ صورت مسئولہ میں جانور کو قتل کرنا جائز ہے مگر قتل کرنے کا بہتر طریقہ یہ ہے کہ ذبح کیا جائے لیکن اگر کسی وجہ سے ذبح نہ کر سکتے ہوں تو ایسا طریقہ اختیار کرنا چاہیے جس میں جانور کو کم سے کم تکلیف ہو اور جلدی جان نکل جائے،لہٰذا ایسی جگہ گولی مارنا کہ جس سے فوراً جان نکل جائے یا اتنا تیز زہر کھلانا کہ کھاتے ہی مر جائے،اس کی بھی گنجائش معلوم ہو رہی ہے۔

لمافی الهندیة:(۲۲۱/۵،طبع قدیمی)

الحمار اذامرض ولاینتفع به فلابأس بأن یذبح فیستراح منه کذافی الفتاوی العتابیة.

ولمافی الصحیح لمسلم:(۱۵۲/۲،طبع قدیمی)

عن شدادبن اوس قال ثنتان حفظتهماعن رسول الله ﷺقال انّ الله کتب الاحسان علی کل شئ فاذاقتلتم فأحسنواالقتلة.....الخ.

ولمافی التنویرمع الرد:(۷۵۲/۶،طبع سعید)(والاولی ذبح الکلب اذاأخذته حرارةالموت.....)

وفی الشامیة:(قوله والأولی الخ)لمافیه من تخفیف الالم عنه قال ط والتقیید بالکلب لیس له مفهوم

الجواب صحیح:عبدالرحمٰن عفااللہ عنہ واللہ اعلم بالصواب:ذیشان احمد ملازئی

۱۸محرم الحرام ۱۴۳۲ھ فتوی نمبر:۷۶۴۳

Scanned with CamScanner

﴿اناج کے دانے گوبر میں ہوں یا سالن میں مینگنی گری ہو تو ان کا حکم﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام مندرجہ ذیل مسائل کے بارے میں:

(۱) گندم، جو وغیرہ کے ثابت دانے جانوروں مثلاً گائے، بکری اور اونٹ کے معدہ سے ہوتے ہوئے گوبر یا مینگنی وغیرہ کیساتھ نکلیں تو ایسے دانے نجس ہیں یا پاک؟ دیکھنے میں آیا ہے کہ ایسے دانے بسا اوقات قابل کاشت ہوتے ہیں اور عام تخم کی طرح کارآمد ہوتے ہیں تو ان کا استعمال کیسا ہے؟ (۲) روٹی میں اگر چوہے یا بکری کی مینگنی نظر آئے تو اس روٹی کا کھانا جائز ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾ (۱) گندم اور جو کے ثابت دانے اگر اونٹ گدھے اور بکری کی مینگنی میں ہوں تو صرف اوپر کا حصہ نجاست لگنے کیوجہ سے نجس ہے دھونے سے پاک ہوجاتے ہیں اور ہر طرح استعمال کئے جاسکتے ہیں، گوبر میں ہوں تو دھونے سے پاک نہیں ہوسکتے اس لئے کہ گوبر کی تری دانوں کے اندر بھی سرایت کرجاتی ہے، ایسے دانے صرف کاشت میں کام آسکتے ہوں تو استعمال کرسکتے ہیں خوراک کی اشیاء میں استعمال کرنا جائز نہیں ہے۔

(۲) بکری اور چوہے کی مینگنی اگر روٹی میں ہو تو صرف روٹی کا وہ حصہ جو مینگنی کیساتھ متصل ہے کاٹ کر الگ کردیں باقی روٹی پاک ہے کھانا جائز ہے اور اگر سالن میں ایسی چیز گر جائے تو پورے سالن کو ناپاک کردیتی ہے، ایسے سالن کا استعمال جائز نہیں ہے۔

لما فی البحر: (۸/ ۱۸۳، طبع سعید)

ولابأس بأكل شعير يوجد في بعر الابل والشاة فيغسل ويؤكل وان في اخثاء البقر وروث الفرس لايؤكل لان البعر صلب فلاتتداخل النجاسة في أجزاء الشعير والحنطة.

ولما في البزازية على هامش الهندية: (۶/ ۳۶۵، طبع رشيديه)

والشعير المأخوذ من بعر الابل يغسل ويؤكل ويباع لامن البقر لان البعر صلب والخثى لا، خبز وجد في وسطه بعر فأرة يرمى البعر ويؤكل ان البعر على صلابته.

ولما في الفتاوى السراجية: (ص ۷۲، طبع سعيد)

الشعير اذا وجد في بعر الابل أو الشاة فانه يغسل ويؤكل ولو وجد في اخثاء البقر لاخبز وجد في خلاله سرقين الفارة فان كان على صلابة يرمى ويؤكل الخبز.

ولما في الشامي: (۱/ ۲۲۱، طبع سعيد)

(قوله وقت الحلب) فلو وقعت في غير زمان الحلب فهو كوقوعها في سائر الاواني

Maktaba Tul Ishaat. com

فتنجس فی الأصح، لأن الضرورۃ انما ھی زمان الحلب، لأن من عادتھا أن تبعر ذلک الوقت، والاحتراز عنہ عسیر، ولا کذلک غیرہ اھ شارح منیۃ.

الجواب صحیح: عبدالرحمن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب: محمد بلال شاہ، جنوبی وزیرستان

۵ ربیع الاول ۱۴۳۳ھ — فتوی نمبر: ۲۹۹۶

﴿مردہ جانور کے تھنوں سے نکلنے والا دودھ حلال ہے﴾

﴿سوال﴾ مفتی صاحب! مردہ بکری اور گائے کے تھنوں سے اگر دودھ نکل آئے تو اس کا شرعی حکم کیا ہے؟ آیا اس کا استعمال کرنا جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

﴿جواب﴾ اس مسئلہ میں امام ابوحنیفہ اور صاحبین (امام ابو یوسف، امام محمد رحمہما اللہ تعالی) کے درمیان اختلاف ہے، امام صاحب کے نزدیک یہ دودھ پاک ہے، لہذا اس کا استعمال کرنا جائز ہے اور صاحبین کے نزدیک ناپاک ہے، فقہاء کرام کی تصریحات کے مطابق دلائل کے اعتبار سے تو امام صاحب کا قول راجح معلوم ہوتا ہے، لہذا ایسے دودھ میں بظاہر کوئی تبدیلی مثلاً بدبو یا بدذائقہ نہ ہو تو استعمال کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

لمافی البدائع: (۵/۴۳، طبع سعید)

ولو ماتت شاۃ وخرج من ضرعھا لبن یؤکل عند أبی حنیفۃ وعند أبی یوسف ومحمد لا یؤکل وھو قول الشافعی رحمھم اللہ جمیعا الا ان عند الشافعی لا یؤکل لکونہ میتۃ وعندھما لایؤکل لنجاسۃ الوعاء، ولأبی حنیفۃ علیہ الرحمۃ قولہ تبارک وتعالی وان لکم فی الانعام لعبرۃ نسقیکم مما فی بطونہ من بین فرث ودم لبنا خالصا سائغا للشاربین والاستدلال بالآیۃ من وجوہ...... الخ وکذا فی فتح القدیر: (۱/۱۰۰، طبع رشیدیہ)

ولمافی التنویر مع الدر: (۱/۲۰۶، طبع سعید)

(وشعر المیتۃ)...... وکذا کل مالاتحلہ الحیاۃ حتی الأنفحۃ واللبن علی الراجح.

وفی الشامیۃ: (قولہ علی الراجح) ای الذی ھو قول الامام، ولم ار من صرح بترجیحہ، ولعلہ اخذہ من تقدیم صاحب الملتقی لہ وتأخیرہ قولھما کما ھو عادتہ فیما یرجحہ. وعبارتہ مع الشرح: وانفحۃ المیتۃ ولو مائعۃ ولبنھا طاھر کالمذکاۃ خلافا لھما لتنجسھما بنجاسۃ المحل، قلنا نجاستہ لاتؤثر فی حال الحیاۃ اذ اللبن الخارج من بین فرث ودم طاھر، فکذا بعد الموت اھ. ثم اعلم ان الضمیر فی قول الملتقی ولبنھا عائد علی المیتۃ، والمراد بہ اللبن الذی فی ضرعھا...... الخ.

ولمافی خلاصۃ الفتاوی: (۱/۴۲، طبع رشیدیہ) والبقرۃ اذا ماتت وفی ضرعھا لبن فھو طاھر.

ولما فی البزازیۃ: (۲/ ۳۸۳، طبع قدیمی) الدین المرأة والشابۃ والعقرۃ المعدۃ للاعمر

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفااللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب: محمد بلال شاہ وزیرستانی

۵ ربیع الاول ۱۴۳۲ھ — فتویٰ نمبر: ۲۹۹۹

﴿مقدس مقامات کی مٹی اور پتھر پاس رکھنے کا حکم﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کوئی شخص بیت اللہ شریف کی مٹی اور غار حرا یا احد پہاڑ کے پتھر لاکر تبرک کے طور پر گھر میں رکھے تو کیسا ہے؟ یہاں ایک بھائی کہتا ہے کہ عرب سے عجم میں لاکر رکھنا غلط بات ہے؟ مستفتی: محمد ادریس چارسدوی

﴿جواب﴾ تبرک کی غرض سے مقدس مقامات کی مٹی یا پتھر پاس رکھنا اگر چہ فی نفسہ جائز ہے لیکن اسکی کھلی اجازت دینے میں بے شمار عملی و اعتقادی خرابیوں کا نہ صرف اندیشہ بلکہ اس کا مشاہدہ ہے، اس لئے عام لوگوں کو منع کرنے میں خیر ہے۔

لما فی الشامی (۲/ ۲۲۶، مطلب فی کراھیۃ الاستنجاء بماء زمزم، طبع سعید)

تنبیہ لاباس باخراج التراب والاحجار التی فی الحرم وکذا قیل فی تراب البیت المعظم اذا کان قدراً یسیراً للتبرک بہ بحیث لاتفوت بہ عمارۃ المکان کذا فی الظھیریۃ وصوب ابن وھبان المنع عن تراب البیت لئلا یتسلط علیہ الجھال فیفضی الی خراب البیت والعیاذ باللہ تعالی.

ولما فی صحیح البخاری: (۲/ ۳۹۹، کتاب اللباس باب مایذکر فی الشیب، طبع رحمانیہ)

عن عثمان بن عبداللہ بن موھب قال ارسلنی اھلی الی ام سلمۃ بقدح من ماء وقبض اسرائیل ثلث اصابع من قصۃ فیہ شعر من شعر النبی صلی اللہ علیہ وسلم وکان اذا اصاب الانسان عین اوشیء بعث الیھا مخضبۃ فاطلعت فی الجلجل فرأیت شعرات حمراً.

ولما فی الصحیح لمسلم: (۲/ ۱۹۰، باب تحریم استعمال اناء الخ، طبع قدیمی)

فقالت ھذہ جبۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فاخرجت الی جبۃ طیالسیۃ کسروانیۃ لھا لبنۃ دیباج وفرجیھا مکفوفین بالدیباج فقالت ھذہ کانت عند عائشۃ حتی قبضت فلما قبضت قبضتھا وکان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یلبسھا فنحن نغسلھا للمرضی لنستشفی بھا.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفااللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب: محمد امین چارسدوی

۲۱ صفر الخیر ۱۴۳۲ھ — فتویٰ نمبر: ۲۹۱۸

﴿سینے کے بال کاٹنے کا حکم﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام کہ مرد کے لئے سینے کے بال کا کاٹنا صحیح ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾ مرد اپنے سینے کے بال کاٹ سکتا ہے لیکن خلاف ادب اور خلاف اولیٰ ہے۔

لمافی الشامی:(۱/۳۰۷،طبع سعید)وفی حلق شعر الصدر والظہر ترک الادب کذافی القنیۃ ۸۱

ولمافی البحر الرائق:(۸/۲۰۲،طبع سعید)

وفی التتمۃ حلق شعر صدرہ وظہرہ فیہ ترک الادب.

ولمافی فتح القدیر:(۳/۳۰،کتاب الحج،طبع رشیدیہ)

متی حلق عضوا مقصودا بالحلق فعلیہ دم،وان حلق مالیس بمقصود فصدقۃ،ثم قال:
ومالیس بمقصود حلق شعر الصدر والساق،ومماہو مقصود حلق الرأس والابطین.

ولمافی الفتاوی الهندیۃ:(۵/۳۲۸،طبع قدیمی)

ولاینتف انفہ لان ذلک یورث الاکلۃ وفی حلق شعر الصدر والظہر ترک الادب کذافی القنیۃ.

الجواب صحیح:عبدالرحمٰن عفااللہ عنہ　　　واللہ اعلم بالصواب:محمد فاروق چارسدوی

۱۰ ربیع الاول ۱۴۳۲ھ　　　فتویٰ نمبر:۲۹۸۵

﴿جھوٹ بول کر سودا بیچنا حرام ہے﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ میں ایک دوکاندار ہوں میرے پاس ہر چیز کی مختلف قسمیں ہوتی ہیں یعنی ایک ایک چیز اعلیٰ،اونی اور متوسط قسم کی،جب میرے پاس کوئی گاہک آکر مجھ سے اچھی چیز کا مطالبہ کرتا ہے تو ہم وہی مہنگی اور معیاری چیز اس کو دکھادیتے ہیں لیکن وہ اسے دیکھ کر مطمئن نہیں ہوتا اور کہتا ہے کہ اس سے بھی اعلیٰ قسم کی دکھاؤ،تو پھر میں متوسط قسم کی اسکو دکھا دیتا ہوں اور کہتا ہوں کہ یہ اس سے بھی اونچی ہے وہ مطمئن ہوکر لیتا ہے تو اس طرح گویا کہ ۱۰۰ روپے کی چیز میں ۱۵۰ یا ۲۰۰ روپے میں بیچ دیتا ہوں جس کو وہ بخوشی قبول کرلیتا ہے تو کیا میرے لئے اس قسم کا نفع جائز ہے یا نہیں؟　　　مستفتی:اکرام اللہ ڈیفنس

﴿جواب﴾ جھوٹ بول کر سودا بیچنا حرام ہے،اس میں ایک تو جھوٹ بولنے کا گناہ ہے، دوسرے مسلمانوں کے ساتھ دھوکا اور فریب کرنے کا،آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کا مفہوم ہے"تاجر لوگ قیامت کے دن بدکار ہونے کی حالت میں اٹھائے جائیں گے،سوائے اس شخص کے جو نیکی کا کام کرے(مثلاً:صدقہ وخیرات)اور سچ بولے"۔

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک حدیث شریف میں ہے کہ"جو شخص ہم کو(یعنی مسلمانوں)کو دھوکا دے گا وہ ہم میں سے نہیں"اور فرمایا کہ"بہت بڑی خیانت کی بات ہے کہ تو اپنے بھائی(مسلمان)کو ایسی بات کہے کہ وہ تجھ کو سچا جانتا ہو اور تو اس پر جھوٹ کہہ رہا ہو"لہٰذا

اس طرز تجارت سے حاصل ہونے والی آمدنی بھی ناجائز و حرام ہوگی۔

لمافی سنن ابن ماجة:(ص۱۵۵،التجارات،باب الاقتصادفی طلب المعیشة،طبع قدیمی)

ان التجاریبعثون یوم القیٰمةفجاراالامن اتقی الله وبروصدق.

ولمافی الترغیب والترهیب:(۵۵۸/۲-۵۵۹،طبع حقانیه پشاور)

وروی عن ابن عمررضی الله عنهما،قال:مررسول الله صلی الله علیه وسلم بطعام، وقد حسنه صاحبه،فادخل یده فیه،فاذاطعام ردی،،فقال:"بع هذاعلی حدة،وهذاعلی حدة،فمن غشنافلیس منا".

ولمافی الترغیب والترهیب:(۵۶۳/۲،طبع حقانیه)

قال رسول الله صلی الله علیه وسلم کبرت خیانةان تحدث أخاك حدیثاهولك مصدق،وأنت به کاذب.

ولمافی أحکام القرآن للجصاص:(۲۲۲/۲،طبع قدیمی)

ونظیرمااقتضته الأیةمن النهی عن أکل مال الغیرقوله تعالیٰ:(لاتأکلواأموالکم بینکم بالباطل وتدلوابهاالی الحکام)وقول النبیﷺ"لایحل مال امری،مسلم الابطیبةمن نفسه".

الجواب صحیح:عبدالرحمٰن عفااللہ عنہ

واللہ اعلم بالصواب:عباداللہ غفرلہ ولوالدیہ

۲۷صفرالخیر۱۴۳۲ھ

فتویٰ نمبر:۲۹۴۵

﴿الکحل ملی ہوئی پرفیوم کاحکم﴾

﴿سوال﴾ کیافرماتے ہیں علماءکرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ آج کل پاکستان میں ایسی پرفیومز بھی استعمال ہوتی ہیں جوکہ باہر ممالک سے درآمد کی جاتی ہیں جبکہ بعض پرفیومز خود پاکستان میں بھی تیار ہوتی ہیں،ان دونوں میں الکحل کی کچھ مقدار شامل ہوتی ہے تواب آپ حضرات سے پوچھنا یہ ہے کہ ان کا استعمال جائز ہے یانہیں؟اور بیرون ممالک اور پاکستانی پرفیومز میں کوئی فرق ہے یانہیں؟

مستفتی:بھائی یحییٰ ڈیفنس

﴿جواب﴾ چونکہ الکحل شراب سے تیار کی جاتی ہے اور شراب کی مختلف اقسام ہیں،ایک قسم وہ ہے جوانگوریا کھجور سے بنائی جاتی ہے جسکوعربی میں خمر کہاجاتا ہے،وہ نجس وناپاک ہے اور اس کا استعمال بھی حرام ہے اگرچہ تھوڑی مقدار میں کیوں نہ ہو،اور خمر کے علاوہ بھی ہزاروں اقسام ہیں جن کو بھی نشہ کی وجہ سے حرام قرار دیا گیا ہے اور نشہ سے کم مقدار بھی اگرچہ خوردنی اشیاء میں بلاضرورت استعمال کرنا ممنوع ہے لیکن حرام نہیں ہے۔

Scanned with CamScanner

Maktaba Tul Ishaat. com

اوراس وقت معلومات کی حد تک دنیا بھر میں جو الکحل تیار کی جاتی ہے (جس کی پرفیوم وغیرہ میں آمیزش ہوتی ہے) وہ عموماً خمر کے علاوہ دوسری اقسام کی شراب سے بنائی جاتی ہے، لہٰذا اگر کسی کو تحقیق سے یا غالب گمان سے یہ معلوم ہو جائے کہ اس پرفیوم یا دوا میں واقعی خمر سے حاصل شدہ الکحل کی آمیزش ہے تو اس کے لئے استعمال جائز نہ ہوگا، اس کی تحقیق نہ ہو تو چونکہ خمر کے علاوہ شراب غالب ہے اور ایسی چیزوں میں غالب پر حکم لگایا جاتا ہے، لہٰذا ان چیزوں کے استعمال کرنے کی گنجائش ہے، البتہ کوئی اس سے بچنا چاہے تو بہتر ہے اور بظاہر اس میں ملکی اور غیر ملکی پرفیوم دونوں برابر ہیں۔

لما فی تکملۃ فتح الملھم:(۲۰۸/۲ طبع دار العلوم کراچی)

وأما غیر الاشربۃ الاربعۃ فلیست نجسۃ عند الامام أبی حنیفۃ رحمہ اللہ تعالی۔ وبھذا یتبین حکم الکحول المسکرۃ (AL COHALS) التی عمت بھا البلوی الیوم، فانھا تستعمل فی کثیر من الادویۃ والعطور والمرکبات الاخری، فانھا ان اتخذت من العنب أو التمر فلا سبیل الی حلتھا أو طھارتھا، وان اتخذت من غیرھما فالامر فیہ سھل علی مذھب أبی حنیفۃ رحمہ اللہ تعالی، ولا یحرم استعمالھا للتداوی أو لاغراض مباحۃ اخری مالم تبلغ حد الاسکار، لانھا انما تستعمل مرکبۃ مع المواد الاخری، ولا یحکم بنجاستھا أخذا بقول أبی حنیفۃ رحمہ اللہ. وان معظم الکحول التی تستعمل الیوم فی الادویۃ والعطور وغیرھا لا تتخذ من العنب أو التمر، انما تتخذ من الحبوب أو القشور أو البترول وغیرہ...... وحینئذ ھناک فسحۃ فی الاخذ بقول أبی حنیفۃ عند عموم البلوی واللہ سبحانہ اعلم.

لما فی تکملۃ فتح الملھم:(۵۵۱/۱، طبع دار العلوم کراچی)

والذی ظھر لی أن معظم ھذہ الکحول لا تصنع من العنب، بل تصنع من غیرھا، و راجعت لہ دائرۃ المعارف البریطانیۃ المطبوعۃ ۱۹۵۰ م ۱: ۵۴۴ فوجدت فیھا جدولا للمواد التی تصنع منھا ھذہ الکحول، فذکر فی جملتھا العسل، والدبس، والحب...... ، والکبریتات، ولم یذکر فیھا العنب والتمر.

ولما فی التنویر مع الدر:(۴۵۲/۶-۴۵۳-۴۵۴، طبع سعید)

(والحلال منھا) أربعۃ أنواع: الاول (نبیذ التمر والزبیب ان طبخ أدنی طبخۃ) یحل شربہ (وان اشتد) وھذا (اذا شرب) منہ (بلا لھو وطرب) فلو شرب للھو فقلیلہ وکثیرہ حرام (ومالم یسکر)...... (و) الثانی الخلیطان...... (و) الثالث (نبیذ العسل والتین والبر والشعیر والذرۃ)...... (و) الرابع (المثلث) العنبی وان اشتد، وھو ما طبخ من ماء العنب حتی یذھب ثلثاہ ویبقی ثلثہ اذا قصد بہ استمراء الطعام والتداوی والتقوی

Scanned with CamScanner

علی طاعۃ اللہ تعالی، ولو للهو لا یحل اجماعا، حقائق۔

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب: عباداللہ

۲۲ صفر الخیر ۱۴۳۲ھ — فتویٰ نمبر: ۲۹۱۳

﴿آرمی کے کتے وغیرہ سے ثبوت جرم نہیں ہوسکتا﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اور مفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے کہ آج کل مختلف جرائم مثلاً چوری، قتل، راہزنی وغیرہ کے مجرموں کو پکڑنے کیلئے آرمی ڈاگ اور دیگر سدھائے ہوئے کتوں کے ذریعے مدد لی جاتی ہے جن سے بسا اوقات مجرم کی نشاندہی ہو جاتی ہے، دریافت طلب امر یہ ہے کہ کتوں کے سراغ لگانے پر جس مجرم کی نشاندہی کی گئی ہے، قاضی اس پر فرد جرم عائد کرتے ہوئے اس کو قید یا اس کے خلاف کوئی اور فیصلہ کرسکتا ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾ اس طرح کے جرائم کے ثبوت کے لئے باقاعدہ شرعی گواہی ضروری ہے، کتوں اور دیگر آلات جدیدہ سے جرم ثابت نہیں ہوتا، البتہ تفتیش اور مجرم سے جرم کے اقرار کے سلسلے میں ان آلات سے مدد لی جاسکتی ہے۔

لما فی تکملۃ رد المحتار: (۱۳/۷، طبع سعید)

(شرطها) احد وعشرون شرطا: شرائط مكانيا واحد وشرائط التحمل ثلاثة (العقل الكامل) وقت التحمل والبصر ومعاينة المشهود به الا فيما يثبت بالتسامع۔

ولما فی بدائع الصنائع: (۲۶۶/۶، طبع سعید)

وأما الشرائط فی الاصل فنوعان نوع هو شرط تحمل الشهادة ونوع هو شرط اداء الشهادة (أما) الأول فثلاثة أحدها أن يكون عاقلا وقت التحمل فلا يصح التحمل من المجنون والصبی الذی لا یعقل لأن تحمل الشهادة عبارة عن فهم الحادثة و ضبطها و لا یحصل ذلک الا بآلة الفهم والضبط وهی العقل ۔۔۔ الخ۔

ولما فی شرح المجلۃ: (۲۰۶/۵، طبع رشیدیہ)

وفی الخانية: واهلية الشهادة انما تكون بالعقل الكامل والضبط والولاية والقدرة على التمييز بين المدعی والمدعى عليه فلا تقبل شهادة الصبيان والمجانين۔

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب: طاہر زمان راولپنڈی

۱۳ ربیع الاول ۱۴۳۲ھ — فتویٰ نمبر: ۳۰۱۴

﴿ویڈیو گیم اور موبائل وغیرہ پر گیمیں کھیلنے کا حکم﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اور مفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ویڈیو

Scanned with CamScanner

Maktaba Tul Ishaat. com

گیم اور موبائل، کمپیوٹر وغیرہ پر جو مختلف گیمیں کھیلی جاتی ہیں آیا ان کا کھیلنا درست ہے یا نہیں؟ جبکہ عبادات وغیرہ میں کوئی خلل واقع نہ ہو خاص کر جن گیموں میں ذہنی ورزش ہو اور ذہن کو تیز کرتی ہوں۔ بینوا توجروا۔

مستفتی: یاسر حمید راولپنڈی

﴿جواب﴾ واضح رہے کہ ہر ایسا کھیل جس میں نہ دنیوی فائدہ ہو اور نہ دینی، نیز اس میں ضیاع وقت ہو یا اس میں کسی قسم کا قمار (جوا) ہو یا وہ کھیل ہار جیت والا ہو اور اس میں کوئی شرط ملحوظ ہو ایسے تمام کھیل شرعاً ناجائز ہیں۔

صورت مسئولہ میں جن مختلف گیموں کا تذکرہ ہے اگر چہ ان سے عبادات وغیرہ میں خلل واقع نہ ہو لیکن ضیاع وقت تو پھر بھی ہے، اس لئے کراہت سے خالی نہیں ہے، خاص کر ویڈیو گیم اور کمپیوٹر پر بعض گیموں میں دیگر مفاسد بھی پائے جاتے ہیں مثلاً بعض گیموں میں تصاویر ہوتی ہیں اور کھیل کے دوران میوزک بھی بجتا رہتا ہے، اس لئے ان تمام لایعنی کھیلوں سے احتراز واجتناب لازم ہے۔

نیز مذکورہ کھیلوں میں دین ودنیا کا کوئی فائدہ بھی نہیں صرف ذہنی ورزش کے لئے کھیلنے کو علماء نے ممنوع قرار دیا ہے، البتہ جسمانی کھیل جس میں جسم کی ورزش ہو اور یا کوئی دینی مقصد ہو محض کھیل مقصد نہ ہو تو ایسے کھیل شرعاً جائز ہیں۔

لمافی روح المعانی: (۱۸،۱۷، طبع رشیدیه) (والذين هم عن اللغو معرضون)

(والذين هم عن اللغو) وهو ما لا يعتد به من الأقوال والأفعال، وعن ابن عباس تفسيره بالباطل، وشاع في الكلام الذي يورد لا عن روية وفكر فيجري مجرى اللغا، وهو صوت العصافير ونحوها من الطير، وقد يسمى كل كلام قبيح لغوا...... (معرضون) في عامة أوقاتهم لما فيه من الحالة الداعية إلى الاعراض عنه مع ما فيهم من الاشتغال بما يعنيهم.

ولما في التنوير مع الدر: (۳۹۴/۶، طبع سعيد)

(و) كره تحريما (اللعب بالنرد و) كذا (الشطرنج) بكسر أوله ويهمل ولا يفتح الا نادرا وأباحه الشافعي وأبو يوسف في رواية ونظمها شارح الوهبانية. الخ.

ولما في البحر: (۲۰۷/۸، طبع سعيد)

(واللعب بالشطرنج والنرد وكل لهو) يعني لا يجوز ذلك لقوله عليه الصلاة والسلام كل لعب ابن آدم حرام الا ثلاثا ملاعبة الرجل أهله وتاديبه لفرسه ومناضلته لقوسه وأباح الشافعي الشطرنج من غير قمار ولا اخلال بالواجبات لأنه يذكي الأفهام.

Scanned with CamScanner

ولمافی الھندیۃ:(۵/۳۵۲،طبع رشیدیہ)

ویکرہ اللعب بالشطرنج والنرد وثلاثۃ عشر وأربعۃ عشر وکل لھو ماسوی الشطرنج حرام بالاجماع

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ واللہ اعلم بالصواب: طاہر زمان راولپنڈی

۶ ربیع الاول ۱۴۳۲ھ فتوی نمبر: ۲۹۸۴

﴿مردہ مرغی کے پیٹ سے نکلنے والے انڈے کا حکم﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں مفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر مردہ مرغی کے پیٹ سے انڈا نکل آیا تو کیا اس کا کھانا جائز ہے یا نہیں؟ مستفتی: عبدالعزیز صاحب وزیرستانی

﴿جواب﴾ مردہ مرغی کی پیٹ سے جو انڈا نکلے اس کا کھانا جائز ہے چاہے اس کا چھلکا سخت ہو یا نرم۔

لمافی البدائع:(۵/۴۳،طبع سعید)

واذاخرجت من الدجاجۃ المیتۃ بیضۃ تؤکل عندنا سواء اشتد قشرھا أولم یشتد وعند الشافعی رحمہ اللہ ان اشتد قشرھا تؤکل والافلا(وجہ)قولہ أنہ اذالم یشتد قشرھا فھی من أجزاء المیتۃ فتحرم بتحریم المیتۃ واذا اشتد قشرھا فقد صار شیئا آخر وھو منفصل عن الدجاجۃ فیحل(ولنا)انہ شیئ طاھر فی نفسہ مودع فی الطھر منفصل عنہ لیس من اجزائہ فتحریمھا لایکون تحریما لہ کما اذا اشتد قشرھا......الخ.

ولمافی الھندیۃ:(۵/۲۱۷،طبع قدیمی)

البیضۃ اذاخرجت من دجاجۃ میتۃ أکلت..... کذا فی السراجیۃ.

ولمافی البحر:(۱/۱۰۶،طبع سعید)

والاصل ان کل مالاتحلہ الحیاۃ من اجزاء الھویۃ محکوم بطھارتہ بعد موت ماھی جزؤہ کالشعر والریش..... والبیض الضعیف القشر..... الخ

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ واللہ اعلم بالصواب: محمد بلال شاہ وزیرستانی

۲۲ صفر المظفر ۱۴۳۲ھ فتوی نمبر:

﴿نسوار کا شرعی حکم﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے متعلق کہ نسوار کا فی نفسہ کیا حکم ہے؟ مکروہ ہے مباح یا حرام؟ نیز اگر مکروہ ہے تو تحریمی ہے یا تنزیہی ہے؟ جبکہ اس میں خاص نشہ نہیں ہے بلکہ چائے کی طرح ہے۔ مستفتی: محمد ادریس شاہ وزیرستانی

﴿جواب﴾ نسوار میں نشہ نہیں ہے، اس لئے اس کا استعمال حرام نہیں ہے لیکن چائے کی

طرح ذائقہ دار، فوائد پر مشتمل، قابل غذا چیز بھی نہیں ہے بلکہ بدذائقہ، بدبودار اور قابل نفرت چیز ہے، ایک عادی شخص کی طبیعت اس کی اذیتوں کو اگرچہ قبول کرلیتی ہے لیکن غیر عادی سلیم الطبع شخص کی طبیعت کے لئے تو باعث نفرت واذیت ہے۔

منہ کی صفائی کا اہتمام اگر نہ ہو اور دوسروں کیلئے خصوصاً رفیقۂ حیات (بیوی) کیلئے اگر اذیت کا باعث ہو تو یہ عمل بلا شبہ گناہ شمار ہوگا، اسلئے کراہتِ تنزیہی سے خالی نہیں ہے، البتہ عادت پڑنے کے بعد ضرورت کے درجہ میں آجاتی ہے تو کراہت نہیں رہتی لیکن صفائی کا اہتمام اور دوسروں کیلئے اذیت کا باعث نہ ہو اس کا خاص خیال رکھنا تو بہر حال ضروری ہے ورنہ گناہ ہوگا۔

لما فی الدرمع الرد:(۶/۴۶۰-۴۶۱،کتاب الأشربة،طبع سعید)

وفی الأشباه فی قاعدة:الأصل الاباحة أو التوقف،ویظهر أثره فیما أشكل حاله كالحیوان المشكل أمره والنبات المجهول سمته اه.قلت:فیفهم منه حكم النبات الذی شاع فی زماننا المسمی بالتتن فتنبه.....الخ.

وفی الشامیة:(قوله الأصل الاباحة أو التوقف)المختار الأول عند الجمهور من الحنفیة والشافعیة كما صرح به المحقق ابن الهمام فی تحریر الأصول (قوله فیفهم منه حكم النبات)وهو الاباحة علی المختار أو التوقف.وفیه اشارة الی عدم تسلیم اسكاره وتفتیره واضراره،والالم یصح ادخاله تحت القاعدة المذكورة ولذا أمر بالتنبیه.....وقال ط: ویؤخذ منه كراهة التحریم فی المسجد للنهی الوارد فی الثوم والبصل وهو ملحق بهما، والظاهر كراهة تعاطیه حال القراءة لما فیه من الاخلال بتعظیم كتاب الله تعالی اه.

ولما فی الصحیح لمسلم مع حاشیته:(۱/۲۰۹،طبع قدیمی)

عن جابر بن عبدالله عن النبی صلی الله علیه وسلّم قال من أكل من هذه البقلة الثوم وقال مرة من أكل البصل والثوم والكراث فلا یقربنّ مسجدنا فان الملائكة تتأذی مما یتأذی منه بنو آدم.قال النووی ثم ان هذا النهی انما هو عن حضور المسجد لا عن أكل الثوم والبصل ونحوهما فهذه البقول حلال باجماع من یعتد به.....قال العلماء ویلحق بالثوم والبصل والكراث كل ماله رائحة كریهة من الما كولات وغیرها.....وقاس العلماء علی هذا مجامع الصلوٰة غیر المسجد كمصلیٰ العید والجنائز ونحوها من مجامع العبادات وكذا مجامع العلم والذكر والولائم ونحوها ولا یلتحق بها الأسواق ونحوها ..... الخ.

والله اعلم بالصواب: محمد بلال شاہ جنوبی وزیرستانی
فتویٰ نمبر:۲۸۲۴

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ
۲۹ محرم الحرام ۱۴۳۲ھ

﴿دوران نماز فون کی گھنٹی بجنے پر اسے بند کرنا ضروری ہے﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص کو نماز کی نیت باندھنے کے بعد رکوع سے پہلے فون آیا، اس نے سلام پھیر کر فون بند کر دیا اور دوبارہ نماز میں شامل ہوا، اس کا مذکورہ عمل شرعاً کیسا ہے؟ خاص کر جبکہ سلام پھیرے بغیر بھی یہ کام ہو سکتا تھا۔

﴿جواب﴾ دوران نماز فون کی گھنٹی بجنے پر اسے بند کرنا ضروری ہے لیکن کوشش کی جائے کہ کم سے کم عمل سے یہ کام انجام دے، پہلے جیب میں ہاتھ ڈالے بغیر بند کرنے کی کوشش کرے اگر نہ ہو سکے تو عمل قلیل سے ہاتھ جیب میں ڈال کر بند کر دے لیکن اگر اس طرح بھی نہ ہو سکے اور فون کی گھنٹی برابر بجتی رہے تو سلام پھیر کر فون بند کر کے دوبارہ نماز میں شامل ہو جائے۔

اس لئے کہ اگر بند نہیں کریگا تو صرف اس کی نہیں بلکہ تمام نمازیوں کی نماز متاثر ہوگی، البتہ جب تک نماز توڑے بغیر عمل قلیل سے (یعنی ایسا عمل جس کے کرنے سے باہر کا آدمی اس کو نماز سے خارج نہ سمجھے) بند ہو سکے بلا وجہ نماز توڑنا جائز نہ ہوگا۔

ولمافی الدرمع الرد:(۱/۶۵۴،طبع سعید)

ويباح قطعها لنحو قتل حية، ونذ دابة، وفور قدر، وضياع ما قيمته درهم له أو لغيره. ويستحب لمدافعة الاخبثين، وللخروج من الخلاف ان لم يخف فوت وقت أو جماعة.

وفي الشامية: [تتمة] بقي في المكروهات أشياء أخر ذكرها في المنية ونور الايضاح و غيرهما: منها الصلاة بحضرة ما يشغل البال ويخل بالخشوع كزينة ولهو ولعب، ولذلك كرهت بحضرة طعام تميل اليه نفسه

ولمافی التنویر مع الدر:(۱/۶۲۴،طبع ایچ ایم سعید)

(و) يفسدها (كل عمل كثير) ليس من أعمالها ولا لاصلاحها وفيه أقوال خمسة أصحها (ما لا يشك) بسببه (الناظر) من بعيد (في فاعله أنه ليس فيها) وان شك أنه فيها أم لا فقليل.

ولمافی التنویر مع الدر:(۱/۶۲۹،طبع سعید)

(ولو) كان معه (حجر فرمى به) الطائر أو نحوه (لا تفسد صلاته) لانه عمل قليل (و) لكن قد (أساء) لاشتغاله بغير الصلاة.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفااللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب: عباد اللہ غفرلہ ولوالدیہ

۲۲ صفر الخیر ۱۴۳۲ھ — فتویٰ نمبر: ۲۹۱۵

Maktaba Tul Ishaat. com

﴿ناجائز طریقہ سے حاصل کی گئی ملازمت کا حکم﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ وفاقی حکومت کی طرف سے چند سیٹوں پر بھرتی کا اعلان ہو گیا، صوبائی حکومت نے صرف اپنے متعلقین سے رقم لے کر ان کو منتخب کر دیا جس کی وجہ سے باقی لوگوں کا حق مارا گیا تو کیا ان منتخب امیدواروں کے لئے یہ نوکری جائز ہے اور تنخواہ حلال ہوگی یا نہیں؟ مستفتی: محمد عظیم عبدل خیل

﴿جواب﴾ متعلقین کا اپنے انتخاب کے واسطے رقم دینا رشوت ہے، اور رشوت لینا دینا ایک بدترین گناہ ہے جس پر احادیث مبارکہ میں سخت وعید سنائی گئی ہے، لہٰذا رشوت دیکر نوکری حاصل کرنا اور دوسروں کو ان کے جائز حقوق سے محروم کرنا سخت گناہ کا کام ہے لینے اور دینے والے بلاشبہ گنہگار ہو گئے ہیں ان پر توبہ لازم ہے۔

لمافی سنن أبی داؤد: (۱۴۸/۲، طبع رحمانیہ)

عن عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ قال: لعن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الراشی والمرتشی.

ولمافی الصحیح لمسلم: (۷۰/۱، طبع قدیمی) "ومن غشنا فلیس منا".

البتہ اگر اس شخص میں واقعی اس عہدے کی اہلیت ہو جس کے لئے اسے منتخب کیا گیا ہے اور کام بھی پورا انجام دے رہا ہو تو ایسی صورت میں اس کے لئے حاصل ہونے والی آمدنی یا تنخواہ حلال ہوگی۔

لمافی البحر: (۳/۸ کتاب الاجارۃ، طبع سعید)

وأما رکنہا فھو الایجاب والقبول والارتباط بینہما وأما شرط جوازہا فثلاثۃ أشیاء أجر معلوم وعین معلوم وبدل معلوم ومحاسنہا دفع الحاجۃ بقلیل المنفعۃ وأما حکمہا فوقوع الملک فی البدلین ساعۃ فساعۃ.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ | واللہ اعلم بالصواب: عباد اللہ غفرلہ ولوالدیہ

۲۱ محرم الحرام ۱۴۳۲ھ | فتویٰ نمبر: ۲۷۸۴

﴿سودی بینک سے نوٹ کھلا کروانے کا حکم﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ سودی بینک سے بڑا نوٹ کھلا کروانا جائز ہے یا نہیں؟ نیز عید کے موقع پر بعض لوگ بینک سے بڑے نوٹوں کے بدلے چھوٹے (پانچ، دس والے) نئے نوٹ لیتے ہیں تو کیا اس معاملے میں برابری ضروری ہے؟ اگر

Scanned with CamScanner

رش یا کسی اور وجہ سے بینک والوں کو کچھ زائد رقم دی جائے تو یہ جائز ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾ شامت اعمال کی وجہ سے آج کل سود سے مکمل طور پر پاک پیسہ تو رہا نہیں، تمام سودی بینکوں کے لئے مرکز کی حیثیت رکھنے والا اسٹیٹ بینک ہی تو تمام نوٹ جاری کرتا ہے، موجودہ دور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کا مصداق ہے جس کا مفہوم یہ ہے کہ وقت آئیگا جس میں سود سے اگر کوئی مسلمان بچ سکا لیکن اس کے دھویں سے بچنا بہت مشکل ہوگا۔

لمافی سنن ابی داؤد:(۱۱۸/۲، باب فی اجتناب الشبہات، طبع رحمانیہ)

عن ابی ہریرۃ ان رسول اللہ ﷺ قال لیأتینَّ علی الناس زمانٌ لایبقی احدالاآکل الربافان لم یاکلہ اصابہ من بخارہ قال ابن عیسی اصابہ من غبارہ۔

لہٰذا سودی اداروں سے نوٹ کھلا کرانا اور برابر لینا دینا اگرچہ سودی حرام معاملہ تو نہیں ہے اس لئے جائز ہے لیکن سود کی نحوست کا اثر ضرور شامل ہوگا، تاہم ضرورت کی غرض سے کھلا کرانے میں کوئی گناہ نہیں ہے بشرطیکہ زائد کوئی رقم نہ دیں اور ازدحام کی زحمت سے بچنے کیلئے بنک والوں کو زائد پیسہ دینا تاکہ نمبر جلدی آجائے رشوت ہے، حرام ہے اس سے بچنا از حد ضروری ہے۔

لمافی الشامی:(۲۰۴/۷-۲۰۵، طبع امدادیہ)

وھوان النقود لاتتعین بالتعیین والزعفران وغیرہ یتعین۔

ولمافی الشامی:(۲۰۷/۷، طبع امدادیہ)

قولہ:(وفلس بفلسین) ھذا عندھما، وقال محمد: لایجوز ومبنی الخلاف علی أن الفلوس الرائجۃ أثمان، والأثمان لاتتعین بالتعیین، فصار عندہ کبیع درھم بدرھمین — الخ۔

وکذافی الھدایۃ:(۸۵/۳، طبع رحمانیہ)

ولمافی الشامی:(۲۹۸/۷، باب البیع الفاسد، طبع امدادیہ)

وفی الاشباہ: النقد لاتتعین فی المعاوضات — وتتعین فی الامانات والھبۃ والصدقۃ والشرکۃ والمضاربۃ والغصب وتمامہ فی جامع الفصولین اھ۔

ولمافی شرح المجلۃ:(۱۴۶/۱، طبع رشیدیہ)

النقود لاتتعین بالاشارۃ، فاذا اشتری بھذہ الدراھم لہ دفع درھم غیرہ، لکن ھذا فی المعاوضات، وتتعین فی غیرھا، کالامانات والھبۃ والصدقۃ والشرکۃ والمضاربۃ والغصب۔

ولمافی الشامی:(۳۱۲/۷، طبع امدادیہ)(وجیدمال الربا)(لاحقوق العباد)(وردیئہ سواء)

ولمافی الھدایۃ:(۸۳/۳، طبع رحمانیہ) ولایجوز بیع الجید بالردی ممافیہ الربوٰ الامثلاً بمثل۔

ولمافی الھدایۃ:(۱۱۱/۳، کتاب الصرف، طبع رحمانیہ)

قال فان باع فضۃ بفضۃ اوذھبا بذھب لایجوز الامثلا بمثل وان اختلفت فی الجودۃ

Scanned with CamScanner

Maktaba Tul Ishaat. com

والصياغة لقوله عليه السلام الذهب بالذهب مثلا بمثل وزنا بوزن يدا بيد والفضل ربوا الحديث وقال عليه السلام جيدها ورديها سواء.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ

واللہ اعلم بالصواب: عبدالرحمٰن کوئٹہ

۱۶ محرم الحرام ۱۴۳۰ھ

فتویٰ نمبر: ۱۸۵۱

Scanned with CamScanner

﴿کتاب الوصیۃ والفرائض﴾

﴿وصیت، میراث اور تقسیم میراث کا بیان﴾

﴿وصیت سے متعلق ایک صورت کا حکم﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے والد صاحب کی وفات ہوگئی ہے، پسماندگان میں انہوں نے اپنے پانچ بیٹے سوگوار چھوڑے ہیں، والد صاحب نے وفات سے قبل گھر کے متعلق وصیت کی تھی کہ اس کو پانچ چھ سال تک نہیں بیچنا لیکن ایک بھائی اپنا حصہ وصول کرنا چاہتا ہے۔

سوال یہ ہے کہ اس وصیت کی شرعا کیا حیثیت ہے؟ یہ وصیت نافذ ہوگی یا نہیں؟ اور تقسیم کی صورت میں ہر ایک بھائی کا کتنا حصہ بنتا ہے؟ بینوا توجروا۔

﴿جواب﴾ آپ کے والد مرحوم نے جو وفات کے وقت یہ فرمایا تھا کہ ''پانچ سال تک میرا یہ گھر نہیں بیچنا'' شرعا اس طرح وصیت کی کوئی حیثیت نہیں ہے، دراصل یہ والد مرحوم نے محض خواہش ظاہر کی ہے تا کہ ان کی وفات کے بعد کچھ عرصہ انکا گھر بطور نشانی باقی رہے اور تمام بھائی اور دیگر رشتہ دار اس گھر میں کچھ عرصہ تک آتے رہیں۔

اب تمام ورثاء بخوشی اس پر عمل کرنا چاہیں تو کوئی منع نہیں ہے لیکن اگر کوئی ایک وارث بھی اپنے حصہ کا مطالبہ کرتا ہے تو اس کو پورا حق دینا ضروری ہے چاہے گھر بیچ کر اس کو حق دیدیں یا موجودہ مارکیٹ ویلیو کے مطابق جتنا حصہ اسکا بنتا ہے تمام بھائی ملکر اتنی رقم دیکر اسکو فارغ کردیں یا کوئی ایک بھائی اسکا حصہ خرید لے اسکا اختیار ہے لیکن محض والد کی مذکورہ بات کی وجہ سے کسی ایک وارث کا حصہ روکے رکھنا جائز نہیں ہے۔

مرحوم کے پسماندگان اگر صرف پانچ بیٹے ہی ہیں اور کوئی وارث نہیں ہے تو مرحوم کے کل ترکہ میں سے تدفین و تکفین کے جائز خرچے ادا کرنے کے بعد دیکھیں اگر مرحوم کے ذمہ کوئی قرض واجب الاداء ہے تو وہ ادا کردیا جائے اس کے بعد دیکھیں اگر مرحوم نے مذکورہ وصیت کے علاوہ کوئی جائز وصیت کی ہے اپنے مال سے متعلق تو ایک تھائی (1/3) کی حد تک اس پر عمل کریں اس

Maktaba Tul Ishaat. com

کے بعد جتنا ترکہ بچے کل مال کے پانچ حصے برابر بنا کر ہر بیٹے کو ایک ایک حصہ دیدیا جائے۔

لمافی سنن نسائی:(۱۳۱/۲،کتاب الوصیۃ،طبع قدیمی)

قال علیہ السلام ان اللہ اعطی کل ذی حق حقہ الالاوصیۃ لوارث.

ولمافی السراجی فی المیراث:(ص۲،طبع قدیمی)

تتعلق بترکۃ المیت حقوق اربعۃ مترتبۃ۔۔۔ثم یقسم الباقی بین ورثتہ بالکتاب والسنۃ الخ.

الجواب صحیح:عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ ۲۴ رمضان المبارک ۱۴۳۱ھ

واللہ خیر الوارثین:عبدالوہاب لغمانی عفا اللہ عنہ فتوی نمبر:۲۹۷۱

﴿میراث سے متعلق ایک مسئلہ﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہم کل چار بہنیں اور دو بھائی ہیں، دو بہنوں کی شادی ہوئی ہیں اور دونوں کے بچے بھی ہیں اور بھائیوں کی بھی اولاد ہیں، البتہ ہم دو بہنیں غیر شادی شدہ ہیں۔اب میں اس بارے میں معلوم کرنا چاہتی ہوں، کہ خدا نخواستہ ہم دو بہنوں میں سے کسی ایک کا اگر انتقال ہو جاتا ہے، تو ہمارے مال میں شریعت کا کیا حکم ہے، کس کا کیا حق بنتا ہے؟

(۲) ہم ابھی سے اس کی وصیت کریں، تو کیا یہ بہتر ہوگا؟ (۳) بھائی کے انتقال کی صورت میں اس کے بچے حقدار ہوں گے ہمارے مال میں سے یا نہیں؟ (۴) بہنوں کی اولاد (یعنی بھانجے) ہمارے مال میں حقدار ہوں گے یا نہیں؟ (۵) ایک تہائی کے بارے میں کیا حکم ہے کیا قرض اس ایک تہائی سے نکالیں گے یا قرض الگ سے ادا کیا جاتا ہے؟۔ مستفتیہ:نرگس باجی

﴿جواب﴾ مذکورہ سوالات کے جوابات بالترتیب ملاحظہ فرمائیں، خدانخواستہ تم دو بہنوں میں سے کسی ایک کا اگر انتقال ہو جاوے اور باقی مذکورہ ورثاء حیات ہوں تو شریعت کے روسے اس کے ذاتی مال میں سے کفن دفن کے جائز خرچ ادا کئے جائیں گے، اس کے بعد اس کے ذمہ کوئی قرض نہ ہو اور وصیت بھی نہ کی ہو تو باقی ترکہ کے کل سات برابر حصے کر کے ہر ایک بھائی کو دو حصے اور ہر ایک بہن کو ایک حصہ دیا جائیگا۔

(۲) آپکا ارادہ صدقہ جاریہ کا اگر ہے، تو اس کیلئے وصیت بھی کر سکتی ہیں لیکن زیادہ بہتر یہ ہے کہ اپنی حیات میں اور اپنے ہی ہاتھ سے ایسا خیر کا کوئی کام کریں تا کہ ابھی سے ثواب و برکات

Scanned with CamScanner

جاری ہوں، اس وقت آپ اپنے پورے مال کا با اختیار مالک ہیں آپ کم زیادہ اللہ کی رضا کیلئے دی سکتی ہیں، وصیت کی صورت میں آپ اگر چہ زیادہ کا وصیت کر یگی لیکن ۱/۳ ایک تہائی مال سے زیادہ میں وصیت شرعاً معتبر نہیں ہے ورثا، اس کے پابند نہیں ہوں گے۔ صرف ایک تہائی کی حد تک وصیت پر عمل کرنا ضروری ہوگا۔

(۳) بھائیوں میں سے کسی ایک کا انتقال آپ سے پہلے اگر ہوا تو آپکے مال میں سے صرف زندہ بھائی اور بہنوں کا حق ہوگا بھتیجوں بھتیجیوں کا کوئی حق نہیں ہوگا۔ البتہ دونوں بھائیوں کا انتقال اگر پہلے ہو جائے تو اس صورت میں انکی اولاد بھی اپنی پھوپھی کے ترکہ میں حقدار ہوگی، اس طرح کہ آپ کے ترکہ میں سے ۲ تہائی آپکی بہنوں کو ملیگا اور صرف ایک تہائی مال بھائیوں کی اولاد میں اس طرح تقسیم ہوگا کہ لڑکے کو لڑکی کی نسبت دوگنا ملیگا۔

(۴) بہنوں کی اولاد کو مستقل کوئی حصہ نہیں ملتا۔ البتہ آپکی بہن اگر وارث ہوگئی تو وہی حصہ بعد میں انکی اولاد کو ملیگا۔

(۵) وراثت سے پہلے کفن دفن کے خرچے نکالے جاتے ہیں اس کے بعد قرض ادا کیا جاتا ہے قرض چاہے جتنا بھی ہو اس کا وصیت سے یا ایک تہائی سے کوئی تعلق نہیں ہوتا۔ پورا ادا کرنا ضروری ہوتا ہے۔

لقوله تعالیٰ سورة النساء ﴿للذكر مثل حظ الانثيين﴾

ولما فی مشکوٰۃ المصابیح :(۲۶۵/۱ ،طبع سعید)

وعن ابی امامةؓ قال سمعت رسول الله ﷺ يقول فی خطبته عام حجة الوداع ان الله قد اعطى كل ذى حق حقه فلا وصية لوارث الا ان يشاء الورثه.

ولما فی التنویر مع الدر :(۶/۶۵۵_۶۵۶ ،طبع سعید)

ولا لوارثه وقاتله مباشرة ...(الا باجازة ورثته) لقوله عليه الصلاة والسلام "لا وصيت لوارث الا ان يجيزها الورثه" يعنى عند وجود وارث آخر.

ولما فی مشکوٰۃ المصابیح:(۲۶۵/۱ ،طبع سعید)

عن سعيد بن ابى وقاص قال عادنى رسول الله وانا مريض فقال اوصيت قلت نعم قال بكم قلت بمالى كله فى سبيل الله قال فما تركت لولدك قلت هم اغنياء بخير فقال اوص بالعشر فما زلت اناقصه حتى قال اوص بالثلث والثلث كثير .(رواه الترمذى).

ایضاً ،۲۶۳،۲۶۲(طبع سعید)

وعن علیؓ قال انكم تقرؤن هذه الاية "من بعد وصية توصون بها او دين" وان رسول

Maktaba Tul Ishaat. com

اللہ ﷺ قضی بالدین قبل الوصیۃ الخ.

ولما فی البدائع والصنائع :۷/۳۳۵،طبع :سعید.

ولما روی عن سیدنا علیؓ انہ قال انکم تقرؤن الوصیۃ قبل الدین وقد شہدت رسول اللہ ﷺ بدأ بالدین قبل الوصیۃ اشار سیدنا علیؓ الی ان الترتیب فی الذکر لایوجب الترتیب فی الحکم،وروی انہ قیل لابن عباس انک تأمر بالعمرۃ قبل الحج وقد بدأ اللہ تبارک وتعالی بالحج فقال تبارک وتعالی "واتموا الحج والعمرۃ للہ "فقال رضی اللہ عنہ کیف تقرؤن آیۃ — فقال وبما ذا تبدؤن قالوا بالدین،قال رضی اللہ عنہ ہو ذاک ولان الدین واجب والوصیۃ تبرع والواجب مقدم علی التبرع ومعنی تقدم الدین علی الوصیۃ والمیراث انہ یقضی الدین اولاً فان فضل منہ شیئ یصرف الی الوصیۃ والمیراث.

الجواب صحیح:عبد الرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب: ریحان اللہ درّانی

۷/ربیع الثانی ۱۴۳۴ھ — فتوی نمبر:۳۶۵۹

﴿وصیت کا حکم﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام دریں مسئلہ کہ ایک شخص نے وفات سے چند ماہ قبل کہا کہ میں اس مسجد پر پچاس ہزار روپے خرچ کروں گا اور اگر میں مرگیا تو میرے مرنے کے بعد میری اولاد میرے مال میں سے اس مسجد پر خرچ کرے،اب اس شخص کا انتقال ہوگیا اور اپنی زندگی میں مذکورہ رقم مسجد پر خرچ نہ کرسکا تو کیا مرحوم کے ترکہ میں سے مذکورہ رقم خرچ کرنا ضروری ہے یا نہیں؟اور مرحوم کی اس وصیت پر گواہ بھی موجود ہیں؟ مستفتی:سمیع اللہ صاحب

﴿جواب﴾ مرحوم کے ترکہ میں سے ایک تہائی کی حد تک وصیت پر عمل کرنا شرعاً ضروری ہے،لہٰذا مذکورہ صورت میں مرحوم کے ترکہ میں سے تجہیز وتکفین اور ادائیگی قرض کے بعد اگر ترکہ کا ایک تہائی پچاس ہزار روپے یا اس سے زیادہ بنتا ہے تو پچاس ہزار روپے مسجد پر خرچ کرنا ضروری ہے اور اگر ترکہ کا ایک تہائی پچاس ہزار روپے نہیں بنتا ہے بلکہ اس سے کم مثلاً چالیس ہزار روپے بنتے ہیں تو اس صورت میں چالیس ہزار روپے مسجد پر خرچ کرنا ضروری ہے،بہر حال ایک تہائی کی حد تک وصیت پر عمل کرنا ضروری ہے،ایک تہائی سے زیادہ مال میں وصیت پر عمل ضروری نہیں ہے۔

لما فی بدائع الصنائع:(۷/۳۴۱،طبع سعید)

وکذا کونہ من اہل الملک لیس بشرط حتی لو أوصی مسلم بثلث مالہ للمسجد ان ینفق علیہ فی اصلاحہ وعمارتہ وتجصیصہ یجوز لان قصد المسلم من ہذہ الوصیۃ التقرب الی اللہ سبحانہ وتعالی باخراج مالہ الی اللہ سبحانہ وتعالی لا التملیک الی احد.

Scanned with CamScanner

ولمافی الهندية:(۶/۹۱،طبع رشيديه)

ولوأوصى بأن ينفق ثلثه على المسجد جاز ويصرف على عمارته وسراجه ومثله في البزازية:(۶/۴۳۸،طبع قديمی)وكذافي الدر المختار:(۶/۶۹۲،طبع سعيد)

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم: صلاح الدین ڈیروی

۸ جمادی الثانی ۱۴۲۷ھ — فتوی نمبر: ۳۶۰

﴿وصیت موصی لہ کی موت سے باطل ہو جاتی ہے﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام دریں مسئلہ کہ زید نے خالد کے لئے موٹر سائیکل کا وصیت نامہ لکھا تھا کہ میرے مرنے کے بعد یہ موٹر سائیکل تمہاری ہے لیکن خالد کا انتقال زید سے پہلے ہو گیا، اس کے کچھ عرصہ کے بعد زید بھی اللہ کو پیارا ہو گیا، زید کے انتقال کے بعد اب خالد کے بیٹے اس موٹر سائیکل کا مطالبہ کر رہے ہیں، ان کا یہ مطالبہ شرعاً صحیح ہے یا نہیں؟ مستفتی: وسیم

﴿جواب﴾ وصیت کے مکمل ہونے کے لئے ضروری ہے کہ موصی لہ وصیت کرنے والے کی موت تک زندہ ہو تب وہ وصیت کا اہل ہوگا ورنہ اگر موصی لہ وصیت کرنے والے سے پہلے انتقال کر جائے تو وصیت باطل ہو جائے گی، لہٰذا مذکورہ صورت میں خالد کے بیٹوں کا موٹر سائیکل کا مطالبہ کرنا درست نہیں، یہ موٹر سائیکل زید کے ورثاء کی ہے۔

لمافي البحر الرائق:(۸/۴۵۳،طبع [illegible])

ولومات في حياة الموصي بطلت [illegible] له قبل موت الموصي بطلت الوصية لانها تمليك مضاف [illegible] الحال ملك الموصي ثابت فيه ولايتصور تملك الموصي له [illegible]

ولمافي الهداية:(۴/۶۶۴،طبع رحمانيه)

ولومات الموصي له في حياة الموصي بطلت لان ايجابها تعلق بالموت على ما بينا من قبل.

ولمافي بدائع الصنائع:(۷/۳۹۴،طبع سعيد)

وتبطل بموت الموصى له قبل موت الموصي لان العقد وقع له لا لغيره فلا يمكن ابقاؤه على غيره

ولمافي التنوير مع الدر:(۶/۶۹۳طبع ايچ ايم سعيد)

(وبموته) اى الموصى له (في حياة الموصي بطلت) الوصية.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم: صلاح الدین ڈیروی

۲۹ جمادی الاولی ۱۴۲۷ھ — فتوی نمبر: ۳۴۳

Maktaba Tul Ishaat. com

﴿وصیت کے مطابق رقم متعینہ مدرسہ میں دینا بہتر ہے ضروری نہیں﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ زید نے وصیت کی کہ میری جائیداد میں سے اتنے روپے فلاں مدرسہ میں دینا بعد میں ورثاء نے وہ رقم متعین مدرسہ کے بجائے کسی دوسرے مدرسہ میں دیدی تو اس سے وصیت نافذ ہوگئی یا ورثاء دوبارہ متعین مدرسہ میں اتنی رقم جمع کروادیں؟

مستفتی: شاہد اقبال

﴿جواب﴾ مذکورہ صورت میں وصیت نافذ ہوگئی ہے دوبارہ اس قدر روپے متعین مدرسہ میں دینا ضروری نہیں، البتہ بہتر یہی تھا کہ وصیت کے مطابق متعینہ مدرسہ میں ہی روپے دیتے۔

لمافی الخانیة:(۳۲۲/۳،طبع قدیمی)

رجل اوصی بأن يتصدق بشئ من ماله علی فقراء الحاج هل يجوزان يتصدق علی غيرهم من الفقراء قال الشيخ الامام ابوالنصرؒ يجوز ذلك لماروی عن ابی يوسفؒ فی رجل اوصی بأن يتصدق علی فقراء مكة قال يجوزان يتصدق علی غيرهم من الفقراء ......وعن ابراهيم بن يوسفؒ رجل اوصی لفقراء اهل بلخ فالافضل ان لايجاوز بلخ ولو اعطی فقراء كورة اخری جاز.

ولمافی السراجية:(ص۱۲۸،طبع سعيد)

ولواوصی لفقراء بلدة معينة فالافضل ان لايعطی غيرهم ولواعطی جاز.

ولمافی الدرمع الرد:(۶/۶۶۴-۶۶۵،طبع سعيد)

وفی المجتبی:اوصی بثلث ماله للكعبة جاز وتصرف لفقراء الكعبة لاغير وكذا للمسجد وللقدس وفی الوصية لفقراء الكوفة جاز لغيرهم.

وفی الشامية:(قوله وتصرف لفقراء الكعبة)الذی فی الولوالجية وغيرها لمساكين مكة ......(قوله جاز لغيرهم)قال فی الخلاصة الافضل ان يصرف اليهم وان اعطی غيرهم جاز وهذاقول ابی يوسف وبه يفتی......اه.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ | واللہ خیر الوارثین: افتخار احمد گلگتی

۹ جمادی الثانی ۱۴۳۰ھ | فتویٰ نمبر: ۲۳۴۸

﴿ورثاء راضی نہ ہوں تب بھی جائز وصیت پر عمل ضروری ہے﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ احسان اللہ میرا ایک قریبی دوست تھا، انہوں نے فوت ہونے سے پہلے اپنے بیٹے کو وصیت کی تھی کہ میرے دوست کو

Scanned with CamScanner

میرے ترکہ میں سے دس لاکھ روپیہ دینا اس وقت بیٹے نے کہا ٹھیک ہے میں اس پر راضی ہوں، اس بات پر گواہ بھی موجود ہیں، اب احسان اللہ کے فوت ہونے کے بعد ان بیٹے سمیت دیگر ورثاء اس بات پر راضی نہیں ہیں کہ مجھے دس لاکھ روپیہ دیں۔ برائے مہربانی وضاحت فرمائیں کہ شریعت کی رو سے مجھے اس بات کا استحقاق ہے کہ ان سے روپیہ لوں یا نہیں؟

﴿جواب﴾ کسی اجنبی شخص کے لیے ثلث مال یا اس سے کم کی وصیت کرنے میں اولیاء میت کا راضی ہونا ضروری نہیں ہے بلکہ انکی اجازت کے بغیر بھی وصیت نافذ العمل ہوگی۔

البتہ ترکہ سے واجب حقوق کی ادائیگی کے بعد اگر وصیت ثلث مال سے زیادہ کی ہے، یا اپنے ورثاء میں سے کسی ایک وارث کے لیے کی ہے تو یہ وصیت اولیاء کی اجازت پر موقوف رہے گی۔ اور اولیاء کی اجازت یا عدم اجازت کا اعتبار موصی کے فوت ہونے کے بعد ہوگا۔

صورت مذکورہ میں اگر دس لاکھ روپے آپ کے دوست کے ترکہ کا ثلث یا اس سے کم حصہ بنتا ہو تو یہ آپ کا حق بنتا ہے موصی کے ورثاء پر لازم ہے کہ اس وصیت پر عمل کریں، اور اگر ثلث مال سے زیادہ بنتا ہو تو ثلث مال کی حد تک آپ مستحق ہیں، اور اس سے زیادہ اولیاء میت کی اجازت پر موقوف ہوگا۔

لما فی الهنديه:(٦/٩٠، طبع: رشيديه)

ثم تصح الوصية لاجنبي من غير اجازة الورثة كذا في التبيين ولاتجوز بما زاد على الثلث الا ان يجيز الورثة بعد موته وهم كبار ولا معتبر باجازتهم في حال حياته كذا في الهدايه

ولما فی الشامی:(٦/٦٥١، طبع سعيد)

(وتجوز بالثلث لاجنبي) عند عدم المانع (وان لم يجز الوارث ذلك لا الزيادة عليه الا ان يجيز ورثته بعد موته) ولا تعتبر اجازتهم حال حياته اصلا بل بعد وفاته.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب: ارشد سعید کوہاٹی

۲۰ رجب المرجب ۱۴۳۳ھ — فتویٰ نمبر: ۳۳۲۵

﴿اپنی حیات میں وصیت سے رجوع کرنا جائز ہے﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے والد صاحب نے وصیت کی تھی اپنے ایک دوست کیلئے ۵۰۰۰ ہزار روپیہ کی، بعد میں اس سے ناراضگی ہوئی اب والد

Scanned with CamScanner

صاحب اپنی وصیت سے رجوع کرنا چاہتے ہیں۔ تو کیا شرعاً وصیت سے رجوع کرنا جائز ہے۔

﴿جواب﴾ وصیت کرنے والا اپنی حیات میں اگر رجوع کرے تو وہ وصیت شمار نہیں ہوتی۔ چونکہ آپکے والد صاحب اپنی حیات میں اس سے رجوع کرنا چاہتے ہیں تو شرعاً اس میں کوئی قباحت نہیں ہے یہ وصیت شمار نہ ہوگی۔

لمافی الهندیه: (۶/ ۹۲،طبع:رشیدیه)

ویصح للموصی الرجوع عن الوصیة ثم الرجوع قد یثبت صریحاً وقد یثبت دلالة .فالاول بان یقول رجعت أو نحوه.

ولما فی خلاصة الفتاوی: (۴/۴۲۱،طبع:رشیدیه)

واما وجه الذی یجوز الرجوع بالقول دون الفعل فهو وصیة بثلث ماله او ربع ماله اذا رجع عنها بالقول صح.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفااللہ عنہ
واللہ اعلم بالصواب: ارشد سعید کوہاٹی

۲۷ جمادی الثانی ۱۴۳۳ھ
فتوی نمبر: ۳۳۴۳

﴿پوتیوں کے حق میں وصیت کا حکم﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام کہ ہندہ نے اپنی وفات سے پہلے اپنی پوتیوں کے حق میں وصیت کی کہ میری سونے کی چوڑیاں میرے بیٹے زید کی بیٹی کو دے دینا اور کچھ دوسرے زیورات کے بارے میں وصیت کی کہ میرے دوسرے بیٹے بکر کی بیٹی کو دے دینا اور اس کے علاوہ بھی ہندہ کے پاس نقدی موجود ہے، اب سوال یہ ہے کہ ہندہ کی وصیت پوتیوں کے حق میں کہاں تک معتبر ہے؟ جبکہ ہندہ کے بیٹے اور بیٹیاں بھی موجود ہیں اور تمام بالغ ورثاء اس وصیت کے پورا کرنے پر راضی ہیں۔

﴿جواب﴾ ورثاء کے علاوہ کسی دوسرے کے حق میں وصیت معتبر ہے اور میت کے ترکہ کے ایک تہائی کی حد تک اس پر عمل کرنا ضروری ہے ایک تہائی سے بھی زیادہ کی وصیت کی ہو تو زائد مقدار پر عمل کرنے میں اگر تمام ورثاء عاقل بالغ ہوں تو ان کی اجازت ضروری ہے۔

صورت مذکورہ میں چونکہ میت کے بیٹے اور بیٹیاں موجود ہیں تو ان کی موجودگی میں پوتیاں وراثت سے محروم ہیں، لہٰذا ان کے حق میں وصیت جاری ہوگی اور اگر یہ وصیت ترکہ کے ایک

تہائی سے بڑھ بھی رہی ہے تو ورثہ چونکہ راضی ہیں اس لئے تہائی سے زائد مال میں بھی وصیت پوری کردینے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

لمافی الهداية:(۴/۶۳۸،طبع رحمانیہ)

(ولاتجوز بمازادعلی الثلث الاان یجیزها الورثة بعدموته وهم کبار)لان الامتناع لحقهم وهم اسقطوه.

ولمافی التنویرمع الرد:(۱۰/۳۳۹،طبع امدادیہ)

(ون لم یجز الوارث ذلک لاالزیادة علیه الاان تجیزورثته بعدموته وهم کبار)

وفی الشامیة:قوله:(لاالزیادة علیه الخ)فاذااوصی بمازادعلی الثلث ولم یکن الاوارث یردعلیه و اجازهافالبقیة له.....(قوله:الاان تجیزورثته الخ)ای بعدالعلم بمااوصی به.

ولمافی الهندية:(۶/۹۰،طبع رشیدیہ)

ویعتبر کونه وارثااوغیروارث وقت الموت لاوقت الوصیة حتی لواوصی لاخیه وهو وارث ثم ولدله ابن صحت الوصیة للاخ ولواوصی لاخیه وله ابن ثم مات الابن قبل موت الموصی بطلت الوصیة للاخ کذافی التبیین.

الجواب صحیح:عبدالرحمٰن عفااللہ عنہ　　واللہ اعلم بالصواب:خضرحیات کمالوی

۲۸ربیع الاول ۱۴۲۸ھ　　فتویٰ نمبر:۱۱۷

﴿حلال مال کے ساتھ حرام مال [illegible]﴾

﴿سوال﴾ کیافرماتے ہیں علماء کرام اس [illegible] والدصاحب کسٹم میں ملازم تھے اور رشوت لیتے تھے اللہ تعالیٰ ان [illegible] ان کاانتقال ہوگیااوران کی وراثت سے جو مال میرے پاس پہنچا ہے اس [illegible] پیسہ ہے جوکہ حرام ہے اور کچھ ان کی حلال کمائی ہے لیکن اب میرے لئے یہ امتیاز کرنا کہ رشوت کا پیسہ کتنا ہے اور حلال کی کمائی کتنی ہے؟ بڑامشکل ہے!اس وقت چونکہ میرے حالات کچھ کشیدہ ہیں اور میں بحالت مجبوری اس رقم میں ہاتھ ڈالنے کاارادہ رکھتا ہوں،سوال یہ ہے کہ میرے لئے اس مال کوخرچ کرنا کس حدتک جائزاورکس حدتک ناجائز ہے اورمیرے لئے خلاصی کاکیاراستہ ہے؟

﴿جواب﴾ کسی مال کے بارے میں معلوم ہے کہ یہ حرام کامال ہے مثلارشوت کا ہے اس کااستعمال آپ کے والدصاحب کیلئے ناجائزتھااوران کے انتقال کے بعداب ان کے ورثاء کے لئے بھی ناجائز ہے اگرایسے مال کامالک معلوم ہوتواس مالک کی طرف اس کالوٹاناضروری ہے چونکہ اب اصلی مالکوں کوتلاش کرنامشکل ہے۔

Maktaba Tul Ishaat. com

اس لئے محتاط طریقے سے اندازہ لگالیں کہ اتنا مال رشوت یا ناجائز ذرائع سے کمایا ہوا ہے تو آپ اتنا مال اصل مالکوں کی طرف سے صدقہ خیرات کردیں اللہ تعالیٰ کی ذات سے امید ہے کہ آپ کے والد صاحب سے بھی اس کا وبال اتر جائے گا اور آپ بھی گناہ سے بچ جائیں گے اگر اس وقت آپ کے مالی حالات بہتر نہیں ہیں اور گذر بسر مشکل ہو رہا ہے تو اس مال سے تجارت کرتے رہیں اور ساتھ ساتھ ایک معلوم مقدار صاحب حق کی طرف سے صدقہ کرتے رہیں یہاں تک کہ آپ کے مالی حالات بہتر ہوجائیں یا حرام مال سے آپ کا مال پاک ہوجائے تو اسکی بھی گنجائش معلوم ہورہی ہے۔

لمافی الشامی:(۵/۹۹،طبع سعید)

والحاصل انه ان علم ارباب الاموال وجب رده عليهم والافان علم عين الحرام لايحل له ويتصدق به بنيةصاحبه وان كان مالامختلطامجتمعامن الحرام ولايعلم اربابه ولاشيامنه بعينه حل له حكماوالاحسن ديانةالتنزه عنه ففى الذخيرة:سئل الفقير ابوجعفرعمن أكتسب ماله من امراء السلطان ومن الغرامات المحرمات وغيرذلك هل يحل له لمن عرف ذلك ان ياكل من طعامه؟قال أحب اليّ في دينه ان لا ياكل ويسعه حكماان لم يكن ذلك الطعام غصبااورشوةوفى الخانية:امرأةزوجهافى ارض الجور،ان أكلت من طعامه ولم يكن عين ذلك الطعام غصبافهي في سعة من أكله،وكذالو اشترى طعاماأوكسوةمن مال اصله ليس بطيب فهي فى سعةمن تناوله والاثم على الزوج...وقال هناك بعدذكره ماهنالكن فى المجتبى:مات وكسب حرام فالميراث حلال،ثم رمزوقال:لاناخذبهذه الرواية،وهوحرام مطلقاعلى الورثةفتنبه اه ح،ومفاده الحرمة وان لم يعلم اربابه وينبغى تقييده بمااذاكان عين الحرام ليوافق مانقلناه،اذلواختلط بحيث لايتميزيملكه ملكاخبيثا.لكن لايحل له التصرف فيه مالم يودبدله كماحققناه قبيل باب زكوةالمال فتأمل.

الجواب صحیح:عبدالرحمٰن عفااللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب:خضرحیات کمالوی

۱۹ربیع الاول ۱۴۲۸ھ — فتویٰ نمبر:۶۸۱

﴿جووالد سے پہلے مرجائے وہ والد کا وارث نہیں بنتا﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء اس مسئلہ کے بارے میں کہ میری چار لڑکیاں اور دو بیٹے ہیں،لڑکیاں چاروں حیات ہیں،البتہ ایک لڑکے کا انتقال ہوگیا ہے مرحوم کی اولاد ہے یعنی چار لڑکے اور ایک بیٹی،میرے اس لڑکے نے جوانتقال فرماگئے ہیں کئی سال پہلے اپنی بیوی کو طلاق دیدی تھی،اس وقت میں بوڑھا ہوں ایک لڑکے کو میں نے الگ مکان دیدیا ہے اور جس بیٹے کا

Scanned with CamScanner

انتقال ہوا وہ میرے پاس رہتا تھا، میرے پاس دو مکان تھے جس کو اب میں نے ایک کر دیا ہے جس میں ہم میاں بیوی رہائش پذیر ہیں۔

میرے مرحوم بیٹے کا بیٹا یعنی میرا پوتا میرے پاس آیا اور مطالبہ کیا کہ ہمیں حصہ دیدیں یعنی میرے مرحوم بیٹے کا حصہ مانگتے ہیں کہ ہمارے باپ کا جو حصہ مکان وغیرہ میں بنتا ہے چونکہ وہ انتقال فرما گئے ہیں، لہٰذا اب ان کا حصہ دیدیں، یہ بھی واضح رہے کہ مرحوم بیٹے کے پاس کوئی ذاتی مال وجائیداد وغیرہ نہیں تھی، براہ کرم بتادیں کہ اس صورت میں شریعت مجھے کیا حکم دیتی ہے۔

﴿جواب﴾ سب سے پہلے یہ ضابطہ سمجھ لیجئے کہ والد جب تک حیات ہیں انکی جائیداد وغیرہ میں کسی اولاد کا کوئی حصہ نہیں ہوتا اور نہ کوئی حق جس کا اولاد مطالبہ کر سکے دوسری بات یہ واضح ہو کہ والد سے پہلے بیٹے یا بیٹی کا انتقال ہو جائے تو والد کی جائیداد وغیرہ میں مرحوم اولاد کا کوئی حصہ نہیں ہوتا، اس لئے مرحوم کی اولاد کو بھی دادا کی جائیداد وغیرہ سے کوئی بھی وراثتی حصہ یا حق نہیں ملتا، لہٰذا آپکے پوتے کو کوئی حق نہیں ہے کہ وہ آپ سے وراثتی حصہ کا مطالبہ کرے، اسی طرح آپ کے انتقال کے بعد بھی ان پوتوں کو آپ کی جائیداد وغیرہ سے کوئی حصہ نہیں ملیگا۔

ہاں آپ اپنی حیات میں اپنی خوشی سے ان کو کچھ دینا چاہیں تو آپ کو اختیار ہے، یا ان کے حق میں وصیت کرنا چاہیں تو ایک تہائی کی حد تک آپ کے انتقال کے بعد آپ کی وصیت پر عمل ہو سکے گا، پورے ترکہ میں سے واجب حقوق کی ادائیگی کے بعد لیکن موجودہ، مذکورہ صورت میں ان کا مطالبہ بالکل بے جا اور غلط ہے۔

واللہ اعلم بالصواب: اسرار عزیز عفی عنہ الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ

فتویٰ نمبر: ۱۰۱۲ ۲۴ جمادی الثانی ۱۴۲۸ھ

﴿میراث میں اگر ماں کو حصہ مل جائے اور پھر ماں کا انتقال ہو جائے تو حصہ کس کی طرف منتقل ہوگا؟﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ دو بھائی ہیں، ان میں سے چھوٹے بھائی کا انتقال ہو گیا اور اس کے ترکہ میں سے چھٹا حصہ ماں کو ملا لیکن بعد میں ماں کا بھی انتقال ہو گیا تو اب ماں کا وہ چھٹا حصہ کس کی طرف منتقل ہوگا؟ جبکہ ماں کے انتقال کے بعد بڑے بھائی یعنی مرحومہ کا بڑا لڑکا اور چھوٹے بھائی مرحوم کی اولاد بھی موجود ہیں۔

﴿جواب﴾ ماں کے انتقال کے بعد دیکھا جائیگا کہ ورثاء میں کون کونسے لوگ موجود ہیں اگر

Maktaba Tul Ishaat. com

صرف بڑا بیٹا ہے، اس کے علاوہ کوئی نہیں تو ماں کا وہ حصہ اس کی طرف منتقل ہو جائیگا اور اگر اس کے ساتھ بیٹی بھی ہے ایک ہو یا ایک سے زیادہ تو پھر ضابطہ (للذکر مثل حظ الانثیین) کے تحت بیٹے کو دو حصے اور ہر بیٹی کو اس کے مقابلے میں ایک حصہ ملیگا، البتہ پوتوں اور پوتیوں کو اس میں سے کچھ بھی نہیں ملیگا۔

لمافی المظهری:(۲/۲۳۰،طبع رشیدیه)

یوصیکم الله یامرکم ویعهدالیکم فی شان میراث اولادکم وجاز ان یکون فی بمعنی لام کمافی قوله علیه الصلوة والسلام دخلت امراة النار فی هرة وهذااجمال تفصیله للذکر منهم مثل حظ الانثیین منهم اذاجتمع الصنفان یعنی ان کان مع الانثیین او اکثر ذکرواحداواکثر مع واحدة انثی یعطی للانثی نصف حظ ذکر واحد.

ولمافی احکام القرآن للجصاص:(۲/۱۷،طبع قدیمی)

وقوله (للذکر مثل حظ الانثیین)قدافاد انه کان ذکراوانثی فللذکر سهمان وللانثی سهم.

ولمافی السراجی:(ص۸،طبع قدیمی)ومع الابن للذکر مثل حظ الانثیین وهو یعصبهن.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفااللہ عنہ واللہ اعلم بالصواب: اسرار عزیز

۱۳ ربیع الثانی ۱۴۲۸ھ فتوی نمبر: ۷۶۷

﴿میراث میں گھریلو اشیاء کی تقسیم کا حکم﴾

﴿سوال﴾ میراث میں کپڑے اور کپڑوں کے علاوہ دیگر گھریلو اشیاء جن کی قیمت کم وزیادہ ہوتی ہے، ایسی چیزوں کے بارے میں اگر ورثاء متفق ہوں کہ کسی ایک شخص کو اختیار دیدیں کہ وہ جس طرح مناسب سمجھیں تقسیم کردیں جبکہ ورثاء سب عاقل بالغ ہوں، کیا یہ جائز ہوگا؟ اور یہ تقسیم شرعاً معتبر سمجھی جائیگی؟ مستفتی محسن صاحب دہلی کالونی کراچی

﴿جواب﴾ صورت مذکورہ میں بہتر صورت یہ ہے کہ ان تمام چیزوں کا کوئی عادل سمجھدار آدمی قیمت مقرر کرے اور اس قیمت کے اعتبار سے ہر وارث کو اس کا وہ حصہ دیدیا جائے جو شریعت میں اس کے لئے مقرر ہے لیکن سائل کے کہنے کے مطابق اگر ورثاء سب عاقل بالغ ہوں اور کسی ایک آدمی کی تقسیم پر راضی ہوجائیں تو یہ بھی جائز ہے۔

لمافی الهندیة:(۶/۲۲۳،طبع رشیدیه کوئٹه)وقومت کل هذه الترکة بتقویم اهل البصارة والعدالة.

ولمافی الهدایة:(۴/۴۱۲،طبع رحمانیه)

ولواصطلحوا فاقتسمواجازوفی حاشیتها،فهوجائزلان فی القسمة معنی المعاوضة

Scanned with CamScanner

فيثبت بالتراضي كما في سائر المعاوضات.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ   واللہ اعلم بالصواب: محمد عبداللہ چارسدوی

۱۸ ربیع الاول ۱۴۲۸ھ   فتویٰ نمبر: ۶۷۷

﴿دادا کی میراث میں بہو اور یتیم پوتوں کا حصہ﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اس جائیداد سے بیوہ و یتیم حقدار ہوتے ہیں جو کہ دادا کی ہو جبکہ بیوہ کا خاوند اپنے والد کی زندگی میں ہی فوت ہو چکا ہو اور جائیداد کی تقسیم طے نہ پائی ہو، جائیداد کی تقسیم مکان اور پلاٹ پر مشتمل ہے اور اب تک نہیں ہوئی ہے، نیز میت کے تین بیٹے اور بھی ہیں؟   مستفتیہ: فرحانہ اظہر بتوسط صغیر جنرل اسٹور

﴿جواب﴾ سعید احمد مرحوم کے مال و جائیداد میں سے ان کے بچوں اور بیوہ کا حصہ بنتا ہے آپ کا مرحوم شوہر چونکہ والد کی حیات میں انتقال فرما گئے اس وقت سعید احمد کا مال، مال میراث نہیں تھا اسلئے ان کا کوئی حصہ نہیں بن سکا اور جب مرحوم کا کوئی حصہ سعید احمد مرحوم کے مال و جائیداد میں سے نہیں بن سکا تو یتیم بچوں اور آپ کا بھی کوئی حصہ نہیں بن سکتا، آپ کو اور یتیم بچوں کو اس جائیداد میں حصہ ملتا اگر آپکے مرحوم شوہر کو حصہ ملتا۔

البتہ آپ کے شوہر مرحوم کی ذاتی جائیداد یا نقد روپے وغیرہ بوقت انتقال اگر ملکیت میں تھے تو اس مال میں آپ کا آٹھواں ۱/۸ حصہ والد کا اور مرحوم کی والدہ کا بھی چھٹا حصہ بنتا ہے، باقی پورا مال یتیم بچوں کا حق بنتا ہے۔

اس کے علاوہ سعید احمد مرحوم نے اپنے یتیم پوتوں اور پوتیوں کے لئے اپنے ذاتی مال و جائیداد میں اگر وصیت کی ہو، زبانی ہو یا تحریری طور پر، تو واجب حقوق کی ادائیگی کے بعد باقی ماندہ ترکہ میں سے ایک تہائی (۱/۳) کی حد تک یتیم بچوں کا حق بنتا ہے، وصیت اگر نہیں کی ہے تو کوئی حق بطور حصہ نہیں بنتا، البتہ یتیم بچوں کی کفالت انکے چچاؤں پر لازم ہے۔

لما في عمدة القاري: (۲۳/۳۷۰ طبع: رشيدية)

وقال زيد: ولد الابناء بمنزلة الولد اذا لم يكن دونهم ولد ذكر، ذكرهم كذكرهم وانثاهم كانثاهم، يرثون و يحجبون، و لا يرث ولد الابن مع الابن، أي قال زيد بن ثابت الانصاري، و هذا الذي قاله زيد اجماع.

Maktaba Tul Ishaat. com

و لما فی رد المحتار:(۶/ ۷۵۸، طبع:سعید)

و شروطه ثلاثة: موت مورث ... و وجود وارث عند موته حیاً حقیقتا او تقدیراً کالحمل.

ولما فی التنویر و شرحه:(۶/ ۷۸۰ طبع:سعید)

و الثانی (ان من ادلی بشخص لا یرث معه) کابن الابن لایرث مع الابن.

الجواب صحیح عبدالرحمٰن عفااللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب: عمر فاروق چارسدوی

جمادی الثانی ۱۴۳۲ھ — فتویٰ نمبر: ۳۱۱۴

﴿بیٹیوں، پوتوں اور پوتیوں میں تقسیم میراث﴾

﴿سوال﴾ پنجاب کالونی میں ایک مکان میرے شوہر نے میری ساس کے ساتھ خریدا میرے شوہر نے وہ رقم ماں کو بطور تعاون کے دی تھی اور مکان اپنے نام کروایا تا کہ باقی بہن، بھائی انہیں پریشان نہ کرسکیں، پانچ سال پہلے میرے شوہر اور انکے ایک سال بعد میرے دیور کا انتقال ہوگیا، میری ساس، بیوہ دیورانی اور میری ایک نند اس گھر میں رہتی تھیں۔ اب ساس کا انتقال ہوگیا ہے، ہم اس مکان کی شرعی تقسیم چاہتے ہیں، میری ساس کے انتقال کے وقت ان کی پانچ بیٹیاں، چار پوتے اور چار پوتیاں حیات تھیں۔ سائلہ: ام انیس

﴿جواب﴾ سوال میں ذکر کردہ صورت حال اگر درست ہے یعنی آپکے شوہر نے یہ رقم ماں کو بطور تعاون دی تھی بطور قرض یا اپنے کو شریک مکان کرنے کی غرض سے نہیں دی تھی تو یہ مکان اب صرف مرحومہ کی ملکیت ہے اور ضابطۂ میراث کے مطابق ورثاء میں تقسیم ہوگا۔

لہٰذا مرحومہ نے بوقت انتقال جو کچھ نقد رقم، سونا چاندی، جائیداد و مکان اور گھریلو چھوٹا بڑا سامان چھوڑا ہے، سب سے پہلے اس سے مرحومہ کے کفن و دفن کے جائز اخراجات ادا کئے جائیں۔

اس کے بعد دیکھا جائے اگر اس کے ذمے قرض واجب الاداء ہے تو اس کو ادا کیا جائے، اس کے بعد اگر اس نے جائز وصیت کی ہے تو باقی ماندہ ترکے سے ایک تہائی کی حد تک اسے پورا کیا جائے، اس کے بعد جو کچھ باقی بچے، اس کے ایک سو اسی (۱۸۰) برابر حصے بنائے جائیں، اس سے ہر ایک بیٹی کو چوبیس حصے (۲۴) ہر ایک پوتے کو دس حصے (۱۰) اور ہر ایک پوتی کو پانچ (۵) حصے دیدیے جائیں۔

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفااللہ عنہ — واللہ خیر الوارثین: عبیداللہ عابد غفرلہ ولوالدیہ

۲ صفر الخیر ۱۴۳۰ھ — فتویٰ نمبر: ۱۸۷۵

Scanned with CamScanner

﴿بہن سے حصہ معاف کرانے کا حکم﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ عمر اور بکر دعویٰ کررہے ہیں کہ انہوں نے اپنی بہن کلثوم سے مطالبہ کیا کہ "اپنا حصہ ہمیں چھوڑ دے" کلثوم نے اپنا حصہ چھوڑ دیا اور ساتھ یہ بھی کہہ دیا کہ میری طرف سے حج کرنا اور مرنے کے بعد میری قبر کو پختہ بنانا، اور ہم "یعنی عمر اور بکر" نے ایسا کر دیا، لیکن اب کلثوم کا بیٹا زید اس کا انکار کر رہا ہے اور کہتا ہے کہ حج تم نے اپنی طرف سے کیا ہے نہ کہ کلثوم کی طرف سے، جبکہ گواہ دونوں کے پاس نہیں ہیں، پوچھنا یہ ہے کہ زید اپنی والدہ (کلثوم) کے حصہ کا مطالبہ کر سکتا ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾ عمر اور بکر کا اپنی بہن کلثوم سے یہ کہنا کہ "آپ اپنا حصہ ہمیں چھوڑ دے" اس کے جواب میں بہن نے یہ کہا کہ "میں چھوڑ دیتی ہوں لیکن آپ میری طرف سے حج کر لینا" یہ میراث سے برأت کی صورت نہیں ہے، البتہ وصیت بالحج کی صورت ہے، لھذا بھائیوں نے مرحومہ کے حصہ سے اگر حج ادا کیا ہو یا اپنے ہی مال سے بہن کی طرف سے حج ادا کیا ہو یہ سوچ کر کہ بہن کے حصہ سے یہ خرچہ وصول کرلیں گے تو یہ خرچہ بہن کے کل ترکہ سے ایک تہائی ۱/۳ کی حد تک وصول کیا جائے گا، ترکہ کے ایک تہائی سے زیادہ وصول نہیں کیا جاسکتا، باقی دو تہائی حصہ بہن کے ورثاء کو دینا ضروری ہے، رہا مرحومہ کی قبر کو پختہ بنانا اس کی وصیت چونکہ باطل ہے اس لئے یہ خرچہ مرحومہ کے ترکہ سے وصول نہیں کیا جاسکتا۔

لما فی احکام القرآن (۱۳۳/۲، طبع: ادارۃ القرآن)

وفی قولہ تعالیٰ: "نصیباً مفروضاً" أی متطوعاً واجباً لا یجوز لاحد التبدیل فیہ دلیل علی ان الوارث لو اعرض عن نصیبہ او ابرأ عنہ "و ھو عین لا دین" لا یسقط حقہ کذا فی المظھری۔

ولما فی الشامی: (۶۳۳/۵، طبع: سعید)

حاصلہ ان الابراء المتعلق بالاعیان اما ان یکون عن دعواھا و ھو صحیح بلا خلاف مطلقاً، وان تعلق نفسھا فان کانت مغصوبۃ ھالکۃ صح ایضاً کالدین، وان کانت قائمۃ فمعنی البراءۃ عنھا البراءۃ عن ضمانھا لو ھلکت و تصیر بعد البراءۃ من عینھا کالامانۃ لا تضمن الا بالتعدی علیھا، وان کانت العین امانۃ فالبرأۃ لا تصح دیانۃ بمعنی انہ اذا ظفر بھا مالکھا اخذھا و تصح قضاء فلا یسمع دعواہ بعد البرأۃ۔

ولما فی شرح المجلۃ: (۱۵۶/۴، طبع: شیدیۃ)

حاصلہ ان الابراء المتعلق بالاعیان اما ان یکون عن دعواھا و ھو صحیح بلا خلاف

Scanned with CamScanner

Maktaba Tul Ishaat. com

مطلقاً ، وان تعلق نفسها فان كانت مغصوبة هالكةً صح ايضاً كالدين ، وان كانت قائمة فمعنى البرأة عنها....الخ

و لما فی الشامی:(۲/۲۰۶،طبع: سعید)

(أوصى بأن يحج عنه فتطوع عنه رجل لم يجزه) و ان امره الميت لانه لم يحصل مقصود الميت و هو ثواب الانفاق لكن لو حج عنه ابنه ليرجع فى التركة جاز ان لم يقل من مالى ..... الى قوله (قوله لكن لو حج عنه ابنه) أى انه يجوز واستفيد منه انه لو أحج ليرجع فى التركة انه يجوز بالأولى ، و قد نص عليه فى الخانية حيث قال : اذا أوصى الرجل بان يحج عنه فأحج الوارث رجلاً من مال نفسه ليرجع فى مال الميت جاز و له ان يرجع فى مال الميت .

ولما فی الشامی:(۶/۶۹۰ ، طبع :سعید)

اوصى بان يطين قبره او يضرب عليها قبةٌ فهى باطلة كما فى الخانية و غيرها ..... (قوله لانه حينئذ تكون وصية بالمكروه)مقتضاه انه يشترط لصحة الوصية عدم الكراهة .

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب: شاہد خان سواتی

یکم ربیع الثانی ۱۴۳۲ھ — فتوی نمبر: ۳۰۲۸

﴿وراثت کے حقدار وہی ورثاء ہونگے جو مورث کے انتقال کے وقت حیات ہوں﴾

﴿سوال﴾ میں نے اپنے برادر نسبتی (بیوی کے بھائی) سے ایک مکان خریدا جو کہ میرے سسر کے نام پر تھا جس وقت میں مکان خرید رہا تھا تو میرے سسر کا انتقال ہو چکا تھا، پوچھنا یہ ہے کہ میری ایک سالی جس کا انتقال سسر کے انتقال سے قبل ہو چکا تھا اور اب اس کی ایک بچی موجود ہے، کیا اس مکان میں اسکا شرعاً کوئی حصہ بنتا ہے یا نہیں؟ یعنی مجھ پر لازم ہے کہ مذکورہ مکان میں سے اس بچی کا حصہ ادا کروں؟

سائل: لیاقت علی

﴿جواب﴾ چونکہ آپ کی سالی کا انتقال اس کے والد کے انتقال سے پہلے ہوا ہے، لہٰذا والد (آپ کے سسر) کے ترکہ میں اس کا اور اس کی اولاد کا کوئی حصہ نہیں بنتا ہے۔

لمافی التنویر:(۱۰/۴۹۸ تا ۵۰۱،طبع امدادیہ)

فيبدء بذوى الفروض ثم بالعصبات النسبيةثم بالمعتق ثم عصبته الذكور الى ان قال ثم ذوى الارحام

ولمافی الشامی:(۱۰/۵۱۱،طبع امدادیہ)ان شرط الارث وجودالوارث حيا عندموت المورث.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب: عبیداللہ عابد غفرلہ ولوالدیہ

۱۷/۱/۱۴۳۰ھ — فتوی نمبر: ۱۸۳۷

Scanned with CamScanner

﴿میراث میں مفقود (لاپتہ) شخص کے حصہ کا حکم﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے والد صاحب نے دو شادیاں کی، پہلی بیوی سے پانچ لڑکے اور تین لڑکیاں ہیں، دوسری بیوی سے دو لڑکے اور تین لڑکیاں ہیں، والد محترم کی بیویوں میں صرف دوسری بیوی حیات ہے۔

ہم سات (۷) بھائیوں میں سے ایک بھائی اسماعیل احمد جو کہ ہماری دوسری ماں سے ہے، ۲۰۰۱ء میں جہاد افغانستان میں گیا اسکے بعد سے آج تک کوئی معلومات نہیں کہ آیا وہ زندہ ہے یا شہید ہو گیا ہے؟ والد محترم کی میراث تقسیم ہو رہی ہے، اس وراثت میں اسماعیل احمد کے معاملہ کو کس طرح حل کیا جائے؟ ساتھ ایک وضاحت کرتا چلوں کہ اسماعیل احمد کی منقولہ اور غیر منقولہ جائیداد میں سے کوئی چیز موجود نہیں ہے، اسماعیل احمد کو جو رقم والد محترم کے ترکہ میں سے مل رہی ہے اس کی نوعیت معلوم کرنی ہے:

۱۔ اسماعیل احمد کی رقم محفوظ کر دی جائے تو کتنا عرصہ اس رقم کو محفوظ رکھا جائے؟

۲۔ شرکاء میراث اس وقت وراثت کو باہم تقسیم کر لیں اور جب اسماعیل احمد آئے اس وقت جتنی رقم جس شریک کے حصہ میں گئی وہ اتنی رقم اسکو واپس کر دے؟ شرعی نقطہ نظر سے مکمل وضاحت ہو جائے کہ آیا یہ صحیح ہے یا نہیں؟

مستفتی: رئیس احمد کورنگی

﴿جواب﴾ والد محترم کے ترکہ میں سے اسماعیل احمد (جو کہ ۲۰۰۱ء سے غائب ہے اور تا حال موت و زندگی کی کوئی خبر نہیں) کو اپنے حصہ کی جو رقم مل رہی ہے تو اسکو اس وقت تک محفوظ رکھا جائے گا، جب تک اسکی زندگی یا موت کا پتہ نہ چل جائے یا اسکے غائب ہونے کے نوے (۹۰) سال پورے ہو جائے، اس کے بعد اسکے حصہ کی رقم والد محترم کے انتقال کے وقت جتنے ورثاء تھے ان میں تقسیم کی جائیگی۔

باقی سوال میں جو یہ پوچھا گیا ہے کہ (کہ شرکاء میراث اسوقت وراثت کو باہم تقسیم کر دیں جب اسماعیل احمد آجائے اس وقت جتنی رقم جس شریک کے حصہ میں گئی وہ اتنی رقم اس کو واپس کرے) تو یہ صحیح نہیں ہے بلکہ اس کے حصہ کی رقم کو بغیر کسی تصرف کے محفوظ رکھا جائیگا۔

لما في الهندية (۲/۲۹۸) طبع قديمي

ولا يرث المفقود أحدا مات حال فقده، معنى قولنا: لا يرث المفقود أحدا أن نصيب

Maktaba Tul Ishaat. com

المفقود من الميراث لا يصير ملكا للمفقود، أما نصيب المفقود من الارث فيتوقف، فان ظهر حياً علم انه كان مستحقا وان لم يظهر حيا حتى بلغ تسعين سنة فما وقف له يرد على ورثة صاحب المال يوم مات صاحب المال.

ولما في التنوير مع الدر (۲۹۶/۴)طبع سعيد

(وهو ميت في حق غيره فلا يرث غيره) حتى لو مات رجل عن بنتين وابن مفقود والتركة في يد البنتين والكل مقرون بفقد الابن واختصموا للقاضي، لا ينبغي له ان يحرك المال عن موضعه أي لا ينزعه من يد البنتين وكتب ابن عابدين تحت قوله (أي لا ينزعه من يد البنتين بل يقضي لهما بالنصف ميراثا ويوقف النصف في ايديهما على حكم ملك الميت فان ظهر حيا دفع اليه وان ظهر ميتا أعطى البنتان سدس كل المال والباقي لأولاد الابن للذكر مثل حظ الانثيين.

ولما في الكفاية (۳۰/۲)قديمي

ومعنى قولنا: لا يرث المفقود أحدا أن نصيب المفقود من الميراث لا يصير ملكا للمفقود، أما نصيب المفقود من الارث فيوقف، لأن حياة المفقود محتملة والمحتمل يكفي للتوقف كما في الجنين فان ظهر حيا علم انه كان مستحقا وان لم يظهر حتى بلغ تسعين سنة فما وقف له يرد على ورثة صاحب المال يوم مات صاحب المال كالموقوف للجنين اذا انفصل الجنين ميتا.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفااللہ عنہ	واللہ أعلم بالصواب: سیف اللہ
۱۸ جمادی الثانیہ ۱۴۳۳ھ	فتویٰ نمبر: ۳۲۴۳

﴿بیویوں کا میراث میں حصہ اور انکے درمیان زندگی میں تقسیم کرنا﴾

﴿سوال﴾ میری دو بیویاں ہیں، ایک بیوی سے اولاد ہے اور دوسری سے نہیں ہے، دونوں بیویوں کا حصہ میراث میں برابر ہے یا کم وزیادہ؟ میں اپنی حیات میں کسی کو کم یا زیادہ دینا چاہوں تو مجھے کتنا اختیار حاصل ہے؟ میں اپنی بیوی کو الگ مکان دینا چاہتا ہوں تو کیا میں دے سکتا ہوں یا نہیں؟ اور اس کا صحیح طریقہ کیا ہے؟

مستفتی: شاہد بھائی فیروز

﴿جواب﴾ جب تک آپ حیات ہیں آپ کے مال میں ورثاء کا حق نہیں ہے، اسی طرح کسی کو حصہ کے مطالبہ کا کوئی حق حاصل نہیں ہے، انتقال کے بعد مال میراث بن جاتا ہے، آپ کی اولاد ہے تو مال میراث ہونے کی صورت میں دونوں بیویوں کو پورے مال کا آٹھواں حصہ ملیگا پھر آٹھویں حصے کو دونوں برابر تقسیم کریں گی کسی ایک کو زیادہ دوسری کو کم نہیں ملیگا، بیوی کی اولاد نہ ہونے سے کوئی اثر نہیں پڑتا۔

Scanned with CamScanner

اپنی زندگی میں کسی بیوی کو کچھ دینا چاہیں تو اس کا آپ کو اختیار ہے لیکن بہتر یہ ہے کہ دونوں کو دیا جائے کسی وجہ سے ایک کو زیادہ دینے کی بھی گنجائش ہے بشرطیکہ دوسری کو بالکل محروم نہ کیا جائے، حالت صحت میں ہبہ کیا جائے اور اس کو با قاعدہ مالک وقابض بنایا جائے، یہ بھی واضح رہے کہ کسی ایک کو دینے سے دوسری کو اذیت دینا مقصود نہ ہو ورنہ گناہ ہوگا۔

لمافي حاشية السراجي:(ص٨،طبع قديمي)

والثمن مع الولد — ولافرق بين ان يكون ولدمنها اومن غيرها.

ولمافي الدر المختار:(٦/٧٧٠،طبع سعيد)فللزوجات حالتان الربع بلاولدوالثمن مع الولد.

وفي الشامية:(قوله مع الولد)اى للزوج الميت ذكراوانثى ولومن غيرها.

ولمافي الشامي:(٤/٤٤٤،طبع سعيد)

لو هب شيئالاولاده في الصحة،واراد تفضيل البعض على البعض روى عن ابى حنيفة لاباس به اذاكان التفضيل لزيادةفضل في الدين وان كانواسواء يكره وروى المعلى عن ابى يوسفؒ انه لاباس به اذالم يقصدالاضرارواالأسوى بينهم وعليه الفتوى.

الجواب صحیح:عبد الرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب:فرمان اللہ غفرہ اللہ

۹ جمادی الاولی ۱۴۲۸ھ — فتوی نمبر:۸۶۵

﴿خدمت کی وجہ سے میراث کے حصہ میں اضافہ نہیں ہوتا﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ میری خالہ کا انتقال ہوا، اب اس کی میراث تقسیم کرنا چاہتے ہیں مرحومہ نے ورثاء میں سے خاوند، چار بیٹیاں، ایک بھائی اور تین بہنیں چھوڑی ہیں، اب اس میراث کو تقسیم کرنے کا شرعی طریقہ کیا ہوگا؟ مزید یہ کہ ایک بیٹی اپنی والدہ کی خدمت کرتی رہی اور وفات کے بعد بھی دو مہینے تک والدہ کے گھر ٹھہری رہی، تو کیا اب اس بیٹی کو میراث میں وہی حصہ ملے گا یا ان سے زیادہ؟ مستفتی: محمد عمران ڈی، آئی، خان

﴿جواب﴾ آپ کی خالہ مرحومہ نے بوقت انتقال اپنی ذاتی ملکیت میں جو کچھ چھوڑا ہے، نقد روپے، سونا، چاندی، مکان، جائداد، استعمال کے کپڑے، گھریلو سامان الغرض جو کچھ چھوٹا بڑا سامان چھوڑا ہے سب سے پہلے اس سے مرحومہ کی تجہیز و تکفین کا جائز خرچہ ادا کیا جائے، اس کے بعد دیکھیں گے اگر مرحومہ کے ذمہ اگر کوئی واجب الاداء قرضہ ہے تو وہ ادا کیا جائے، اس کے بعد دیکھیں اگر انہوں نے کوئی جائز وصیت کی ہے تو باقی ماندہ ترکہ سے ایک تہائی (1/3) کی حد تک

اس پر عمل کیا جائے۔

مندرجہ بالا حقوق ادا کرنے کے بعد جو کچھ بچ جائے اس کے کل ۶۰ حصے بنائے جائیں جن میں سے شوہر کے کل ۱۵ حصے بنتے ہیں اور مرحومہ کی ہر ایک بیٹی کو ۱۰، ۱۰ حصے ملیں گے نیز وہ بیٹی جو ماں کی خدمت کر رہی تھی اس کو بھی دوسرے بیٹیوں کی طرح برابر حصہ ملے گا اور مرحومہ کے بھائی کو ۲ حصے اور ہر ایک بہن کو ۱، ۱ حصہ ملے گا۔ ذیل میں نقشہ ملاحظہ ہو۔

۶۰

مسئلہ ت

شوہر	بیٹی	بیٹی	بیٹی	بیٹی	بھائی	بہن	بہن	بہن
۱۵	۱۰	۱۰	۱۰	۱۰	۲	۱	۱	۱

ولما فی قولہ تعالی:(سورۃ النساء آیت نمبر ۱۲)

ولکم نصف ما ترک ازواجکم ان لم یکن لھن ولد فان کان لھن ولد فلکم الربع مما ترکن من بعد وصیۃ یوصین بھا أو دین.

ولما فی السراجی:(ص:۸ طبع: قدیمی)

اما البنات الصلب فاحوال ثلث النصف للواحدۃ والثلثان للاثنتین فصاعدۃ ومع الابن للذکر مثل حظ الانثیین

ولما فی السراجی:(ص:۱۰ طبع :قدیمی)

ومع الاخ لاب وام للذکر مثل حظ الانثیین یصرن بہ عصبۃ لاستوائھم فی القرابۃ الی المیت.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ خیر الوارثین: شاہ جہان ڈیروی عفی عنہ

۱۸ رجب المرجب ۱۴۳۳ھ — فتویٰ نمبر: ۳۳۵۱

﴿میراث میں کمپنی کی تقسیم﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے متعلق کہ ہمارے والد صاحب "خواجہ محمد شفیع"، کا انتقال 1983 میں ہوا اس وقت پسماندگان میں ہماری والدہ مرحومہ صغریٰ بی بی، اور چار بھائی نمبر ۱ خواجہ رخسار احمد نمبر ۲ خواجہ امتیاز احمد نمبر ۳ خواجہ شوکت حیات نمبر ۴ خواجہ محمد اسلام اور تین بہنیں نمبر ۱ شہناز اشرف نمبر ۲ رخسانہ مسعود نمبر ۳ شمع پرویز تھے والدہ صاحبہ مرحومہ کا انتقال 2004 میں ہوا والدہ کی مذکورہ اولاد میں الحمد للہ سب حیات ہیں صرف ایک بہن شہناز اشرف کا انتقال والدہ کے بعد ہو گیا ہے انکی بھی اولاد ہے والد مرحوم نے ایک

کمپنی 1961 میں قائم کی تھی جس کا نام ''دی خواجہ گڈز ٹرانسپوٹ کمپنی،، ہے، ہم تین بھائی اس کمپنی کو چلا رہے ہیں، ایک بھائی کینیڈا بچوں سمیت گیا ہے اب معلوم کرنا ہے کہ تقسیم کی صورت میں اس کمپنی میں ورثاء کا حصہ کس نسبت سے ہوگا جو بھائی کینیڈا میں بچوں سمیت ہیں ان کا بھی حصہ ہوگا یا نہیں؟

مستفتی: خواجہ شوکت حیات ڈیفنس فیز ۲

﴿جواب﴾ آپکے والد کا انتقال ہوا اور اس کے بعد والدہ کا بھی اور دونوں کے ورثاء صرف آپ بہن بھائی ہیں تو دونوں مرحومین کے ترکہ سے متعلق شرعی حکم یہ ہے کہ بوقت انتقال والدین مرحومین نے اپنی ذاتی ملکیت میں جو کچھ چھوڑا ہے منقولہ ہو یا غیر منقولہ مثلاً نقد روپے، سونا، چاندی، سامان تجارت گھریلوں اشیاء الغرض جو کچھ چھوٹا بڑا ساز و سامان چھوڑا ہے سب سے پہلے تجہیز و تکفین سے متعلق ضروری خرچے جو بھی ہوئے ہیں ادا کئے جائے پھر دیکھیں اگر دونوں میں سے کسی کے ذمہ کوئی قرضہ ہے تو اس کے ذاتی مال کی حد تک وہ ادا کر دیا جائے پھر دیکھیں اگر انہوں نے کوئی جائز وصیت کی ہے تو اسکی ذاتی باقی ماندہ ترکہ سے ایک تہائی ۱/۳ کی حد تک اس پر عمل کیا جائے اس کے بعد جو کچھ بچے کل گیارہ برابر کے حصے بنا کر مرحومین کے ہر ایک بیٹے کو دو حصے اور ہر ایک بیٹی کو ایک حصہ دیا جائے لھذا خواجہ رخسار احمد کو دو حصے، خواجہ امتیاز احمد کو دو حصے، خواجہ شوکت حیات کو دو حصے، اور خواجہ محمد اسلام کو بھی دو حصے دیدیئے جائیں اور ہر ایک بیٹی یعنی رخسانہ مسعود کو ایک حصہ شمع پرویز کو ایک حصہ اور شہناز اشرف کا بھی ایک حصہ حق بنتا ہے وہ اب انتقال فرما گئی ہے تو انکی اولاد اور شوہر کو دیدیا جائے۔

کینیڈا میں رہائش اختیار کرنے والا بیٹا بھی مرحومین کی اولاد میں سے ہے لھذا وہ بھی دیگر بھائیوں کیساتھ ترکہ میں برابر کا شریک ہے اور جائیداد و نقد کے علاوہ کمپنی کے گڈ ولیوں میں پوری طرح حصہ کا حق رکھتا ہے تقسیم کے لئے نقشہ ملاحظہ ہو۔

مسئلہ ۱۱

میت

رخسار احمد	امتیاز احمد	شوکت حیات	محمد اسلام	رخسانہ مسعود	شمع پرویز	شہناز اشرف
۲	۲	۲	۲	۱	۱	۱

لما فی قولہ تعالیٰ: پارہ ۴ سورۃ النساء ایت نمبر ۱۱

یوصیکم اللہ فی اولادکم للذکر مثل حظ الانثیین

Maktaba Tul Ishaat. com

ولما فی تنویر الابصار مع الدر المختار (ج۱ص۷۶۸ طبع قدیمی)

(و) الرابع (اختلاف الدارین) فیما بین الکفار عندنا............ بخلاف المسلمین

وفی الشامیة قوله (بخلاف المسلمین) محترز فیما بین الکفار أی اختلاف الدارین لایؤثر فی حق المسلمین کمافی عامة الشروح حتیٰ ان المسلم التاجر اوالأسیر لو مات فی دار الحرب ورث منه ورثته الذین فی دار الأسلام قال فی شرح السراجیة لابن الحنبلی............ لان المیراث علی الولایة فاماالیوم فینبغی ان یرث أحدهما من الأخر لان حکم الهجرة قدنسخ بقوله ﷺ لاهجرة بعد الفتح".

وایضافی العالمگیریة: (۵۰۳/۶، طبع رشیدیه)

اختلاف الدارین یمنع الأرث کذافی التبیین ولکن هذا الحکم فی حق اهل الکفر لافی حق المسلمین حتی لو مات مسلم فی دار الحرب یرثه ابنه الذی فی الأسلام

وایضافی تنویر الأبصار مع الدر: (۸۰۱/۶، طبع سعید)

فصل فی المناسخة (مات بعدالورثة قبل القسمة للترکة صحت المسئلة الأولی) واعطیت سهام کل وارث (ثم الثانیة) (الااذااتحدوا) کأن من عشرة بنین ثم مات أحدهم عنهم

وفی الشامیة قوله (الااذااتحدوا) ای ورثة المیتین فیکتفی بتصحیح واحد فحینئذ تقسم الترکة فی المثال المذکور ابتداء کأن المیت الثانی لم یکن

وایضافی الهندیة: (۵۱۹/۶، طبع رشیدیة)

فأن کانت ورثة المیت الثانی هم ورثة المیت الأول فلا تغیر فی القسمة تقسم قسمة واحدة لأنه لافائدة فی تکرار القسمة بیانه اذامات وترک بنین وبنات ثم مات احد البنین اوأحد البنات ولاوارث له سوی الأخوة والأخوات قسمت الترکة بین الباقین علی صفةواحدة للذکر مثل حظ الأنثیین

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفااللہ عنہ — واللہ خیر الوارثین: بندہ سمیع الرحمٰن دیروی

۱۸ ربیع الاول ۱۴۳۲ھ — فتویٰ نمبر: ۳۴۳۶

﴿مسجد میں رقم دینے کی وصیت﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ زید نے وفات سے دو ماہ قبل مسجد کیلئے دس ہزار روپے دینے کا کہا تھا، جن میں سے پانچ سو روپے مسجد پر خرچ بھی کر دیئے لیکن بقیہ رقم وفات تک کسی وجہ سے خرچ نہ کر سکا اب پوچھنا یہ ہے کہ کیا یہ رقم مسجد پر خرچ کی جائے گی یا نہیں؟ جبکہ مرحوم کی وصیت پر گواہ بھی موجود ہے کہ اس نے باقی ماندہ رقم مسجد کیلئے وصیت کی تھی۔

﴿جواب﴾ مسجد کیلئے وصیت بایں معنی کہ مسجد پر خرچ کیا جائے درست ہے لہذا صورت

Scanned with CamScanner

مذکورہ میں اگر وہ زید کے کل مال کے ثلث یعنی ۳/۱ حصے کے برابر ہو تو وصیت نافذ کی جائے ورنہ ثلث مال کے بقدر نافذ کی جائے۔

لمافي التنوير الابصار مع الدر المختار: (۶۹۶/۲، طبع: سعید)

(أوصى بشئ للمسجد لم يجز الوصية) لأنه لايملك وجوزها محمدؒ، قال المصنف: وبقول محمد أفتى مو لاناصاحب البحر (الا ان يقول) الموصى (ينفق عليه) فيجوز اتفاقا

وايضافي الرد المحتار: (۶۶۵/۶، طبع: سعید)

. والحاصل ان في الايصاء للمسجد قولين: قول لعد م الصحة وقول بالصحة ......ثم على الصحة هل تصر ف على منافعه او على فقرائه قا ل محمدؒ بالاول على ماهو كا الصريح في كلامهم، واما الثاني فصرح به في المجتبى على ماترى والقائل هو الشيخان الا ايقول ينفق على المسجد فيجوز اتفاقاً

ولمافي الهندية: (۹۶/۶، طبع: رشیدیه)

ولو اوصى بأن ينفق ثلثه على المسجد جا ز ويصر ف على عمارته وسراجه ....

الجواب صحیح: عبد الرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب: سمیع الرحمٰن دیروی

۲۹ جمادی الثانیہ ۱۴۳۳ھ — فتوی نمبر:

﴿وراثت وغیرہ کا مسئلہ﴾

﴿سوال﴾ ہم چار بھائی اور ہماری ایک بہن تھی جن میں سے ایک بھائی کا عرصہ دو سال قبل انتقال ہو گیا تھا اور اب چند روز قبل بہن کا بھی انتقال ہو گیا ہے، ہم نے اپنی بہن کی شادی ایک شادی شدہ آدمی سے کر دی تھی اور پہلی بیوی سے اس کی اولاد بھی موجود ہے جبکہ ہماری بہن سے کوئی اولاد نہیں ہوئی ہے شادی کے وقت بطور مہر ایک پلاٹ ہماری بہن کے نام کر دیا تھا اور ہماری بہن کی وفات سے کچھ عرصہ قبل وہ مکان جس میں رہائش پذیر ہیں، وہ بھی بطور ہبہ ہماری بہن کے نام کر دیا تھا مگر الگ کر کے قبضہ وفات تک کے عرصہ میں نہیں دیا اور ہم نے اپنی بہن کو سونا اور جہیز بھی دیا تھا انتقال کے بعد ہم سب بھائیوں نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ ہماری بہن کا سامان واپس کیا جائے اور مکان اور پلاٹ کا بھی فیصلہ کیا جائے اس کا طریقہ کار کیا ہوگا؟

اور جس بھائی کا انتقال بہن کے انتقال سے پہلے ہو گیا تھا کیا اس سامان میں سے اس کی بیوہ اور بچوں کا حصہ ہوگا یا نہیں؟ اس وقت ورثہ میں چھ ۶ بھائی اور زوج موجود ہیں وراثت کی تقسیم کیسے ہوگی؟

﴿جواب﴾ آپ کی بہن کی وراثت میں وہ چیزیں شامل ہوں گی جو بوقت وفات اس کی

Maktaba Tul Ishaat. com

ذاتی ملکیت تھیں، ان میں سے وہ پلاٹ بھی ہے جو ان کو بطور مہر ملا تھا اور جو چیزیں آپ نے یا کسی اور نے بطور ملکیت مثلاً سونا، چاندی اور سامان وغیرہ بطور جہیز یا کسی نے بطور ہبہ ان کے سپرد کردی تھیں یہ تمام چیزیں ان کی وراثت میں شامل ہیں۔

سب سے پہلے مرحومہ کے کفن دفن کے متوسط اخراجات ادا کئے جائیں پھر دیکھیں اگر مرحومہ کے ذمہ کوئی واجب الاداء قرضہ ہے تو وہ ادا کردیا جائے پھر دیکھیں اگر انہوں نے کوئی جائز وصیت کی ہو تو باقی ماندہ ترکہ سے ایک تہائی (3/1) کی حد تک اس پر عمل کیا جائے، اس کے بعد جو کچھ بچے اس کے کل بارہ حصے بنائے جائیں جن میں سے چھ حصے مرحومہ کے زوج کو دے دئے جائیں اور باقی چھ حصے مرحومہ کے چھ بھائیوں میں برابر برابر تقسیم ہوں گے۔

لمافی السراجی:(ص۳،طبع قدیمی)

حقوق اربعۃ مرتبۃ الاول یبدابتکفینہ وتجہیزہ من غیر تبذیر ولا تقتیر ثم تقضی دیونہ من جمیع مابقی من مالہ ثم تنفذ وصایاہ من ثلث مابقی بعد الدین ثم یقسم الباقی بین ورثتہ بالکتاب والسنۃ واجماع الامۃ.

واضح رہے کہ گھر مرحومہ کے ترکہ میں شامل نہیں ہوگا کیونکہ یہ ہبہ ہے اور ہبہ کے تام ہونے کے لئے شرط یہ ہے کہ ہبہ کرنے والا جس چیز کو ہبہ کر رہا ہے اس کو اپنے تمام تصرفات سے خارج کر کے موہوب لہ کے سپرد کر کے مکمل قبضہ بھی دے دے جبکہ ذکر کردہ صورت میں مذکورہ مکان پر مرحومہ کا قبضہ تام نہیں ہوا ہے، مکان چونکہ زوج کے تصرف میں رہا ہے، اس لئے وہ بدستور زوج کی ملکیت میں ہے۔

باقی جو مال بطور جہیز کے آپ نے اپنی بہن کو دیا ہے، زوج کا حق اس میں ثابت ہو چکا ہے، اس لئے آپ بقدر حصہ واپس لے سکتے ہیں مکمل سامان واپس لینے کا آپ کو حق حاصل نہیں ہے۔

لمافی البحر الرائق:(۲۹۳/۸،طبع سعید)

(وللزوج النصف ومع الولد وولد الابن وان سفل الربع) لقولہ تعالی ولکم نصف ماترک ازواجکم ان لم یکن لھن ولد فان کان لھن ولد فلکم الربع مماترکن.

ولمافی البحر الرائق:(۲۹۸/۸،طبع سعید)

(ثم الاخ لاب وام) وانماقدمواعلی الاعمام لان اللہ تعالی جعل الارث فی الکلالۃ للاخوۃ عند عدم الولد والوالد بقولہ تعالی وھو یرثھا ان لم یکن لھا ولد.

اور آپ کے جس بھائی کا انتقال بہن کے انتقال سے قبل ہو گیا تھا، اس کا میراث میں سے

Scanned with CamScanner

حصہ تو نہیں ہے لیکن صلہ رحمی کے طور پر اس کی بیوہ اور بچوں کو سب بھائی اپنی رضامندی سے اپنے حصہ میں سے کچھ دے دیں تو بہت بڑے ثواب کا کام ہے۔

واللہ اعلم بالصواب: خضر حیات کمالوی الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ

فتوی نمبر: ۱۰۰۹ ۲۳ جمادی الثانی ۱۴۲۸ھ

﴿منہ بولا بیٹا شرعاً میراث کا مستحق نہیں﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے تایا اور تائی کا انتقال ہو گیا اور ان کی کوئی اولاد نہیں تھی، میرے چچا کا ایک بیٹا ہے جس کا نام محمد نیاز ہے، جب میرے چچا سکھر میں رہتے تھے تو وہ یعنی محمد نیاز ہمارے تایا اور تائی کے پاس رہتا تھا، جب میرے چچا کراچی آئے تو وہ محمد نیاز کو بھی ساتھ لے کر آئے، میرے چچا کو کراچی آئے ہوئے تقریباً 28-30 سال ہو گئے ہیں، اب 28-30 سال کے بعد محمد نیاز جو کے ہماری تائی اور تایا کے پاس چند سال رہا تھا، اس نے اپنے آپ کو لے پالک ظاہر کر کے ہماری تائی اور تایا کی جائیداد کو بیچ دیا اور بغیر کسی ٹھوس ثبوت کے وہ یہ کہتا ہے کہ یہ مکان اور سامان میرے نام کر دیا تھا جبکہ میرے والد محمد نسیم اور محمد نیاز کے والد فیض محمد زندہ ہیں، اب آپ قرآن وسنت کی روشنی میں یہ بتائیں کہ اگر محمد نیاز بالفرض لے پالک تھا تو ہماری تائی اور تایا کی جائیداد میں محمد نیاز کا کوئی حصہ ہے یا نہیں؟ میرے تایا کے دو بھائی محمد نسیم اور فیض محمد جواب بھی حیات ہیں اور ان کی کوئی بہن نہیں ہے، کیا یہ دونوں بھائی ہمارے تایا کی جائیداد کے حقدار ہیں یا نہیں؟ مستفتی: محمد سلیم

﴿جواب﴾ مذکورہ صورت میں محمد نیاز کا آپ کے تایا اور تائی کے ترکہ میں کوئی حق نہیں ہے منہ بولا بیٹا بیٹا قرار نہیں پاتا، جائیداد وغیرہ میں تصرف کرنا شرعاً معتبر نہیں ہے، محمد نیاز نے اگر جائیداد کا سودا کیا ہے تو اس سودے کی کوئی حیثیت نہیں، جائیداد کے مالک بدستور محمد نسیم اور فیض محمد ہیں، فیض محمد چونکہ حیات ہیں، اس لئے ان کے بیٹے محمد نیاز کو اپنے والد کے حصہ میں بھی کسی قسم کے تصرف کا حق حاصل نہیں۔

لما فی قولہ تعالیٰ: (سورۃ الاحزاب، آیت ۴) وما جعل ادعیائکم ابنائکم ـــ الآیۃ.

ولما فی المظھری: (۷/ ۲۸۳، طبع رشیدیہ)

فلا یثبت بالتبنی شیء من احکام البنوۃ من الارث وحرمۃ النکاح وغیر ذلک.

Scanned with CamScanner

Maktaba Tul Ishaat. com

ولمافی السراجی:(ص ۱۲،طبع قدیمی)

اما العصبۃ بنفسہ فکل ذکر لا تدخل فی نسبتہ الی المیت انثی وھم اربعۃ اصناف جزء المیت واصلہ وجزء ابیہ وجزء جدہ.

ولمافی الھندیہ:(۶/۴۵۱طبع رشیدیہ)وجزء ابیہ..... الاخ لاب وام.

الجواب صحیح:عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ واللہ اعلم بالصواب:بلال احمد غفر الاحد

۲۲ربیع الثانی ۱۴۲۸ھ فتوی نمبر:۸۰۴

﴿لے پالک کا مسئلہ﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ میرا ایک منہ بولا بیٹا ہے جس کو میرے شوہر نے چار سال کی عمر سے پالا ہے،اب میرے شوہر کا انتقال ہو گیا ہے،اب اس منہ بولے بیٹے کو دیگر بہن بھائیوں کے ساتھ وراثت میں سے حصہ ملے گا یا نہیں،اگر ملتا ہے تو کتنا؟وضاحت فرمائیں۔ مستفتیہ:زلیخا بی بی،کوئٹہ

﴿جواب﴾ لے پالک (منہ بولا بیٹا) شرعاً نہ وارث ہے اور نہ محرم،قرآن مجید میں صراحتاً اس کے بارے میں یہ حکم ہے کہ لے پالک بیٹا تمہارے حقیقی بیٹوں کی طرح نہیں ہے، یعنی حقیقی بیٹوں کے طرح نہ اس کو وراثت میں سے کچھ حصہ ملے گا،نہ ہی دیگر احکامات میں وہ حقیقی بیٹوں کی طرح ہے،البتہ زندگی میں اپنے مال میں سے کچھ ہبہ کر کے باقاعدہ اس کو مالک وقابض بنادیا جائے یا اپنے مال میں سے ایک تہائی سے کم مال کی وصیت اس کے حق میں کوئی کرے تو اس شخص کے انتقال کے بعد یہ لے پالک مالک ہو جائے گا۔

لمافی قول اللہ تبارک وتعالیٰ،سورۃ الاحزاب،آیت:۴

"وماجعل ادعیائکم ابنائکم ذالکم قولکم بافواھکم"

ولمافی التفسیر المظھری (۷/۲۸۴،طبع رشیدیہ)

فلا یثبت بالتبنی شئی من احکام البنوۃ من الارث وحرمۃ النکاح وغیر ذالک"

ولمافی احکام القرآن للجصاص الرازی (۳/۵۲۱،طبع قدیمی کتب خانہ)

قولہ تعالیٰ:" ذالکم قولکم بافواھکم "یعنی اللہ لاحکم لہ وانما ھو قول لا معنی لہ ولا حقیقۃ"

ولمافی تفسیر ابن کثیر(۵/۴۳۲،طبع رشیدیہ)

"وقال تبارک وتعالیٰ فی آیۃ التحریم:" وحلائل ابنائکم الذین من اصلابکم "احترازاً عن زوجۃ الدعی فانہ لیس من الصلب"

ولما فی احکام القرآن للشیخ ظفر احمد العثمانی (۲۹۱/۳ طبع: ادارۃ القرآن)

"ان الدعی والمتبنی لایلحق فی الاحکام بالابن فلایستحق المیراث"

الجواب صحیح مفتی عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب: کمیل الدین گلگتی

۲۳ محرم الحرام ۱۴۲۲ھ — فتویٰ نمبر: ۳۴۹۱

﴿بیٹیوں کو میراث سے محروم کرنے پر وعید﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء عظام ومفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے علاقے میں ہماری بیٹیوں کو میراث سے محروم کیا جاتا ہے، ان سے پوچھے بغیر میراث تقسیم کی جاتی ہے، براہ کرم بتائیے کہ وارث کو محروم کرنے کا شرعاً کیا حکم ہے؟ اگر کوئی وعید اس بارے میں ہو تو بتا دیجئے گا، کیا محروم وارث کا مال دوسرے ورثاء کے لئے استعمال کرنا جائز ہوگا یا نہیں؟

﴿جواب﴾ شریعت مطہرہ نے جس طرح بیٹے کو وراثت میں حصہ دیا ہے، اسی طرح بیٹی کا حصہ بھی مقرر فرمایا ہے، قرآن پاک میں بہت واضح اور تفصیل کے ساتھ میراث کا حکم بیان کیا گیا ہے، "یوصیکم اللہ فی اولادکم للذکر مثل حظ الانثیین" میں ہر ایک کا حصہ مقرر فرمایا کہ ہر لڑکے کو لڑکی سے دوگنا حصہ ملے گا، قرآن پاک نے اس قاعدہ کلیہ کے ذریعے سے لڑکیوں کو میراث کا مستحق بنا دیا ہے۔

اب اس واضح اور کلی حکم کے بعد اپنی بیٹیوں کو میراث سے محروم کرنا حکم خداوندی کے خلاف اپنی مرضی ومنشاء کو استعمال کرنا ہے جو دین سے دوری اور اپنی آخرت کی زندگی کو خطرے میں ڈالنے کے مترادف ہے، ایسے لوگوں کو چاہیے کہ وہ اس حکم خداوندی کی مخالفت سے باز آجائیں ورنہ سزائے آخرت کے مستحق ہونگے۔

لہٰذا بیٹیوں کے نام ان کا حصہ کر دینا چاہیے اور ہرگز ان کو محروم نہ کیا جائے، جو لوگ اپنے وارثوں کو میراث سے محروم کرتے ہیں ان کے بارے میں حدیث شریف میں سخت وعید آئی ہے، مفہوم حدیث ہے کہ ایک آدمی پوری زندگی نیک عمل کرتا رہتا ہے لیکن موت کے وقت وارثوں کو محروم کر جاتا ہے تو ایسے شخص کو اللہ تعالیٰ جہنم میں ڈال دے گا۔ مشکوٰۃ المصابیح شریف: (ص ۲۶۶، طبع سعید) میں روایت ہے:

Maktaba Tul Ishaat. com

عن ابی ھریرۃ عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال: ان الرجل لیعمل والمرأۃ بطاعۃ اللہ ستین سنۃ ثم یحضرھما الموت فیضاران فی الوصیۃ فتجب لھما النار ثم قرأ ابو ھریرۃ من بعد وصیۃ یوصی بھا اودین غیر مضار...... وذلک الفوز العظیم. (رواہ احمد والترمذی وابو داؤد وابن ماجۃ)

دوسری حدیث میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو اپنے وارث کو میراث سے محروم کرے گا، اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کو جنت کی میراث سے محروم کرے گا۔

لمافی المشکوۃ:(ص ٢٦٦،طبع سعید)

عن انس قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من قطع میراث وارثہ قطع اللہ میراثہ من الجنۃ یوم القیامۃ.رواہ ابن ماجہ والبیہقی.

لہٰذا اپنی زندگی میں میراث تقسیم کرتے ہوئے تمام وارثوں کو ان کا حق دینا ضروری ہے لیکن اگر خدانخواستہ کسی وارث کو خود مورث نے محروم کردیا تو اس کا حصہ دوسرے ورثاء کے لئے جائز تو ہوگا لیکن مورث کے علاوہ دیگر ورثاء مثلاً بھائی وغیرہ بہن کو محروم نہیں کرسکتے کوئی بھائی بہن کے حصہ کو روکے گا تو یہ غصب ہے ہرگز جائز نہیں ہے۔

لمافی الھندیۃ:(٣٩١/٤،طبع رشیدیہ)

رجل وھب فی صحتہ کل المال للولد جاز فی القضاء ویکون آثما فیما صنع کذافی فتاویٰ قاضیخان.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ | واللہ اعلم: صلاح الدین چترالی

١٠ جمادی الاولیٰ ١٤٢٧ھ | فتویٰ نمبر: ٢٨٨

﴿تقسیم سے پہلے کوئی وارث حق لینے سے انکار کردے تو حق ساقط نہیں ہوتا﴾

﴿سوال﴾ ہمارے والد صاحب فوت ہوگئے اور ان کے ترکہ میں ہماری دادی کا بھی حصہ بنتا تھا تو میرے بھائیوں نے کہا کہ دادی کو کیا ضرورت ہے حصہ لینے کی تو دادی نے کہہ دیا ٹھیک ہے میں حصہ نہیں لیتی، ہمارا ایک بھائی طالبعلم ہے، اب وہ کہتا ہے کہ دادی کے اس طرح کہہ دینے سے ان کا حق ختم نہیں ہوتا، میں ان کو حصہ دونگا، براہ مہربانی بتائیں کہ شرعاً اس کا کیا حکم ہے؟

﴿جواب﴾ ترکہ کی تقسیم سے پہلے اگر کوئی وارث یہ کہدے کہ میں اپنا حصہ نہیں لیتا تو اس سے اس کا حصہ ختم نہیں ہوتا وہ بدستور مالک رہتا ہے، البتہ تقسیم کے بعد انکا حصہ الگ اور ممتاز کیا

Scanned with CamScanner

جائے پھر وہ اپنا حصہ کسی ایک کو ہبہ کر دے یا سب پر تقسیم کر دے تو یہ صورت درست ہوگی۔

لمافي شرح الحموي:(۴/۵۳،طبع ادارة القرآن)

قال ابن نجيم:لوقال الوارث تركت حقي لم يبطل حقه اذالملك لايبطل بالترك.

وفي الشرح:قوله:لوقال الوارث تركت حقي:الخ:اعلم ان الاعراض عن الملك اوحق الملك ضابطه انه ان كان ملكالازمالم يبطل بذلك كمالومات عن ابنين فقال احدهما:تركت نصيبي من الميراث لم يبطل لانه لازم لايترك بالترك بل ان كان عينا فلا بدمن التمليك.

ولمافي الدرالمختار:(۱۰/۴۹۲،طبع امداديه)

والثالث اما اختياري وهوالوصية اواضطراري وهوالميراث.وسمي فرائض لان الله تعالى قسمه بنفسه واوضحه وضوح النهار بشمسه.وكذافي احسن الفتاوى:(۹/۲۷۹، طبع سعيد)وفتاوى رحيميه:(۱۰/۲۸۰،طبع دارالاشاعت)فتاوى دارالعلوم ديوبند يعني عزيزالفتاوى:(۱/۷۴۰،طبع دارالاشاعت)

الجواب صحیح:عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب:شاہد محمود عفی عنہ

یکم جمادی الاولیٰ ۱۴۲۹ھ — فتویٰ نمبر:۱۳۶۶

﴿نکاح سے قبل پیدا ہونے والے بچے کو میراث نہیں ملتی﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کہ بارے میں کہ ایک لڑکی نے نکاح کے بعد رخصتی سے پہلے اپنے شوہر کے علاوہ دوسرے شخص کے ساتھ غلط تعلقات قائم کئے جس کی وجہ سے حمل ہوا شرمندگی سے بچنے کے لئے لڑکی اسی شخص کیساتھ بھاگ گئی جس کیساتھ غلط تعلق قائم تھا، چند ماہ بعد لڑکا پیدا ہوا، بعد میں اصل شوہر سے طلاق دلوائی گئی اور لے جانوالے شخص نے نکاح کرلیا پھر اور لڑکے بھی پیدا ہوئے سب کو علم ہے کہ پہلا لڑکا زنا سے پیدا ہوا ہے، یہ آدمی بھی اقرار کررہا تھا کہ میرا یہ لڑکا میری غلط کاری سے پیدا ہوا ہے، اب اس شخص کا انتقال ہوگیا، معلوم یہ کرنا ہے کہ اس لڑکے کا میراث میں حصہ ہوگا یا نہیں؟

﴿جواب﴾ اصل شوہر نے واقعی اپنی اس منکوحہ کیساتھ خلوت صحیحہ نہیں کی تھی اور دوسرے شخص کے زنا سے یہ عورت حاملہ ہوئی اور دوسرے نکاح سے پہلے یا چھ ماہ گزرنے سے پہلے لڑکا پیدا ہوا اور یہ شخص بھی اس کا اقرار کرتا رہا کہ میری غلط کاری سے یہ لڑکا پیدا ہوا ہے تو یہ لڑکا ولدالزنا ہے جس کا نسب ثابت نہیں ہے اور غیر ثابت النسب ولد کا میراث میں کوئی حصہ نہیں ہوتا، لہٰذا

اس کا میراث میں کوئی حصہ نہیں، البتہ ماں کی میراث میں سے اس کو حصہ ملیگا یعنی ماں اگر اس سے پہلے فوت ہو جائے۔

لمافی الدر مع الرد:(۴۹/۳،طبع سعید)لونکحہا الزانی حل وطؤہا اتفاقاً والولد له ولزمه النفقة.
وفی الشامیة:(قوله والولد له)ای ان جاءت بعد النکاح لستة اشہر مختارات النوازل،
فلو لاقل من ستة اشہر من وقت النکاح،لایثبت النسب،ولایرث منه الاان یقول
هذا الولد منی،ولایقول من الزنی خانیة.والظاهر ان هذا من حیث القضاء،ام من حیث
الدیانة فلایجوزله ان یدعیه لان الشرع قطع نسبه منه،فلایحل له استلحاقه به
ولذا لوصرح بانه من الزنی لایثبت قضاء ایضاً.
ولمافی الهندیة:(۵۴۰/۱،طبع رشیدیه)
ولوزنی بامرأة فحملت ثم تزوجها فولدت ان جاءت به لستة اشہر فصاعداً ثبت نسبه
وان جاءت به لاقل من ستة اشہر لم یثبت نسبه الاان یدعیه ولم یقل انه من الزنی اما
ان قال انه من الزنی فلایثبت نسبه ولایرث منه کذافی الینابیع.

الجواب صحیح:عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ واللہ اعلم:حبیب الوہاب عفی عنہ سواتی

۳ ربیع الثانی ۱۴۲۹ھ فتویٰ نمبر:۱۳۸۲

﴿دوران ملازمت فوت ہونے والے ملازم کے اہل وعیال کو ملنے والی رقم کا حکم﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ میرا بیٹا سرکاری ملازم تھا، اپنی حیات میں مجھ سے کہا تھا کہ جب میں پنشن لے لوں تو آپ کو حج کراؤنگا لیکن پنشن لینے سے پہلے ہی ان کا انتقال ہو گیا، اب حکومت کی طرف سے انکے نام کچھ رقم ملی ہے تو کیا میں اس رقم سے حج کر سکتا ہوں؟

مستفتی نور شاہ

﴿جواب﴾ مرحوم اپنی زندگی میں حکومت کی طرف سے ملنے والی رقم کو خود وصول کرتے اور آپ کو حج کراتے تو صحیح تھا لیکن جب پنشن لینے سے پہلے ہی فوت ہو گئے اور آپ کو حکومت کی طرف سے رقم ملی ہے تو ایسی رقم کے بارے میں کچھ تفصیل ہے وہ یہ کہ اگر مرحوم اپنی زندگی میں حکومت کی طرف سے ملنی والی اس رقم کا حقدار بنا تھا تو اسمیں وراثت چلے گی اور تمام ورثاء میں میراث کے ضابطے سے تقسیم ہوگی اور اگر زندگی میں حقدار نہ بنا ہو اور فوت ہو جانے کے بعد حکومت کی طرف سے عطیہ کے طور پر یہ رقم ملی ہے تو اس میں قانون یہ ہے کہ جس کو دی جائے اسی کی ہوگی، لہٰذا اگر حکومت کی طرف سے ملنے والی رقم عطیہ ہو تو اس میں آپ کو کسی قسم کے تصرف کا

حق حاصل نہیں ہے جب تک وہ (جن کو حکومت کی طرف سے عطیہ ملا ہے) اپنی خوشی سے آپ کو نہ دیں۔

لمافی التنویر مع الدر:(۶/۷۵۹،طبع سعید)
(یبدأمن ترکۃ المیت الخالیۃ عن تعلق حق الغیر بعینہا کالرھن والعبدالجانی)
وفی الشامیۃ:(قولہ الخالیۃ الخ)صفۃ کاشفۃ لان الترکۃ فی الاصطلاح ماترکہ المیت من الاموال صافیا عن تعلق حق الغیر بعین من الاموال کمافی شروح السیراجیۃ.

لمافی البحر:(۸/۴۸۹،طبع سعید)
(یبدأمن ترکۃ المیت بتجہیزہ)المرادمن الترکۃ ماترکہ المیت خالیا عن تعلق حق الغیر بعینہ وان کان حق الغیر متعلقابہ کالرھن والعبدالجانی والمشتری قبل القبض فان صاحبہ یقدر علی التجہیز کمافی حیاتہ ولقولہ علیہ السلام......ماترکہ المیت فلورثتہ رواہ البخاری ومسلم ولقولہ علیہ السلام......الالاتظلموا الالایحل مال امری الابطیب نفس منہ)رواہ البیہقی.
فی شعب الایمان والدارالقطنی فی المجتبی وتحتہ قال ملاعلی قاری(لایحل مال امری)ای مسلم اوذمی(الابطیب نفس)ای بامر اورضامنہ.

الجواب صحیح:عبدالرحمٰن عفااللہ عنہ واللہ اعلم بالصواب:سلمان احمد
۱۵رجب ۱۴۲۶ھ فتویٰ نمبر:۲۳۶۵

﴿میراث کی ایک صورت﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ میرے والد صاحب کا فروری ۲۰۰۴ء میں انتقال ہوا تھا اور ان کے ورثاء میں ہم دو بھائی، ایک بہن، اور والدہ صاحبہ ہیں والد صاحب نے جو جائیداد چھوڑی ہے اسکی تفصیل درجہ ذیل ہے:
کچھ نقد رقم، ایک پلاٹ، پرائز بانڈ، سیونگ سرٹیفکیٹ، ایک گاڑی، اور ایک مکان۔ برائے مہربانی تقسیم کی شرعی صورت بتا کر ممنون فرمائیں؟ نیز یہ بات ملحوظ رہے کہ گھر والد صاحب نے والدہ کے نام کرا دیا تھا۔ تو کیا والدہ صاحبہ تنہا اس گھر کی مالک ہونگی یا دوسرے ورثاء کا بھی اس میں حق ہوگا؟
مستفتی: محمد عاطف ڈیفنس کراچی

﴿جواب﴾ آپ کے والد مرحوم نے بوقت انتقال اپنی ذاتی ملکیت میں جو کچھ چھوڑا ہے سب سے پہلے اس ترکہ سے مرحوم کی تکفین وتدفین کے جائز اخراجات ادا کئے جائیں، پھر

Scanned with CamScanner

دیکھیں اگر مرحوم کے ذمہ کوئی قرضہ ہو تو وہ ادا کر دیا جائے پھر دیکھیں اگر مرحوم نے کوئی جائز وصیت کی ہے تو باقی ماندہ ترکہ سے ایک تہائی (1/3) کی حد تک اس پر عمل کیا جائے، اس کے بعد جو کچھ باقی رہے، مکان، جائیداد، نقد رقم، پرائز بانڈ، سیونگ سرٹیفکیٹ گھریلو سامان الغرض مرحوم کی ذاتی ملکیت میں جو کچھ ہے تمام کے کل چالیس برابر حصے بنالیں جن میں سے پانچ حصے مرحوم کی بیوہ آپ کی والدہ کو دیدیئے جائیں اور چودہ حصے مرحوم کے ہر ایک بیٹے یعنی آپ اور آپ کے بھائی کو ملیں گے، باقی سات حصے آپ کی بہن یعنی مرحوم کی بیٹی کو دینا ضروری ہے۔

مکان آپ کے والد صاحب کا اگر ذاتی تھا یعنی والدہ کی رقم اس میں نہیں لگی تھی تو صرف نام کرانے سے وہ آپ کی والدہ کی ملکیت میں نہیں آیا، یہ ہبہ کی ناتمام صورت ہے، اس لئے کہ اسی گھر میں والد مرحوم رہائش پذیر تھے آخر تک مرحوم کے قبضہ میں رہا، لہٰذا یہ والد مرحوم کا ترکہ شمار ہوگا، البتہ والدہ کو اپنے شوہر کے ترکہ میں سے (1/8) ملتا ہے جس کو اوپر ہم نے واضح کر دیا۔

والله خیر الوارثین: رضوان اللہ حقانی — الجواب صحیح: عبد الرحمٰن عفا اللہ عنہ

فتویٰ نمبر: ۲۱۶۱ — ۱۸ ربیع الثانی ۱۴۳۰ھ

﴿عورتوں کو میراث میں سے حصہ نہ دینا گناہ کبیرہ اور ظلم ہے﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام کہ (۱) ہمارے علاقے کوہستان میں لوگ اپنی بیٹیوں کو میراث میں سے حصہ نہیں دیتے اگر کوئی شخص بیٹیوں کو حصہ دینے کی بات کرے تو اس کو پاگل کہتے ہیں گویا یہ سمجھتے ہیں کہ میراث صرف مردوں کا حق ہے، ان لوگوں کا یہ طرز عمل کیسا ہے؟ نیز یہ کہ قرآن نے بیٹے اور بیٹیوں کے جو حصے بیان فرمائے ہیں وہ بھی تحریر فرما دیں۔

(2) بیٹیوں کی شادی کے وقت لڑکے سے مہر کی جو رقم لیتے ہیں اس میں سے تھوڑی سی بیٹی کی شادی پر خرچ کر لیتے ہیں باقی ساری رقم خود کھا جاتے ہیں اس کا کیا حکم ہے؟

﴿جواب﴾ اللہ تعالیٰ نے بیٹی کو میراث کا حقدار بنایا ہے اور اس بارے میں واضح حکم فرما دیا ہے کہ پسماندگان میں مرحوم کی اولاد صرف ایک بیٹی ہو تو میراث میں سے پورا آدھا حصہ (1/2) اس کو دینا ضروری ہے ایک سے زیادہ ہوں تو دو تہائی کی وہ حقدار ہیں اور لڑکیوں کے ساتھ میت کا بیٹا بھی ہو تو ذوالفروض کے حصے دینے کے بعد باقی ماندہ ترکہ میت کی اولاد میں اس

طرح تقسیم کریں کہ ہر ایک لڑکے کا حصہ لڑکی کے مقابلہ میں دوگنا ہو یعنی لڑکے کو دو لڑکیوں کے برابر حقدار سمجھا جائے، لہٰذا یہ فرض حکم ہے، اس پر عمل نہ کرنا کبیرہ گناہ ہے اور ظلم بھی اور اس حکم کی اہمیت سے انکار کرنا کفر ہے۔

لمافی قوله تعالیٰ:(سورۃ النساء، رکوع ۲، آیت ۱۱)

یوصیکم الله فی اولادکم للذکر مثل حظ الانثیین فان کن نساء فوق اثنتین فلهن ثلثا ماترک وان کانت واحدة فلها النصف ...... الأیة.

ولمافی السراجی:(ص۸، طبع قدیمی)

اما البنات الصلب: فاحوال ثلٰث النصف للواحدة والثلثان للاثنتین فصاعدة ومع الابن للذکر مثل حظ الانثیین وهو یعصبهن.

(2) حق مہر خالص عورت کا حق ہے باپ یا ولی کے لیے عورت کا یہ حق کھانا حرام ہے۔

لمافی قوله تعالیٰ:(سورۃ النساء، رکوع ۱، آیت)

وآتوا النساء صدقٰتهن نحلة فان طبن لکم عن شیء منه نفسا فکلوه هنیئا مریئا ...... الأیة.

ولمافی قوله تعالیٰ:(سورۃ النساء، آیت ۱۹)

وان اردتم استبدال زوج مکان زوج وآتیتم احدٰهن قنطارا فلا تأخذوا منه شیأ ...... الأیة.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب: محمد سجاد

۴ ربیع الاول ۱۴۳۰ھ — فتویٰ نمبر: ۱۹۷۴

﴿ترکہ میراث میں تمام ورثا کا حق ہے﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے متعلق کہ پانچ سگے بھائی ہیں چار بھائی گاؤں میں رہتے ہیں، ایک بھائی عبدالمتین کراچی میں رہتا ہے اور کراچی میں ہی ملازمت کرتا ہے، والد صاحب کی فوتگی کے بعد گاؤں میں زمین اور گھر کے ترکہ میں سے عبدالمتین کے علاوہ تین بھائیوں نے اپنا حصہ علیحدہ کرکے ہر ایک نے اپنا حصہ وصول کرلیا ہے عبدالمتین اور محمد علی کا حصہ مشترک رہا عبدالمتین کی اجازت سے محمد علی اپنے حصہ کے ساتھ عبدالمتین کے حصہ کی بھی زراعت وغیرہ کرتا رہا کیا عبدالمتین گاؤں میں اپنے والد صاحب کے ترکہ میں سے اپنے حصہ کا مطالبہ اپنے بھائی محمد علی سے کرنے کا حق رکھتا ہے یا نہیں؟

مستفتی: عبدالمتین صاحب

﴿جواب﴾ عبدالمتین اپنے والد کے ترکہ میں سے دیگر بیٹوں کی طرح بلاشبہ حق رکھتا ہے،

Maktaba Tul Ishaat. com

ضابطہ میراث کے مطابق اس کو اس کا حق دینا ضروری ہے، والد مرحوم نے اپنی زندگی میں یہ زمین صرف محمد علی کی ملکیت وقبضہ میں اگر نہیں دی بلکہ عبدالمتین اور محمد علی کا حصہ مشترک کر کے دیا ہے تو ہبہ اگر چہ تام نہیں ہے لیکن والد صاحب کے انتقال کے بعد میراث ہو کر عبدالمتین بھی بیٹے کی حیثیت سے وراثت کا پورا حق رکھتا ہے۔

لما فی قوله تعالی: (پارہ۴ النساء،۱۱) ﴿یوصیکم الله فی اولادکم للذکر مثل حظ الانثیین﴾

ولما فی تکملة ردالمحتار: (۱۱/۶۷۸، طبع امدادیه) الارث جبری لا یسقط بالاسقاط.

ولما فی السراجی: (ص ۳ طبع سعید) ثم یقسم الباقی بین ورثته بالکتاب والسنة واجماع الامة.

والله اعلم بالصواب: محمد سجاد کشمیری

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ

فتویٰ نمبر: ۱۸۲۲

۴/۱/۱۴۳۰ھ

﴿میراث سے اپنے آپ کو خارج کرنے کی ایک صورت﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام کہ ہماری ایک رشتہ دار خاتون جن کے والد فوت ہو گئے ہیں، میراث کی تقسیم سے پہلے انہوں نے اپنے بھائیوں سے کہا کہ زمین تقسیم کرتے وقت مجھے ۴ کنال زمین دے دینا تا کہ میرے بیٹے اپنے لئے اس میں گھر بنا سکیں اور باقی زمین تم لے لو میں اس سے دستبردار ہوتی ہوں۔

اب تک زمین تقسیم نہیں ہوئی اور نہ ہی کسی وارث نے اس میں اپنا حصہ لیا ہے لیکن اس عورت کے بھائیوں نے اس کو وہ ۴ کنال زمین دینے سے انکار کر دیا ہے جبکہ یہ عورت اپنا حصہ مانگ رہی ہے برائے مہربانی قرآن وحدیث کی روشنی میں اس مسئلہ کی توضیح فرمائیں کہ کیا یہ عورت اپنی ۴ کنال زمین ان سے لے سکتی ہے؟

مستفتی: حسین احمد مدنی مروتی

﴿جواب﴾ مذکورہ صورت تخارج کی ہے اس عورت کے بھائی وغیرہ اپنی بہن کا یہ مطالبہ اگر پورا کرتے یعنی رہائشی زمین میں سے چار کنال اگر دیتے تو باقی زمین اور دیگر اشیاء میں سے اس کا حق ساقط ہو جاتا لیکن چار کنال زمین اپنی بہن کو دینے کیلئے راضی نہیں ہوئے تو اب یہ عورت ضابطہ میراث کے مطابق پورے حصہ کا مطالبہ کر سکتی ہے اور دیگر تمام ورثاء پر لازم ہے کہ اس کو اس کا پورا حق دیں۔

Scanned with CamScanner

لمافی التنویر مع الدر:(۱۲/۳۲۸،فصل فی التخارج،طبع امدادیه)

(أخرجت الورثة أحدهم عن)التركة وهي (عرض أو)هي عقار بمال أعطوه له.

وفی الشامیة:هو من الخروج،وهو أی شرعا،أن یصطلح الورثة علی اخراج بعضهم من المیراث بمال معلوم.

ولمافی الفقه الاسلامی للزحیلی:(۱۰/۲۹۱۵،طبع رشیدیه)

علی اخراج بعضهم من المیراث فی مقابل شئی معلوم من التركة أو من غیرها..... وهذا العقد جائز عند التراضی،فاذا تم تملک الوارث العوض المعلوم الذی أعطیه وزال ملکه عن نصیبه فی التركة...وقد حدث فی عهد الراشدین،اذا طلق عبدالرحمن بن عوف امرأته تماضر بنت الأصبغ الکلبیة فی مرض موته ثم مات وهی فی العدة فورثها عثمانؓ مع ثلاث نسوة أخر فصالحوها عن ربع ثمنها علی ثلاثة وثمانین ألفا.

الجواب صحیح:عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ
واللہ اعلم بالصواب:سید مزمل شاہ

۳ ربیع الاول ۱۴۳۰ھ
فتویٰ نمبر:۱۹۹۰

﴿نانا کے موجود ہوتے ہوئے اولاد کو ماں کی میراث سے حصہ ملے گا﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ میری بہنیں فوت ہو چکی ہیں جن میں سے ایک کی بیٹی ہے اور دوسری کے پانچ بچے ہیں تین بیٹیاں اور دو بیٹے والد صاحب حیات ہیں ان بہنوں کے تمام بچوں کو اپنی ماں کی میراث سے حصہ ملے گا؟

﴿جواب﴾ جی ہاں اولاد چاہے بیٹے ہوں یا بیٹیاں ان کو اپنی ماں کے ذاتی ترکے میں سے ضرور حصہ ملتا ہے اگر چہ ماں کے والد حیات ہوں باقی رہا کتنا ملے گا تو اس کے لئے باقی موجود رشتہ داروں کو بھی لکھ کر معلوم کر لیں۔

لمافی قوله تعالیٰ:(سورة النساء،ایت ۱۱)یوصیکم الله فی اولادکم للذکر مثل حظ الانثیین﴾

الجواب صحیح:عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ
واللہ اعلم بالصواب:محمد غفرلہ ولوالدیہ

۵ جمادی الثانی ۱۴۳۰ھ
فتویٰ نمبر:۲۲۳۰

﴿اولاد باپ کی زندگی میں میراث کا مطالبہ نہیں کر سکتی﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے والد صاحب جو کہ اب بھی الحمدللہ حیات ہیں، چند سال پہلے ہمیں (بیٹوں کو) کچھ نقدی وغیرہ حوالہ کی تھی کہ تم

Scanned with CamScanner

Maktaba Tul Ishaat. com

اس سے کاروبار کرو، ہم نے اس سے کاروبار شروع کیا جو کہ کچھ عرصہ کے بعد کافی بڑھ گیا، بہت کچھ مال اور پراپرٹی ہوگئی، اب ہماری بہنیں مطالبہ کرتی ہیں کہ ہمیں اپنا اپنا حصہ دے دیں۔

پوچھنا یہ ہے کہ کیا شرعاً انکا ہمارے ساتھ اس مال وجائیداد میں کوئی حصہ بنتا ہے حسب توفیق شادیاں کی ہیں اور جو باقی ہیں انکی بھی ہوجائینگی، براہ کرم شرع متین میں مذکورہ مسئلہ کا کیا حکم ہے؟ یہ بھی واضح رہے کہ پورا کاروبار ہم بھائی لوگ خود چلا رہے ہے والد صاحب کو بالکل فارغ کردیا ہے۔

﴿جواب﴾ یاد رہے کہ والد صاحب جب تک حیات ہیں اپنے مال وجائیداد کے خود ہی مالک اور مختار ہیں، اولاد میں سے کسی کو والد کے مال وجائیداد میں سے کسی قسم کے میراث اور حصے کے مطالبہ کا حق نہیں ہے اگر والد اپنی زندگی میں اولاد میں سے کسی کو کچھ حصہ دیں اور باقاعدہ اس کو مالک وقابض بنا کردیں تو وہ مالک قرار پاتا ہے، دوسرے بہن بھائی اس کے ساتھ اس مال میں شریک نہیں ہوسکتے۔

لہٰذا مذکورہ صورت میں اول تو والد ابھی تک زندہ ہیں اس لئے ان کی زندگی میں کسی بھی وارث اور رشتہ دار کا ان کے مال سے میراث کا مطالبہ کرنا غلط ہے، البتہ انتقال ہوجائے تو ان کے ذاتی ترکہ میں سے بہنوں کا بھی حصہ ہوگا لیکن بھائیوں کے کاروبار کا والد مالک نہیں ہیں یہ تو بھائیوں کی ذاتی ملکیت ہے، اس لئے کہ والد نے بیٹوں کو جو مال دیا ہے اور باقاعدہ مالک وقابض بنا کردیا ہے اور اب بیٹے خود ہی مال کے ذریعے کاروبار چلا رہے ہیں، باپ کا کسی قسم کا اختیار اور تصرف بیٹوں کے کاروبار میں نہیں رہا تو بیٹے اس تمام مال وجائیداد وغیرہ کے جو کہ انھوں نے والد کی دی ہوئی رقم کے ذریعے کاروبار چلا کر کمایا ہے خود ہی مالک اور مختار ہیں، لہٰذا بہنوں کا اس مال میں کوئی حصہ نہیں ہے اور نہ ہی انکو مطالبہ کرنے کا حق حاصل ہے۔

لمافی الفقه السلامی:(۱۰/۷۷۰۷،طبع رشيديه)

يشترط لثبوت الحق الميراث ثلاثة شروط وهى موت المورث وحيات الوارث وانتفاء المانع، موت المورث لابدمن تحقق موت المورث اما حقيقة او حكما او تقديرا بالحاقه بالاموات.

ولمافی الدر المختار:(۸/۵۰۲،طبع امداديه)ولووهب فى صحته كل المال للولد جاز وآثم.

ولمافی البزازية بهامش الهندية:(۶/۲۳۷،طبع رشيديه)

ولووهب جميع ماله من ابنه جاز وهو آثم نص عليه محمد رحمه الله تعالى ولو خص بعض اولاده لزيادة رشده لاباس به.

Scanned with CamScanner

ولمافی الفقه الاسلامی:(۴/ ۲۸۹۳،طبع رشیدیه)

الملک اختصاص بالشی یمنع الغیر منه ویمکن صاحبه من التصرف فیه ابتداء الا لمانع شرعی.

ولمافی الفقه الاسلامی:(۴/ ۲۸۹۳،طبع رشیدیه)

الملک التام هوملک ذات الشی (رقبته) ومنفعته معابحیث یثبت للمالک جمیع الحقوق المشروعة.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفااللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب: نثار محمود کوہاٹی

۳ صفر الخیر ۱۴۳۰ھ — فتویٰ نمبر: ۱۸۸۹

﴿دو وارثوں میں اگر معلوم نہ ہو سکے کہ پہلے کون مرا ہے﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام کہ باپ بیٹا دونوں سفر کر رہے تھے کہ دشمنوں نے گولی چلائی اور دونوں مر گئے تو کیا بیٹے کی اولاد کو دادا کی میراث سے حصہ ملے گا یا نہیں؟ جبکہ یہ معلوم نہ ہو کہ کون پہلے مرا ہے اور کون بعد میں، لوگ جب پہنچے تو دونوں مر چکے تھے۔

﴿جواب﴾ باپ بیٹے میں سے ہر ایک دوسرے کے وارث ہیں لیکن کسی ایک کی موت کا پہلے واقع ہونے کا اگر پتہ نہ چلے جیسا کہ سوال میں ذکر کردہ واقعہ میں ہے تو کوئی ایک بھی دوسرے کا وارث قرار نہیں پاتا، لہٰذا مذکورہ صورت میں چونکہ بیٹا باپ کا وارث قرار نہیں پایا تو اس کی اولاد کو اپنے دادا کے مال سے کوئی حصہ بطور میراث نہیں مل سکتا۔

البتہ ان بچوں کے والد کا کوئی ذاتی مال اگر ہے تو اسی مال کے وارث ہوں گے اور ضابطہ میراث کی مطابق صرف اپنے والد کے مال سے حصہ کے حقدار ہونگے، بچوں کے دادا مرحوم کے ورثاء اگر عاقل ہیں تو اپنی خوشی سے جتنا چاہیں ان بچوں کو بطور ہبہ میراث میں سے دے سکتے ہیں اور یتیم بے سہارا بچوں کو اس طرح اپنی طرف سے دینا بہت بڑے اجر و ثواب کا باعث ہوگا۔

لمافی التنویر مع الدر:(۶/ ۷۹۸،طبع سعید)

(لاتوارث بین الغرقی والحرقی الااذاعلم ترتیب الموتی) فیرث المتأخر......الخ.

وفی الشامیة:(قوله الااذاعلم الخ) اعلم ان احوالهم خمسة علی مافی سکب الانهر وغیره،أحدها:هذا،وهوما اذا علم سبق موت احدهما ولم یلتبس فیرث الثانی من الاول.ثانیها:ان یعرف التلاحق ولایعرف عین السابق.ثالثها:ان یعرف وقوع الموتین معا.رابعها:ان لایعرف شیء [illegible] الثلاثة لایرث احدهما من الآخر شیئا.

ولمافی الهندیة:(۶/ [illegible]،طبع رشیدیه)

اذامات جماعة من الغرقی والحرقی ولایدری ایهم مات اولا جعلوا کانهم ماتوا جمیعا معا

Maktaba Tul Ishaat. com

فیکون مال کل واحد منهم لورثته ولا یرث بعضهم بعضا الا اذا عرف ترتیب موتهم فیرث المتأخر من المتقدم وکذا الحکم اذا ماتوا بانهدام الجدار علیهم او فی المعرکة ولا یدری ابهم مات اولا کذا فی التبیین.

ولما فی فقه الاسلامی:(۱۰/۷۷۱۰،طبع رشیدیه)

جهالة تاریخ الموتی کالغرقی والحرقی والهدمی والقتلی فی آن واحد لان من شروط الارث السابقة وجود الوارث حیا عند موت المورث وهو منتف هنا لعدم العلم بوجود الشرط ولا توارث مع الشک.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب: حبیب الرحمٰن سواتی غفرلہ ولوالدیہ

ا ربیع الاول ۱۴۳۰ھ — فتوی نمبر: ۱۹۶۳

﴿مغصوبہ زمین میں وراثت جاری نہیں ہوتی﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام کہ اگر کسی شخص کے والد یا دادا نے کسی کی زمین پر قبضہ کی ہو اور وہ زمین اسکو بطور میراث مل رہی ہو تو ان کے لئے اس زمین کو ملکیت میں رکھنا اور اس سے فائدہ حاصل کرنا جائز ہے یا نہیں؟ مستفتی: عبدالصمد باجوڑی

﴿جواب﴾ اس شخص کو اگر یقینی طور پر معلوم ہے کہ اس زمین پر والد یا دادا کا ناحق قبضہ تھا تو ایسی صورت میں اس زمین کو ترکہ میں شامل کرنا ہی غلط ہے، یہ مورث کی ملکیت نہیں ہے، میراث تو صرف مرحوم کی مملوکہ اشیاء ہیں ناحق قبضہ کرنے سے وہ مالک قرار نہیں پائے ہیں۔

لہٰذا اصل مالک کو واپس کرنا ضروری ہے اور وارث کو چاہیے کہ زمین کے مالک سے والد، دادا کو معاف کرنے کی بھی درخواست کریں اور خود بھی ان کیلئے استغفار کریں۔

لما فی قوله تعالی:(سورۃ النساء،پارہ۵،آیت۲۹)

یایها الذین آمنوا لا تأکلوا اموالکم بینکم بالباطل الا ان تکون تجارةً عن تراض منکم الآیة.

ولما فی الشامی:(۵/۹۹،طبع سعید)

(قوله الا فی حق الارث الخ) ای فانه اذا علم ان کسب مورثه حرام یحل له لکن اذا علم المالک بعینه فلاشک فی حرمته ووجوب رده علیه......وفی منیة المفتی: مات رجل ویعلم الوارث ان اباه کان یکسب من حیث لا یحل ولکن لا یعلم الطالب بعینه حل له حکما وان فضل ان یتورع ویتصدق بنیة خصماء ابیه وکذا لا یحل اذا علم عین الغصب مثلا وان لم یعلم مالکه......والحاصل انه ان علم ارباب الاموال وجب رده علیهم والا فان علم عین الحرام لا یحل له و یتصدق به بنیة صاحبه وان کان مالا مختلطا مجتمعا

من الحرام ولا يعلم اربابه ولا شيئا منه بعينه حل له حكما والاحسن ديانة التنزه عنه.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب: حبیب الرحمٰن ندیم سواتی

۱۴ جمادی الثانی ۱۴۳۰ھ — فتوی نمبر: ۲۹-۲۲۳

﴿یتیم پوتے کی میراث کا مسئلہ﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں حضرات علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ (۱) زید کا انتقال ہوا، زید کے والد (عمرو) اور بیٹا (خالد) حیات ہیں، اب عمرو جو کہ خالد کا دادا ہے اس کا انتقال ہو گیا تو کیا (عمرو) دادا کی وراثت خالد (پوتے) کو ملے گی یا نہیں؟ واضح رہے کہ عمرو (دادا) کے دیگر بیٹے (خالد کے چچا) اور بیٹیاں (خالد کی پھوپھیاں) بقید حیات ہیں اور عمرو کے ورثاء میں شامل ہیں۔

(۲) نیز اگر عمرو (دادا) کے دیگر ورثاء زید (مرحوم) کے بیٹے خالد کو اپنی رضامندی سے وراثت میں شریک کرنا چاہیں تو کر سکتے ہیں یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

﴿جواب﴾ میت کے بیٹے کی موجودگی میں پوتے کو کچھ نہیں ملتا، لہٰذا خالد اپنے دادا (عمرو) کے ترکہ میں وارث کی حیثیت سے حصہ دار نہیں ہے، البتہ دادا (عمرو) نے خالد کیلئے وصیت کی ہو تو دیگر واجب حقوق کی ادائیگی کے بعد بقیہ ترکہ میں سے ایک تہائی (1/3) کی حد تک مرحوم کی وصیت کی مطابق خالد کو دینا ضروری ہے۔

دادا نے پوتے کیلئے کچھ وصیت نہ کی ہو تو ورثاء پر لازم نہیں ہے، البتہ اپنی خوشی اور رضامندی سے خالد کو بھی دادا کے ترکہ میں شریک کر دیں تو باعث اجر و ثواب ہے اور شرعاً بڑا پسندیدہ عمل ہے۔

لما فی قوله تعالى: (سورة النساء، آیت ۱۱) ﴿یوصیکم الله فی اولادکم للذکر مثل حظ الانثیین﴾
ولما فی احکام القرآن للتهانوی: (۱۳۶/۲-۱۳۷، طبع ادارة القرآن)

الابن اقرب العصبات فلا يترك شيئا لغيره يحجب معه اولاد الابن...... واذا كان للولد الذكر عند الانفراد جميع المال يحجب معه اولاد الابن ذكورا كانوا او اناثا او مختلطين بالاجماع...... الخ وكذا فی التفسير المظهری: (۲۲/۲، طبع رشيديه)

ولما فی تکملة فتح الملهم: (۶/۲، طبع دار العلوم کراچی)

والاصل الرابع فی نظام الميراث الاسلامی ان معيار استحقاق الوراثة هو الاقربية فكل من كان الاقرب الى الميت كان احق بالوراثة من غيره.

Maktaba Tul Ishaat. com

ولمافی تکملۃ فتح الملھم:(۲/۱۴-۱۵-۱۶،طبع دار العلوم کراچی)

قال رسول اللہ ﷺ الحقوا الفرائض باھلھا فمابقی فھو لاولی رجل ذکر...... وقد عقد البخاری رحمہ اللہ تعالی لھذہ المسئلۃ بابا مستقلا وترجم لہ بقولہ(باب میراث ابن الابن اذا لم یکن ابن)واخرج فیہ عن زید بن ثابت رضی اللہ عنہ انہ قال ولا یرث ولد الابن مع الابن......الخ.

ولمافی السراجی:(ص۱۴،طبع قدیمی)

الاقرب فالاقرب یرجحون بقرب الدرجۃ اعنی اولٰھم بالمیراث جزء المیت ای البنون ثم بنوھم......الخ

الجواب صحیح:عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ　　　واللہ اعلم بالصواب:انیس طالب کان اللہ لہ

۱۰ ربیع الاول ۱۴۳۱ھ　　　فتوی نمبر:۲۵۳۲

مرض الوفات میں اپنا اکثر یا کل مال صدقہ کرنا

سوال جناب عالی!اگر ایک آدمی اپنے مرض الوفات میں اپنا اکثر مال صدقہ،خیرات وغیرہ کر دیے اس حال میں کہ اس کے ورثاء بھی موجود ہوں تو شریعت کی رو سے ایسا کرنا جائز ہے یا نہیں؟اور اگر حالت صحت میں اپنا تمام مال صدقہ کر دے تو کر سکتا ہے یا نہیں؟جبکہ اس کے ورثاء بھی موجود ہوں؟بینوا توجروا۔

جواب (۱)شریعت مطہرہ نے ایک تہائی (1/3) کی حد تک کی وصیت کا اعتبار کیا ہے اور مرض الوفات میں اکثر یا کُل مال صدقہ کرنے کا حکم بھی وصیت ہی کا ہے،چنانچہ اگر کوئی شخص اپنے مرض الوفات میں اکثر یا پورے مال کو صدقہ کر دے اور اس کے ورثاء بھی موجود ہوں تو یہ صدقہ خیرات صرف ثلث مال (1/3) کی حد تک معتبر ہوگا،البتہ میت کے ورثاء اگر ثلث مال سے زائد میں باہمی رضامندی سے مرحوم کی وصیت پر عمل کرنا چاہیں تو زیادہ پسندیدہ ہے بشرطیکہ سب کے سب ورثاء عاقل بالغ ہوں۔

(۲)بحالت صحت،ہوش وحواس کیساتھ کل مال کوئی صدقہ کر دے تو یہ معتبر ہے کسی وارث کو مطالبہ کا کوئی حق حاصل نہیں ہے اور صدقہ کرنے والے کو اسکا اجر بھی ملیگا بشرطیکہ اللہ تعالی کی خوشنودی مقصود ہو،ورثاء کو محروم کرنا یا ان کی دل آزاری مقصود نہ ہو اس کے علاوہ یہ بھی ملحوظ رہے کہ ورثاء اگر چھوٹے بچے ہیں خود کفیل نہیں ہیں یا بالغ ہیں لیکن نادار اور ضرورت مند ہیں تو صدقہ کرنے میں زیادہ ثواب نہیں ہے ایسی صورت میں بچوں کیلئے یا دیگر ورثاء کیلئے چھوڑ دینا صدقہ سے زیادہ ثواب رکھتا ہے۔

Scanned with CamScanner

لمافی سنن ابی داؤد:(۲/۲۷،طبع رحمانیه)

قال(رسول الله ﷺ)الثلث والثلث كثيرانك ان تترك ورثتك اغنياء خيرمن ان تدعهم عالةيتكففون الناس.....الخ.

لمافی التنویرمع الدر:(۴/۳۹۲-۳۹۷،طبع سعید)

(الوقف فی مرض موته كهبة فيه)من الثلث مع القبض(فان خرج)الوقف(من الثلث اواجازه الوارث نفذفی الكل والابطل فی الزائدعلی الثلث)ولواجازالبعض جاز بقدره.....الخ.

ولووقف فی مرض موته قال الطحاوی هوبمنزلة الوصية بعدالموت والصحيح انه لا يلزمه عندابی حنيفة رحمه الله تعالی

ولمافی الفقه الاسلامی وادلته:(۱۰/۷۶۸۴،طبع رشیدیه)

واعتبرالوقف فی مرض الموت كالهبةفيه،ينفذكالوصيةمن الثلث فان خرج من الثلث اواجازه الوارث نفذفی الكل والابطل فی الزائدعلی الثلث فان اجازالبعض جاز بقدره.

ولمافی الهداية:(ص۲۱۲،طبع رحمانیه)

حنيفةرحمه الله وعندهمالايلزمه الاانه يعتبرمن الثلث.....فی الصحةمن جميع المال.....الخ

ولمافی الشامی:(۲/۳۵۷،طبع سعید)

ومن ارادالتصدق بماله كله وهويعلم من نفسه حسن التوكل والصبرعن المسألةفله ذلك والافلايجوز.

ولمافی بدائع الصنائع:(۶/۲۱۸،طبع سعید)

لاخلاف بين العلماء فی جوازالوقف فی حق وجوب التصدق بالفرع مادام الواقف حياالخ.

الجواب صحیح:عبدالرحمٰن عفااللہ عنہ　　　واللہ اعلم بالصواب:انیس طالب کان اللہ لہ

۱۰ ربیع الاول ۱۴۳۱ھ　　　فتوی نمبر:۲۵۲۹

﴿والد کی رضامندی کے بغیر لی گئی رقم میں میراث کا حکم﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ کے متعلق کہ میرے بڑے بھائی کی چند ہفتے پہلے وفات ہوگئی ہے اور اپنے پیچھے دولڑکے، دولڑکیاں اور ایک فالج زدہ بیوہ سوگوار چھوڑ گئے ہیں، ضعیف والد نے ڈیفنس میں ایک پلاٹ بیچنے کا اختیار اپنے بڑے بیٹے زید کو دیا جس نے پلاٹ کی رقم حبیب بینک کی برانچ میں اپنی بیمار والدہ کے نام پر رکھوادی، بعد میں زید نے بغیر اجازت دھوکہ سے اسی لاکھ 80,00000 روپے نکلوا کر اپنے کسی اکاؤنٹ میں منتقل کردئے۔

Maktaba Tul Ishaat. com

مورث نے اس سے پہلے زید کے اخراجات پورے کرنے کے ساتھ ساتھ اس کو تین لاکھ روپے بھی اپنی مرضی سے دیئے تھے، اسی طرح اپنی ایک بیٹی کو بھی تین لاکھ روپے اپنی مرضی سے دیئے تھے، مورث کی باقی رقم جواب موجود ہے اسے ورثاء میں بانٹنے کی ذمہ داری میرے کندھوں پر آگئی ہے، براہ کرم آپ شریعت کی روشنی میں بتائیں کی میراث کیسے تقسیم ہوگی؟ اور کونسی رقم ہبہ میں یا ہبہ میں تصور نہیں کی جائیگی؟ اور زید کی لی ہوئی رقم کا کیا حکم ہے؟ مستفتی: کرنل رانا ناصر

﴿جواب﴾ واضح رہے کہ مرحوم نے اپنی زندگی میں جو رقم اپنی اولاد یا کسی غیر کو اپنی خوشی اور رضامندی سے دی اور اس نے اسپر قبضہ بھی کرلیا، تو یہ رقم اس کی ملکیت شمار ہوگی، اس کا مطالبہ کوئی نہیں کرسکتا، البتہ زید نے جو رقم (80,00000) اسی لاکھ روپے والد کی اجازت اور اس کی رضامندی کے بغیر دھوکہ سے اپنے اکاؤنٹ میں منتقل کئے یہ رقم زید کے ذمہ واجب الاداء تھی لیکن زید نے چونکہ والد کو یہ رقم ادا نہیں کی اور نہ ہی والد نے ان کو اس حق سے بری کیا تا آنکہ والد صاحب اس دار فانی سے رحلت فرما گئے، اس لئے مذکورہ رقم اب بھی زید کے ذمہ واجب الاداء ہے اور اس میں دیگر ورثاء کا بھی حق ہے پورے ترکہ میں اس کو شامل کرنا ضروری ہے۔

لمافی مشکوٰۃ المصابیح: (ص۲۵۵، طبع سعید)

عن ابی حرۃ الرقاشی عن عمہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الا لاتظلموا الا لایحل مال امرئ الا بطیب نفسہ منہ. رواہ البیہقی فی شعب الایمان.

ولمافی شرح المجلۃ للاتاسی: (۲۶۴/۱، المادۃ۹۷، طبع رشیدیہ)

لایجوز لاحد ان یاخذ مال احد بلا سبب شرعی ای لایحل فی کل الاحوال عمدا او خطأ او نسیانا جدا اولعبا ان یاخذ احد مال احد بوجہ لم یشرعہ اللہ تعالیٰ ولم یبحہ لان حقوق العباد محترمۃ لا تسقط بعذر الخطاء والنسیان والہزل وغیرہ.

ولمافیہ ایضا: (۳۲۲/۳، طبع رشیدیہ) تنعقد الہبۃ بالایجاب والقبول وتتم بالقبض.

ولمافی الہندیۃ: (۳۹۲/۴، طبع رشیدیہ کوئٹہ)

ولو دفع الی ابنہ مالا فتصرف فیہ الابن یکون للأب الا اذا دلت دلالۃ علی التملیک کذا فی الملتقط رجل دفع الی ابنہ فی صحتہ مالا یتصرف فیہ ففعل فیہ وکثر ذلک فمات الأب ان أعطاہ ہبۃ فالکل لہ وان دفع الیہ لان یعمل فیہ للأب فہو میراث کذا فی جواہر الفتاوی.

ولمافی الدر المختار: (۷۰۹/۵، طبع ایچ ایم سعید)

دفع لابنہ مالا لیتصرف فیہ ففعل وکثر ذلک فمات الأب ان أعطاہ ہبۃ فالکل لہ والا

Scanned with CamScanner

فمیراث وتمامه فی جواهر الفتاوی.

لہٰذا مرحوم نے بوقت انتقال اپنی ذاتی ملکیت میں جو کچھ چھوڑا ہے نقد روپے، مکان وجائیداد، گھریلو ساز وسامان بشمول زید کی رقم (80,00000) اسی لاکھ روپے اس پورے ترکہ میں سے سب سے پہلے مرحوم کی تجہیز اور تکفین کے متوسط اخراجات ادا کئے جائیں پھر دیکھیں کہ مرحوم کے ذمہ اگر کسی کا واجب الاداء قرض ہے تو وہ ادا کیا جائے اس کے بعد اگر مرحوم نے کسی غیر وارث کے لئے وصیت کی ہو تو ایک تہائی کی حد تک اس وصیت پر عمل کیا جائے۔

ان تمام حقوق کی ادائیگی کے بعد باقی ماندہ کل ترکہ کے اڑتالیس (48) حصے بنائے جائیں جن میں سے بیوہ کو چھ (6) حصے اور ہر بیٹے کو چودہ (14) حصے اور ہر بیٹی کو سات (7) حصے دیدئے جائیں۔ تقسیم وراثت سے متعلق نقشہ ملاحظہ ہو:

مسئلہ 8 تصحیح 48

میت

بیوہ	بیٹا	بیٹا	بیٹی	بیٹی
6	14	14	7	7

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ خیر الوارثین: عبدالوہاب لغمانی

۷ جمادی الثانی ۱۴۳۱ھ — فتویٰ نمبر: ۷۰۷

وصیت اور میراث کا ایک مشترکہ مسئلہ

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے والد محترم کا انتقال ہوا، انہوں نے اپنے ورثاء میں سے ایک بیٹی (فرحت جہاں) اور چار بیٹے (زاہد حسین، شاہد حسین، خالد حسین اور حامد حسین) چھوڑے ہیں جبکہ والدہ محترمہ کا انتقال والد صاحب کی حیات میں ہوا تھا، انہوں نے اپنی زندگی میں ایک مکان فروخت کر کے تمام ورثاء میں رقم برابر تقسیم کی، سوائے شاہد حسین کے کہ ذاتی رنجش کی وجہ سے ان کو حصہ نہیں دیا، اسی طرح اپنی زندگی میں ایک گاڑی مجھے یعنی زاہد حسین کو دی جو کہ عرصہ پندرہ سال سے میرے قبضہ میں ہے۔

اسی طرح بارہ لاکھ روپے کی مالیت جو انہوں نے حکومت پاکستان کی بہبود اسکیم میں لگا رکھی تھی، اس کے بارے میں یہ وصیت کی کہ یہ رقم زاہد حسین کے دو بیٹوں (عثمان وعمر) اور خالد حسین

Maktaba Tul Ishaat. com

فمیراث وتمامه فی جواهر الفتاوی.

لہذا مرحوم نے بوقت انتقال اپنی ذاتی ملکیت میں جو کچھ چھوڑا ہے نقد روپے، مکان وجائیداد، گھریلو ساز وسامان بشمول زید کی رقم (80,00000) اسی لاکھ روپے اس پورے ترکہ میں سے سب سے پہلے مرحوم کی تجہیز اور تکفین کے متوسط اخراجات ادا کئے جائیں پھر دیکھیں کہ مرحوم کے ذمہ اگر کسی کا واجب الاداء قرض ہے تو وہ ادا کیا جائے اس کے بعد اگر مرحوم نے کسی غیر وارث کے لئے وصیت کی ہو تو ایک تہائی کی حد تک اس وصیت پر عمل کیا جائے۔

ان تمام حقوق کی ادائیگی کے بعد باقی ماندہ کل ترکہ کے اڑتالیس (48) حصے بنائے جائیں جن میں سے بیوہ کو چھ (6) حصے اور ہر بیٹے کو چودہ (14) حصے اور ہر بیٹی کو سات (7) حصے دیدئے جائیں۔ تقسیم وراثت سے متعلق نقشہ ملاحظہ ہو:

مسئلہ 8 تصحیح 48

میت

بیوہ	بیٹا	بیٹا	بیٹی	بیٹی
6	14	14	7	7

الجواب صحیح: عبد الرحمٰن عفا اللہ عنہ　　　واللہ خیر الوارثین: عبد الوہاب لغمانی

۷ جمادی الثانی ۱۴۳۱ھ　　　فتویٰ نمبر: ۷۰۷

﴿وصیت اور میراث کا ایک مشترکہ مسئلہ﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے والد محترم کا انتقال ہوا، انہوں نے اپنے ورثاء میں سے ایک بیٹی (فرحت جہاں) اور چار بیٹے (زاہد حسین، شاہد حسین، خالد حسین اور حامد حسین) چھوڑے ہیں جبکہ والدۂ محترمہ کا انتقال والد صاحب کی حیات میں ہوا تھا۔ انہوں نے اپنی زندگی میں ایک مکان فروخت کر کے تمام ورثاء میں رقم برابر تقسیم کی، سوائے شاہد حسین کے کہ ذاتی رنجش کی وجہ سے ان کو حصہ نہیں دیا، اسی طرح اپنی زندگی میں ایک گاڑی مجھے یعنی زاہد حسین کو دی جو کہ عرصہ پندرہ سال سے میرے قبضہ میں ہے۔

اسی طرح بارہ لاکھ روپے کی مالیت جو انہوں نے حکومت پاکستان کی بہبود اسکیم میں لگا رکھی تھی، اس کے بارے میں یہ وصیت کی کہ یہ رقم زاہد حسین کے دو بیٹوں (عثمان وعمر) اور خالد حسین

Scanned with CamScanner

کے ایک بیٹے (شہاب) اور ایک بیٹی (ربیعہ) میں برابر تقسیم کی جائے، اس کے علاوہ انہوں نے 61800 نقدی، ایک لیپ ٹاپ، کچھ استعمال کے کپڑے اور چند گھڑیاں میراث میں چھوڑی ہیں۔

اب وضاحت طلب امر یہ ہے کہ مرحوم کی یہ وصیت نافذ ہوگی یا نہیں؟ اور میراث کی تقسیم ورثاء میں کس طرح ہوگی؟

مستفتی: زاہد حسین سبزواری

﴿جواب﴾ واضح رہے کہ میت کا زندگی میں ورثاء کو کچھ دینا ہبہ ہے اور ہبہ کے لئے قبضہ شرط ہے، چنانچہ آپ کے والد مرحوم نے زندگی میں جو مکان فروخت کر کے رقم تقسیم کی ہے، یہ درست ہے اور کسی وارث کو اس کی نافرمانی کی وجہ سے نہ دینا بھی درست ہے، اسی طرح جو گاڑی زاہد حسین صاحب کو اپنی حیات میں دی ہے اور انہوں نے اس پر قبضہ بھی کیا ہے، یہ بھی زاہد صاحب کی ملکیت شمار ہوگی، میراث میں شامل نہیں ہوگی، اس کے علاوہ مرحوم کی میراث میں جتنا بھی مال ہے مثلاً نقدی، لیپ ٹاپ، گھر اور استعمال کے کپڑے الغرض تمام چھوٹا بڑا سامان، اس پورے مال سے سب سے پہلے ان کی تکفین وتجہیز کے جائز خرچے نکالے جائیں۔

واضح رہے کہ بعض برادریوں میں فوتگی کی صورت میں مہمانوں کے جو خرچے کئے جاتے ہیں، ایسے خرچے مال میراث سے ادا نہیں کئے جائیں گے، یہ محض رواج ہے، شریعت ایسے خرچوں کو منع کرتی ہے، البتہ تمام ورثاء اگر عاقل بالغ ہوں اور اپنی اپنی خوشی سے اس رقم کے خرچے مشترکہ قرار دے رہے ہوں تو الگ بات ہے، اس کے بعد دیکھیں کہ مرحوم کے ذمہ اگر کوئی قرض ہو تو وہ ادا کیا جائے پھر جو بچے اس مال میں سے ایک تہائی 1/3 کی حد تک وصیت پر عمل کیا جائے جو مرحوم نے اپنے پوتوں اور پوتی کے بارے میں کی ہے، اس کے بعد جو کچھ بچے اس کے کل نو حصے بنا کر ہر بیٹے کو دو حصے اور بیٹی کو ایک حصہ دیا جائے۔ تقسیم کیلئے نقشہ ملاحظہ ہو:

میت

بیٹی (فرحت جہاں)	بیٹا (حامد حسین)	بیٹا (خالد حسین)	بیٹا (شاہد حسین)	بیٹا (زاہد حسین)
1	2	2	2	2

لمافی البحر: (۲۸۶/۷، طبع سعید)

(قوله فان قسمه وسلمه صح) ای ولو وهب مشاعا یقسم ثم قسمه وسلمه صح وملكه لأن التمام بالقبض وقال أيضاً (فروع) یکره تفضیل بعض الأولاد علی البعض فی

Maktaba Tul Ishaat. com

الهبة حالة الصحة الا لزيادة فضل له في الدين وان وهب ماله كله لواحد جاز قضاء وهو اثم كذافي المحيط.

ولمافي تنوير الابصار:(۶۸۸/۵،طبع سعيد)

شرائط صحتها في الموهوب أن يكون مقبوضا غير مشاع مميزا غير مشغول.

ولمافي الدر المختار:(۶۹۶/۵،طبع سعيد)

وفي الخانية:لابأس بتفضيل بعض الأولاد في المحبة لأنها عمل القلب وكذا في العطايا ان لم يقصد به الاضرار.

ولمافي قوله تعالىٰ:(سورة النساء،آيت ۱۱)﴿يوصيكم الله في أولادكم للذكر مثل حظ الأنثيين﴾

ولمافي تنوير الابصار:(۶۵۰/۶،طبع سعيد)

وتجوز بالثلث للأجنبي وان لم يجز الوارث ذلك لا الزيادة عليه الا أن تجيز ورثته بعد موته.

والله خیر الوارثین: محمد فاروق غفرلہ ولوالدیہ

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ

فتویٰ نمبر:۲۰۶۸

۱۹ ربیع الاول ۱۴۳۲ھ

﴿بیٹی کی وراثت کا مسئلہ﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے متعلق کہ ہمارے ہاں عورت کو میراث نہیں دیجاتی، نہ تو باپ اپنی زندگی میں بیٹی کو دیتا ہے اور نہ ہی والد کی وفات کے بعد ورثاء اس کی بیٹی کو حق دیتے ہیں، بھائی آپس میں جائداد کو تقسیم کردیتے ہیں بہنوں کے لئے کوئی حصہ نہیں رکھتے، عید اور خوشی کے دیگر ایام میں بہنوں کی دعوت کر لیتے ہیں اور تصور یہ دیتے ہیں کہ چونکہ والد کے مال میں ان کا حق ہے، اس لئے دعوت وغیرہ کے ذریعہ ان کو حق مل جائے گا، سوال یہ ہے کہ کیا عورت کے میراث نہ لینے سے یا ورثاء کے نہ دینے سے اسکا حق میراث باطل ہو جائے گا؟ یا اب بھی میراث کا حق باقی ہے؟ بینوا توجروا۔

﴿جواب﴾ شریعت مطہرہ نے والدین کے مال میں بیٹی کا بھی حصہ رکھا ہے، لہٰذا بیٹی کو حصہ نہ دینا بلاشبہ بڑی زیادتی ہے، والد اپنی زندگی میں مال کو تقسیم کرنا چاہے تو بہتر یہ ہے کہ سب کو برابر دیدیں یعنی بیٹی کو بھی بیٹے کے برابر مال و جائداد میں سے حصہ دیدیں برابر نہیں تو قانون میراث کے مطابق بیٹی کو بیٹے کی حصہ کی نسبت سے آدھا ضرور دیں ورنہ گنہگار ہوں گے۔

اگر زندگی میں مال کو تقسیم نہیں کیا تو وفات کے بعد ان کے ترکہ میں جیسے دوسرے ورثاء کا حق ہے، ایسا ہی ان کی بیٹیوں کا بھی حق ہے، البتہ لڑکے کے حصہ کے مقابلہ میں بیٹی کا آدھا حصہ حق بنتا

ہے اور یہ بھی واضح رہے کہ رسمی طور پر میراث سے انکار یا معاف کر دینے سے بھی بہن کا حق میراث باطل نہیں ہوتا بھائیوں کو چاہیئے کہ اپنی بہنوں کو والد کے مال سے حصہ دیں، نہیں تو اس کا وبال بہت سخت ہوگا، عید اور دیگر خوشیوں میں بہن کو شریک رکھنا اور اسکی دعوت کرنا یہ تو صلہ رحمی کا تقاضا ہے دعوتوں سے اسکو اپنا حق وصول نہیں ہورہا، ایسا سمجھنا خود کو نادان بنانے کے مترادف ہے۔

لمافی قوله تعالىٰ:(سورة النساء،پ۴،آیت ۱۱) للذكر مثل حظ الانثيين — الآية.

لمافی مشكوٰة المصابيح::(ص ۲۵۵،طبع سعيد)

عن ابی مرة الرقاشی عن عمه قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم الالاتظلموا الالايحل مال امرء مسلم الابطيب نفسه منه .رواه البيهقى فى شعب الايمان.

ولمافی مشكوٰة المصابيح:(ص ۲۶۶،طبع سعيد)

عن انس قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من قطع ميراث وارثه قطع الله ميراثه من الجنةيوم القيامة.رواه ابن ماجه والبيهقى.

ولمافی مجموعة الفتاوىٰ:(۴/۳۰۰،طبع رشيديه)

رجل له ابن وبنت اراد ان يهب لهماشيئافالأفضل ان يجعل للذكر مثل حظ الانثيين ولووهب جميع ماله لابنه جازفى القضاء وهوآثم.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب: عبدالوہاب لغمانی عفا اللہ عنہ

۱۱ ربیع الاول ۱۴۳۱ھ — فتوی نمبر: ۲۵۸۳

﴿ترکہ کی تقسیم﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام کہ جوان کا انتقال ہوگیا، پسماندگان میں سے والدین کے علاوہ پانچ بھائی ہیں، مرحوم شادی شدہ نہیں تھا، اس کا ترکہ کس طرح تقسیم ہوگا؟

﴿جواب﴾ مرحوم کا کل ترکہ چاہے نقدی ہو، زیورات ہوں، پلاٹ، مکان یا دوکان ہو، اس میں سے سب سے پہلے مرحوم کی تجہیز و تکفین کے متوسط اخراجات ادا کئے جائینگے، اسکے بعد اگر مرحوم کے ذمہ کوئی واجب الادا قرضہ ہو تو وہ ادا کیا جائے گا، اس کے بعد اگر مرحوم نے کوئی جائز وصیت کی ہو تو باقی ماندہ ترکہ میں سے ایک تہائی (1/3) کی حد تک وصیت پر عمل ہوگا۔

اس کے بعد جو ترکہ بچے اسکے چھ (6) برابر حصے کر کے ایک حصہ والدہ کو اور پانچ (5) حصے والد کو ملیں گے اور والد کی موجودگی میں بھائیوں کو کچھ نہیں ملتا۔ آسانی کیلئے نقشہ ملاحظہ ہو:

Scanned with CamScanner

Maktaba Tul Ishaat. com

مسئلہ:6

والد	والدہ	بھائی5
5	1	محروم

الجواب صحیح: عبدالرحمن عفا اللہ عنہ — واللہ خیر الوارثین: علی خان

۸ رجب المرجب ۱۴۳۱ھ — فتویٰ نمبر: ۲۷۳۱

﴿موت سے پہلے اپنے اعضاء کی وصیت کرنا﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک آدمی قریب الموت یہ وصیت کرتا ہے کہ میرے مرنے کے بعد میری آنکھ یا گردہ کسی ضرورت مند کو دیدیں اسکی وصیت پر عمل کیا جائیگا یا نہیں؟ اور ایسی وصیت کی شرعی حیثیت کیا ہے؟ مستفتی: محمد اسامہ صوابی

﴿جواب﴾ انسان اپنے جسم کا مالک نہیں ہے یہ تو اللہ تعالی کی طرف سے ایک امانت ہے انسان کو اپنے جسم میں اس قسم کے تصرف کا اختیار نہیں ہے، لہٰذا موت کے وقت یہ وصیت کرنا کہ میری آنکھ یا گردہ کسی ضرورت مند کو دیدیں غلط وصیت ہے شریعت میں اس قسم کی وصیت پر عمل کرنے کی اجازت نہیں ہے۔

لما فی الهندية:(۶/۳۲۶،کتاب الکراهية،طبع رشيديه)

الانتفاع بجزالآدمی لم یجز قیل للنجاسة وقیل لکرامته هوالصحیح کذافی جواهر الاخلاطی.

ولما فی فتاوی قاضی خان:(۳/۴۰۲،طبع قدیمی)

مضطر لم یجد میتة وخاف الهلاك فقال له رجل اقطع یدی وکلها اوقال اقطع منی قطعة فکلها لایسعه ان یفعل ذلك ولایصح امره به کما لایسع للمضطران یقطع قطعة من لحم نفسه فیأکل

ولما فی الشامی:(۶/۳۳۸،طبع ایچ ایم سعید)

وان قال له آخر اقطع یده وکلها لایحل،لان لحم الانسان لایباح فی الاضطرار لکرامته.

الجواب صحیح: عبدالرحمن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب: احمد علی عفی عنہ

۲۸ ربیع الاول ۱۴۳۱ھ — فتویٰ نمبر: ۲۵۵۳

﴿ورثاء کے لئے سودی رقم حلال نہیں﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام کہ اگر کسی شخص کا انتقال ہو جائے اور اس کے ترکہ میں سودی بینک سے لی گئی سودی رقم بھی موجود ہو اور ورثاء کو اس کے بارے میں علم بھی ہو تو اس ترکہ میں

Scanned with CamScanner

سے ورثاء کے حصہ میں جو حرام سودی رقم آئی ہو اس کو استعمال میں لانا شرعاً درست ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾ صورت مسئولہ میں سود کی رقم چونکہ مال حرام ہے اور ورثاء کو اس مال حرام کی مقدار کے بارے میں علم بھی ہے، لہٰذا ان کے حق میں سود کی رقم کو استعمال میں لانا شرعاً جائز نہیں ہے بلکہ ان کو چاہیے کہ ہر ایک کے حصہ میں جتنی سود کی رقم آئی ہو اتنی ہی رقم مساکین پر صدقہ کردیں اور باقی رقم کو ورثاء اپنے استعمال میں لائیں۔

لما في الشامي: (۹۹/۵، طبع سعيد)

والحاصل انه ان علم ارباب الاموال وجب رده عليهم، والافان علم عين الحرام لا يحل له ويتصدق به بنية صاحبه، وان كان مالا مختلطا مجتمعا من الحرام ولا يعلم اربابه ولا شيئا منه بعينه حل له حكما، والاحسن ديانة التنزه عنه.

ولما في الدر المختار: (۳۸۵/۶-۳۸۶، طبع سعيد)

وعلى هذا لومات مسلم وترك ثمن خمر باعه مسلم لا يحل لورثته كما بسطه الزيلعي.

وفي الاشباه: الحرمة تنتقل مع العلم الا للوارث الا اذا علم ربه.

قلت: ومر في البيع الفاسد لكن في المجتبى مات وكسبه حرام فالميراث حلال ثم رمز وقال لا ناخذ بهذه الرواية وهو حرام مطلقا على الورثة فتنبه.

وفي الشامية: (قوله الا اذا علم ربه) اى رب المال فيجب على الوارث رده على صاحبه (قوله وهو حرام مطلقا على الورثة) اى سواء علموا اربابه اولا فان علموا اربابه ردوه عليهم، والا تصدقوا به كما قدمناه آنفا عن الزيلعي.

اقول: ولا يشكل ذلك بما قدمناه آنفا عن الذخيرة والخانية لان الطعام او الكسوة ليس عين المال الحرام فانه اذا اشترى به شيئا يحل اكله على تفصيل تقدم في كتاب الغصب بخلاف ما تركه ميراثا فانه عين المال الحرام وان ملكه بالقبض والخلط عند الامام فانه لا يحل له التصرف فيه قبل اداء ضمانه، وكذا الوارثه ثم الظاهران حرمته على الورثة في الديانة لا الحكم فلا يجوز لوصى القاصر التصدق به ويضمنه القاصر اذا بلغ تامل. (قوله فتنبه) اشار به الى ضعف ما في الاشباه.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب: نعیم اقبال عفا اللہ عنہ

۱۰ جمادی الثانی ۱۴۳۱ھ — فتویٰ نمبر: ۲۷۲۵

﴿ترکہ کس وقت تقسیم کیا جائے؟﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں مفتیانِ کرام اس مسئلہ کے متعلق کہ مرحوم کے مال کو کب تک

Scanned with CamScanner

Maktaba Tul Ishaat. com

تقسیم کرنا ضروری ہے؟ نیز اگر مرحوم کا کاروبار فیکٹری وغیرہ چل رہی ہو تو کیا اسے بند کر دینا چاہیے یا چلتے رہنے دینا چاہیے؟ مستفتی: حاجی نصیر صاحب ڈیفنس فیز ۲ کراچی

﴿جواب﴾ واضح رہے کہ میت کے فوت ہونے کے ساتھ ہی اس کے مال کے ساتھ ورثاء وغیرہ کا حق متعلق ہو جاتا ہے، کفن، دفن، نیز دیگر حقوق مثلاً قرض، وصیت وغیرہ اگر ہوں تو انکی ادائیگی کے بعد باقی جو مال و جائیداد ہو ضابطہ میراث کی مطابق ہر ایک وارث اپنے حق کی بقدر شرعاً مالک ہو جاتا ہے، تقسیم کے عمل میں بلاوجہ تاخیر کرنا مناسب نہیں۔

اور مرحوم کی فیکٹری وغیرہ اب چونکہ پسماندگان کا حق ہے، صراحۃً یا دلالۃً ان کی طرف سے اجازت ہو تو چلا سکتے ہیں بشرطیکہ تقسیم کرنے میں دشواری پیش آنے کا اندیشہ نہ ہو، اور ورثاء میں اگر نابالغ بچے ہوں تو انکے اصل مال میں نقصان کا خطرہ نہ ہو۔

چنانچہ ایک ایسے ہی مسئلہ کے متعلق مولانا ڈاکٹر عبدالحی عارفی صاحب نور اللہ مرقدہ لکھتے ہیں:

"ایک کوتاہی یہ ہو رہی ہے کہ میت کے انتقال کے بعد میت کا کاروبار اس کی حیات سے جس وارث کے قبضہ میں ہوتا ہے وہی بعد میں اس پر قابض رہتا ہے اور اس کو چلاتا ہے جس سے کاروبار بڑھتا ہے اور ترقی کرتا ہے اور یہ سب ورثاء کی بلا اجازت ہوتا ہے، کچھ ورثاء نابالغ ہوں تو ان کی اجازت کا بھی کوئی اعتبار نہیں پھر بعد میں تقسیم کا خیال آتا ہے تو پھر اصل اور نفع دونوں کی تقسیم میں سخت جھگڑا ہوتا ہے اور شرعی اعتبار سے اس نفع میں بڑی الجھنیں ہیں اس لئے پہلے تقسیم کریں اس کے بعد باہمی رضامندی سے مشترک یا علیحدہ علیحدہ کاروبار کریں۔ (احکام میت: ص ۳۱۷)

لہٰذا ایسی کوئی الجھن پیش آنے کا خطرہ ہو تو فیکٹری فوراً بند کر دیں، بصورت دیگر چلانے کی گنجائش ہے۔

لما في عمدة القاري: (۲۳/۳۵۵، طبع رشيديه)

وسميت أيضا: المواريث فرائض وفروضا لما انها مقدرات لاصحابها ومبينات في كتاب الله تعالىٰ ومقطوعات لاتجوز الزيادة عليها ولا النقصان منها.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم: عبدالوہاب لقمانی عفا اللہ عنہ

۱۴ رجب المرجب ۱۴۳۱ھ — فتویٰ نمبر: ۲۷۵۰

Scanned with CamScanner

﴿دیگر ورثاء کو محروم کرنا اور بیٹی کیلئے وصیت کرنا جائز نہیں ہے﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک آدمی ہے اسکی نرینہ اولاد نہیں ہے صرف ایک بیٹی ہے اور تین بھائی ہیں ہمیشہ آپس میں ایک دوسرے سے ناراض رہتے ہیں جسکی وجہ سے اس آدمی نے اپنی زندگی میں علاقے کے معززین کو جمع کر کے یہ لکھوایا کہ میرے مرنے کے بعد میری زمین میری اس بیٹی کی ہے، جب تک میں ہوں زمین کے منافع کا میں مالک ہوں گا لیکن میرے مرنے کے بعد میرے بھائیوں کو نہ دیا جائے بلکہ صرف میری بیٹی اس کی مالک ہوگی۔ اب معلوم کرنا یہ ہے کہ مذکورہ شخص کا یہ فیصلہ درست ہے یا نہیں؟

اسی طرح جس گھر میں رہائش ہے اسکا کہنا ہے کہ یہ بھی میں نے اپنی بیٹی کے نام کردیا ہے، لہذا میرے بھائیوں کو کوئی حق نہیں کہ میرے مرنے کے بعد اسمیں اپنے حصے کا مطالبہ کرے، تو کیا بھائیوں کو واقعی اسکی موت کے بعد اسکے گھر وغیرہ میں سے کچھ نہیں ملے گا؟ برائے کرم شرعی حکم سے مطلع فرما کر عنداللہ ماجور ہوں۔

مستفتی: قاری فضل الرحمٰن صاحب

﴿جواب﴾ اس شخص کا یہ کہنا اور لکھوانا کہ ''میرے مرنے کے بعد میری زمین میری بیٹی کی ہے'' وارث کے حق میں وصیت ہے اور وارث کے حق میں وصیت شرعاً معتبر نہیں ہے، چنانچہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا!

عن ابی امامة قال:سمعت رسول الله ﷺ یقول فی خطبته عام حجة الوداع :ان الله قداعطی کل ذی حق حقه فلاوصیة لوارث .ترجمه:الله تعالی نے ہرصاحب حق کواسکاحق دیدیاہے پس کسی وارث کیلئے وصیت کرناجائزنہیں ہے۔

اور گھر بیٹی کے نام اگر کردیا ہے تو یہ ہبہ کی صورت ہے، ہبہ تام ہونے کیلئے ضروری ہے کہ مالک اپنا قبضہ اور تصرف ختم کر کے باقاعدہ اسکے قبضے میں بھی دیدے تو ہبہ تام ہوگا اور جسکو ہبہ کے طور پر دیا ہے وہ مالک بن جائیگا۔ لہذا اس شخص نے گھر بیٹی کے نام اگر کردیا ہے اور اپنا قبضہ مکمل ختم کردیا ہے گو تھوڑی دیر کیلئے ہو تو لڑکی مالک قرار پاتی ہے، اور باقاعدہ قبضے میں اگر نہیں دیا اور ابھی تک اس کے اپنے قبضے میں ہے تو صرف نام کرانے سے لڑکی مالک نہیں بنی، اس شخص کے مرنے کے بعد ورثاء اس گھر میں بھی مطالبہ کرسکیں گے۔

لمافی التنویر مع الدر(۶/۱۳۹طبع سعید)

وشرائطها (ای الوصیة) کون الموصی اهلاللتملیک فلم تجزمن صغیرومجنون

Maktaba Tul Ishaat. com

ومكاتب الاذاضاف لعتقه كماسيجي وعدم استغراقه بالدين لتقدمه على الوصية كماسيجي، وكون الموصى حيا وقتها تحقيقا او تقدير اليشمل الحمل الموصى له فافهمه فان به يسقط ايراد الشرنبلالية وكونه غير وارث وقت الموت ولاقاتل۔

ولمافي الهندية :(ج٦/٩٠ طبع رشيدية)

ولاتجوز الوصية للوارث عندنا الاان يجيزها الورثة ،ولواوصى لوارثه ولاجنبي صح في حصة الاجنبي ويتوقف في حصة الوارث على اجازة الورثة ان اجازوا جاز وان لم يجيزوا بطل ولاتعتبر اجازتهم في حيات الموصى حتى كان لهم الرجوع بعدذلك كذافي قاضيخان۔

ولمافي التنويرمع الدر:(٥/ ٦٩٠، ٦٩١ طبع سعيد)

(وتتم الهبة)بالقبض الكامل (ولو الموهوب شاغلالملك الواهب لامشغولابه) والاصل ان الموهوب ان مشغولابملك الواهب منع تمامها وان شاغلالا،فلووهب جرابافيه طعام الواهب اودارافيهامتاعه اودابة عليهاسرجه وسلمها كذلك لاتصح۔

ولمافي شرح المجلة :(٣/ ٣٥٣ طبع رشيدية المادة نمبر:٨٣١)

القبض في الهبة كالقبول في البيع بناء عليه تتم الهبة اذاقبض الموهوب له في مجلس الهبة المال الموهوب بدون ان يقول :قبلت اواتهبت عندايجاب الواهب اى قوله وهبتك هذالمال ،يعني ان القبض في الهبة ليس نظير القبض في البيع بل هو نظير القبول فيه من حيث ان الحكم وهو الملك يتوقف عليه في الهبة كمايتوقف على القبول في البيع۔

الجواب صحیح مفتی عبدالرحمٰن عفااللہ عنہ
۲۹ ربیع الثانی ۱۴۳۵ھ

واللہ تعالی اعلم بالصواب: عاقل شاہ
فتوی نمبر: ۲۰۹۱

﴿مسائل شتیٰ﴾

﴿تراویح میں قرآن سنانے والے حافظ کو کچھ دینا کیسا ہے﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے علاقے میں یہ رواج ہے کہ رمضان المبارک میں لوگ کسی حافظ قرآن کو تراویح میں قرآن سنانے کیلئے بلاتے ہیں اور ختم قرآن کے موقع پر اس کو پیسے دیتے ہیں لیکن جب کوئی ان سے کہتا ہے کہ قرآن سنانے پر نہ تو پیسہ دینا جائز ہے اور نہ ہی لینا جائز ہے تو وہ لوگ جواب میں کہتے ہیں کہ ہم تو حافظ صاحب کو صدقہ فطر کے پیسے دیتے ہیں نہ کہ قرآن سنانے کے۔ اب پوچھنا یہ ہے کہ کیا اس طرح کرنے سے انکا صدقہ فطر ادا ہو جائے گا یا نہیں؟ برائے کرم وضاحت فرمائیں۔ مستفتی: ھدایت شاہ دیر

﴿جواب﴾ تراویح میں قرآن مجید سنانے پر اجرت لینا دینا جائز نہیں ہے، اجرت باقاعدہ طے شدہ معاوضہ کو کہتے ہیں تراویح میں قرآن مجید سنانے پر لینا دینا عموماً محض اکرام اور تعاون کے درجہ میں ہوتا ہے باقاعدہ اجرت کے طور پر نہیں ہوتا، حافظ صاحب کا اصل مقصد قرآن مجید سنانا ہوتا ہے، مسجد میں نمازی لوگ زیادہ تعداد میں ہوتے ہیں اور اس میں کوئی شک نہیں کہ بڑے مجمع کا سنانے والے پر اثر زیادہ ہوتا ہے تو مسجد میں سنانے کا ماحول منزل کو پختہ کرنے پر بھی باعث ہوتا ہے۔ اور مقتدی لوگوں کا مقصد قرآن مجید سننا ہی ہوتا ہے اور حفاظ حضرات کا تعلق عموماً چونکہ غریب و نادار گھرانوں سے ہوتا ہے اس لئے لوگ اس صورت میں تعاون کرتے ہیں کوئی اجرت و معاوضہ نہیں دیتے، چنانچہ کوئی خاص مقدار نہیں ہوتا کبھی کم اور کبھی زیادہ ہوتا ہے اس لئے اکرام کرنے کو اور قبول کرنے کو ناجائز کہنا بڑا مشکل ہے۔

بعض علماء کرام مطلق ناجائز ہونے کا فتویٰ دیتے ہیں اور بطور دلیل فقہاء کرام کا مشہور ضابطہ پیش کرتے ہیں کہ "المعروف کالمشروط" یعنی علاقے میں لینا دینا چونکہ رائج و معروف ہے لہٰذا باقاعدہ طے اگرچہ نہیں ہوتا حافظ صاحب اپنا حق جانتے ہیں اور دینے والے بھی اسکا حق سمجھ کر دیتے ہیں جو کہ خاص اجرتی معاملہ کی علامت ہے اس لئے ناجائز ہے۔

اسکا جواب یہ ہے کہ بے شک لینا دینا رائج ہے اور معروف بھی لیکن اکراماً رائج و معروف ہے اجرت کے طور پر نہیں، چنانچہ اجرت خاص مقدار میں باقاعدہ طے ہوتی ہے یہاں کوئی خاص

Maktaba Tul Ishaat. com

مقدار رائج نہیں ہے اور ایک وجہ یہ بھی پیش کرتے ہیں کہ اگر مقتدی لوگ کچھ نہ دیں تو حافظ صاحب کو برا اگراں گزرتا ہے، یہ وجہ بھی لینے دینے کو ناجائز قرار دینے کیلئے کافی نہیں ہے، یہ اشراف نفس یعنی طمع کی وجہ سے ہوتا ہے اشراف بیشک منع ہے لیکن یہ ایک روحانی مخفی مرض ہے محتاج اصلاح ہے تاہم اس کی وجہ سے اصل عمل کو ناجائز قرار نہیں دیا جا سکتا۔ ایک دوست اپنے دوست سے اکرام کی زیادہ توقع اگر رکھتا ہے اور وہ اسکے توقع کے مطابق اکرام بالکل نہ کرے یا توقع سے کم اکرام کرے تو ظاہر بات ہے اس کو بھی گراں گزرے گا لیکن اسکی وجہ سے دوستوں کا آپس میں اکرام اور خاطر مدارات کرنے کو منع نہیں کیا جا سکتا۔ ہاں تقوی اور احتیاط کا تقاضا یہی ہے کہ حافظ صاحب لوگوں پر واضح کریں کہ میں محض اللہ کی رضا اور اپنے فائدے کیلئے سنا تا ہوں میرا کوئی مطالبہ نہیں ہے اور نہ ہوگا جبکہ اس کے باوجود بھی لوگ اکرام کرتے ہیں اور یہی ہمارا تجربہ اور مشاہدہ ہے اس طرح واضح کرنے کے بعد عدم جواز کا شبہ بھی باقی نہیں رہتا۔

باقی رہا صدقہ فطر کا مسئلہ، حافظ صاحب اگر مستحق ہیں اور ان کے ساتھ بطور اجرت باقاعدہ طے نہیں ہوا ہے جیسا کہ عام یہی رائج ہے تو صدقہ فطر دینے میں کوئی قباحت نہیں ہے صدقہ فطر اداء ہو جاتا ہے۔ البتہ وہ مستحق نہ ہوں یا بطور اجرت کوئی طے کر لے تو لینا دینا جائز نہیں ہوگا اور صدقہ فطر بھی ادا نہ ہوگا۔ ھذا ما ظھر لی واللہ اعلم بالصواب۔

لمافی الشامی (۷۳/۲، طبع سعید

وان القراءۃ لشئی من الدنیا لایجوز، وان الآخذ والمعطی آثمان لان ذلک یشبہ الاستئجار علی القراءۃ، ونفس...... الاستئجار علیہا لایجوز، فکذا ما اشبہ کما صرح بذلک فی عدۃ کتب من مشاھیر کتب المذھب، وانما افتی المتأخرون بجواز الاستئجار علی تعلیم القرآن لاعلی التلاوۃ، وعللوہ بالضرورۃ وھی خوف ضیاع القرآن، ولا ضرورۃ فی جواز الاستئجار علی التلاوۃ کما اوضحت فی شفاء العلیل،

ولمافی التتارخانیہ (۴۲۳/۲، قدیمی)

"النسفیۃ" ولو دفع صدقۃ الفطر الی الطبال الذی یوقظھم وقت السحر یجوز لان ذلک غیر واجب علیہ، وقد قال المشائخ: الاحوط والابعد عن الشبھۃ ان یقدم الیہ اولاً قرصات بان تکون ھدیۃ لہ ثم یدفع الحنطۃ۔

الجواب صحیح: مفتی عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب: دوست محمد روغانی

۴ جمادی الثانیہ ۱۴۳۵ھ — فتوی نمبر: ۲۱۷۵

Scanned with CamScanner

﴿بینک ملازم سے اپنا قرضہ وصول کرنا﴾

﴿سوال﴾ زید کا قرض ایک ایسے آدمی کے اوپر ہے جو بینک میں ملازم ہے اور بینک سے تنخواہ وصول کرتا ہے جو کہ سود ہے، کیا زید اپنا قرض اس بینک ملازم سے وصول کر سکتا ہے؟

﴿جواب﴾ مذکورہ صورت میں اگر بینک ملازم کی آمدنی کسی دوسرے جائز ذریعہ سے بھی ہو تو زید کے لئے اس سے اپنا قرض وصول کرنا بلا کراہت درست ہے اور اگر اُس کے علاوہ کوئی اور ذریعہ آمدنی اس کا نہیں ہے صرف اسی بینک کی تنخواہ پر زندگی گزار رہا ہے تو اس سے اپنا قرض وصول کرنا مکروہ ہے، یہ بھی واضح رہے کہ بینک کے تمام ملازمین حکماً ایک جیسے نہیں ہیں۔

لمافی الهندية:(٥/٣٦٧،طبع رشيديه)

ولوكان لمسلم على نصراني دين فباع النصراني خمراوأخذثمنهاوقضاه المسلم من دينه جازله أخذه لأن بيعه لهامباح ولوكان الدين لمسلم على مسلم فباع المسلم خمراًوأخذثمنهاوقضاه صاحب الدين كره له أن يقبض ذلك من دينه كذافي السراج.

ولمافي البزازية على هامش الهندية:(٥/١٢٥،طبع رشيديه)

من عليه الدين باع خمراًوأرادأن يقضي به الدين لايحل لرب الدين أخذه ان كانا مسلمين وان كان المديون ذمياًيحلّ للمسلم أخذه.كذافي تنوير الأبصار.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم: صلاح الدین ڈیروی

۲۳ ربیع الثانی ۱۴۲۷ھ — فتویٰ نمبر: ۹/۱۷

﴿اگر ادارہ انشورنس کرائے تو ملازمین کیلئے اس ادارے کی سہولیات حاصل کرنا جائز ہے؟﴾

﴿سوال﴾ ہم ڈی ایچ اے (ڈیفنس ہاؤسنگ اتھارٹی) کے ملازم ہیں اور ہمیں ڈی ایچ اے کی طرف سے ہر ماہ تقریباً ۴۰۰ روپے میڈیکل الاؤنس ملتا تھا، اب ڈی ایچ اے کے اعلیٰ افسران نے کسی انشورنس کمپنی سے معاہدہ کر لیا ہے اور یہ میڈیکل الاؤنس اب ڈی ایچ اے والے انشورنس کمپنی کو دیں گے اور بجائے میڈیکل الاؤنس کے ہمیں کراچی کے بعض ہسپتالوں میں محدود مفت علاج کا کہا گیا ہے اور ہمارے بچوں کیلئے بھی، انشورنس کمپنی کا ممبر بننے میں ہمارا کوئی اختیار نہیں ہے، ہم ممبر بنیں یا نہ بنیں، ہمارا میڈیکل الاؤنس ان کو دیا جائے گا تو ایسی صورت میں مذکورہ بالا سہولت سے فائدہ اٹھانا ہمارے لئے جائز ہے یا نہیں؟ واضح رہے کہ

Maktaba Tul Ishaat. com

ہمارے علاج کا خرچہ ہسپتال والوں کو انشورنس کمپنی ادا کرے گی۔

﴿جواب﴾ مذکورہ صورت میں ڈی ایچ اے (ڈیفنس ہاوسنگ اتھارٹی) کے اعلیٰ افسران نے انشورنس کمپنی سے معاہدہ کیا ہے اور چونکہ اس میں ملازمین کے اختیار اور رضامندی کو کوئی دخل نہیں اور ملازمین کو پہلے سے ڈی ایچ اے کی طرف سے علاج معالجے کی سہولت میڈیکل الاؤنس نقد روپوں کی صورت میں مل رہی تھی، اب یہی سہولت مختلف ہسپتالوں میں مفت علاج کی صورت میں مل رہی ہے تو اس سہولت سے فائدہ اٹھانا ملازمین کیلئے جائز ہے، ہاں اگر ملازمین کو اختیار ہوتا پھر اسکے بعد وہ انشورنس کمپنی کے ممبر بن کر اس سہولت سے فائدہ اٹھاتے تو درست نہ ہوتا، البتہ ڈی ایچ اے والوں کا انشورنس کمپنی سے معاہدہ کرنا کسی طرح درست نہیں کیونکہ انشورنس کمپنی کے ساتھ ایسا معاہدہ سود، قمار اور غرر سے مرکب ہوتا ہے جو شریعت میں جائز نہیں۔

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ   واللہ اعلم: شاہد اسحاق عفا اللہ عنہ

۲۸ جمادی الاولیٰ ۱۴۲۷ھ   فتویٰ نمبر: ۳۴۲

﴿سعودیہ میں ملازمت کیلئے انشورنس اگر ضروری ہے تو گنجائش ہے﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص کو سعودی حکومت میں ملازمت مل رہی ہے لیکن اس کے لیے یہاں کے قانون میں میڈیکل انشورنس کرانا ضروری ہوتا ہے اس کے بغیر ملازمت نہیں ملتی تو کیا ایسی صورت میں یہ ملازمت اختیار کرنا جائز ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾ میڈکل انشورنس اداروں کا طریقہ کار اسلام کے اصولوں کے منافی ہے جن میں سود، قمار، غرر اور ظلم شامل ہیں، کیونکہ میڈکل انشورنس کے اندر پالیسی ہولڈر ایک معینہ مدت کے لیے ایک متوہم خطرے کے پیش نظر رقم جمع کرتا ہے اور وہ رقم انشورنس ادارہ پھر اس کو واپس بھی نہیں کرتا تو یہ سراسر ظلم ہے، البتہ جن ممالک میں میڈکل انشورنس وہاں کے جانے والوں کے لیے لازمی قرار دیا گیا ہو تو ایسے ملکوں میں انشورنس کرانے کی گنجائش ہے بشرطیکہ وہاں جانے والا کسی ناگزیز مجبوری یا ضرورت کی وجہ سے جا رہا ہو اور اپنے رضامندی اور اختیار سے نہ کرائے تو اس کی گنجائش ہے، لہذا ڈاکٹر صاحب کو سعودیہ میں ملازمت اختیار کرنے کی اگر ضرورت ہے تو اپنے اس جائز مقصد کو حاصل کرنے کے لیے انشورنس کرنے کی گنجائش ہے تاہم اس کو غلط اور

ناجائز سمجھتے ہوئے کریں اور استغفار بھی کرتے رہیں۔

لما فی قوله تعالی :(سورة المائده الاية:۹۰)

﴿يا ايها الذين امنوا انما الخمر والميسر والانصاب والازلام رجس من عمل الشيطن فاجتنبوه لعلكم تفلحون﴾

ولما فی قوله تعالی:

﴿ياايها الذين امنوا لا تاكلوا اموالكم بينكم بالباطل الا ان تكون تجارة عن تراض منكم﴾

ولما فی الصحيح المسلم :(۲/۲،كتاب البيوع ،طبع قديمی)

عن ابی هريرة قال قال رسول الله ﷺ عن بيع الحصاة وعن بيع الغرر.

ولما فی احكام القرآن للجصاص:(۳۸۸/۱)

ولاخلاف بين اهل العلم فی تحريم القمار وان المخاطرة من القمار قال ابن عباس ان المخاطرة قمار.

ولما فی فقه الاسلامی وادلته:(۳۴۱۷/۵،طبع رشيديه)

ان هذا العقد التزام مالا يلزم لعدم وجود سبب شرعی من اسباب الضمان الاربعة وهی العدوان من قتل وهدم واحراق ونحوها وتسبب الاتلاف كحفر بئر بدون ترخيص فی الطريق العام ووضع اليد غير الموتمنة كالغصب والسرقة وبقاء المبيع فی يد البائع والكفالة وليس المومن متعدياً ولامسبباً فی الاتلاف ولا واضع يد على المومن عليه وليس فی التامين مكفول معين.

وفيه ايضاًص:۳۴۱۹

والحاجة التی من اجلها يجوز العقد المشتمل على الغرر ولو كان كثيراً (وهی ان يصل المرء الى حالة بحيث لولم يتناول الممنوع يكون فی جهد ومشقة ولكنه لايهلك) يشترط فيها ان تكون عامة او خاصة بفئة وان تكون متعينة ان تسد جميع الطرق المشروعة للوصول للغرض سوى ذلك العقد الذی فيه الغرر.

ولما فی زاد المعاد :(ص:۸۲۰،طبع بيروت)

فليس كل غرر سبب للتحريم والغرر اذا كان يسيراً او لايمكن الاحتراز منه لم يكن مانعا من صحة العقد.

ولما فی الاشباه والنظائر:(ص:۸۷،طبع قديمی)

الضرورات تبيح المحظورات...ما ابيح للضرورة يقدر بقدرها ...الحاجة تنزل منزلة الضرورة عامة او كانت خاصة.

الجواب صحيح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ | واللہ اعلم بالصواب: محمد تنویر عفا اللہ عنہ

۱۳ جمادی الثانیہ ۱۴۳۴ھ | فتویٰ نمبر: ۳۷۸۱

Maktaba Tul Ishaat. com

﴿قرآن مجید اگر غفلت کی وجہ سے بھول جائے تو گناہ کبیرہ ہے﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ شاکر اور حامد دونوں عالم ہیں اور آپس میں اس مسئلہ میں اختلاف کرتے ہیں کہ حافظ قرآن پر تعاہد قرآن مجید (تاکہ حفظ محفوظ رہے) واجب ہے یا نہیں؟ اور اگر حافظ سستی کرے اور قرآن مجید کی تلاوت وغیرہ چھوڑ دے یہاں تک کہ حفظ کردہ کلام بالکل بھول جائے اور اس بھول جانے کا سبب صرف اس کی لاپرواہی اور ترک تعاہد ونگرانی ہو تو کیا اس صورت میں حافظ گنہگار ہوگا یا نہیں؟

شاکر کا کہنا ہے کہ قرآن مجید کے حفظ کرنے کے بعد اس کا تعاہد اور نگرانی واجب ہوتی ہے یہاں تک کہ اگر خدانخواستہ حافظ صاحب عدم نگرانی ولاپرواہی سے قرآن مجید بالکل بھلادے تو وہ گنہگار ہوگا کیونکہ اس پر احادیث میں بڑی وعیدیں آئی ہیں۔

مثلاً عن سعد بن عبادة قال قال رسول الله ﷺ ما من امرء يقرء القرآن ثم ينساه الا لقي الله يوم القيامة اجذم.

عن أبي موسى الاشعرى قال قال رسول الله ﷺ تعاهد القرآن فوالله ـــ الحديث.

وعنه ﷺ عرضت على ذنوب أمتي فلم أرى أعظم ذنبا من رجل أوتي اٰية فنسيها.

جبکہ حامد کا کہنا ہے کہ قرآن مجید حفظ کرنے کے بعد اس کو یاد کرنے کی محنت وتعاہد کوئی ضروری نہیں ہے یہاں تک کہ حافظ تعاہد ونگرانی ترک کردے اور قرآن مجید بھول جائے تو گنہگار نہیں ہوگا، غالباً حامد کی دلیل فقہاء کرام کا یہ قول ہے:

في الهندية: اذا حفظ الانسان القرآن ثم نسيه فانه يأثم وتفسير النسيان أن لا يمكنه القراءة من المصحف.

اور وہ تمام احادیث جس میں اس کے متعلق وعیدیں آئی ہیں، اسی پر محمول کرتے ہیں، لہٰذا آپ حضرات مہربانی فرما کر قول فیصل سے آگاہ فرما کر ممنون فرمائیں۔ مستفتی: قاری گل محمد

﴿الجواب باسمه سبحانه وتعالیٰ حامداً ومصلیاً﴾

لما في مرقاة المفاتيح: (۵/۲۹، رقم الحديث: ۲۱۸۶، طبع رشيديه)

عن الحسن مرسلا: أن النبي ﷺ قال من قرأ في ليلة مائة آية لم يحاجه القرآن تلك الليلة..... الحديث.

قال على القارى: "لم يحاجه القرآن" اى لم يخاصمه في التقصير تلك الليلة اى من

Scanned with CamScanner

جهتينا وقال ابن حجر اى لم يخاصمه فى تلك الليلة من جهة التقصير فى تعهده لأنه لاتقصير منه فيها بل من جهة عدم العمل به ان لم يعمل لما فى حديث أنه يقول فى مخاصمته لبعض حفاظه نام عنى ولم يعمل بى المعلوم منه أنه يخاصم من جهتين التقصير فى تعهده لأنه يؤدى الى نسيانه وفى العمل به لأن فيه استيثار بحقه اهـ قال ابن حجر — لأن الكلام فى حافظ قرأ ماذكر فتيم أن المحاجة لحافظ لم يقرأ ماذكر لا لمن لم يقرأ تلك أصلا ولا لمن لم يقرأ بالكلية

قلت: من المعلوم بقرينة المقام المفهوم أن مراده من كل انسان حفاظ القرآن مع افادة زيادة اطلاقه الاشارة الى وجوب تعهد القرآن قليلا كان أو كثيرا كما هو المقرر فى القواعد الشرعية.

ولما فى مرقاة المفاتيح:(۵/۴۰-۴۲، رقم الحديث:۲۱۸۷، طبع رشيديه)

عن أبى موسى الاشعرى قال: قال رسول الله ﷺ تعاهدوا القرآن — الحديث. قال على القارى: قال النووى يكره أن يقول نسيت آية كذا بل يقول أنسيتها اه. وفى الاول اشعار بعدم تقصير وايماء الى فعل يخالف القضاء والتقدير وفى الثانى نسبة النسيان بمعنى الترك الذى هو العصيان الى ذاته مع الايهام الى عدم مبالاته — وقال أبو عبيدة أما الحريص على حفظ القرآن الذى يدأب فى تلاوته لكن النسيان يغلبه فلا يدخل فى هذا الحكم بدليل هذا الحديث وقيل معنى نسى عوقب بالنسيان على ذنب أو سوء تعهد بالقرآن وهو محفوظ من قوله تعالى "اتتك ايتنا فنسيتها وكذلك اليوم تنسى" (سورة طه، ايت ۱۲۶) ومن الحديث المشهور عرضت على ذنوب أمتى فلم أر أعظم ذنبا من رجل أوتى اية فنسيها ثم النسيان عند علمائنا محمول على حال لم يقدر عليه بالنظر سواء كان أم لا والله اعلم.

ولما فى التعليق الصبيح:(۳/۳۲)

عن سعد بن عبادة قال: رسول الله ﷺ "مامن امرء يقرأ القرآن ثم ينساه الا لقى الله يوم القيامة أجذم (رواه أبو داؤد:(۱/۲۰۵) وسكت عنه وقال العزيزى (۳/۲۲۲) اسناده حسن) (قال الشيخ محمد ادريس الكاندهلوى فى تعليقه: قوله:"يقرأ القرآن ثم ينساه" ظاهره نسيانه بعد حفظه فقد عد ذلك من الكبائر وقيل المراد به جهله بحيث لا يعرف القراءة — وكذا قال المحدث الدهلوى فى شرحه اللمعات)

ولما فى اعلاء السنن:(۲/۱۴۲، رقم الحديث:۱۱۵۶، طبع دار الكتب العلمية بيروت)

قوله عن سعد بن عبادة قلت: قال فى الهندية اذا حفظ الانسان القرآن ثم نسيه فانه يأثم وتفسير النسيان أن لا يمكنه القراءة من المصحف، ولا أدرى لعل الله يحدث بعد ذلك أمرا.

فيقول العبد: ماقاله العلامة ظفر احمد العثمانى أحوط، وماذكر فى الهندية أوسع والله واسع عليم وبعد ذلك خطر ببالى شئ أن النسيان كيفية تطرأ على العبد من غير اختياره وربما يفوز بدفعه اذا تعهد المحفوظ. فماذكر فى الهندية: أنه محمول على نفس النسيان فحسب لأنه

Maktaba Tul Ishaat. com

غیر اختیاری فلا یأثم لقوله ﷺ رفع عن أمتی الخطاء والنسیان أو کما قال علیہ السلام، فان العبد بما لا یقدر بنفعه مع تعهده وکثرة التلاوة وظاهر الأحادیث الواردة فی الحافظ ینسی القرآن وقول بعض علمائنا والشافعی وغیرهم محمول علی السبب الداعی للنسیان وهو ترك التعاهد والتلاوة وعدم مبالاته لأنه فی اختیاره فیأثم بترك التعاهد الاختیاری لا بالنسیان نفسه وثمرته فی صورة لو نسی القرآن المحفوظ مع کثرة تلاوته وتعاهده وعدم مبالاته فانه لا یأثم لاتیانه بما هو فی اختیاره والذی ینسی القرآن لترك التلاوة والتعاهد وعدم مبالاته فان هذا کفران النعمة العظمی واستهتار بحق القرآن العظیم فیأثم والله اعلم.

لہٰذا حافظ قرآن نگرانی حفظ تلاوت قرآن مجید کرتے ہوئے بھی اگر بھول جائے تب تو وہ گنہگار نہیں ہوگا اور اگر کوئی حافظ قرآن مجید کی بکثرت تلاوت نہیں کرتا اور لاپرواہی سے کام لیتے ہوئے اپنے حفظ کی جو بہت بڑی نعمت ہے نگرانی نہیں کرتا تو وہ گنہگار ہوگا، لہٰذا حامد صاحب کا یہ کہنا کہ قرآن مجید حفظ کرنے کے بعد اس کی نگرانی اور تعاہد کوئی ضروری نہیں، درست نہیں ہے۔

الجواب صحیح: احقر محمد تقی عثمانی عفی عنہ — واللہ اعلم بالصواب: العبد عبد الرحمٰن ڈیروی عفی عنہ

۱۴/۱/۱۴۱۳ھ — ۱۰ محرم الحرام ۱۴۱۳ھ

﴿حکومت سے قرضہ لے کر مکان وغیرہ بنوانے کا حکم﴾

﴿سوال﴾ میرا ایک خالی پلاٹ ہے اس کے بنوانے کے لئے میرے پاس رقم نہیں ہے، میں ایک عیالدار آدمی ہوں، حکومت اس کے لئے رقم دے رہی ہے جسے لون کہتے ہیں، مثلاً ایک لاکھ دے کر ایک لاکھ تیس ہزار وصول کرے گی تو کیا میں لون لے کر مکان بنوالوں؟ ایسا کرنا میرے لئے جائز ہے؟

﴿جواب﴾ واضح رہے کہ جس طرح سود کا لینا منع اور حرام ہے، اسی طرح سود کا دینا بھی حرام ہے، لہٰذا مذکورہ صورت میں حکومت جو تیس ہزار زیادہ وصول کر رہی ہے یہ سود ہے، ایسا معاملہ کرنا شرعاً ناجائز ہے، اس سے بچنا ضروری ہے۔

لما فی قوله تعالیٰ: (سورة آل عمران، آیت ۲۷۵) ﴿أحلّ الله البیع وحرّم الربوٰا﴾

ولما فی الدر مع الرد: (۵/۱۶۶، طبع سعید) وفی الاشباه: کل قرض جر نفعا حرام.

وفی الشامیة قوله (کل قرض جر نفعا حرام) ای اذا کان مشروطا کما علم مما نقله عن البحر وعن الخلاصة وفی الذخیرة وان لم یکن النفع مشروطا فی القرض فعلی قول الکرخی لا باس به.

الجواب صحیح: عبد الرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم: صلاح الدین ڈیروی

۳۰ ربیع الثانی ۱۴۲۷ھ — فتوی نمبر: ۲۲۸

Scanned with CamScanner

﴿آدمی کا اپنی مطلقہ بیوی کے بچوں سے ملنے کا حکم﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماءِ کرام کہ میرے کسی عزیز نے کافی عرصہ قبل اپنی اہلیہ کو طلاق دی تھی جس سے بچے بھی ہیں، اب چونکہ دونوں میں اجنبیت ہو چکی ہے، اس لئے رہتے وہ دونوں الگ الگ ہیں، تاہم کبھی کبھار وہ آدمی بچوں سے ملنے چلے جایا کرتا ہے تو اس وقت بیوی (مطلقہ) الگ کمرے میں ہو جاتی ہے اور بچوں سے ملاقات کر کے واپس لوٹ جاتا ہے، کیا شریعتِ مطہرہ کی روشنی میں مذکورہ شخص کی یوں آمد ورفت درست ہے؟

﴿جواب﴾ مذکورہ شخص کا بچوں سے ملنے جانا جائز بشرطیکہ خاتون (مطلقہ) اس سے پردہ کرتی ہو اور اس بات کو ملحوظ رکھتی ہو کہ وہ بالکل اجنبیہ بن چکی ہے، واللہ اعلم۔

لمافی قولہ تعالی:(سورۃ النور،آیت ۳۰)

﴿قل للمؤمنين يغضوا من ابصارهم ويحفظوا فروجهم..... وقل للمؤمنات يغضضن من ابصارهن ويحفظن فروجهن﴾

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم: محمد شریف حسین چترالی

۷ جمادی الثانی ۱۴۲۷ھ — فتوی نمبر: ۲۳۸

﴿قرض دل میں معاف کرنے کے بعد وصول کرنا﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلے کے بارے میں کہ میرا ایک شخص پر قرض تھا اور وہ ادا کرنے سے پہلے مرگیا میں نے زبان سے صراحت کئے بغیر صرف دل میں اپنا قرضہ معاف کردیا تاکہ اس کو عذاب نہ ہو، اب اگر اس کے بیٹے مجھے وہ قرض ادا کرنا چاہیں تو کیا میرے لئے یہ لینا جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔ مستفتی بشیر احمد ڈیفنس فیز۲

﴿جواب﴾ دل میں مرحوم قرضدار کو معاف کرنے سے امید ہے اس کو عذاب نہ ہوگا اور معاف کرنے والے کا یہی اصل مقصد ہوتا ہے، قرضہ ساقط کرنا مقصود نہیں ہوتا، اس لئے آپ کو بلاشبہ بڑا اجر ملے گا، اب اگر میت کے ورثاء اس کا قرضہ لوٹا دیں تو لینے کی گنجائش ہے، تاہم لینے کی صورت میں اس درجہ کا ثواب نہیں رہیگا، زیادہ بہتر یہ ہے کہ کسی محتاج کو یہ مال دیدیں یا ادا کرنے والے وارث کو واپس دیدیں۔

Maktaba Tul Ishaat. com

لما في الشامي:(۲۲۳/۵،طبع سعيد)ثم اعلم ان الابراء يرتد بالرد.

ولما في الفقه الاسلامي:(۲۹۲۲/۴،طبع رشيديه)

الابراء اسقاط شخص ماله من حق لدى شخص آخر،كاسقاط الدائن دينه المستقر في ذمة مدينه يتم بدون حاجة لقبول المدين الاانه يرتد برده في مجلس الابراء لمافيه من معنى التمليك.

ولما في المبسوط لامام السرخسي:(۸۳/۱۲،طبع دار المعرفة بيروت)

والحاصل ان هبة الدين ممن عليه الدين لاتتم الابالقبول والابراء يتم من غير قبول ولكن للمديون حق الردقبل موته.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب: عبداللہ چارسدوی

۴محرم الحرام ۱۴۲۸ھ — فتویٰ نمبر:۶۱۳

﴿نیک اولاد کا صدقہ جاریہ ہونا﴾

﴿سوال﴾ کیا نیک اولاد والدین کے لئے صدقہ جاریہ بنتی ہے؟ اور اگر اولاد بدکار ہو تو کیا قبر میں والدین کو بھی اس کی وجہ سے سزا ملتی ہے؟ مستفتی: محمد دین صاحب

﴿جواب﴾ نیک اولاد والدین کے لئے صدقہ جاریہ بنتی ہے، حدیث میں آیا ہے کہ جب آدمی مرجاتا ہے تو اس کا نامہ اعمال بند ہوجاتا ہے، سوائے تین چیزوں کے (کہ ان کا ثواب مرنے کے بعد بھی ملتا رہتا ہے) (۱) صدقہ جاریہ (۲) ایسا علم جس سے لوگ نفع اٹھا رہے ہوں (۳) نیک اولاد جو اس کے لئے دعا کرے۔

لما في المرقاة:(۴۱۳/۱،طبع رشيديه)

وعن ابي هريرة قال قال رسول الله ﷺ "اذامات انسان انقطع عنه عمله الامن ثلاثة الا من صدقة جارية اوعلم ينتفع به اوولدصالح يدعوله" رواه مسلم.

قال ابن الملك: قيد الولدبالصالح لان الاجرلايحصل من غيره وانماذكر دعاء ها تحريضا للولدعلى الدعاء لابيه حتى قيل: للوالدثواب من عمل الولدالصالح سواء دعا لابيه ام لا كمان من غرس شجرة يجعل للغارس ثواب باكل ثمرتها سواء دعاله الآكل ام لا...... وجعل الولدمن العمل لانه السبب في وجوده.

اولاد کے بدخو ہونے میں اگر والدین کی غلط تربیت کا دخل نہیں ہے تو اس کے برے اعمال کی وجہ سے والدین کا مواخذہ نہ ہوگا۔

لما في الصحيح لمسلم:(۱۲۲/۲،طبع قديمي)

عن ابن عمر عن النبي ﷺ انه قال الاكلكم راع وكلكم مسئول عن رعيته فالامير الذى

Scanned with CamScanner

علی الناس راع وهو مسئول عن رعيته والرجل راع على اهل بيته وهو مسئول عنهم والمرأة راعية على بيت بعلها وولده وهي مسئولة عنهم والعبد راع على مال سيده وهو مسئول عنه الافكلكم راع وكلكم مسئول عن رعيته.

(قوله ﷺ كلكم راع وكلكم مسئول عن رعيته) قال العلماء الراعي هو الحافظ المؤتمن الملتزم صلاح ماقام عليه وماهو تحت نظره ففيه ان كل من كان تحت نظره شيء فهو مطالب بالعدل فيه والقيام بمصالحه في دينه ودنياه ومتعلقاته.

الجواب صحیح: عبدالرحمن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب: خضر حیات کمالوی

۲۳ ربیع الثانی ۱۴۲۸ھ — فتوی نمبر: ۸۰۹

﴿قریب المرگ جانور میں زندگی کی علامات﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے متعلق کہ ایک بیمار گائے جب مرنے لگی تو اس کو ذبح کیا گیا، وقت ذبح اس نے کوئی حرکت نہ کی اور نہ ہی خون نکلا، البتہ اس کے جسم کے بال کھڑے ہو گئے تھے، شریعت کی رو سے بتائیں کہ کیا ایسا ذبیحہ حلال تصور کیا جائے گا؟

﴿جواب﴾ اگر کوئی جانور وقت ذبح حرکت نہ کرے اور خون بھی نہ نکلے تو دیکھا جائے گا کہ منہ کھلا ہوا ہے یا نہیں؟ اگر منہ کھلا ہوا ہو تو نہیں کھایا جائے گا اور اگر بند ہو تو کھایا جائے گا، آنکھ اگر کھلی ہوئی ہو تو نہیں کھایا جائے گا اور اگر بند ہو تو کھایا جائے گا، پاؤں اگر پھیلے ہوئے ہوں تو نہیں کھایا جائے گا اور اگر سمیٹے ہوئے ہوں تو کھایا جائے گا۔

اسی طرح جسم کے بال اگر چپکے رہے تو نہیں کھایا جائے گا اور اگر کھڑے رہے تو کھایا جائے گا کیونکہ حیوان موت کے بعد ڈھیلا پڑ جاتا ہے تو آنکھ کا کھلنا، ٹانگوں کا پھیلنا اور بالوں کا بیٹھ جانا موت کی علامات ہیں اور اس کے مقابل جو علامات ہیں وہ زندہ ہونے کی ہیں اور اس کی حیات پر دال ہیں۔

لمافي الدر المختار: (۳۰۹/۶، طبع سعيد)

(ذبح شاة لم تدر حياتها وقت الذبح) ولم تتحرك ولم يخرج الدم (ان فتحت فاها لا تؤكل وان ضمته اكلت وان فتحت عينها لا تؤكل وان ضمتها اكلت وان مدت رجلها لا تؤكل وان قبضتها اكلت، وان نام شعرها لا تؤكل وان قام اكلت) لان الحيوان يسترخي بالموت ففتح فم وعين ومد رجل ونوم شعر علامات الموت لانها استرخاء ومقابلها حركات تختص بالحي فدل على حياته، وهذا كله اذا لم تعلم الحياة (وان علمت حياتها)

Maktaba Tul Ishaat. com

وان قلت (وقت الذبح اکلت مطلقا) بکل حال (یلعی)

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفااللہ عنہ — واللہ اعلم: محمد عزیز چترالی

۹ ربیع الثانی ۱۴۲۷ھ — فتوی نمبر:

﴿صاحب والدیک فی الدنیامعروفا﴾

﴿دنیامیں والدین کیساتھ نیکی کاسلوک کر﴾

﴿سوال﴾ابی لایحب علماء الدین ویصلی الصلوات ولارغبة له فیها. ذکوت یوماعنده من حسن الاسلام فاسمعنی فی الدین شیئا کرهته فقلت له لاتدخل بیتی بعدیومک هذافذهب وهو غیرراضی عنی فهل یأثم الرجل اذاعامل مع ابیه هذه لاجل الدین؟ مستفتی: ملامحمود

﴿جواب﴾لم یاذن الشرع للولدتحقیروالدیه واذیهمابل امره بالاحسان والشفقةلهماوان کاناعلی غیرطریقةالمستقیم فلا یجوزللانسان طردالوالدین او سبهماوان سمع منهمافی الدین ما یکره بل ینصحهمامرةاومرتین فان قبلا فبها والا یسکت ویسئل الله ان یهدیهما. فقداثم هذاالولدالشاب بقوله لابیه "لاتدخل بیتی بعد یومک هذا.

لمافی قوله تعالی (سورةلقمان، آیت۱۵)

﴿وان جاهداک علی ان تشرک بی مالیس لک به علم فلاتطعهماوصاحبهمافی الدنیا معروفا۔۔۔ الآیة﴾

ولمافی الشامی (۶/۴۰۸، طبع سعید)

فی فصول العلامی: اذارای منکرامن والدیه یأمرهمامرة، فان قبلافبها، وان کرهاسکت عنهماواشتغل بالدعاء والاستغفارلهمافان الله تعالی یکفی مااهمه من أمرهما.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفااللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب: محمد سلمہ

۱۸ جمادی الاولی ۱۴۳۰ھ — فتوی نمبر: ۲۲۲۴

﴿الصواب ماجمع علیه المسلمون﴾

﴿سوال﴾قولکم معاشر الحنفیةان التلفیق حرام وهوالعمل بالمذاهب المختلفةلان فیه اتباع الهوی فهل یجوزللانسان ان یأخذ من المذاهب

Scanned with CamScanner

الاربعةماهو صعب في العمل ويترك السهل فانه ليس فيه اتباع الهوى؟

﴿جواب﴾في الأخذمن مذاهب مختلفةعين اتباع الهوى فانه لماعين العلماء العمل بمذهب معين فالعمل بعده بمذاهب مختلفةهواتباع الهوى وأيضاان كل مذهب صواب عند صاحبه ومذهب غيره خطاء عنده فكيف تأخذمن مذهب شيئاوشيئاآخرمن مذهب ليس عند الاول صواباوكذا ان كنت انت آخذابالصعب فليس كل أحدمثلك فان الطبائع مختلفة فيأخذغيرك السهل ويترك الصعب ويكون الدين لعباولهوا نعوذبالله.

اعلم كما انه لاسبيل من التقليدفي الامور الدنيوية مثل الطب وعلم الرياضي والهيئةوعلم البناء وغيره كذلك في امورالدين يؤخذبقول عالمه فبعد عصر الصحابةوالتابعين لماكثرالمذاهب وافسدالاهوى أوجب العلماء الحذاق التمذهب بمذهب معين خصوصافي هذاالزمان ذهب رونق العلم والعمل.

ومالنا الا الاتباع لرضي الله عزوجل وقداخذ بمذهب معين أجلةالعلماء وجميع المسلمين فمن انحرف فانماينحرف للافساد في الدين اولجهله. والله المستعان على ماتصفون.

الجواب صحیح:عبدالرحمٰن عفااللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب:محمد سلمہ

۵جمادی الثانی۱۴۳۰ھ — فتویٰ نمبر:۲۲۹۶

﴿تعلم اللغات من المباحات﴾

﴿زبانیں سیکھنا مباح ہے﴾

﴿سوال﴾هل يجوزتعلم لسان الكفارمثل الانجرزية؟

﴿جواب﴾تعلم أي لغةكانت مباح في الشرع فان قصدبها امراحسنافحسن وان تسبب الى امرمحذورفمحذورومن كان له في تعلم لغةالكفارحاجةيتعلم ويأخذحذره كي لايقع في محذورفان في اللسان تأثيراوالله اعلم.

لمافي مشكوةالمصابيح:(ص۴۰۹،طبع سعيد)

عن زيدبن ثابت قال امرني رسول اللهﷺ ان اتعلم السريانيةوفي روايةانه امرني ان اتعلم كتاب يهود وقال اني ماآمن يهودعلى كتاب.....الحديث.

Maktaba Tul Ishaat. com

ولما فی المرقاۃ:(۸/۴۷۸،طبع رشیدیہ)

اذلایعرف فی الشرع تحریم علم لغةمن اللغات(ثم قال)نعم یعدمن اللغویات ومما لا یعنی وهومذموم عندارباب الکمال الااذاترتب علیه فائدةفحینئذیستحب کمایستفاد من الحدیث.

الجواب صحیح:عبدالرحمٰن عفااللہ عنہ واللہ اعلم بالصواب:محمد سلمہ

۱۱جمادی الثانی ۱۴۳۰ھ فتوی نمبر:۲۲۹۹

﴿دوران صحبت اور قضاء حاجت کے وقت بات کرنے کا حکم﴾

﴿سوال﴾ صحبت کے دوران بیوی سے باتیں کرنا جائز ہے یا نہیں؟ نیز قضاء حاجت کے دوران باتیں کرنے کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا۔ مستفتی:محمد عظیم لکی مروت عبدل خیل

﴿جواب﴾ دوران صحبت بیوی سے عام باتیں کرنا مکروہ تنزیہی ہے البتہ پیار ومحبت کی باتیں یا جماع سے متعلق باتیں بلا کراہت جائز ہے اس لئے کہ ایسی باتوں سے شہوت کی تکمیل ہوتی ہے اس لئے جماع کا حصہ شمار ہوں گی اور قضاء حاجت کے دوران باتیں کرنا مکروہ تحریمی ہے۔

لمافی التنویر مع الرد:(۶/۴۱۸،طبع سعید)

(و)فیمایکرہ(الکلام......وفی الخلاء وفی حالة الجماع)(قوله وفی الخلاء)

وفی الشامية:لأنه یورث المقت من الله تعالی(قوله وفی حالة الجماع)لأن حاله مبنی علی الستروکان یأمرﷺ فیه بأدب وذکرفی الشریعةأن من السنةأن لایکثرالکلام فی حالة الوطء فإن منه خرس الولد.

ولمافی سنن ابی داود:(۱/۴،طبع العصريةبیروت)

عن ابی سعیدقال سمعت رسولﷺیقول لایخرج الرجلان یضربان الغائط کاشفین عن عورتهمایتحدثان فان الله عزوجل یمقت علی ذلک.

ولمافی المرقاۃ:(۲/۶۸،طبع رشیدیہ)

فان الله یمقت علی ذلک ای علی ماذکروهوالمرکب من محرم هوکشف العورة بحضرةالاخرومکروه وهوالتحدث وقت قضاء الحاجة.

ولمافی الشامی:(۱/۳۴۳،طبع سعید)

(قوله والتکلم علیهما)ای علی البول والغائطقالﷺ"لایخرج الرجلان......یتحدثان فان الله تعالی یمقت علی ذلک"رواه ابوداودوالحاکم وصححه ویضربان الغائطأی یأتیانه والمقت وهوالبغض وان کان علی المجموع أی مجموع کشف العورةوالتحدث فبعض موجبات المقت مکروه امداد.

الجواب صحیح:عبدالرحمٰن عفااللہ عنہ واللہ اعلم بالصواب:حبیب الوہاب عفااللہ عنہ

۲۶محرم ۱۴۲۹ھ فتوی نمبر:۱۱۲۳

Scanned with CamScanner

﴿بچے کے کان میں اذان دینے کا مسنون طریقہ﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ بچے کے کان میں اذان دینے کا مسنون طریقہ کیا ہے؟ براہ کرم بیان فرما کر عنداللہ ماجور ہوں۔ مستفتی: ڈاکٹر حق نواز

﴿جواب﴾ نومولود بچے کے کان میں اذان دینے کا مسنون طریقہ یہ ہیکہ بچے کو ہاتھ پر اٹھا کر قبلہ رخ ہو کر دائیں کان میں اذان اور بائیں میں اقامت کہی جائے اور حی علی الصلوۃ کے موقع پر دائیں اور حی علی الفلاح کے موقع پر بائیں جانب چہرہ بھی گھمانا چاہیے اور ہلکی آواز سے اذان و اقامت کہنی چاہیے اس لیے کہ یہاں باجماعت نماز کے لیے لوگوں کو بلانا مقصود نہیں ہے۔

لما فی تقریرات الرافعی:(۱/۴۵، طبع سعید)

قال العلامة السندی :غیر فع المولود عند الولادة علی یدیه مستقبل القبلة ویؤذن فی اذن الیمنیٰ ویقیم فی الیسری ویلتفت فیهما با لصلوة لجهة الیمین وبالفلاح لجهة الیسار.

ولما فی الفقه الاسلامی:(۱/۷۲۰، طبع رشیدیه)

الاذان لغیر الصلوة:هذا ویندب لأمور غیر الصلوة :منها الاذان فی اذن المولود الیمنی عند ولادته،لما تندب الاقامة فی الیسری لانه ﷺ أذن فی أذن الحسن حین ولدته فاطمة.

الجواب صحیح :عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ واللہ اعلم بالصواب: تنویر الرحمٰن غفرلہ ولوالدیہ

۶ جمادی الثانی ۱۴۳۴ھ فتویٰ نمبر :۳۷۴۳

﴿موبائل فون کے ذریعے آیت سجدہ اور نومولود کے کان میں اذان دینے کا حکم﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام کہ (۱) نومولود کے کان میں موبائل فون کے ذریعے اذان دینے سے سنیت ادا ہوتی ہے یا نہیں؟ یعنی ایک شخص دوسرے علاقے سے موبائل فون پر اذان دے اور کوئی دوسرا شخص نومولود کے کان کے ساتھ موبائل لگا دے اور وہ اذان نومولود کو سنا دے تو اس سے سنیت ادا ہوگی یا نہیں؟ یہ کہا جاتا ہے کہ موبائل فون کے ذریعے جو آواز پہنچائی جاتی ہیں وہ اصل آواز کی طرح ہوتی ہے۔

(۲) اور اگر موبائل فون کے ذریعے آیت سجدہ سنے اور وہ تلاوت کرنے والے کی آواز ہو ریکارڈ کی ہوئی نہ ہو تو سننے والوں پر سجدہ تلاوت واجب ہوگا یا نہیں؟ مستفتی: سردار علی چالیار سواتی

﴿جواب﴾ موبائل کی آواز اصل آواز ہو یا غیر اصل اس کے ذریعہ بچے کے کان میں

Maktaba Tul Ishaat. com

اذان کی آواز پہنچانے سے آذان والا سنت عمل ادا نہ ہوگا، نومولود کے کان میں آذان دینا سنت ہے، صرف آواز پہنچانا سنت نہیں ہے، اس لئے آپ ﷺ نے یہ عمل بذات خود کر کے امت کو دکھایا یہ ایک مستقل عبادت ہے اور ہر ایسی عبادت جس کے لئے شریعت میں خاص ہیئت وکیفیت بھی بتائی گئی ہو تو اس کی رعایت ضروری ہے، اس کے بغیر وہ عبادت نہیں کہلائیگی۔

اس لئے فقہاء کرام نے دائیں بائیں جانب چہرہ گمانے کی بھی صراحت کی ہے، چہرہ گمانا اصل اذان میں چونکہ مستحب ہے تو یہاں پر بھی مستحب ہے لیکن اذان دینے والا میلوں دور ہو اور صرف آواز پہنچنے کیوجہ سے اس کو مسنون عمل کا درجہ دیں تو یہ مشکل ہے۔

لمافی جامع الترمذی:(۱/۱۸۳،طبع فاروقی ملتان)

عن ابی رافعؓ قال رأیت رسول ﷺ اذن فی اذن الحسن بن علیؓ حین ولدته فاطمة بالصلوة هذا حدیث والعمل علیه.

ولمافی تقریرات الرافعی:(۱/۴۵،طبع سعید)

قال السندی فیرفع المولود عندالولادة مستقبل القبلة ویؤذن فی اذنه الیمنی ویقیم فی الیسری ویلتفت فیهما بالصلاة لجهة الیمنی وبالفلاح لجهة الیسار وفائدة الاذان فی اذنه انه یدفع ام الصبیان.

(۲) موبائل فون کے ذریعے واقعی پڑھنے والے کی اصل آواز براہ راست پہنچتی ہو تو سجدہ تلاوت واجب ہوگا ورنہ نہیں اور اس کی ہمیں ابھی تک پوری تحقیق نہیں ہے کہ یہ اصل آواز ہوتی ہے یا نہیں؟ دیگر علماء سے بھی رجوع کر لیں۔

لمافی البدائع:(۱/۱۸۰،طبع سعید)

واماسبب وجوبها احدشیئین التلاوة اوالسماع کل واحد منهما علی حالة موجب.

الجواب صحیح:عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب: حبیب الوہاب سواتی

۲۳ جمادی الثانی ۱۴۲۹ھ — فتویٰ نمبر:۱۶۱۰

﴿امتحان میں نقل کرنے اور اس کے لئے پیسے دینے کا حکم﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ آج کل کالج اور یونیورسٹی کے امتحان میں نقل کا رواج عام ہے اور نگرانی پر موجود اساتذہ طلباء سے مخصوص رقم کا مطالبہ کرتے ہیں اور اس کے عوض طلباء کو نقل کرنے کی کھلی چھوٹ دیدیتے ہیں، اب معلوم یہ کرنا ہے کہ طلباء

Scanned with CamScanner

کے لئے یہ رقم دینا کیسا ہے؟ یہ رشوت ہے یا نہیں؟ نیز بوقت ضرورت رشوت دینے کی گنجائش ہے تو یہ صورت ضرورت میں داخل ہے یا نہیں؟

مستفتی فضل رزاق

﴿جواب﴾ نقل کرنا کرانا اور اس میں کسی طور پر معاونت کرنا کئی گناہوں کا مجموعہ ہونے کی وجہ سے حرام اور ناجائز ہے مثلاً جھوٹ، خیانت، اعانت علی المعصیۃ، قابل اور محنتی طلباء کی حق تلفی وغیرہ، پس نقل کرنا کرانا ایک ناجائز عمل ہے اور کسی ناجائز عمل پر پیسے لینا دینا رشوت کے زمرہ میں آتا ہے اور جرم علی الجرم ہونے کی وجہ سے اسمیں گناہ بھی دوگنا ہے، الہٰذا کسی بھی صورت میں طالب العلم کا پیسے دینا اور استاذ کے لئے لینا جائز نہیں ہے۔

باقی فقہاء کرام نے بوقت ضرورت رشوت دینے کی جو گنجائش دی ہے، وہ جائز حق کے حصول کے لئے ہے، جس کا حصول بغیر رشوت کے ممکن ہی نہ ہو، جبکہ نقل کرنا کرانا خود ناجائز ہے، الہٰذا اس پر پیسے لینا دینا بھی ناجائز ہے، پس ایسے ناجائز عمل سے اجتناب کرنا ضروری ہے۔

لمافی قوله تعالی:(سورة الحج،أیت ۳۰)﴿واجتنبوا قول الزور﴾

ولمافی قوله تعالی:(سورة الانفال،أیت ۵۸)﴿ان الله لایحب الخائنین﴾.

ولمافی قوله تعالی:(سورة المائدة،أیت ۲)﴿ولاتعاونوا علی الاثم والعدوان﴾.

ولمافی قوله تعالی:(سوة النساء،أیت ۵۸)

﴿ان الله یأمرکم ان تؤدوا الامانات الیٰ اهلها﴾

ولمافی مرقاة المفاتیح:(۲۱۲/۱،طبع رشیدیه)

عن ابی هریرةؓ عنه قال:قال رسول الله صلی علیه وسلم أية المنافق ثلاث زاد مسلم: وان صام وصلی وزعم انه مسلم ثم اتفقا اذاحدث کذب،اذاوعد اخلف،اذاأتمن خان.

فالکذب الاخبار علیٰ خلاف الواقع وحق الامانة ان تؤدی الیٰ اهلها فالخيانة مخالفة لها.

ولمافی اعلاء السنن:(۲۳/۱۵-۲۶،طبع دار الکتب العلمیة بیروت)

عن ابی هریرةؓ قال:قال رسول اللهﷺ لعنة الله علی الراشی والمرتشی،قال المحدث التهانوی فی شرح الحدیث:وقال القاری:لعن رسول اللهﷺ الراشی والمرتشی أی معطی الرشوة وأخذها وهی الوصلة الی الحاجة بالمصانعة قیل الرشوة مایعطیٰ لابطال الحق اولاحقاق باطل اما اذا اعطیٰ لیتوصل به الی حق أولیدفع به عن نفسه ظلما فلا بأس به.

الجواب صحیح:عبدالرحمٰن عفا الله عنه

والله اعلم بالصواب:عبدالرزاق عفا الله عنه

۱۳رجب المرجب ۱۴۲۹ھ

فتویٰ نمبر:۱۶۷۹

Maktaba Tul Ishaat. com

﴿ضرورت کیلئے عورت گھر سے نکل سکتی ہے لیکن شرائط کے ساتھ﴾

﴿سوال﴾ (۱) کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے علاقے میں بعض کام کاج ایسے ہیں جن کو عورتیں ہی سرانجام دیتی ہیں جن کیلئے گھر سے باہر بھی نکلنا پڑتا ہے اور اسکے بغیر گھر کا نظام چل ہی نہیں سکتا؛ کیا ایسی صورت میں عورت کا نکلنا جائز ہے؟

(۲) میں شادی شدہ ہوں اپنے والدین کے ساتھ رہتا ہوں کھانا پینا سب کچھ ایک گھر میں ہے۔ والدہ کام کاج کیلئے نکلتی ہیں لیکن میں اپنی اہلیہ کا و باہر نکلنے کی اجازت نہیں دیتا اس خوف سے کہ شرعی پردہ پر عمل نہ ہونے کیوجہ سے مجھے بھی گناہ ملے گا؛ لیکن والد صاحب اصرار کرتے ہیں اور فرمارہے ہیں کہ آپکی والدہ نکلتی ہیں اسکے ساتھ آپکی بیوی کو بھی نکلنا پڑے گا ورنہ پھر علیحدہ ہو جاؤ۔ اور والدہ بھی کہتی ہیں کہ مجھے بھی گھر میں بیٹھنا بڑا پسند ہے لیکن مجبوری ہے جب ہی تو نکلنا پڑتا ہے لھذا آپکی بیوی کو بھی میرے ساتھ نکلنا پڑے گا؛ بصورت دیگر ناراض ہوتی ہیں۔ برائے کرم ایسی کوئی صورت ہو کہ پردہ کے حکم پر بھی عمل اور والدین کی نافرمانی بھی لازم نہ آئے تو وضاحت فرما کر عند اللہ ماجور ہوں۔ مستفتی: ایک سائل

﴿جواب﴾ عام حالات میں عورت کیلئے گھر کی چار دیواری میں رہتے ہوئے بچوں کی دیکھ بال اور گھریلو خدمات انجام دینے کا حکم ہے۔ شرعی یا طبعی ضرورت پیش آئے بغیر جوان عورت کیلئے باہر نکلنا منع ہے۔ یہی وجہ ہے کہ نان نفقہ کا انتظام کرنا شوہر کے ذمہ ہے، لیکن یہ ایسا حکم نہیں ہے کہ عورت ہر حال میں گھر ہی میں قید و بند رہے، چنانچہ والدین اور دیگر رشتہ داروں کی زیارت کیلئے کبھی کبھی نکلنا اسی طرح علاج معالجہ اور دینی مسائل معلوم کرنے کیلئے نکلنا یا اسکے علاوہ کوئی خاص ضرورت پیش آگئی ہو تو نکلنا منع نہیں ہے، تاہم چند شرائط فقہاء کرام نے ذکر کی ہیں انکا لحاظ رکھنا ضروری ہے چنانچہ مفتی اعظم محمد شفیع (رحمہ اللہ) نے احکام القران (ج ۳/ ۴۷۱، ۴۷۲) میں مندرجہ ذیل شرائط ذکر کی ہیں ملاحظہ ہو..

(۱) خوشبو وغیرہ اور اسباب زینت کو اختیار کرکے نہ نکلے۔ (۲) ایسا زیور جو آواز پیدا کرے اسی طرح بڑھ کیلا اور زرق برق لباس زیب تن کرکے نہ نکلے۔ (۳) پاؤں کو زمین پر زور سے نہ مارے جس سے آواز پیدا ہو۔ (۴) مٹک مٹک کر نہ چلے تاکہ فتنے کا سبب نہ ہو۔ (۵) راستے کے

Scanned with CamScanner

درمیان نہ چلے بلکہ سائڈ پر چلے ۔(۶) کسی بڑی چادر وغیرہ سے اپنے آپکو خوب ڈھانپے۔ (۷) شوہر کی اجازت ہو ۔(۸) زوج کی اجازت کے بغیر کسی سے بات نہ کرے۔ (۹) اگر ضرورت کے تحت کسی سے کوئی بات کرنی ہو تو لہجے میں نرمی نہ ہو بلکہ درشتی ہو۔(۱۰) غیر محرم مردوں سے نظروں کو بچاتے ہوئے نگاہیں نیچی رہیں۔(۱۱) مردوں کے درمیان میں نہ گھسے۔

لہٰذا مذکورہ بالا شرائط کا لحاظ کرتے ہوئے آپکی بیوی آپکی والدہ کے ساتھ کام کاج میں تعاون کی غرض سے نکل سکتی ہے اسمیں کوئی قباحت یا گناہ نہیں ہے .بیوی کے پردہ کا احساس اپنی جگہ اہم اور ضروری ہے لیکن والدین کی اطاعت اور انکی ضروریات کا احساس بھی تو اہم ہے۔یہ کس قدر ناانصافی بلکہ احسان فراموشی ہے کہ والدہ کو گھر کی ضرورت کیلئے نکلنا پڑتا ہے وہ باقاعدہ اس معاملہ میں آپ سے تعاون چاہتی ہیں اور آپ خود سمیت بیوی کا بھی بوجھ اس پر ڈالتے ہو اور تعاون سے انکار کرتے ہو،ایسی صورت میں حکمت وبصیرت سے کام لینا چاہیے۔بیوی اگر خدمت سے انکار نہیں کرتی تو آپکی والدہ کے ساتھ باپردہ نکلنے سے آپ اسے نہ روکیں،پردہ بھی وہ کرتی رہے اور والدہ کے ساتھ تعاون بھی کرتی رہے۔ہاں کوئی خاص وجہ ہو مثلاً بیوی کو نکلنے کی اجازت دینے میں شوہر کو فتنہ کا قوی اندیشہ ہو محض وسوسہ نہ ہو تو بے شک نکلنے کی اجازت نہ دیں لیکن ایسی صورت میں والدین پر بوجھ نہ بنیں بلکہ اپنا اور بیوی کا انتظام خود کریں۔

لمافی التفسیر المظھری :(ج۷/ ۳۸۳،۳۸۴ طبع رشیدیة

عن عائشة رضی الله عنها قالت :خرجت سودة بعد ماضرب الحجاب لحاجتها وكانت امرأة جسيمه لاتخفى على من يعرفها فرءاها عمر بن الخطاب فقال:ياسودة اما والله ماتخفين علينا فانظری کیف تخرجین قالت :فانكفأت راجعة ورسول الله فی بیتی وانه ليتعشى وفی يده عرق فدخلت فقالت:يارسول الله انی خرجت لبعض حاجتی فقال عمر كذاوكذا قالت: فاوحى الله تعالى اليه ثم رفع عنه وان العرق فی يده ماوضعه فقال: انه قداذن لكن ان تخرجن لحاجتكن .قلت :يعنی اذن لكن ان تخرجن متجلببات ،قال ابن عباس وابن عبيدة امرنساء المؤمنين ان يغطين رؤسهن ووجوههن الا عيناواحدة ليعلم انهن الحرائر۔

وبهذااللفظ الى قوله اذن لكن ان تخرجن لحاجتكن فی البخاری ج۲/ ۲۰۵ طبع رحمانية.

ولما فی احكام القرآن ج۳/ ۴۱۲،۴۱۳ طبع ادارة القرآن

قال ابن جرير:يقول تعالى ذكره لنبيه محمدﷺ "ياايهاالنبی قل لازواجک وبناتک ونساء

Maktaba Tul Ishaat. com

المؤمنين لاتتشبهين بالاماء فی لباسهن اذاهن خرجن من بيوتهن لحاجتهن فكشفن شعورهن ووجوههن ورؤسهن فلايبدين منهن الا عيناواحدة ثم قال حدثنا ابوصالح قال: حدثنی معاوية عن بن علی عن ابن عباسؓ فی تفسير الاية قال: امرالله نساء المؤمنين اذاخرجن من بيوتهن فی حاجتهن ان يغطين وجوههن من فوق رؤسهن ويبدين عيناواحدة.

ولمافی التفسير لابن کثير ج۵/۲۳۱ طبع رشيدية.

قال علی ابن ابی طلحة عن ابن عباسؓ امرالله نساء المؤمنين اذاخرجن من بيوتهن فی حاجةان يغطين وجوههن من فوق رؤسهن بالجلابيب ويبدين عيناواحدة.

ولمافی احکام القران ج۳/۴۷۰ طبع ادارۃ القران

ذکر الشيخ محمدشفيع رحمه الله تعالی فی المسائل المستنبطة من اية الحجاب "ياايهاالنبی قل لازواجک" حيث قال دلت الاية علی مسائل وذکر الثالثة منها: جواز الخروج من البيت للنساء عندالضرورات الطبعية اوالشرعية کمادلت عليه اشاره الکتاب والاثار الواردة فيه.

ولما فی قوله تعالیٰ سورۃ الاسراء ﴿وقضیٰ ربک الاتعبدوا الا اياه وبالوالدين احسانا﴾

ولما فی المشکوٰۃ ص۴۲۹ طبع قدیمی کتب خانہ

عن عبد الله بن عمرو رضی الله عنه قال قال رسول الله صلی الله عليه وسلم: رضی الرب فی رضی الوالد وسخط الرب فی سخط الوالد.

الجواب صحیح: مفتی عبدالرحمٰن صاحب عفا اللہ عنہ — واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب: عاقل شاہ

۸ صفر الخیر ۱۴۳۵ھ — فتوی نمبر ۳۸۶۸

﴿مفلوج کے مال پر ولی کون ہوگا؟﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ میرے والد صاحب پر دماغی فالج کا حملہ ہوا ہے، جس کی وجہ سے بولنے، سوچنے، سمجھنے کی صلاحیت ختم ہوگئی ہے، ایسے شخص کے مال پر زکوۃ کا کیا حکم ہے؟ کیا اس کے مال پر زکوۃ واجب ہوگی؟ کیا اس کے مال کو گھریلو ضروریات میں خرچ کر سکتے ہیں؟ اس کے مال کی ذمہ داری ونگہبانی کس پر عائد ہوگی؟ شریعت مطہرہ کی روشنی میں وضاحت فرمائیں۔

مستفتی: سید نوید

﴿جواب﴾ آپ کے والد صاحب کو بولنے سوچنے اور سمجھنے کی صلاحیت ختم ہوئے ایک سال اگر ہوگیا ہے تو ان کے مال میں زکوۃ واجب نہیں ہے، ان کے مال سے گھریلو ایسی ضروریات کے خرچے اداء کئے جاسکتے ہیں جو ان کے مفاد میں ہوں، مثلاً بجلی، گیس، ٹیکس وغیرہ

Scanned with CamScanner

یا ان کے زیر کفالت افراد کے ضروری خرچے ہوں، یاد رہے زیر کفالت افراد میں سے ان کی بیوی، نابالغ بچے اور غیر شادی شدہ لڑکیاں شمار ہیں، بالغ لڑکے اگر معذور نہیں ہیں تو وہ زیر کفالت شمار نہ ہوں گے، وہ اپنے خرچوں کا خود بندوبست کریں اور مال کی حفاظت وغیرہ کی ذمہ داری ان کے بڑے بیٹے پر عائد ہے۔

لمافی بدائع الصنائع، ۵/۲، طبع: سعید

"ومنها العقل عندنا فلا تجب الزکوٰۃ فی مال المجنون جنوناً اصلیا وجملة الکلام فیه ان الجنون نوعان اصلی وطاری ـــ واما الجنون الطاری فان دام سنة کاملة فهو فی حکم الاصلی".

کذافی الشامی، ۲۵۸/۲، طبع: سعید

ولمافی الهدایة، ۴۴۱/۱، طبع: رحمانیه

"النفقة واجبة للزوجة علی زوجها مسلمة کانت اوکافرة اذا سلمت نفسها الی منزله فعلیه نفقتها وکسوتها وسکناها والاصل فی ذالک قوله تعالیٰ: لینفق ذوسعة من سعته وقوله تعالیٰ: وعلی المولودله رزقهن وکسوتهن بالمعروف ـــ ولان النفقة جزاء الاحتباس وکل من کان محبوسا بحق مقصودلغیره کانت نفقته علیه".

وفیه ایضاً، ۴۴۷/۱

"ونفقة الاولاد الصغار علی الاب لایشارکه فیها احد کمالایشارکه فی نفقة الزوجات لقوله تعالیٰ: وعلی المولودله رزقهن والمولودهوالاب".

ولمافی التنویر مع الدر، ۶۱۳/۳، طبع: سعید

"وکذاتجب (لولده الکبیر العاجزعن الکسب) کانثی مطلقاوزمن ومن یلحقه العاربالتکسب وطالب علم لایتفرغ لذالک".

ولمافی شعب الایمان للبیهقی رقم الحدیث:۷۹۲۹، طبع: دارالکتب العلمیة ببیروت

"عن سعیدبن عمروبن سعیدبن العاص عن ابیه عن جده قال: قال رسول الله ﷺ حق کبیر الاخوة علی صغیرهم حق الوالدعلی ولده "وفی روایة قال رسول الله ﷺ "الاکبرمن الاخوة بمنزلة الاب".

ولمافی مرقاة المفاتیح ،رقم:۴۹۳۶، طبع: رشیدیه

"حق کبیرالاخوة علی صغیرهم حق الوالدعلی ولده "ای کحقه علیهم لعله من التشبیه البلیغ مبالغة".

ولمافی الشامی، ۲۵۸/۲، طبع: سعید

"(وشرط افتراضها عقل وبلوغ) فلاتجب علی مجنون وصبی لانها عبادة محضة ولیسامخاطبین بها وایجاب النفقات والغرامات لکونهامن حقوق العباد".

الجواب صحیح: مفتی عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب: کمیل الدین گلگتی

۱۴ ربیع الاول ۱۴۳۳ھ — فتویٰ نمبر: ۳۶۴۳

Scanned with CamScanner

﴿بیوہ عورت کفالت کے سلسلے میں گھر سے باہر نکل سکتی ہے﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ میں ایک بیوہ عورت ہوں اور بچوں کی کفالت کے سلسلے میں ایک متمول گھرانے میں گھر کا کام کاج کرتی ہوں، سوال یہ ہے کہ بوجہ مجبوری میرا یہ کام کرنا درست ہے؟ جبکہ ایک عورت کا کہنا ہے کہ اسلام میں عورت کا گھر سے باہر نکلنا درست نہیں۔

﴿جواب﴾ دین اسلام نے عورت کے بلاضرورت گھر سے باہر نکلنے کو منع کیا ہے اور بوقت ضرورت اس کی اجازت بھی دی ہے بشرطیکہ عورت پردے کا پورا اہتمام کرتی ہو آپ کے بچوں کا واقعی اگر کوئی کفیل نہیں ہے جو ان کے اخراجات برداشت کرے اور خود بچے نابالغ ہوں یا جوان لڑکیاں ہوں تو ایسی صورت میں معاشی ضرورت پورا کرنے کے لئے گھر سے باہر نکلنے کی گنجائش ہے، بیوہ جوان ہو تو گھر کے اندر رہتے ہوئے معاشی ضرورت پوری کرنے کے لئے کمائی کی کوئی ترتیب بنائے تو زیادہ بہتر ہے۔

لمافی الاشباہ والنظائر:(ص ۱۳، طبع قدیمی) الضرورات تبیح المحظورات.

ولمافی خلاصۃ الفتاوی:(۱۲۹/۲، طبع رشیدیہ)

وفی النوازل امرأۃ اجرت نفسھا من رجل ذی عیال لابأس بہ وانما یکرہ اذا خلا بھا.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب: عبدالرزاق عفا اللہ عنہ

ربیع الاول ۱۴۲۹ھ — فتویٰ نمبر: ۱۲۵۸

﴿حکومت کی اجازت کے بغیر حکومتی جنگلات کی لکڑی کاٹنا﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے علاقے میں بڑے بڑے جنگلات ہیں ضرورت کے لئے ان کی لکڑی لوگ مفت استعمال کرتے ہیں، انتظامی طور پر ان کا کنٹرول حکومت کے پاس ہوتا ہے اگر کوئی شخص گھر کی تعمیر کے لئے جنگل سے درخت کاٹ کرلانا چاہے تو حکومت سے باقاعدہ اجازت لے کر پرمٹ حاصل کیا جاتا ہے اور ایک درخت کا تقریباً دس ہزار روپے معاوضہ ادا کیا جاتا ہے۔

بعض لوگ حکومت سے اجازت لئے بغیر ضرورت کے لئے لکڑی لاتے ہیں، اسی طرح بعض لوگ جنگل کی لکڑی کو روزگار کا ذریعہ بناتے ہیں یعنی ملازمین اور حکومت سے چھپ کر لکڑی

فروخت کرتے ہیں، پوچھنا یہ ہے کہ ان لوگوں کا ایسا کرنا جائز ہے یا ناجائز؟ جبکہ حکومت کی طرف سے اس پر سخت پابندی ہو، اور ان لوگوں کی کمائی حلال ہے یا حرام؟ مستفتی: قاری محمد خورشید

﴿جواب﴾ مذکورہ صورت میں چونکہ علاقے کے تمام لوگوں کے حقوق اور مفادات ان جنگلات سے وابستہ ہیں، لہٰذا یہ جنگلات بیت المال کے حکم میں ہیں، اس لئے چھپ کر لکڑی فروخت کرنا یا جنگلات کی لکڑی کو روزگار کا ذریعہ بنانا خیانت کے زمرے میں آتا ہے جو ناجائز اور حرام ہے، نیز اس سے حاصل ہونے والی کمائی کو بھی حلال نہیں کہا جاسکتا، اسی طرح حکومت کی اجازت کے بغیر اپنی ضرورت کے لئے لکڑی لانا بھی شرعاً درست نہیں ہے۔

لمافی الشامی: (۴۲۰/۶، طبع سعید)

والحطب فی ملک رجل لیس لاحدان یحتطبه بغیراذنه، وان کان غیرملک فلاباس به، ولایضرنسبته الی قریةاوجماعةمالم یعلم ان ذلک ملک لهم، وکذلک الزرنیخ..... والثمارفی المروج..... الخ.

ولمافی شرح المجلة: (۱۸۲/۴، طبع رشیدیه)

الاشجارالنابتةبلاغرس فی ملک احدهی ملکه لیس لآخران یحتطب منهاالاباذنه ..... ولایخفی ان رقبةالاراضی فی زماننامملوکةلبیت المال ولیس لمن هی فی ایدیهم فیهاسوی مشدالمسکةوحق القرارالمسمی بالطابوولهذالاتباع ولاتورث کماتباع وتورث الاملاک، فالظاهران الاشجارالنابتةفیهابلاغرس تکون ملک بیت المال لانها تبع للارض المملوکةرقبتهاله لاملک المتصرف فیهابالطابو، فتامل.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفااللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب: عبدالحکیم کشمیری عفااللہ عنہ

۸ جمادی الاولیٰ ۱۴۲۹ھ — فتویٰ نمبر: ۱۳۶۰

﴿نابالغ بچوں کا قرآن چھونے کا حکم﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ تلاوت کرتے وقت چھوٹے بچے بھی ساتھ ہوتے ہیں جو قرآن کو ہاتھ لگاتے ہیں، اسی طرح کبھی ان سے قرآن بھی منگوایا جاتا ہے تو شریعت کی روشنی میں بچوں کو قرآن پر ہاتھ لگانے سے منع کیا جائے گا یا نہیں؟ بینوا توجروا۔ مستفتی: حاجی گل بہادر

﴿جواب﴾ اگر بچوں کے ہاتھوں پر ظاہری نجاست لگی ہوئی نہ ہو تو قرآن کریم چھونے

Scanned with CamScanner

Maktaba Tul Ishaat. com

میں کوئی حرج نہیں ہے، نیز ضرورت کی وجہ سے ان سے قرآن منگوانا بھی جائز ہے۔

لمافی التنویر مع الدر:(۱/۱۷۳،طبع سعید)

(ولا)يكره (مس صبي لمصحف ولوح)ولابأس بدفع اليه وطلبه منه للضرورة.

وفي الشامية:(قوله ولايكره مس صبي الخ)فيه أن الصبي غير مكلف، والظاهر أن المرادلايكره لوليه أن يتركه يمس.....(قوله ولابأس بدفعه اليه)اى لابأس بأن يدفع البالغ المطهر المصحف الى الصبي،ولايتوهم جوازه مع وجودحدث البالغ(قوله للضرورة)لأن في تكليف الصبيان وأمرهم بالوضوء حرجابهم،وفي تاخيره الى البلوغ تقليل حفظ القرآن ،درر.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ

واللہ اعلم بالصواب: محمد طیب غفرلہ ولوالدیہ

۱۲ ربیع الاول ۱۴۳۲ھ

فتوی نمبر: ۳۰۲۴

﴿حضرت عمر کے بیٹے کی طرف منسوب ایک واقعہ کی تحقیق﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے متعلق کہ:

(۱) یہ قصہ مشہور ہے اور بیان کیا جاتا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ایک بیٹے نے زنا کیا تھا اور اس زنا کے نتیجے میں ایک لڑکا پیدا ہوا تھا، پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹے کو کوڑے لگوائے کیا یہ واقعہ درست ہے یا نہیں؟

(۲) اگر واقعہ درست ہے تو اس ولد الزنا سے آگے نسل چلی ہے یا نہیں؟ اگر چلی ہے تو وہ آج کل کونسی نسل ہے؟ برائے مہربانی قرآن اور حدیث کی روشنی میں راہنمائی فرمائیں۔

﴿جواب﴾ (۱) واضح رہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بیٹے کی طرف منسوب زنا کا یہ واقعہ غلط ہے، محدثین نے اس قصہ کو موضوع اور من گھڑت قرار دیا ہے کسی کے عدل وانصاف کو بیان کرنے کے لئے بے سروپا قصے اور کہانیاں بیان کرنا انصاف کی بات نہیں، اس لئے اس سے احتراز کرنا ضروری ہے۔

(۲) جب یہ قصہ ہی درست نہیں تو ولد الزنا سے نسل چلنے والی بات ہی فضول اور بے معنی ہے۔

لمافي التنزيه الشرعية المرفوعة عن الاحاديث الشنيعة الموضوعة:(۲/۲۲۰،طبع بيروت)

اثر سعيدابن مسروق كانت امراة تدخل على آل عمرومعهاصبي فقال من ذاصبي معك قالت هوابنك وقع على ابوشحمة فهوابنه فارسل اليه عمرفاقرفقال عمرلعلي

Scanned with CamScanner

اجلده فضربه— وهومماوضعه القصاصوفي اسناده من هومجهول ثم ان سعيدابن مسروق من اصحاب الاعمش فاين هومن عمروروى مجاهدعن ابن عباس مطولا اورده ابن الجوزى وقال موضوع فيه مجاهيل وقال الدارقطني حديث مجاهدعن ابن عباس في جلدابي شحمةليس بصحيح والذى وردفي هذاماذكره زبيربن بكاروابن سعيدفي الطبقات وغيرهماان عبدالرحمن الاوسط من اولادعمرويكنى اباشحمة كان بمصر غازيافشرب ليلةنبيذافخرج الى السكرفجاء الى عمر وابن العاص فقال له اقم على الحد.... فلماقدم على عمرضربه فاتفق انه مرض فمات قال السيوطي وفي مصنف عبدالرزاق انه لبث بعدماجلدابوه شهراصحيحافمات فحسب الناس انه مات من جلدعمرولم يمت من جلدعمر وكذافي دراسةالنقديةفي المرويات في شخصية عمربن الخطاب.(۲/۹۲۸،طبع مكتبه المدينةالرقمية)

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفااللہ عنہ　　　واللہ اعلم بالصواب: عبدالوہاب لغمانی عفااللہ عنہ

۱۵رمضان المبارک ۱۴۳۱ھ　　　فتویٰ نمبر: ۲۸۷۴

﴿چوری کردہ چیز کی رقم ادا کرنے کا حکم﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں مفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ زید نے بس سے اترتے وقت ایک آدمی کی جیب سے موبائل فون ایسے چپکے سے نکالا کہ اسکو پتہ بھی نہیں چلا اور بس سے اتر گیا، پھر وہ موبائل فون بیچ کر رقم کھا گیا، کچھ عرصہ بعد اپنے اس فعل پر نادم ہوا اور توبہ کرلی، پوچھنا یہ ہے کہ اس موبائل فون کی رقم کس طرح ادا کی جائے؟ جبکہ اس کے مالک کا بالکل پتہ ہی نہیں کہ وہ کون تھا؟　　　مستفتی: محمد معاذ صاحب مارکیٹ سواتی

﴿جواب﴾ اصل مالک تک اس کا حق پہنچانا ممکن نہ ہو تو اس کی طرف سے کسی فقیر محتاج کو موبائل کی قیمت صدقہ کردے اور یہ نیت کرے کہ کسی بھی وقت اگر اصل مالک معلوم ہو گیا تو اس کو اپنا حق دونگا، پھر اس کو اختیار ہوگا صدقے کا ثواب کافی سمجھے یا اتنی رقم لینا چاہے، آپ اس کے پابند ہیں اور ساتھ ساتھ اس گناہ سے توبہ واستغفار کا بھی اہتمام کریں۔

لمافي الشامي:(۷/۳۰۱،كتاب البيوع،باب البيع الفاسد،طبع امداديه)

وكذالايحل اذاعلم عين الغصب مثلاًوان لم يعلم مالكه،لمافي البزازيه: أخذمورثه رشوةأوظلماً،ان علم ذلك بعينه لايحل له أخذه،والافله أخذه حكماً،أمافي الديانة: فيتصدق به بنيةارضاء الخصماء اه.

والحاصل أنه ان علم أرباب الأموال وجب رده عليهم،والافان علم عين الحرام

لا يحل له ويتصدق به بنية صاحبه وإن كان مالا مختلطا مجتمعا من الحرام ولا يعلم أربابه ولا شيئا منه بعينه حل له حكما والأحسن ديانة التنزه عنه.

ولما في الهندية:(۲/۱۷۰،كتاب السرقة،طبع رشيديه كوئته)

وهي في الشرع:أخذ العاقل البالغ نصابا محرزا أو قيمته نصاب مالكا للغير لا شبهة له فيه على وجه الخفية كذا في الاختيار شرح المختار.

الجواب صحیح:عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ　　　　واللہ اعلم بالصواب:صادق محمد سواتی غفرلہ ولوالدیہ

۹صفرالخیر ۱۴۳۲ھ　　　　فتویٰ نمبر:۲۸۲۵

﴿انبیاء کرام کی شان میں بے ادبی خطرۂ ایمان ہے﴾

﴿سوال﴾ حضرت مفتی صاحب! میرے والدین میرا رشتہ جس خاندان کی لڑکی سے کرانا چاہتے تھے،اس پر میں راضی نہیں تھا والدین کی اصرار پر میں نے کہہ دیا کہ اگر نبی بھی آجائے مجھے یہ رشتہ منظور نہیں، پھر انہیں سے نکاح ہوگیا، پوچھنا یہ ہے کیا میرا یہ کہنا قسم میں داخل ہے؟ اگر قسم میں داخل ہے تو کفارے کی کیا صورت ہوگی؟　　　　مستفتی:نقیب اللہ جامعہ الصفہ

﴿جواب﴾ اس طرح کی باتوں سے قسم واقع نہیں ہوتی ہے چونکہ یہ قسم نہیں،اس لئے کفارہ بھی واجب نہیں لیکن ایسا جملہ بولنا اپنے ایمان کو خطرے میں ڈالنے کے مترادف ہے،اس لئے کہ کمزور تو ہم اتنے ہیں کہ پھر انکی بڑی [illegible] کے باوجود پاسداری نہیں کر سکتے،بہر حال آئندہ کے لئے خیال رکھیں استغفار کریں اور [illegible] کی کثرت سے اہتمام کریں۔

ولما في الشامي:(۴/۲۰۳،طبع سعيد)

وفي الصيرفية:لو قال علىّ عهد الله وعهد الرسول لا أفعل كذا لا يصح لأن عهد الرسول صار فاصلا، أه اى لانه ليس قسما بخلاف عهد الله وكذا في الترمذي:(۱/۱۸۵،فاروقى ملتان)

ولما في التاتارخانية:(۵/۳۲۷-۳۲۸،طبع قديمى)

وحكى عن ابى يوسفؒ انه كان جالسا مع هارون رشيد على المائدة فروى عن النبي صلى الله عليه وسلم حديثا انه يحب القرع وقال حاجب من حجابه اما انا فلا احبه فقال ابويوسفؒ ياامير المومنين انه كفر۔۔۔اذا كان ذالك على وجه الاهانة كان كفر وبدونه لايكون كفرا.رجل اراد ان يضرب عبده فقال له رجل لا تضربه فقال :اگر محمد مصطفى گويد مزن بزنم۔۔۔يلزمه الكفر.

ولما في البزازية:(۲/۳۲۸،طبع قديمى)

وعن الثانىؒ:انه قال عند الخليفة كان عليه السلام يحب الدباء فقال رجل من الجلساء

انما لاتحمه فقال الامام الشافعی: حالوا بحطع والسیف فقاتله الرجل فترکه الامام وهذا محمول على انه قاله على سبيل الاستخفاف.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفااللہ عنہ ۔۔۔۔ واللہ اعلم بالصواب: تاج الدین چترالی

۲۶ صفرالخیر ۱۴۳۲ھ ۔۔۔۔ فتویٰ نمبر: ۳۰۳۷

﴿بطور دعا کے (علیہ السلام) انبیاء علیہم السلام کیساتھ خاص ہے﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ (علیہ السلام) صرف انبیاء علیہم السلام کیساتھ خاص ہے، یا کسی اور کے لیے بھی استعمال ہوسکتا ہے؟ جیسا کہ آجکل حضرت علی، فاطمہ، حسن، حسین رضی اللہ عنہم کیساتھ لکھا ہوتا ہے، کیاان کیساتھ لکھنا جائز ہے؟ براہ کرم حوالہ کے ساتھ جواب عنایت فرمائیں۔

مستفتی: مولوی مسعود احمد آف مری

﴿جواب﴾ دعا کے طور پر علیہ السلام یا علیہم السلام صرف انبیاء کرام علیہم السلام کیساتھ خاص ہے، انبیاء کرام کے علاوہ کسی برگزیدہ بندہ کے لیے علیہ السلام کہنا منع ہے، البتہ بطور تحیہ (سلام مسنون) خطاب صیغوں کیساتھ جو استعمال ہے وہ الگ ہے۔

لہٰذا حضرت علی، حضرت فاطمہ وحسنین رضی اللہ عنہم کے لیے علیہم السلام کہنا غلط ہے، چونکہ اہل بدعت روافض میں یہ رائج ہے، اسلئے ان کیخلاف کرنے میں اور بھی زیادہ تاکید ہے۔

لما فی الشامی: (۶/۷۵۳، طبع: سعید)

(قوله لا يصلى على غير الانبياء)......واما السلام فنقل اللقاني في شرح جوهرة التوحيد عن الامام الجويني انه في معنى الصلوة فلا يستعمل في الغائب ولا يفرد به غير الانبياء فلا يقال على السلام وسواء في هذه الاحياء والاموات الا في الحاضر فيقال السلام او سلام عليك او عليكم وهذا مجمع عليه والظاهر ان العلة في منع الصلاة ان ذلك شعار اهل البدع ولان ذلك مخصوص في لسان السلف بالانبياء عليه الصلاة والسلام......واختاره غير واحد من الفقهاء والمتكلمين انه يجب تخصيص النبي صلى الله عليه وسلم وسائر الانبياء بالصلوة والتسليم...... وايضا فهو امر لم يكن معروفا في الصدر الاول وانما احدثه الرافضة في بعض الائمة والتشبه باهل البدع منهي عنه فتجب مخالفتهم اقول وكراهة التشبه باهل البدع مقررة عندنا ايضا لكن لامطلقا بل في المذموم وفيما قصد به التشبه بهم كما قدمه الشارح في مفسدات الصلاة.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفااللہ عنہ ۔۔۔۔ واللہ اعلم بالصواب: بندہ شاہ جہان ڈیروی

۲۲ صفرالخیر ۱۴۳۲ھ ۔۔۔۔ فتویٰ نمبر: ۳۱۶۷

Maktaba Tul Ishaat. com

﴿جھوٹ بول کر الاؤنس لینا﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے ہاں شادی شدہ لوگوں کو حکومت کیطرف سے الاؤنس ملتا ہے، حالانکہ شادی شدہ اور غیر شادی شدہ حضرات ڈیوٹی یکساں سرانجام دیتے ہیں ایک شخص نے جعلی نکاح نامہ بنوا کر وہ رقم وصول کرتا رہا، جبکا متعلقہ حکومتی افسران کو بھی علم تھا، لیکن جاننے کے باوجود وہ افسران نے نہ وہ رقم بند کروائی اور نہ کسی قسم کی رکاوٹ ڈالی۔اب پوچھنا یہ ہے کہ مذکورہ شخص کا جعلی نکاح نامہ سے حاصل کردہ رقم کی کیا حیثیت ہے؟ جبکہ افسران کو مذکورہ کاروائی کا علم تھا۔ مستفتی: ایک رینجر اہلکار

﴿جواب﴾ صورت مذکورہ میں اگر الاؤنس حکومت کیطرف سے ایک اضافی تعاون ہو، اور ڈیوٹی کی تنخواہ الگ مل رہی ہے۔تو پھر اگر حکومت کیطرف سے شادی کی شرط کڑی شرط ہے، اور صرف شادی شدہ حضرات کو دے رہے ہیں غیر شادی شدہ حضرات کو نہیں دے رہے ہیں۔اور کسی افسر وغیرہ کو اس کے خلاف کرنے کی قطعا اجازت نہ ہو، تو پھر اس صورت میں اس شخص کا جعلی نکاح نامہ بنا کر اس کے ذریعہ مذکورہ رقم وصول کرنا ناجائز ہے اگرچہ افسران حکومت کے علم میں ہو اور وہ اس کو دے رہے ہیں۔

لیکن اگر حکومت کیطرف سے افسران کو صراحتاً اجازت ہو کہ اگر آپ کسی غیر شادی شدہ شخص کو دینا چاہے تو دے سکتے ہیں، تو پھر اگر افسران حکومت اس کو وہ رقم دے دیں تو صحیح ہے۔

لمافی قولہ تعالیٰ النساء آیت نمبر ۲۹)

یاایہا الذین امنو لا تا کلو ا اموالکم بینکم بالباطل الا ان تکو ن تجارۃ عن تراض منکم ....

لمافی مشکوۃ المصابیح :(۳۲۷/۲،طبع سعید)

عن ام سلمۃؓ ان رسول اللہ ﷺ قال انما انا بشر وانکم تختصمو ن الیّ ولعل بعضکم ان یکون الحن بحجتہ من بعض فاقضی لہ علی نحو ما اسمع منہ فمن قضیت لہ بشئ من حق اخیہ فلا یأ خذنہ فانما اقطع لہ قطعۃ من النار (متفق علیہ)

لمافی مشکوۃ المصابیح: (۲۵۵/۱،طبع: سعید)

عن ابی حرۃ الرقاشیؓ عن عمہ قال قال رسو ل ﷺ الا لایحل مال امرء الا بطیب نفس منہ ..

وایضا فی الرد المحتار:(۱۳۱/۲،طبع سعید)

ان بیع المکرہ ینعقد فاسدا لعد م الرضا الذی ہو شرط النفاذ فلواجا زہ بعد زوال الاکراہ

Scanned with CamScanner

صریحا او دلالۃ بقبض الثمن او تسلیم المبیع طوعا صح والفساد کان لمعنی قد زال.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب: سمیع الرحمٰن دیروی

۴ شعبان ۱۴۳۳ھ — فتوی نمبر:

﴿بینک کی ملازمت سے نکالنے پر چار پانچ سال کی ایڈوانس تنخواہ لینے کا حکم﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ زید بینک کا ملازم تھا، کسی وجہ سے بینک والوں نے ان کو (نوکری سے) فارغ کردیا اور چار پانچ سال کی تنخواہ ایڈوانس میں دے دی، اس وجہ سے کہ اس کو وقت سے پہلے فارغ کردیا، نیز زید مقروض اور ضرورتمند بھی ہے، معلوم یہ کرنا ہے کہ اس ایڈوانس رقم کا کیا حکم ہے؟ اور زید یہ رقم قرضہ کی ادائیگی میں صرف کرسکتا ہے یا نہیں؟ نیز دوران ملازمت زید کو جو تنخواہیں ملی تھیں ان کا کیا حکم ہے؟

﴿جواب﴾ واضح رہے کہ بینک کا پیسہ مال حرام ہے اور مال حرام کو ثواب کی نیت کے بغیر صدقہ کرنا واجب اور ضروری ہے۔

صورت مسئولہ میں بینک نے زید کو جو چار پانچ سال کی تنخواہ ایڈوانس میں دی ہے، یہ ان کی طرف سے ہدیہ (گفٹ) ہے، زید ضرورتمند نہ ہوتا تو ان کو یہ ہدیہ قبول نہیں کرنا چاہیے تھا، اس لئے کہ بینک کا اکثر پیسہ سود کا ہوتا ہے یعنی حرام غالب ہوتا ہے لیکن اب چونکہ زید نے قبول کرلیا ہے، نیز مقروض اور ضرورتمند بھی ہے تو ایسی حالت میں اس رقم کو قرضہ میں صرف کرنے کی گنجائش معلوم ہوتی ہے۔

اور دوران ملازمت زید کو جو تنخواہیں ملی تھیں، اگر وہ موجود ہیں تو واجب التصدق ہیں اگر موجود نہیں بلکہ کھا گیا ہے تو جتنی رقم کھائی ہے، اس حساب سے اتنی رقم صدقہ کرنے کا ارادہ کریں کہ جب بھی اللہ تعالیٰ وسعت دے گا اتنا مال صدقہ کرے گا۔

لمافی التنویر مع الدر:(۶۸۷/۵،طبع سعید)

(ھی) لغۃ: التفضل علی الغیر ولو غیر مال. وشرعا (تملیک العین مجانا) ای بلا عوض.

ولمافی فتح القدیر:(۱۹/۹،طبع رشیدیہ)

ثم ان الہبۃ فی اللغۃ اصلہا من الوھب..... ومعناھا ایصال الشیء الی الغیر بما ینفعہ سواء کان مالا او غیر مال..... واما فی الشریعۃ فہی تملیک المال بلا عوض کذا فی عامۃ الشروح بل المتون.

Maktaba Tul Ishaat. com

ولمافی الشامی:(۲/۲۹۲،مطلب فی التصدق من المال الحرام،طبع سعيد كراتشي)

رجل دفع الى فقير من المال الحرام شيئا يرجوبه الثواب يكفر......(قوله لأنه ليس بحرام بعينه الخ)......بأن المرادليس هونفس الحرام لأنه ملكه بالخلط ،وانماالحرام ألتصرف فيه قبل أداء بدله.

ولمافی الدر:(۶/۳۸۵-۳۸۶،فصل فی البیع ،طبع سعید کراتشی)

وفي الأشباه ألحرمة تنتقل مع العلم الاللوارث الااذاعلم ربه.

وفي الشامية:(قوله وفي الأشباه الخ)......ومانقل عن بعض الحنفية من أن الحرام لايتعدى الى ذمتين سألت عنه الشهاب ابن الشلبي فقال:هومحمول على مااذالم يعلم بذلك.

وفي الذخيرة:سئل أبوجعفر عمن أكتسب ماله من أمر السلطان والغرامات المحرمة وغيرذلك هل يحل لمن عرف ذلك أن يأكل من طعامه؟قال:أحب الى في دينه أن لاياكل ويسعه حكماأن لم يكن غصباأورشوة.

ولمافي الهندية:(۵/۳۴۲،ألباب الثاني عشرفي الهدايا والضيافات،طبع رشيديه كوئته)

وفي شرح حيل الخصاف رحمه الله تعالى أن الشيخ القاسم الحكيم كان يأخذ جائزة السلطان وكان يستقرض لجميع حوائجه ومايأخذمن الجائزة يقضي بهاديونه.

ولمافي كتاب الاختيار لتعليل المختار:(۲/۶۱،كتاب الغصب،طبع قديمي كراچي)

والملك الخبيث سبيله ألتصدق به ولوصرفه في حاجة نفسه جاز،ثم كان غنياً تصدق بمثله ،وان كان فقيراًلايتصدق.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب: صادق محمد سواتی غفرلہ ولوالدیہ

۱۰ ربیع الاول ۱۴۳۲ھ — فتویٰ نمبر: ۳۰۱۱

﴿موبائل فون میں قرآن مجید محفوظ کروانے کا حکم﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ بعض لوگ اپنے موبائل فون میں تلاوت کی غرض سے قرآن مجید محفوظ کرواتے ہیں، پوچھنا یہ ہے کہ ایسا کرنا جائز ہے یا نہیں؟ نیز ایسے موبائل کو بلا وضو چھونے کا کیا حکم ہے؟ مستفتیہ: طالبہ یوسفیہ بنوریہ

﴿جواب﴾ موبائل فون میں قرآن مجید محفوظ کروانے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے، الیکٹرونک آلات کی مدد سے قرآن مجید موبائل فون کی میموری میں منتقل کیا جاتا ہے جو موبائل فون کا ایک چھوٹا سا پرزہ ہے یہ پرزہ موبائل فون کے اندر ہوتا ہے، اس میں محفوظ قرآن مجید کے نقوش کا عکس سکرین پر نظر آتا ہے، لہٰذا ایسے موبائل فون کو بلا وضو چھونے کی بھی گنجائش ہے۔

Scanned with CamScanner

البتہ قرآن مجید کے ساتھ محبت کا تقاضا یہ ہے کہ ایسے موبائل فون کو ادب واحترام سے رکھا جائے اور گندی جگہوں خصوصاً بیت الخلاء میں جانے سے پہلے علیحدہ کر لینا بہتر ہے، نیز جس موبائل فون میں قرآن مجید محفوظ ہو اس میں تصاویر اور دیگر غیر شرعی امور مثلاً گانا وغیرہ محفوظ کروانے سے زیادہ اجتناب کیا جائے۔

لمافی الهندیة:(۱/۳۹،طبع رشیدیه)

ومنها حرمة مس المصحف لایجوز لهما وللجنب والمحدث مس المصحف الابغلاف متجاف عنه کالخریطة والجلد الغیر المشرز لابما هو متصل به هو الصحیح.

ولم ولا یجوز لمحدث مس المصحف ـــ الاان یاخذ بغلافه او بعلاقته وغلافه مایکون متجافیاً عنه ای متباعداً بان یکون شیئاً ثالثاً بین الماس والممسوح.

الجواب صحیح:عبدالرحمٰن عفااللہ عنہ   واللہ اعلم بالصواب:عبدالحکیم کشمیری عفااللہ عنہ

۲۹ جمادی الاولیٰ ۱۴۲۹ھ   فتویٰ نمبر:۱۴۸۶

﴿دودھ میں پانی ملا کر فروخت کرنے کا حکم﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص جو دودھ کا ڈیلر ہے، مویشی منڈی سے دودھ لاتا ہے اور دودھ میں پانی ملا کر دودھ کی دکان پر فروخت کرتا ہے، دکاندار مزید پانی ملا کر خریداروں کو سستے داموں دودھ فروخت کرتا ہے، پوچھنا یہ ہے کہ دکاندار کا یہ عمل شرعاً جائز ہے یا ناجائز؟ جبکہ خریداروں کو بھی اس بات کا علم ہوتا ہے کہ دودھ میں پانی کی ملاوٹ ہے اور وہ بھی خالص دودھ مہنگے داموں خریدنا پسند نہیں کرتے۔

﴿جواب﴾ مذکورہ صورت میں خریداروں کا جاننا کافی نہیں ہے کہ اس دودھ میں پانی ملا ہوا ہے بلکہ دودھ فروش کے لئے ضروری ہے کہ دودھ فروخت کرتے وقت تمام خریداروں کو واضح طور پر بتائے کہ دودھ میں پانی ملایا گیا ہے کیونکہ دوکان پر ہر قسم کے گاہک آتے ہیں اور یہ ضروری نہیں کہ سب کو ملاوٹ کا علم ہو یا سب ایسا دودھ خریدنے پر راضی ہوں۔

لمافی الدرمع الرد:(۵/۴۷،طبع سعید)

[فروع] لایحل کتمان العیب فی مبیع اوثمن لان الغش حرام ـــ وفی الشامیة:[تنبیه] قال فی البحر :والی هنا ظهر ان خیار العیب یسقط بالعلم به وقت البیع،اووقت القبض اوالرضا به بعدهما او اشترط البراءة من کل عیب ـــ اذاباع سلعة معیبة علیه البیان.

Scanned with CamScanner

Maktaba Tul Ishaat. com

ولمافی الفقہ الاسلامی:(۵/۳۷۷۲،طبع رشیدیہ)

وقال زفر وجمهور العلماء لا يبيع الشيء المعيب مرابحة حتى يبين العيب الحادث منعا من شبهة الخيانة، لان غرض الناس يختلف بذلك العيب ولان العيب الحادث ينقص به المبيع.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب: عبدالحکیم کشمیری عفا اللہ عنہ

۱۵ جمادی الاولیٰ ۱۴۲۹ھ — فتویٰ نمبر: ۱۲۱۹

﴿پیر کو سجدہ کرنا شرک ہے﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کوئی آدمی اپنے مرشد کو سجدہ کرے اور تسبیح بھی نہ کہے صرف سجدہ کرے تو یہ جائز ہے؟ مستفتی: غنی الرحمٰن سواتی

﴿جواب﴾ تمام امت مسلمہ کا اس بات پر اتفاق ہے کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی اور کو سجدہ کرنا جائز نہیں ہے بلکہ غیر اللہ کو سجدہ کرنا موجب کفر وشرک ہے، رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کو سجدہ جائز ہوتا تو میں عورتوں کو حکم دیتا کہ وہ اپنے شوہروں کو سجدہ کیا کریں، لہٰذا کسی صورت میں بھی غیر اللہ کو سجدہ کرنا جائز نہیں ہے اور ایسا پیر و مرشد جو اپنے مریدوں کو سجدہ سے نہیں روکتا بلاشبہ گمراہ ہے، اس سے دور رہنا ضروری ہے۔

لمافی التنویر مع الدر:(۶/۳۸۳،طبع سعید)

يفعلونه من (تقبيل الارض بين يدي العلماء) والعظماء فحرام والفاعل والراضي به آثمان لانه يشبه عبادة الوثن وهل يكفر ان على وجه العبادة والتعظيم كفروان على وجه التحية لا وصار آثما مرتكبا للكبيرة.

ولمافی الہندیة:(۵/۳۶۹،طبع رشیدیہ)

من سجد للسلطان على وجه التحية او قبل الارض بين يديه لا يكفر ولكن يأثم لارتكابه الكبيرة هو المختار قال الفقيه ابو جعفر وان سجد للسلطان بنية العبادة او لم تحضره النية فقد كفر وفي الجامع الصغير تقبيل الأرض بين يدي العلماء والزهاد فعل الجهال والفاعل والراضي آثمان.

ولمافی اعلاء السنن:(۱۷/۳۶۸،طبع دار الکتب بیروت)

عن قيس ابن سعد قال اتيت الحيرة فرايتهم يسجدون لمرزبان لهم فقلت رسول الله ﷺ احق ان يسجد له قال فاتيت النبي ﷺ فقلت له اني اتيت الحيرة فرايتهم يسجدون لمرزبان لهم فانت يارسول الله احق ان يسجد لك قال ارايت لو مررت بقبري أكنت تسجد له قال قلت لا قال فلا تفعلوا لو كنت آمرا احدا ان يسجد لاحد لامرت النساء ان يسجدن لازواجهن لما جعل لهم عليهن من الحق رواه ابو داود اقول احاديث

Scanned with CamScanner

الباب تدل علی انه مختص بالاله ولایصلح لغان نبیاکان او ولیاحیاکان اومیتاوفرق التعبدوالتعظیم والتحیةفرق باطل اخترعه الغلاة لان معاذالم یسجدللنبی ﷺ لاعتقاده فیه الالوهیةبل لکونه نبیامستحقاللتعظیم وکذالم یردقیس ابن سعدالسجدة لرسول الله ﷺ لاعتقاده فیه الالوهیةبل لکونه رسولانبیاومع ذالک لم یرخص له رسول الله ﷺ فیه بل ارشده الی ان السجودمختص بالله لایصلح للفانی وبین انّ هذاتعظیم مختص بالله تعالی فلماکان السجودتعظیمامختصابالله فمن اثبته لغیره فقداشرکه بالله فی هذاالتعظیم به فیکون مشرکااماالسجودلغیرالله سبحانه وتعالیٰ فهو کفراذاکان من غیراکراه ومایفعله الجهال من الصوفیةبین یدی شیخهم فحرام محض اقبح البدع فینهون عن ذلک لامحالة.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفااللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب: محمد حسن پورنوی

۶ صفر المظفر ۱۴۲۹ھ — فتویٰ نمبر: ۱۱۷۳

﴿استمنا بالید حرام ہے﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ بیوی حیض یا نفاس یا اس کے علاوہ کسی اور بیماری کی وجہ سے جماع کے قابل نہ ہو اور خاوند کو جماع کی ضرورت ہو تو کیا اس صورت میں وہ اپنی بیوی سے استمناء بالید کرا سکتا ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

﴿جواب﴾ عام حالت میں استمناء بالید جائز نہیں ہے، احادیث میں ایسے شخص پر لعنت کی گئی ہے، البتہ سوال میں مذکورہ حالات میں بڑے گناہ سے بچنے کیلئے گنجائش معلوم ہو رہی ہے۔

لمافی الشامی: (۲/۳۹۹، طبع سعید)

ویجوز أن یستمنی بیدزوجته وخادمته اه. وسیذکرالشارح فی الحدود عن الجوهرةانه یکره ولعل المرادبه کراهةالتنزیه.

ولمافی البحر: (۲/۲۷۲، طبع سعید)

هل یحل الاستمناء بالکف خارج رمضان ان ارادالشهوةلایحل لقوله علیه السلام (ناکح الیدملعون) وان ارادتسکین الشهوةیرجی الایکون علیه وبال.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفااللہ عنہ — واللہ اعلم: محمد حسن پورنوی غفرلہ

۲۳ ربیع الاول ۱۴۲۹ھ — فتوی نمبر: ۱۲۳۳

﴿تجوید کے قواعد کا لحاظ رکھنا صرف قرآن مجید میں ضروری ہے﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام کہ عموماً ائمہ حضرات تکبیرات انتقالیہ کو مد کے ساتھ

Maktaba Tul Ishaat. com

پڑھتے ہیں جو کہ تجوید کے خلاف ہے کیا فقہ میں اس کا کوئی جواز ہے اگر ہے تو کتنے الف کی مقدار مد کرنے کی گنجائش ہے، نیز ائمہ حضرات جب نماز کے بعد دعا مانگتے ہیں تو تجوید کے قواعد کا لحاظ نہیں رکھتے، فقہی عبارات پڑھنے کے وقت بھی ایسا ہوتا ہے، پوچھنا یہ ہے کہ جس طرح قرآن پڑھنے میں تجوید کے قواعد کا لحاظ رکھنا ضروری ہے، قرآن کے علاوہ میں بھی ایسا ہے؟

﴿جواب﴾ تکبیرات انتقالیہ میں ایک رکن سے دوسرے کی طرف منتقل ہوتے وقت تکبیر کہنا سنت ہے، اس میں اگر الف کی طبعی مقدار سے زیادہ مد کی صورت پیدا ہو جائے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے، چنانچہ بعض حضرات نے لکھا ہے کہ مد کی کوئی مقدار مقرر نہیں ہے، صرف تغنی (گانے کی آواز) پیدا نہ کرے باقی مد کرنا جائز ہے، تاہم وقت انتقال میں ضرورت سے بہت زیادہ مد کرنا بھی مناسب نہیں ہے۔

لما فی الشامی: (۱/۴۹۷، طبع سعید)

(قوله ثم يكبر)...... (قوله مع الخرور) بان يكون ابتداء التكبير عند ابتداء الخرور وانتهائه عند انتهائه شرح المنية.

ولما فی الهندية: (۱/۷۳، طبع رشيديه) ومدلام الله صواب.

(۲) قرآن کی تلاوت میں تجوید کے قواعد کا لحاظ رکھنا ضروری ہے، قرآن کے علاوہ میں دعا ہو چاہے کوئی فقہی عبارات ہو تجوید کے قواعد کا لحاظ رکھنا ضروری نہیں ہے، نیز جب قرآن کریم کی آیت بطور دعا پڑھی جارہی ہو تو اس کو قرآن نہیں کہا جاتا، لہٰذا اس میں بھی قراءت و تجوید کے احکام جاری [illegible]۔

لما فی [illegible] ص ۱۸)

فی [illegible] فی الاداء ای القرأة ص ۱۸ دار الكتب العلمية طبع مروته [illegible] المتخصص به واحكام النطق بكل حرف على [illegible] محمد اسماعيل فی بحثه (مع القرآن الكريم) ان التجويد واجب [illegible] ان يقرأ القرأت شيئاً من القرآن الكريم يثاب على فعله ويأثم على تركه لانه هكذا نزل على رسول الله صلى الله عليه وسلم مجوداً مرتلاً وصل الينا كذالك نقلاً عن الصحابة والتابعين وتابعيهم الى يومنا هذا الان فهم معانی القرآن واقامة حدوده والعمل به عبادة وكذالك تصحيح الفاظه واقامة حروفه على الصفة المعلقات من أئمة القرأة نقلاً عن الصحابة عن رسول الله صلى الله عليه وسلم عن رب العزة سبحانه وتعالى۔

Scanned with CamScanner

لمافی الجامع القواعد التجوید:(ص ۳ مقدمة الفلاح المدينة المنورة)

وتعلم التجويد واجب عين على كل من يريد أن يتلو كتاب الله دون ان يلحقه اثم أو يؤخذ بذنب لانه نزل على رسول الله صلى الله عليه وسلم كاملا مجودا وقراءة القرآن كما انزل الله.

نیز علامہ علی القاری کے اس قول سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے جو انہوں نے علامہ جزری رحمہ اللہ کے قول کی شرح کرتے ہوئے نقل کیا ہے کہ تجوید کا لحاظ کرنا صرف قراءت قرآن میں ضروری ہے، جس کی عبارت ملاحظہ ہو:

قال العلامة القاری رحمه الله فی المنح الفكرية تحت قول الجزری:(ص ۱۸ الازهر المصرية)(والاخذ بالتجويد حتم لازم)تقديره اخذ القارى بتجويد القرآن وهو تحسين الفاظه باخراج الحروف من مخارجه واعطائها حقوقها من صفاتها وما يترتب على مفرداتها و مركباتها فرض لازم وحتم لازم.

محمد ہشام البرہانیؒ فرماتے ہے کہ تجوید کا سیکھنا فرض کفایہ ہے لیکن ہر تلاوت قرآن کرنے والے مکلف کیلئے تلاوت کو احکام تجوید کا لحاظ کر کے پڑھنا فرض عین ہے۔

لمافی تجوید القرآن:(ص ۱۸، طبع دولة الامارات العربية المتحدة)

الاول:تعلم احكام التجويد الثانى اداء التلاوة وفق هذه الاحكام واعتبر الاول فرض كفاية اذا قام به البعض سقط عن الباقين واعتبر الثانى فرض عين على كل قارى مكلف لان الله تعالى يقول ورتل القرآن ترتيلا، والترتيل اداء القرآن كما انزل.

لہٰذا ائمہ حضرات کا نماز کے بعد دعا مانگنے کے وقت خواہ وہ قرآن کی کوئی آیت ہو یا کوئی ادعیہ ماثورہ ہو ان میں تجوید کے قواعد کا لحاظ رکھنا ضروری نہیں ہے۔

البتہ اس میں قواعد عربیت کی رعایت کرنی چاہیے بلکہ ایسے انداز سے بھی نہیں پڑھنا چاہیے جس سے قرآن کریم کیساتھ التباس ہو۔

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب: محمد حسن غفرلہ

جمادی الثانی ۱۴۲۹ھ — فتویٰ نمبر: ۱۵۸۷

قہقہہ مار کر ہنسنا مکروہ تحریمی ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ قہقہہ مار کر ہنسنے کا شریعت میں کیا حکم ہے آیا یہ مکروہ تحریمی ہے یا مکروہ تنزیہی؟ براہ مہربانی اس کی وضاحت فرمائیں۔

جواب: ہنسی انسانی فطرت کا خاصہ ہے، خوشی یا تعجب کی کیفیت پیش آنے کی صورت

میں اختیاری اور کبھی غیر اختیاری طور پر پیش آتی ہے۔ اور اس کے تین درجے ہیں۔

(۱) تبسم: ہونٹوں اور چہرہ کی وضع وقطع کے ذریعے اس کیفیت کا اظہار ہوتا ہے اس میں کوئی آواز نہیں ہوتی اور شرعاً مناسب موقعوں پر پسندیدہ ہے۔ خوش اخلاقی کی علامت ہے اور آپ علیہ السلام سے ثابت ہے۔

(۲) ضحک: آواز کیساتھ ہنسنا، لیکن قریب ہی کے لوگ سنتے ہیں دور تک آواز نہیں پہنچتی۔ یہ کبھی کبھی ہو تو کوئی حرج نہیں ہے خصوصاً جب غیر اختیاری طور پر اس طرح کی ہنسی آجائے اور اس سے کسی کی تحقیر بھی لازم نہ آئے اور دوسروں کیلئے تکلیف کا باعث بھی نہ ہو تو اس کی گنجائش ہے۔ لیکن بار بار بتکلف اختیاری طور ہنسنا اگرچہ ہلکی آواز کیساتھ ہو خصوصاً جب ہنسنا اور ہنسانا ہی مقصود ہو تو یہ ناجائز ہے اور مکروہ تحریمی ہے۔

(۳) قہقہہ: یعنی بلند اور اونچی آواز کیساتھ ہنسنا جو دور تک سنائی دے۔ یعنی ٹھاٹھے مارنا یہ ہر صورت میں مکروہ تحریمی ہے اور منع ہے اور بعض صورتوں میں گناہ کبیرہ قرار دیا گیا ہے۔

قہقہہ مارنا چونکہ اختیار سے ہوتا ہے بلکہ ایک گونہ تکلف سے ہوتا ہے وقار اور سنجیدگی کے منافی ہے۔ عموماً ایسی مجلسوں میں قہقہے لگتے ہیں جہاں دوسروں پر استہزاء یا محض باتوں کے چسکے لینا مقصود ہو احادیث میں ایسی فضول گویائی اور ہنسنے اور ہنسانے پر سخت وعید آئی ہے۔ چنانچہ مشکوۃ شریف کی ایک حدیث کا مفہوم ہے۔ کہ بسا اوقات بندہ بے ہودہ بات کہتا ہے اور اس کا مقصد صرف دوسروں کو ہنسانا ہوتا ہے جس کی وجہ سے وہ جہنم میں اتنا دور جا گرتا ہے جتنا زمین اور آسمان کے درمیان کا فاصلہ [illegible] کا نقصان قدموں سے پھسلنے سے بھی زیادہ ہے۔

بہرحال ٹھاٹھے مار [illegible] اس سے بچنا ضروری ہے۔

لما فی تفسیر المظہری [illegible] طبع رشیدیہ)

فی تفسیر قوله تبارك وتعالیٰ "فلیضحكوا قلیلا ولیبكوا كثیرا" قلت وجاز ان یكون معنی الایة 'فلیضحكوا' ای الناس اجمعین فی دنیاهم قلیلا امر اباحة یشعر كراهة الضحك فان كثرة الضحك یمیت القلب۔

ولما فیه ایضا: (۶/۴۰/طبع رشیدیه)

فی تفسیره قوله تبارك وتعالیٰ " مالهذا الكتاب لا یغادر صغیرة ولا كبیرة الا احصاها قال ابن عباس رضی الله عنه 'الصغیرة التبسم یعنی اذا كان فی غیر محله والكبیرة القهقهة.

ولما فی مشکوٰۃ المصابیح (۴۱۵/باب حفظ اللسان/طبع سعید)

عن ابی ذر رضی اللہ عنہ قال دخلت علی رسول اللہ ﷺ فذکر الحدیث بطولہ الی ان قال قلت یا رسول اللہ اوصنی قال اوصیک بتقوی اللہ فانہ ازین لامرک کلہ قلت زدنی ..... قال وایاک وکثرۃ الضحک فانہ یمیت القلب ویذھب بنور الوجہ ... الی اخرہ.

قال الحافظ ابن حجر العسقلانی فی المرقات تحت شرح الحدیث (۹۳/۹/رشیدیہ (قلت زدنی قال ایاک وکثرۃ الضحک) فانہ ای اکثارہ وقیل ما ذکر من کثرۃ الضحک او الضحک الکثیر یمیت القلب. وفی نسخۃ القلوب ولیس موت القلب الا لغفلۃ عن الذکر (ویذھب بنور الوجہ) ای بھائہ وحسنہ.

ولما فیہ ایضا: (۴۱۳/باب حفظ اللسان)

وعن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ ﷺ ان العبد لیقول الکلمۃ لا یقولھا الا لیضحک بہ الناس یھوی بھا ابعد مما بین السماء والارض وانہ لیزل عن لسانہ اشد مما یزل عن قدمہ.

ولما فی العمدۃ القاری شرح صحیح البخاری: (۲۳۵/۲۲/طبع رشیدیہ)

واما المکروہ من ھذا الباب فھو الاکثار من الضحک کما قال لقمان علیہ السلام لابنہ 'ایاک وکثرۃ الضحک فانھا یمیت القلب والاکثار منہ وملازمتہ'.

ولما فی فتح الباری: (۶۱۹/۱۰/طبع رشیدیہ)

والذی یظھر لی من مجموع الاحادیث انہ کان فی معظم احوالہ لا یزید علی التبسم وربما زاد علی ذالک فضحک. والمکروہ من ذالک انما ھو الاکثار منہ او الافراط فیہ لانہ یذھب الوقار.

ولما فی الشامیۃ: (۲۲۲/۱/طبع سعید)

واعلم ان المکروہ اذا اطلق فی کلامھم فالمراد منہ التحریم الا ان ینص علی کراھۃ التنزیہ. فقد قال المصنف فی المصفی لفظ الکراھۃ عند الاطلاق یراد بھا التحریم. قال ابو یوسف قلت لابی حنیفۃ اذا قلت فی شیء اکرھہ فما رأیک فیہ قال التحریم.

الجواب صحیح: مفتی عبد الرحمٰن عفی اللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب: محتشم خان

۱۱ ربیع الاول ۱۴۳۵ھ — فتویٰ نمبر: ۳۹۴۶

﴿واجب الاحترام شخص کی پیشانی یا قدم چومنے کا حکم﴾

﴿سوال﴾ اپنے شیخ، استاد کے قدم یا پیشانی چومنا کیسا ہے؟ مستفتی: محمد اکرام اورنگی ٹاؤن

﴿جواب﴾ جو شخص واجب الاکرام ہو اسکے قدم بوسی، پیشانی یا ہاتھ چومنے کی اجازت ہے لیکن اعتقاد میں غلو نہ ہو اور سجدے کی ہیئت نہ ہونے پائے ورنہ سخت گناہ ہوگا لیکن فساد زمانہ کی

وجہ سے قدم بوسی ترک کرنا اولیٰ ہے۔

لمافی التنویر مع الدر:(۶/۳۸۳،طبع سعید)

(طلب من عالم اوزاهد أن)يدفع اليه قدمه و(يمكنه من قدمه ليقبله أجابه وقيل لا)يرخص فيه كمايكره تقبيل المرأة فم اخرى اوخدها الخ.

وفي الشامية:(قوله يدفع اليه قدمه)يغني مافي المتن(قوله أجابه)لما اخرجه الحاكم:ان رجلاأتى النبي ﷺ فقال:يارسول الله أرني شيئاأزدادبه يقينافقال"اذهب الى تلك الشجرة فادعهافذهب اليهافقال ان رسول الله ﷺ يدعوك فجاءت حتى سلمت على النبي ﷺ فقال لها:ارجعي فرجعت قال:ثم أذن له فقبل رأسه ورجليه وقال لوكنت آمراًاحداًأن يسجدلأحدلأمرت المرأةان تسجدلزوجها"وقال:صحيح الاسناداه...

(قوله فمكروه بالاجماع)اى اذالم يكن صاحبه عالماولاعادلا،ولاقصد تعظيم السلامه ولااكرامه الخ.

ولمافي حاشية الطحطاوى:(ص ۱۷۴-۱۷۵،طبع قديمي)

وفي غاية البيان عن الواقعات تقبيل يدالعالم اوالسلطان العادل جائزوورد في احاديث ذكرهاالبدرالعيني مايفيدان النبي ﷺ كان يقبل يده ورجله و ﷺ يقبل الحسن وفاطمة وقبل ﷺ عثمان بن مظعون بعد موته وكذلك قبل الصديقؓ رسول الله ﷺ بعدموته وقبل رسول الله ﷺ ابن عمه جعفرابين عينيه ثم قال البدرالعيني فعلم من مجموع ما ذكرنااباحة تقبيل اليدوالرجل والكشح والرأس والجبهة والشفتين وبين العينين ولكن كل ذالك على وجه المبرة والاكرام وأمااذاكان كذالك على وجه الشهوة فلايجوزالأ في حق الزوجين اه ملخصا

مذکورہ عبارات سے معلوم ہوتا ہے کہ اس میں دوقول ہیں: ایک میں اجازت ہے وہ اوسع ہے دوسرے میں ممانعت ہے وہ اورع ہے۔

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب: ظہور احمد شمس

۲۳ ربیع الثانی ۱۴۲۹ھ — فتویٰ نمبر: ۱۳۳۶

﴿اپنے کو بڑا عالم دکھانے کیلئے مناظرہ کرنا ریاکاری ہے﴾

﴿سوال﴾ ہمارے علاقے کے بعض مولوی صاحبان اظہار علم کے لئے مناظرہ کرتے ہیں، پوچھنا یہ ہے کہ اپنے علم وکمال کو ظاہر کرنے کیلئے مناظرہ فی العلم از روئے شرع کیا حکم رکھتا ہے؟

﴿جواب﴾ مناظرہ سے احیاء حق، ونصرت حق مقصود ہو تو بلاشبہ مستحسن عمل وعبادت ہے، اس نیت وارادہ سے مناظرہ فی العلم کرلیا جائے تو عند اللہ ماجور ہوگا، ہاں اگر مناظرہ اظہار علم، کسی

مسلمان کو غصہ دلانے، ذلیل کرنے، خاموش کرنے یا حصول دنیا و مال یا جاہ و منصب حاصل کرنے کے ارادے سے ہو تو ایسا مناظرہ از روئے شرع ناجائز و مذموم ہے، شریعت مطہرہ اس کی اجازت نہیں دیتی لیکن اس کا تعلق چونکہ نیت اور قصد سے ہے جو کہ بندے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان کا معاملہ ہے، کوئی اور دوسرے کے بارے میں اس کا صحیح فیصلہ نہیں کرسکتا۔

لمافی الدر المختار:(۶/۴۲۱، کتاب الحظر والاباحة، طبع سعید)

المناظرة فی العلم لنصرة الحق عبادة، ولأحدثلاثة حرام لقهر المسلم واظهار علم ونیل دنیا أو مال أو قبول.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب: ظہور احمد شمس

۲۹ جمادی الاولیٰ ۱۴۲۹ھ — فتویٰ نمبر: ۱۵۰۴

﴿مقدس اوراق کو دفنایا جائے یا پانی میں چھوڑا جائے؟﴾

﴿سوال﴾ عام طور پر اخبارات و رسائل وغیرہ میں آیات قرآنیہ و احادیث نبویہ کا ترجمہ لکھا ہوا ہوتا ہے، بعد میں ان کو بے احتیاطی سے کچرے میں ڈالتے ہیں اور پاؤں میں روندا جاتا ہے، کیا ان اخبارات کا جلانا جائز ہے؟ [illegible] جامعہ یوسفیہ

﴿جواب﴾ کاغذ علم کا بڑا ذریعہ ہے اس لئے اس کا احترام [illegible] پاؤں تلے روندنا یا کسی دوسرے طریقے سے بے عزتی کرنا خالی کاغذ ہو خواہ اس [illegible] جائز نہیں ہے، مقدس کاغذات جن میں آیات قرآنیہ، احادیث یا مقدس اسماء وغیرہ ہوں اور بھی زیادہ واجب الاحترام ہیں۔

البتہ قابل انتفاع نہ رہیں یا زیادہ ہونے کی صورت میں احترام سے رکھنے کی جگہ نہ ہو تو سب سے بہتر طریقہ یہ ہے کہ کسی پاک جگہ جہاں پیروں تلے بھی نہ آئیں دفنایا جائے، اس کے علاوہ جاری پانی میں بھی چھوڑ سکتے ہیں، جلانے کی بھی گنجائش دی ہے لیکن جلانے سے پہلے تمام مقدس اسماء وغیرہ کا مٹا دینا ضروری ہے اور یہ کام بلاشبہ مشکل ہے اسلئے جلانے سے گریز کرنا چاہیے۔

لمافی الدر مع الرد:(۶/۴۲۲، طبع سعید)

الکتب التی لا ینتفع بها یمحیٰ عنها اسم الله وملائکته ورسله ویحرق الباقی ولا بأس بأن تلقی فی ماء جار کما هی او تدفن وهو أحسن کمافی الانبیاء.

Maktaba Tul Ishaat. com

وفی الشامیة:(قوله الکتب الخ)هذه المسائل من هنا الی النظم کلها ماخوذة من المجتبی کما یأتی العزو الیه(قوله کمافی الانبیاء)کذافی غالب النسخ وفی بعضها کمافی الاشباه لکن عبارة المجتبی والدفن احسن کمافی الانبیاء والاولیاء اذاماتوا، وکذاجمیع الکتب اذابلیت وخرجت عن الانتفاع بهااه یعنی أن الدفن لیس فیه اخلال بالتعظیم،لان افضل الناس یدفنون.

والله اعلم بالصواب:ظهور احمد شمس — الجواب صحیح:عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ

فتویٰ نمبر:۱۳۲۴ — ۲۰ ربیع الثانی ۱۴۲۹ھ

﴿جس کو بار بار چھینک آتی ہو تو جواب دینا ضروری نہیں ہے﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں مفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک آدمی کو بہت زیادہ زکام ہے،اس کو بار بار چھینک آتی ہے،اب سوال یہ ہے کہ اگر ایک آدمی کو تین مرتبہ سے زیادہ چھینک آجائے تو جواب دینا ضروری ہوگا؟ مستفتی:سلمان سید وشریف سواتی

﴿جواب﴾ اگر ایک آدمی کو تین مرتبہ سے زیادہ چھینک آجائے تو جواب دینا ضروری نہیں ہے،البتہ جواب دینا بہتر ہے۔

لمافی البزازیة علی هامش الهندیة:(۳۵۵/۶،طبع رشیدیه)

وفی العطاس لوزادعلی الثلاث ان شتموه فحسن وان ترکوه فلاباس به.

والله اعلم بالصواب:محمد وارث خان سواتی — الجواب صحیح:عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ

فتویٰ نمبر:۱۷۶۷ — ۳ شعبان المعظم ۱۴۲۹ھ

﴿جہیز میں ٹیلی ویژن دینا﴾

﴿سوال﴾ اپنی بیٹی کو جہیز میں ٹیلی ویژن دینے کی صورت میں والدین گنہگار ہونگے یا نہیں؟

﴿جواب﴾ اس میں کوئی شک نہیں کہ ٹیلی ویژن پر آنے والے پروگرام معاشرے میں بداخلاقی، بے حیائی، فحاشی، جرائم اور دہشت گردی کو فروغ دے رہے ہیں اور ایسے پروگرام اوّل تو مشکل ہی سے ملتے ہیں جن میں کوئی نہ کوئی شرعی برائی موجود نہ ہو، دوسرے اگر کوئی شخص اپنے گھر میں ٹیلی وژن رکھے تو یہ بات تقریباً ناممکن جیسی ہے کہ وہ ان منکرات سے محفوظ رہے۔لہٰذا والدین کو چاہیے کہ اس جیسی اشیاء جہیز میں دینے سے مکمل اجتناب کریں،ورنہ ناجائز امور میں اعانت کی وجہ سے وہ بھی گنہگار ہونگے۔

Scanned with CamScanner

لمافی روح المعانی:(۲/۲۱۴،طبع رشیدیه)

(ولاتعاونواعلی الاثم والعدوان)فیعم النهی کل ماهومن مقولة الظلم والمعاصی۔

ولمافی المظهری:(۳/۱۹،طبع رشیدیه)

(ولا تعانواعلی الاثم والعدوان)یعنی لاتعاونواعلی ارتکاب المنهیات.

الجواب صحیح:عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ واللہ اعلم بالصواب:ریاض الرحمٰن کوہاٹی غفرلہ

۲۵ جمادی الثانی ۱۴۲۹ھ فتویٰ نمبر:۱۶۰۶

﴿اشراف نفس کا مفہوم اور اس کے بارے میں ارشادات نبویہ﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام کہ اشراف نفس سے کیا مراد ہے؟ احادیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے بارے میں کیا فرمایا ہے؟ بینوا توجروا۔

﴿جواب﴾ اشراف کے اصل معنی جھانکنے کے ہیں، اشراف نفس یہ ہے کہ نفس اس کو جھانک رہا ہو اس کی تاک میں لگا ہوا ہو دل میں یہ خیال ہو کہ یہ مجھے کچھ عطا کرے گا، اسی وجہ سے اس کو حرص وطمع سے تعبیر کیا گیا ہے کہ اس میں بھی نفس کی خواہش ہوتی ہے کہ مجھے مل جائے، علاوہ ازیں یہ بھی اشراف نفس ہے کہ دینے والا گرانی کے ساتھ عطا کرے۔

احادیث مبارکہ میں حضور علیہ السلام سے منقول ہے کہ جو شخص اس (مال) کو نفس کی سخاوت (استغناء) سے لیتا ہے اس کے لئے تو اس میں برکت دیجاتی ہے اور جو اس کو اشراف نفس یعنی حرص وطمع کیساتھ لیتا ہے، اس کے لئے اس میں برکت نہیں ہوتی، وہ ایسا ہے جیسا کوئی (بھوک کا مریض) کہ کھاتا ہی رہے اور پیٹ نہ بھرے۔

لمافی صحیح البخاری:(۱/۱۹۹،طبع قدیمی)

ان حکیم بن حزام قال سئلت رسول الله ﷺ فاعطانی ثم سئلته فاعطانی ثم سئلته فاعطانی ثم قال یاحکیم! ان هذاالمال خضرة حلوة فمن اخذه بسخاوة نفس بورک له فیه ومن اخذه باشراف نفس لم یبارک له فیه وکان کالذی یاکل ولایشبع الخ.

ان عبدالله بن عمر رضی الله عنه قال قال سمعت عمر یقول کان رسول الله ﷺ لیعطینی العطاء فاقول اعطه من هوافقرالیه منه فقال خذه اذاجاءک من هذاالمال شیء وانت غیرمشرف ولاسائل فخذه ومالافلاتتبعه نفسک.

ولمافی المرقاة:(۴/۲۰۲،طبع رشیدیه)

(ومن اخذه باشراف نفس)یحتمل الوجهین ای یطمع اوحرص اوتطلع(لم یبارک له

فیہ)قیل الاشراف النظر الی شئی یعنی بکراهیتہ من غیر طیب نفس با عطاء وقال ابن الملک:ای نفس المعطی واختیارہ من غیر تعریض من السائل بحیث لولم یعطہ لترکہ ولم یسئلہ اوالمرادنفس السائل بان یکون ذلک کنایۃ عن عدم الاعطاء اوعدم انفاق الصدقۃ وعدم امساکہا.

الجواب صحیح:عبدالرحمٰن عفااللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب:ریاض الرحمٰن عفااللہ عنہ

۲۸ جمادی الاولیٰ ۱۴۲۹ھ — فتویٰ نمبر:۱۵۲۰

﴿برائی کرنے والے کے ساتھ ساتھ اس کا ذریعہ بننے والے پر بھی گناہ ہوگا﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ والدین اپنی بیٹی کا رشتہ جہاں طے کرنے پر مصر تھے وہاں وہ راضی نہیں تھی آخر کار اس نے خودکشی کر لی، پوچھنا یہ ہے کہ اس کا گناہ کس پر ہوگا؟

مستفتی:امیر عبدالرحمٰن

﴿جواب﴾ آج کل معاشرے میں جو پریشانیاں اور مفاسد پائے جاتے ہیں، یہ شریعت کے احکامات سے پہلوتہی کی بناء پر ہیں جیسا کہ سوال میں مذکور ہے کہ والدین جہاں اپنی بیٹی کا رشتہ طے کرنے پر مصر تھے وہاں وہ راضی نہیں تھی تو والدین کو چاہیے تھا کہ دوسری مناسب جگہ اس کی سہیلیوں کے ذریعے اس کی رائے معلوم کر کے رشتہ طے کر دیتے اگرچہ والدین اپنی اولاد کے لئے بھلائی سوچتے ہیں لیکن اولاد کی رائے اور چاہت کو بالکل نظرانداز بھی نہیں کرنا چاہیے تاکہ ایسا نہ ہو کہ مذکورہ صورت تک نوبت پہنچے، بہرحال لڑکی نے چونکہ اپنے اختیار سے خودکشی کی ہے، لہٰذا اس کا گناہ اسی پر ہوگا اور والدین جو کہ اس فعل حرام کے ارتکاب کا سبب بنے ہیں وہ بھی اس گناہ میں شریک ہونگے۔

لمافی روح المعانی:(۲۰/۲۲۵مطبع رشیدیہ)

(ولیحملن اثقالہم) ... وہی اثقال ماتسببوا بالاضلال والحمل علی الکفر والمعاصی ... الخ

ولمافی المظہری:(۷/۱۹۳مطبع ...)

ولیحملن اثقالہم ای اوزار ... التی عملوا بانفسہم اثقالامع اثقالہم لما تسببوالہ بالاضلال وھوالحمل علی المعاصی.

ولمافی مشکوۃ المصابیح:(۲/۲۷۱مطبع سعید)

عن ابی سعید وابن عباس قالاقال رسول اللہ ﷺ من ولدلہ ولدفلیحسن اسمہ وادبہ

فدا تسبع فتزوج فان سبع ولم يزوجه فاصاب اثما فانما اثمه على ابيه وعن عمر بن الخطاب وانس بن مالك عن رسول الله ﷺ قال في التوراة مكتوب من بلغت ابنته اثنتي عشرة ولم يزوجها فاصابت اثما فاثم ذلك عليه رواهما البيهقي في شعب الايمان

الجواب صحیح عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب، ریاض الرحمٰن کوہاٹی

۱۹/۱۱/۱۴۲۶ھ — فتویٰ نمبر: ۱۱۱۲

﴿قرآن کے سایہ میں دلہن کی رخصتی کرنا﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اور مفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے ہاں رخصتی کے وقت دلہن کے سر پر قرآن پکڑ کر اس کو گاڑی تک لیجاتے ہیں، اس کی شرعی حیثیت واضح فرمائیں، نیز ایسا کرنے سے قرآن کی بے ادبی تو نہیں ہوتی؟

﴿جواب﴾ شادی ایک شرعی حکم ہے جس کو سنت طریقہ پر انجام دینا چاہیے اور سوال میں ذکر کردہ قرآن مجید سر پر اٹھانے کا طریقہ محض ایک دنیاوی رسم ہے، اس کی شرعی کوئی حیثیت نہیں ہے، ثواب کا کام سمجھ کر کرنے سے بدعت کے زمرے میں آئے گا، مزید یہ کہ اس میں قرآن پاک کی بے ادبی کا بھی اندیشہ ہے، لہذا اس سے احتراز کرنا ضروری ہے۔

لما في التنوير مع الشرح: (۲/۲۹۹، طبع امدادیه)

(ومبتدع) اى صاحب بدعة وهي اعتقاد خلاف المعروف عن الرسول لا بمعاندة بل بنوع شبهة.

وفي الشامية: (قوله وهي اعتقاد الخ) عزا هذا التعريف في هامش الخزائن الى الحافظ ابن حجر في شرح النخبة — وحينئذ فيساوي تعريف الشمني لها بانها ما احدث على خلاف الحق المتلقى عن رسول الله ﷺ من علم او [illegible] بنوع شبهة واستحسان وجعل دينا قويما وصراطا مستقيما اه فافهم

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ — [illegible] ریاض الرحمٰن کوہاٹی

۱۴۲۹ھ — فتویٰ نمبر: ۱۶۲۳

﴿ڈاکٹر کے مریض تشخیص کیلئے لیبارٹری جائے تو ڈاکٹر لیبارٹری میں حقدار نہیں بنتا﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ میں اپنے ایک رشتہ دار (ڈاکٹر) کا میڈیکل اسٹور مضاربت بالنصف پر چلا رہا ہوں، اس میڈیکل سٹور کے ساتھ میں نے اپنے ذاتی پیسوں سے میڈیکل لیبارٹری کے لئے کرایہ پر جگہ لی اور اس میں لیبارٹری کے

Scanned with CamScanner

Maktaba Tul Ishaat. com

لئے فرنیچرز بنوائے، سٹور چلانے کی وجہ سے دوائی لانے والوں کیساتھ جان پہچان ہے جس کی وجہ سے ایک دوائی والے نے کہا، کہ لیبارٹری کا سارا سامان میں لاؤنگا اور چلانے والا بھی میرا ہی بندہ ہوگا اور منافع آپس میں آدھا آدھا تقسیم کرینگے، میں مان گیا اور معاہدہ طے ہوا۔

چونکہ اسٹور مضاربت بالنصف پر چلا رہا تھا اور لیبارٹری میں اکثر مریض وہ آتے تھے جو اس رشتہ دار ڈاکٹر سے چیک اپ کراتے تھے، اس لئے میں نے کہا کہ لیبارٹری کے وہ منافع جو مجھے مل رہے ہیں ہم (میں اور رشتہ دار ڈاکٹر) آپس میں آدھا آدھا تقسیم کرینگے لیکن جب رشتہ دار ڈاکٹر کو اس کے بارے میں بتادیا تو اس نے کہا کہ سامان کے پیسے میں دونگا اور چلانے والے کو میں منافع کا ربع دونگا جس پر میں نے کہا کہ فرنیچر میرا ہے مجھے بھی حصہ ملنا چاہیے تو ربع دینے پر راضی ہو گئے۔

چنانچہ اس پر معاہدہ ہوا یعنی سامان رشتہ دار کا اور منافع میں سے نصف ان کا ربع چلانے والے کا اور ربع میرا لیکن ایک مہینہ چلا کر رشتہ دار ڈاکٹر نے معاہدہ توڑا اور پہلے والی بات پر آیا یعنی اپنے پیسے واپس لے کر چلانے والے سے کہا کہ سامان اور چلانے والا آپکا ہی ہوگا اور منافع آپس میں آدھا آدھا تقسیم کرینگے اور ہمیں درمیان میں سے نکال دیا جس پر ہم نے کہا کہ سامان ہمارا، جگہ ہم نے کرایہ پر لی ہے، ہمارا حصہ کہاں تو اس پر اس رشتہ دار ڈاکٹر نے کہا کہ آپ کو ماہانہ آٹھ-نو ہزار تک دینگے، ہم نے کہا کہ نہیں جو منافع اس لیبارٹری سے آپ کو ملے اس کو ہم آپس میں آدھا آدھا تقسیم کرینگے، یہ بات وہ مان گئے مگر ناراضگی کا اظہار کیا تھا۔

پوچھنا یہ ہے کہ فرنیچر ہمارا اور جگہ ہم نے کرایہ پر لی ہو، سامان اور چلانے والا اس رشتہ دار ڈاکٹر کے علاوہ کوئی اور ہو تو ہمارے اس معاملہ میں شرعاً اس رشتہ دار کا کوئی حق ہے جبکہ وہ کہہ رہا ہے کہ یہ تو میرے مریض سارے آپ کے پاس آرہے ہیں، اس لئے یہ میرا حق ہے اور کیا ان کے لئے منافع میں سے حصہ لینا شرعاً درست ہے؟

﴿جواب﴾ لیبارٹری کے لئے جگہ آپنے کرایہ پر حاصل کی فرنیچرز وغیرہ کا بھی خود انتظام کیا لیبارٹری کے اوزار کے لئے اور کام چلانے کے لئے بھی آپ نے شریک کا بندوبست کیا اور لیبارٹری میڈیکل سٹور (جو کہ ڈاکٹر صاحب کے لئے مضاربت پر چلا رہے ہیں) کا ذیلی حصہ بھی

Scanned with CamScanner

نہیں ہے، جیسا کہ سوال سے معلوم ہوتا ہے تو ڈاکٹر صاحب کا اس لیبارٹری سے کوئی تعلق نہیں ہے، اس لئے دخل اندازی کا بھی کوئی حق حاصل نہیں ہے۔

ڈاکٹر صاحب کے کلینک کے قریب ہونے کی وجہ سے بیشک مریض آتے ہونگے لیکن یہ تو لیبارٹری میں حقدار بننے کی کوئی وجہ یا دلیل نہیں ہے، البتہ آپ اور آپ کا ساتھی (اوزار مہیا کرنے والا) باہمی رضامندی سے ڈاکٹر صاحب کو بھی حصہ دار بنانا چاہیں تو شرکت کے اصول وشرائط کا لحاظ رکھتے ہوئے باقاعدہ معاملہ طے کریں پھر ڈاکٹر صاحب کو بھی دخل اندازی کا حق حاصل ہوگا۔

واضح رہے آپ کے سوال کی تفصیل سے معلوم ہو رہا ہے کہ آپ کا اور اوزار مہیا کرنے والے ساتھی کا معاملہ بھی پوری طرح شرکت کے اصول کے مطابق نہیں ہے، لہٰذا اس کیلئے الگ استفتاء بھیجیں اور پوری تفصیل لکھیں تاکہ صحیح طریقہ بتادیں اور آپکا معاملہ شریعت کے مطابق ہو۔

لمافی قوله تعالی:(سورة النساء،آیت۲۹)

﴿ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ إِلَّا أَنْ تَكُونَ تِجَارَةً عَنْ تَرَاضٍ مِنْكُمْ ﴾

ولمافی المظهری:(۲/۸۷،طبع رشیدیه)(بالباطل)ای بوجه ممنوع شرعاً كالغصب والسرقة والخيانة والقمار والربوا والعقود الفاسدة ــــ الخ.

ولمافی البدائع:(۶/۲۲،طبع سعید)

والاصل ان الربح انما یستحق عندنا اما بالمال واما [illegible] ــــ الخ.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ [illegible] محمد شاکر اللہ

۲۰ ربیع الثانی ۱۴۲۹ھ [illegible] ۱۴۲۶

﴿ٹیسٹ ٹیوب بے بی کی شرعی حیثیت﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اور مفتیان شرع متین اس مسئلہ کے متعلق کہ دور حاضر میں ڈاکٹروں کے ہاں توالد وتناسل کی غرض سے ٹیسٹ ٹیوب بے بی کا جو طریقہ رائج ہے جس میں شوہر کے مادہ منویہ کو ایک خاص انجکشن کے ذریعے بیوی کے رحم میں پہنچایا جاتا ہے، کیا حصول اولاد کے لئے اس طریقہ پر عمل کرنے کی گنجائش ہے؟ شرعاً اس کی کیا حیثیت ہے؟

﴿جواب﴾ شریعت مطہرہ کا اصول یہ ہے کہ انسانی جسم سے اسی انداز سے کام لیا جائے جو فطرت اور انسانی طبیعت کا تقاضا ہے جبکہ ٹیسٹ ٹیوب بے بی کا مروجہ طریقہ غیر فطری ہونے

کیساتھ ساتھ فحاشی وبے حیائی کا بھی بڑا ذریعہ ہے جس سے انتہائی برے مفاسد جنم لے سکتے ہیں تاہم غیر معمولی اور ناگزیر ضرورت کی بناء پر اسکی گنجائش دی گئی ہے۔

مثلاً میاں بیوی دونوں میں اولاد کے لئے مطلوبہ صلاحیت موجود ہو اور شوہر کسی وجہ سے اپنا مادہ منویہ بیوی کے رحم میں پہنچانے پر قادر نہ ہو یا عورت کے رحم میں امساک واستقرار کی صلاحیت موجود نہ ہو جس کی وجہ سے بچے کی پیدائش ممکن نہ رہے تو ایسی صورت میں درج ذیل شرائط کیساتھ اس پر عمل کرنے کی گنجائش ہے۔

(۱) عورت کے رحم میں مادہ منویہ اپنے خاوند کا ہو کسی دوسرے کا نہ ہو (۲) دونوں کی رضامندی سے یہ عمل کرلیا جائے۔

(۳) کسی مستند وماہر ڈاکٹر کے مشورہ سے کیا جائے لیکن رکھنے کا عمل شوہر خود کرے یا کسی لیڈی ڈاکٹر کے ذریعے کروایا جائے مرد ڈاکٹر سے ہرگز نہ کرایا جائے۔

لمافی الفقه الاسلامی وادلته:(۴/۲۶۴۹ طبع رشیدیه)

(التلقيح الصناعي) هواستدخال المني لرحم المراة بدون جماع فان كان بماء الرجل جازشرعا اذلا محذور فيه بل قد يندب اذا كان هناك مانع شرعي من الاتصال الجنسي، واما ان كان بماء رجل اجنبي عن المراة لازواج بينهما فهو حرام لانه بمعنى الزنا الذي هو التقاء ماء رجل في رحم امرأة ليس بينهما زوجية ويعد هذا العمل أيضا منافيا للمستوى الانساني ومضارعا للتلقيح في دائرة النبات والحيوان.

ولمافی الهندية:(۴/۱۴ مطبع رشيدية)

رجل عالج جاريته فيما دون الفرج فانزل فاخذت الجارية ماءه في شئ فاستدخلته في فرجها فعلقت عند ابي حنيفة ان الولد ولده وتصير الجارية ام ولد له كذافي قاضيخان.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ　　　　واللہ اعلم: محمد اسلم چترالی غفرلہ

۸ ربیع الثانی ۱۴۲۹ھ　　　　فتوی نمبر: ۱۲۸۷

﴿مویشی منڈی میں بیوپاریوں سے جبراً ٹیکس وصول کرنا جائز نہیں ہے﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام کہ ہمارے علاقے میں ہفتہ میں ایک دن مویشی منڈی لگتی ہے، اس میں جانور فروخت کیے جاتے ہیں، بیوپار ٹھیکدار سے اور ٹھیکدار حکومت سے جگہ کرایہ پر لے لیتا ہے پھر ٹھیکدار خریدار سے شرح ٹیکس وصول کرتا ہے، اس طرح جو بھی اس

جگہ جانور فروخت کرنے کے ارادے سے لاتا ہے، اس سے ایک معین مقدار میں رقم وصول کرتا ہے بلکہ اس جگہ سے ہٹ کر روڈ پر بھی جانور لاتا ہے تو اس سے ٹیکس وصول کیا جاتا ہے۔

پوچھنا یہ ہے کہ ایک آدمی نے ہفتہ کے دن منڈی میں آکر جانور دیکھا، اگلے روز منڈی سے باہر دوسری جگہ وہی جانور خریدا، اسی اثناء میں ٹھیکدار کو پتہ چلا تو اس نے یہ کہہ کر ٹیکس وصول کرلیا کہ آپ نے جانور کو منڈی میں تو دیکھا تھا حالانکہ اس دن خرید وفروخت کا معاملہ نہیں ہوا تھا کیا ایسی صورت میں ٹھیکدار کے لئے جبراً ٹیکس وصول کرنا درست ہے؟ مستفتی: محمد عظیم عبدل خیل

﴿جواب﴾ صورت مسئولہ کے مطابق ٹھیکدار کا مویشی منڈی کی حدود سے باہر روڈ پر لوگوں سے ٹیکس وصول کرنا درست نہیں ہے، کسی مسلمان کا مال اس کی رضامندی کے بغیر لینا ناجائز وحرام ہے، اس طرح مویشی منڈی کی حدود کے اندر بھی خریدار وغیرہ سے خلاف قانون ٹیکس وصول کرنا درست نہیں ہے اور ایسی حالت میں خریدار صریح دھوکہ دہی اور جھوٹ بولے بغیر کوئی حیلہ بنالے مثلاً جانور کو منڈی میں دیکھ کر باہر کسی دوسری جگہ سے خرید لے تاکہ ٹیکس کے ظلم سے بچ سکے تو اس کی گنجائش ہے۔

البتہ مویشی منڈی میں قانون کی رو سے یہ کام ہو رہا ہو اور حکومت عوام کی مصلحت کی خاطر ٹیکس مقرر کردے، اس صورت میں جائز غیر ظالمانہ ٹیکس ادا کرنا ضروری ہوگا۔

لمافي مشكوة المصابيح:(ص۲۵۵،طبع سعيد)

الالاتظلموا ألالايحلّ مال امرىء الأبطيب نفس منه.

ولمافي مرقاة المفاتيح:(۱۳۵/۶،طبع رشيديه)"الأبطيب نفس منه"أى بامر أورضا.

ولمافي الاشباه والنظائر:(ص۱۲۳،طبع قديمى)تصرّف الامام على الرعية منوط بالمصلحة.

ولمافيه ايضا:(ص۱۰۸،طبع قديمى)وان فعل القاضى وأمرهٗ انما ينفذ اذا وافق الشرع.

ولمافي الشامي:(۲۷۹/۳-۲۸۰،طبع سعيد)

(دفع النائبة والظلم عن نفسه أولى الخ)النائبة:ما يثوبه من جهة السلطان من حق أوباطل أوغيره كمافي القنية..... وفيها عن شمس [illegible] توجه على جماعة جباية بغيرحق فلبعضهم دفعها عن نفسه [illegible] على الباقين، والا فالاولى ان لا يدفعها عن نفسه.....قال ابوجعفر [illegible] السلطان على الرعيّة مصلحة لهم يصير دينا واجبا وحقا مستحقا [illegible] انختا:وكل مايضربه الامام عليهم لمصلحة لهم فالجواب هكذا حتى [illegible] الحراسين لحفظ الطريق

واللصوص ونصب الدروب وأبواب السكك، وهذا يعرف ولا يعرف خوف الفتنة.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم: محمد اسلم چترالی غفرلہ

۲۵ ربیع الاول ۱۴۲۹ھ — فتویٰ نمبر: ۱۲۵۴

﴿نظر بد سے بچانے کے لئے کھیتوں میں لکڑی گاڑنے کا حکم﴾

﴿سوال﴾ ہمارے علاقے میں بعض لوگ اپنے اپنے کھیتوں میں لکڑی پر دم کر کے گاڑ دیتے ہیں تاکہ فصل نظر بد سے محفوظ ہو جائے، کیا شرعاً ایسا کرنا درست ہے؟

﴿جواب﴾ فصل کو نظر بد سے بچانے کی غرض سے لکڑی یا کوئی دوسری چیز گاڑنا درست ہے۔

لما فی الخانية على هامش الهندية: (۴۲۵/۳، طبع رشیدیة کوئٹه)

ولا بأس بوضع الجماجم في الزرع والمبطخة لدفع ضرر العين لان العين حق تصيب المال والادمي والحيوان ويظهر أثره في ذلك عرف ذلك بالاثار، واذا خاف العين كان له أن يضع فيه الجماجم حتى اذا نظر الناظر الى الزرع يقع بصره أولا على الجماجم لارتفاعها فنظره بعد ذلك الى الحرث لا يضر لما روى ان امرأة جاءت الى النبي ﷺ وقالت نحن من أهل الحرث وانا نخاف عليه العين فامرها النبي صلى الله عليه وسلم أن تجعل فيه الجماجم.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم: محمد اسلم چترالی غفرلہ

یکم جمادی الاولیٰ ۱۴۲۹ھ — فتویٰ نمبر: ۱۳۶۸

﴿وعظ میں درود شریف بلند آواز سے پڑھنا﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ بعض خطباء وواعظین کی عادت ہے کہ وعظ وتقریر شروع کرنے سے پہلے بلند آواز سے درود شریف پڑھتے ہیں اور سامعین کو بھی بلند آواز سے پڑھنے کو کہتے ہیں، پوچھنا یہ ہے کہ اس طرح بلند آواز سے درود شریف پڑھنا درست ہے؟

﴿جواب﴾ درود شریف پڑھنا بلاشبہ باعث برکت اور موجب ثواب ہے، آواز سے پڑھے یا دل ہی دل میں پڑھے لیکن چلا کر بلند آواز سے پڑھنا مناسب نہیں ہے کیونکہ درود ایک دعا ہے اور دعا میں اخفاء افضل ہے، لہٰذا خطباء اور واعظین کو چاہئے کہ آہستہ سے یا ہلکی آواز سے درود شریف پڑھنے کا اہتمام کریں اور سامعین کو بھی اس طرح پڑھنے کی تلقین کریں۔

Maktaba Tul Ishaat. com
Scanned with CamScanner

لما فی الدرمع الرد:(۱/۵۱۹،طبع سعید)

بل خصّه فی درر البحار بغیر الذاکر لحدیث "من ذکرت عنده فلیصل" وازعاج الأعضاء برفع الصوت جهل وانما هی دعاء له والدعاء یکون بین الجهر والمخافتة کذا اعتمده الباجی فی کنز العفاة.

وفی الشامیة:(قوله وازعاج الاعضاء)قال فی الهندیة:رفع الصوت عند سماع القرآن والوعظ مکروه ومایفعله الذین یدعون الوجد والمحبة لا أصل له ویمنع الصوفیة من رفع الصوت وتخریق الثیاب،کذافی السراجیة.

الجواب صحیح:عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ

رجب المرجب ۱۴۲۹ھ

﴿درزی کے پاس کپڑے کے بچے ہوئے ٹکڑوں کا حکم﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں،علماء کرام درج ذیل مسائل کے بارے میں کہ:

(۱) میری درزی کی دوکان ہے اس میں جو جوڑا بن جاتا ہے اس سے اتنا ٹکڑا بچتا ہے جو کسی کام کا نہیں ہوتا، کیا وہ بھی گاہک کو واپس کرنا ضروری ہے؟

(۲) اتنا ٹکڑا بچ جائے جو دوسرے آدمی کے جوڑے میں مثلاً سائیڈ کی جیب لگانے کے لئے یا شلوار کے پائنچے میں استعمال ہوسکتا ہے جس سے دوسرے مسلمان کا کام بآسانی پورا ہوسکتا ہے اس کو واپس دینا چاہیے یا نہیں؟

(۳) جس شخص کا کپڑا کم تھا اور اس کے جوڑے میں جو ٹکڑا لگا کر پورا کردیا گیا ہے، اس کے لئے اس کا استعمال جائز ہے؟

(۴) ہمارے پاس ہر قسم کے گاہک آتے ہیں اور گاہک کے آرڈر کے مطابق ہم کپڑا بناتے ہیں اس میں ہر قسم کے کپڑے (شرعی اور غیر شرعی) آجاتے ہیں، کیا غیر شرعی لباس بنانا جائز ہے؟

﴿جواب﴾ (۱) جوڑا بننے کے بعد اتنا کپڑا بچ جائے کہ جو عموماً کسی کام کا نہیں ہوتا اور پھینک دینے کے قابل ہوتا ہے اسے واپس نہ کرنے میں بھی کوئی حرج نہیں۔

(۲) اگر ٹکڑا بچ جائے جو کسی درجہ میں کام آسکتا ہو مثلاً صورت مذکورہ کے مطابق سائیڈ کی جیب لگانا وغیرہ ،اُسے گاہک کو واپس دینا ضروری ہے،اس کی اجازت کے بغیر اپنے یا کسی دوسرے کے جوڑے میں استعمال کرنا جائز نہیں ہے۔

Maktaba Tul Ishaat. com

لما فی مشکوٰۃ المصابیح:(ص۲۵۵،طبع سعید)

ألا لاتظلموا ألا لا یحل مال امرئ الابطیب نفس منه.

ولما فی مرقاۃ المفاتیح:(۱۳۵/۶،طبع رشیدیه)(الابطیب نفس)ای بامر او رضا.

ولما فی الهندیة:(۵۰۲/۴،طبع رشیدیه کوئٹه)

ومنها رجل دفع الی خیاط کرباسا فخاط قمیصا وبقی قطعة من الکرباس فسرق قالوا یضمن الخیاط

(۳) اس شخص نے لاعلمی کی بناء پر جوڑا استعمال کرلیا ہے تو حرج نہیں، تاہم معلوم ہونے کے بعد اصل مالک کی اجازت کے بغیر استعمال کرنا جائز نہیں ہوگا۔

(۴) غیر شرعی لباس سے اگر تنگ اور موجودہ دور کا فیشنی لباس مراد ہے تو ایسے لباس کا گناہ استعمال کرنے والے پر ہے سلائی منع نہیں ہے، اس لئے کہ وہی لباس کمزور باڈی والی عورت بلا کراہت استعمال کرسکتی ہے، اس لئے سلائی کی اجرت لینا بلاشبہ جائز ہے، البتہ ایسی سلائی سے انکار کرنا حق کی دعوت ہے اور اجر وثواب کا باعث ہے۔

لما فی قوله تعالی:(سورۃ المائدۃ،آیت۲)

وتعاونوا علی البر والتقوی ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان......الآیة.

ولما فی روح المعانی:(۳۱۴/۶،طبع رشیدیه)

فیعم النهی کل ماهو من مقولة الظلم والمعاصی،ویندرج فیه النهی عن التعاون علی الاعتداء والانتقام.

ولما فی المظهری:(۱۹/۳،طبع رشیدیه کوئٹه)

ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان یعنی لاتعاونوا علی ارتکاب المنهیات ولا علی الظلم لتشفی صدورکم بالانتقام.

الجواب صحیح:عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب:محمد اسلم چترالی غفرلہ

۱۹ ربیع الاول ۱۴۲۹ھ — فتوی نمبر:۱۲۲۷

﴿زلزلہ کی وجہ سے نماز توڑنے کا حکم﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین کہ مسجد میں نماز باجماعت ہورہی ہو، دوران نماز زلزلہ آجائے تو نماز توڑ کر باہر نکلنے کی اجازت ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾ دوران نماز زلزلہ آجائے اور جانی نقصان کا قوی اندیشہ ہو تو اس سے بچنے کے لئے نماز توڑنا جائز ہے۔

Scanned with CamScanner

لمافی الهندية:(۱/ ۱۰۹،طبع رشيديه)

المصلی اذادعاه أحدأبويه ..... لأن قطع الصلاة لايجوزالالضرورة ..... رجل قام الی الصلاة فسرق منه شئ قيمته درهم له أن يقطع الصلاة ويطلب السارق سواء كانت فريضة أوتطوعا ..... ولورأی اعمی عندالبئرفخاف عليه أن يقع فيهاقطع الصلاة لأجله كذافی الخلاصة.

ولمافی الشامی:(۲/ ۵۲،طبع سعيد)

أنتمة:أنقل عن خط صاحب البحر على هامشه أن القطع يكون حراماومباحا ومستحباوواجبا،فالحرام لغير عذروالمباح اذاخاف فوت مال،والمستحب القطع للاكمال،والواجب لاحياء نفس.

ولمافی البزازية علی هامش الهندية:(۶/ ۳۷۱،طبع رشيديه)

واذاتزلزلت الأرض وهوفی بيته له الفرارالی الصحراء لقوله تعالی ولاتلقوابأيديكم الی التهلكة.

والله اعلم: محمد اسلم چترالی غفرلہ — الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ

فتویٰ نمبر: ۱۶۳۱ — ۱۳ رجب المرجب ۱۴۲۹ھ

﴿عبدالرحمٰن کو رحمٰن اور عبدالرحیم کو رحیم کہہ کر پکارنا﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام کہ آج کل لوگ عموما عبدالرحمٰن،عبدالرحیم اور عبدالعزیز وغیرہ کو رحمٰن، رحیم، اور عزیز کہہ کر پکارتے ہیں،شرعا اس کا کیا حکم ہے؟

﴿جواب﴾ صورت مسئولہ میں کسی کو رحمٰن وغیرہ کہہ کر پکارنے میں سوء ادب کیساتھ ساتھ گناہ کا بھی اندیشہ ہے،اس لئے اس سے احتراز ضروری ہے،اس طرح پکارتے ہوئے کسی کو سن لیا تو منع کرنا چاہیے اور سمجھانا چاہیے،اس لئے فقہاء کرام نے لکھا ہے کہ اس طرح کا اندیشہ ہو تو ایسا نام نہ رکھنا بہتر ہے۔

لمافی الهندية:(۵/ ۳۶۲،طبع رشيديه)

أحب الأسماء الی الله تعالی عبدالله وعبدالرحمن لكن التسمية بغيرهذه الاسماء فی هذاالزمان أولی لأن العوام يصغرون هذه الاسماء للنداء والتسمية باسم يوجدفی كتاب الله تعالی كالعلی والكبيروالرشيدوالبديع جائزة لانه من الاسماء المشتركة ويرادفی حق العبادغيرمايرادفی حق الله تعالی كذافی السراجية.

ولمافی التنويرمع الدر:(۶/ ۴۱۷،طبع سعيد)

(أحب الاسماء الی الله تعالی عبدالله وعبدالرحمن)وجازالتسمية بعلی ورشيدمن الاسماء المشتركة..... لكن التسمية بغيرذلك فی زماننا أولی..... الخ.

Maktaba Tul Ishaat. com

وفی الشامية:(لكن التسمية)قال ابو الليث:لا أحب للعجمان يسموا عبدالرحمن وعبدالرحيم لانهم لا يعرفون تفسيره ويسمونه بالتصغير تاتارخانية،وهذا مشتهر فی زماننا حيث ينادون من اسمه عبدالرحيم وعبدالكريم وعبدالعزيز مثلاً فيقولون:رحيم كريم وعزيز بتشديد ياء التصغير ومن اسمه عبدالقادر قويدر هذا مع قصده كفر ففی المنية:من ألحق اداة التصغير فی اخر اسم عبدالعزيز أونحوهما اضيف الی واحد من الاسماء الحسنی ان قال ذلك عمداً كفر وان لم يدر مايقول ولا قصد له لم يحكم بكفره ومن سمع ذلك يحق عليه أن يعلمه وبعضهم يقول:رحمون لمن اسمه عبدالرحمن وبعضهم كالتركمان يقول حمور وحسو لمن اسمه محمد وحسن ،وانظر هل يقال بالاولی لهم ترك التسمية بالاخيرين لذلك.

الجواب صحیح:عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم:محمد اسلم چترالی غفرلہ

۲۶ رجب المرجب ۱۴۲۹ھ — فتوی نمبر:۱۶۹۸

﴿سفر کے آداب ومستحبات﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ سفر کو شروع کرنے اور دوران سفر اور منزل پر پہنچنے کے آداب کیا ہیں؟ نیز ان میں کون کونسے مسنون اعمال ہیں جن کا لحاظ رکھنا چاہیے وضاحت فرمائیں بینوا توجروا۔ مستفتی:نصرت اللہ بنوں

﴿جواب﴾ سفر کے آداب ومستحبات مندرجہ ذیل ہیں جن کا احادیث سے استخراج کیا ہے:
مشورہ کرنا، استخارہ کرنا، والدین واقارب کو راضی کرنا، مال حلال سے خرچ کرنا، اخراجات سے زائد مال ساتھ رکھنا، تنہا سفر نہ کرنا، امیر سفر بنانا، جمعرات یا پیر کے دن سفر کرنا، صبح سویرے سفر کیلئے نکلنا، صلاۃ السفر پڑھنا۔

لقوله سبحانه و تعالی :وشاورهم فی الامر(سورة :آل عمران ،آية : ۱۵۹)

ولما فی الحديث:ماخاب من استخار ولاندم من استشار. معجم صغير للطبرانی:(۷۸/۲)

لقوله سبحانه و تعالی:﴿ يايها الرسل كلوا من الطيبات و اعملوا صالحا (المومنون:۵۱)﴾

ولما فی جامع ترمذی:(ص ۱۹۳،رقم الحديث:۱۶۷۳-۱۶۷۴)

الراكب شيطان،والراكبان شيطانان،والثلاثة ركب.وايضا :لو ان الناس يعلمون ما اعلم من الوحدة ماسری راكب بليل يعنی وحده.

ولما فی سنن ابی داود:(ص۳۵-۳۶)اذا خرج ثلاثة فی سفر فليومروا احدهم.

وايضا: قلما كان رسول الله صلی الله عليه و سلم يخرج فی سفر الا يوم الخميس.

Scanned with CamScanner

ولما فی سنن ابی داود: (ص۳۵ رقم الحدیث:۲۶۰۲) اللهم بارك لامتی فی بكورها

ولما فی مصنف ابن ابی شیبة: (ص ۸۱)

ما خلف عبد علی اهله أفضل من ركعتين يركعهما عندهم حين يريد سفرا.

اور الوداع کرنا، الوداع کرنے والوں سے دعاء کی درخواست کرنا، رات کو سفر کرنا، جانور یا گاڑی کو آرام دینا، ساتھی کی خدمت اور مدد کرنا، سفر میں کثرت سے دعاء کرنا، مقصد پورا ہونے پر واپسی میں جلدی کرنا، گھر والوں کے لئے ہدیۃ لانا، صبح یا شام کے وقت واپس آنا، واپسی پر پہلے مسجد میں صلوۃ القدوم پڑھنا، واپسی پر دعوت کرنا۔

ولما فی سنن ابی داود: (ص۳۳، رقم الحدیث:۲۶۰۰)

استودعُ الله دينكَ وامانتكَ وخواتيمَ عملكَ.

ولما فی سنن الكبری للبيهقی: (ص ۲۵۱)

اشركنا يا أُخَيُّ فی دعائكَ.

ولما فی صحيح مسلم: (ص۷۹۶، رقم الحديث: ۱۹۲۶)

اذا سافرتم فی الخصب، فأعطوا الابلَ حظها من الأرض.

ولما فی صحيح مسلم: (ص۲۰۷۴، رقم الحديث: ۲۶۹۹)

والله فی عون العبد ما كان العبد فی عون أخيه.

ولمافی جامع ترمذی: (ص۳۱۳، رقم الحديث: ۱۹۰۵)

ثلاث دعوات مستجابات لاشك فيهن، دعوة المظلوم، ودعوة المسافر، ودعوة الوالد علی ولده.

ولما فی صحيح بخاری: (ص۶۳۹، رقم الحديث:۱۸۱۰)

السفر قطعة من العذاب، يمنع أحدكم طعامه وشرابه ونومه، فإذا قضى نهمته فليعجل الی اهله.

ولما فی سنن الدار قطنی: (۳/۳۷۵، رقم الحديث: ۲۸۹۱)

ان رسول الله ﷺ قال: اذا قدم أحدكم من سفرٍ فليُهد الی اهله وليطرفهم ولو كانت حجارة.

ولما فی صحيح مسلم: (ص۱۵۲۷ رقم الحديث: ۱۹۲۸)

عن انس ابن مالك، ان رسول الله ﷺ كان لايطرق اهله ليلا، وكان يأتيهم غدوة أو عشية.

ولما فی سنن ابو داود: (ص۹۰، رقم الحديث، ۲۷۸۱)

ان النبی ﷺ كان لا يقدم من سفر الا نهارا قال الحسن فی الضحی فاذا قدم من سفر اتی المسجد فركع فيه ركعتين ثم جلس فيه.

ولما فی السنن الكبری: (۵/۵۶۸، رقم الحديث: ۱۰۳۸۰)

عن جابر بن عبد الله: أن رسول الله ﷺ لما قدم المدينة نَحَرَ جَزُورًا أو بقرةً.

سفر کی مسنون دعاؤں کا اہتمام کرنا جو کہ مندرجہ ذیل ہیں.

۱-مسافر کو الوداع کرتے وقت کی دعاء:

أستودِعُ اللّٰہ دینَکَ و أمانتَکَ و آخِرَ عملِکَ، و فی روایۃ وخواتیمَ عملِکَ.(جامع ترمذی: ص۴۹۹، حدیث:۳۴۴۲)

۲-گھر سے نکلتے وقت کی دعاء:

بسم اللّٰہِ توکّلتُ علیٰ اللّٰہِ ،اَللّٰھمّ انّی أعُوذُ بکَ مِن أن أضِلَّ أو أُضَلَّ أو أزِلَّ أو أُزَلَّ أو أظلِمَ أو أُظلَمَ أو أجھَلَ أو یُجھَلَ علَیَّ .(ترمذی:ص۴۹، حدیث:۳۴۲۷)

۳-رخصت کرنے والے کو مسافر کی دعاء:

أستودِعُکُمُ اللّٰہَ الذی لایُخیبُ وَدائعُہُ.(الطبرانی)

۴-سفر شروع کرتے وقت کی دعاء:

اَللّٰھُمّ بکَ إنتشرتُ و الَیکَ توَجّھتُ و بکَ إعتصمتُ ، أنتَ ثِقتی و رَجائی، اَللّٰھُمّ إکفِنی ما أھَمّنی و ما لاإھتمّ بہٖ، و ما أنتَ أعلَمُ بہٖ، اَللّٰھُمّ زوّدنی ،واغفرلی ذَنبی ، و وَجھنی الی الخَیرِ حیثُ ما توَجّھتُ.(السنن الکبریٰ للبیھقی: ص۲۵۰)

۵-سواری پر سوار ہوتے وقت کی دعاء:

سُبحانَ الذی سَخّرَ لَنا ھذا و ما کُنّا لَہٗ مُقرِنینَ و انّا الی رَبّنا لَمُنقلِبُون.(ترمذی)

۶-جس جگہ جانا ہے اس میں داخل ہونے کی دعاء:

اَللّٰھُمّ رَبَّ السمٰوٰتِ السّبعِ و ما اظلَلنَ ، و رَبَّ الأرضینَ السّبعِ و ما أقلَلنَ، و رَبَّ الشّیاطینِ و ما أضلَلنَ، و رَبَّ الرِّیاحِ و ما ذَرینَ ، فإنّا نسألُکَ خیرَ أھلِھا، ونعُوذُ بکَ من شَرِّھا و شَرِّ أھلِھا و شَرِّ ما فیھا.

(السنن الکبریٰ للبیھقی: ص۲۵۲)

۷-سفر سے واپسی کی دعاء:

لا الٰہ الاّ اللّٰہ وَحدَہٗ لا شریکَ لَہٗ لَہُ المُلکُ و لَہُ الحَمدُ و ھُوَ علیٰ کُلِّ شیءٍ قدیر، آیِبُونَ، تائِبُونَ، عابِدُونَ، ساجِدُونَ، لِرَبّنا حامِدُونَ ، صَدَقَ اللّٰہُ وَعدَہٗ و نَصَرَ عَبدَہٗ ، و ھَزَمَ الأحزابَ وَحدَہٗ(مسلم)

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن حفظہ اللہ تعالیٰ — واللہ اعلم بالصواب: جلال الدین خرسند تاجکی

۷ رجب المرجب ۱۴۳۳ھ — فتویٰ نمبر: ۳۸۴۵

Maktaba Tul Ishaat. com

Scanned with CamScanner

﴿ریگولیٹر یا مشین لگوا کر بجلی اور پانی حاصل کرنے کا حکم﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں، علماء کرام اور مفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے گاؤں میں اکثر لوگ (تقریباً ۸۰ فیصد) بجلی اور پانی کی قلت کی وجہ سے ریگولیٹر اور مشین لگواتے ہیں جس کی وجہ سے ان کی ضرورت تو پوری ہو جاتی ہے لیکن ان کے اس عمل کی بناء پر دوسروں یعنی غریب لوگ جو ریگولیٹر نہیں لگوا سکتے کے پانی اور بجلی کی قلت میں مزید اضافہ ہو جاتا ہے اور وہ مشکلات سے دوچار ہوتے ہیں۔

پوچھنا یہ ہے کہ ان کا یہ عمل شرعاً درست ہے؟ نیز یہ ظلم ان لوگوں کی جانب سے شمار ہوگا یا حکومت کی طرف سے؟ واضح رہے کہ حکومت کی جانب سے ہر فرد کو تقریباً ۲۲۰ وولٹ بجلی مہیا کرنے کا معاہدہ ہوتا ہے، یہ لوگ اپنے حق کی وصولیابی کے لئے یہ کام کرتے ہیں، تاہم ان کے اس عمل سے کچھ لوگ مشکلات کا شکار ہیں، ازراہ کرم مفصل و مدلل جواب سے آگاہی فرمائیں۔

﴿جواب﴾ صورت مسئولہ کے مطابق مشین لگوا کر اپنے حق کے بقدر پانی حاصل کرنے کی گنجائش ہے بشرطیکہ دوسروں کا حق نہ مارا جائے، اسی طرح حکومت کی طرف سے چونکہ ہر اس شخص کیلئے جس نے بھی باضابطہ طور پر کنکشن حاصل کر لیا ہو، ۲۲۰ وولٹ تک بجلی حاصل کرنے کی اجازت ہے تو اتنی مقدار بجلی حاصل کرنا (خواہ ریگولیٹر لگوا کر حاصل کرے) اس کی گنجائش معلوم ہو رہی ہے لیکن اتنی مقدار سے زیادہ حاصل کرنا جس سے دوسروں کی حق تلفی ہو جائز نہیں ہے۔

علاقے کے صاحب استطاعت اور اہل خیر حضرات غریبوں کا لحاظ رکھتے ہوئے ان کے لئے بھی اگر ریگولیٹر لگوا دیں یا کوئی اجتماعی صورت بنالیں جس سے سب کو فائدہ پہنچے تو انشاء اللہ غریبوں کو بھی پریشانی نہ ہوگی اور مالداروں کو اس کا اجر و ثواب ملے گا۔

لما في التنوير مع الدر:(۶/۲۲۳-۲۲۲،طبع سعيد)

(نهر بين قوم اختصموا في الشرب فهو بينهم على قدر اراضيهم) لانه المقصود—
(وليس لاحد من الشركاء) في النهر (ان يشق منه نهرا—او يوسع فم النهر—الخ)
وفي الشامية:(قوله لانه المقصود) اى المقصود فيها الانتفاع بسقيها فيتقدر بقدرها—
(قوله او يوسع فم النهر) لانه يكسر ضفته ويزيد على مقدار حقه في اخذ الماء هداية

الجواب صحیح: عبد الرحمٰن عفا اللہ عنہ　　　واللہ اعلم بالصواب: عزیز الرحمٰن چارسدوی غفرلہ

۲۸ ربیع الاول ۱۴۲۹ھ　　　فتویٰ نمبر: ۱۳۹۹

Maktaba Tul Ishaat. com

﴿معاہدہ کا پورا کرنا ضروری ہے﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں مفتیانِ کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ میرا ایک محکمہ کے ساتھ یہ معاہدہ ہوا کہ میں محکمہ میں نو سے پانچ بجے تک وقت دوں گا لیکن محکمہ والے پانچ بجے فارغ نہیں کرتے تو کیا یہ محکمہ کی طرف سے معاہدہ کے خلاف شمار ہوگا؟ اور اگر میں نو کے بجائے دس بجے جاؤں اس لئے کہ وہاں اتنی صبح کوئی کام نہیں ہوتا تو اس کا کیا حکم ہے؟ اور اگر میں نو بجے جا کر تلاوت ونوافل وغیرہ میں مشغول ہو جاؤں تو اس کا کیا حکم ہے؟ مستفتی: ڈاکٹر حازم

﴿جواب﴾ طے شدہ معاہدہ کے مطابق اگر محکمہ آپ کو وقتِ معین پر فارغ نہیں کرتا تو یہ محکمہ کی طرف سے معاہدہ کی خلاف ورزی ہے، ور اگر آپ تاخیر سے جائیں گے تو یہ آپ سے بھی معاہدہ کی خلاف ورزی ہوگی، آپ کی ذمہ داری ہے کہ معاہدہ کے مطابق وقت پر پہنچیں اگرچہ وہاں کام نہ ہو لیکن عام طور پر ایسا ہوتا نہیں کچھ نہ کچھ کام تو ہوتا ہے، لہذا کام کی موجودگی میں آپ اگر دوسرے کام یعنی تلاوت وغیرہ میں مشغول ہوں گے تو یہ بھی صحیح نہیں ہے، البتہ کام واقعی نہ ہو یا کام ختم کر لینے کے بعد آپ اگر بالکل فارغ ہوں تو اس وقت کو تلاوت ونوافل یا پھر کسی اور اچھے کام میں صرف کرنا صحیح ہے۔

لما فی قوله تعالی: واوفوا بالعهد ان العهد کان مسئولا، الاسراء

ولما فی مشکوٰۃ المصابیح: ۱/۱۵، طبع سعید)

عن انسؓ قلما خطبنا رسول الله ﷺ الا قال......ولا دین لمن لا عهد له.

ولما فی مرقاة: طبع رشیدیة)

قال النووی: اجمعوا علی ان من وعد انسانا شیئا لیس بمنهی عنه فینبغی ان یفی وعده.

ولما فی الدر مع الرد: ۶/۷۰، طبع سعید)

ولیس للخاص ان یعمل لغیره ولو عمل نقص من اجرته بقدر ما عمل (قوله ولیس للخاص ان یعمل لغیره) بل ولا ان یصلی النافلة، قال فی التاتارخانیة: وفی فتاوی الفضلی واستأجر رجلا یوما یعمل کذا فعلیه ان یعمل ذلک العمل الی تمام المدة ولا یشتغل بشئ آخر سوی المکتوبة وفی فتاوی سمرقند: وقد قال بعض مشایخنا له ان یؤدی السنة ایضا واتفقوا انه لا یؤدی نفلا وعلیه الفتوی.

ولما فی فتاوی النوازل: ۳۸۲، طبع حقانیة)

ولو عمل الأجير عملا ينقص من اجرته بقدر ما عمل.

Scanned with CamScanner

ولما فی النتف فی الفتاوی:۳۳۸)

والاجارة لاتخلو اما ان تقع علی وقت معلوم او علی عمل معلوم فان وقعت علی عمل معلوم فلاتجب الاجرة الا باتمام العمل..... وان وقعت علی وقت معلوم فتجب الاجرة بمضی الوقت ان هو استعمله او لم يستعمله.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب: عمر فاروق لاہوری

۷ جمادی الثانی ۱۴۳۴ھ — فتویٰ نمبر: ۳۷۵۴

﴿اپنے حق کا طلب کرنا سوال کے زمرے میں نہیں آتا﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلے کے بارے میں کہ غنیۃ الطالبین میں ہے کہ سوال کیلئے اپنے آپ کو ذلیل کرنے سے ۲/۳ حصے دین ضائع ہو جاتا ہے۔ اب مسئلہ یہ ہے کہ کیا اپنے حق کے لئے اور ضرورت کیلئے بھی یہی وعید ہے یا گنجائش و اجازت ہے؟

﴿جواب﴾ اپنے حق کو طلب کرنا تو سوال کے زمرے میں داخل ہی نہیں، باقی رہا ضرورت کی وجہ سے سوال کرنا، تو ضرورت کی حد شریعت نے مقرر کی ہے، کہ جس شخص کے پاس ایک دن کیلئے اتنی خوراک موجود ہو، جس سے اسکی جان بچ سکے اسی طرح تندرست جوان آدمی جو کمانے پر قدرت رکھتا ہو، اور کمانے کا موقع بھی اسکو ملے تو یہ آدمی ضرورت مند نہیں ہے، اور اس کیلئے سوال کرنا جائز نہیں ہے۔ البتہ کھانے پینے کی اشیاء کے علاوہ کسی دوسری واقعی ضرورت کیلئے سوال ہو تو اس میں تفصیل ہے۔

لما فی التنویر مع الدر:۲/۳۵۴،۳۵۵ باب المصرف، طبع سعید

ولایحل أن يسئل شيأمن القنوت من له قوت يومه بالفعل أو بالقوة كالصحيح المكتسب ــولو للكسوة او لاشتغاله عن الكسب با الجهاد او طلب العلم جاز لو محتاجاً.

وفی الشامیة تحت(قوله كالصحيح المكتسب)لأنه قادر بصحته و اكتسابه على قوت اليوم ــ(قوله للكسوة)او مثلها أجرة المسكن ومرمة البيت الضرورية لاهلها شئ يا ... يضور.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب: محمد بیر غفرلہ ولوالدیہ

۷ جمادی الثانی ۱۴۳۴ھ — فتویٰ نمبر: ۳۷۷۱

﴿حج یا عمرہ کی ادائیگی کے بعد کاروبار کی غرض سے وہاں چھپ جانا﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام کہ ایک آدمی حج یا عمرہ پر جاتا ہے حج کی ادائیگی کے بعد

Scanned with CamScanner

کاروبار کی غرض سے چھپ کر وہاں رہنے لگتا ہے، پوچھنا یہ ہے کہ اس کا یہ عمل شرعا درست ہے؟

﴿جواب﴾ صورت مسئولہ کے مطابق اس شخص کا یہ عمل قانونا وشرعا دونوں طرح درست نہیں ہے، اس لئے کہ مقررہ تاریخ سے زیادہ ٹھہرنا خلاف قانون ہے، نیز پاسپورٹ اور ویزا جاری کراتے ہوئے حکومت کیساتھ مقررہ تاریخ تک معاہدہ ہوتا ہے اور مباح امور میں حکومت کی اطاعت لازمی ہے، نیز مقررہ تاریخ سے زیادہ ٹھہرنا اپنی جان کو خطرہ میں ڈالنا ہے، لہٰذا ان خرابیوں کو سامنے رکھتے ہوئے شرعی اعتبار سے بھی یہ ناجائز ہے اس سے احتراز کرنا ضروری ہے۔

لمافی صحیح البخاری:(۱/۱۰،کتاب الایمان،طبع قدیمی)

عن عبدالله بن عمروان النبی صلی الله علیه وسلم قال اربع من کن فیه کان منا فقا خالصا...... واذا عاهد غدرواذا خاصم فجر.هکذافی احسن الفتاوی لمفتی رشیداحمد:(۸/۲۱۶،طبع سعید)

الجواب صحیح:عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب:عزیزالرحمٰن چارسدوی

۱۴جمادی الاولیٰ ۱۴۲۹ھ — فتویٰ نمبر:۱۴۳۱

﴿فلمی دھنوں میں نعت سننا یا سنانا﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ فلمی دھنوں میں نعت سننا جیسا کہ قوالی وغیرہ میں ہوتی ہے، اسی طرح بعض حضرات نعت سناتے وقت اللہ تعالیٰ کے ذکر کو ڈھول کی آواز کے ساتھ مشابہت دیتے ہیں اور لوگ اسے بہت شوق وذوق سے سنتے ہیں شریعت کی رو سے یہ عمل ثواب کا ہے یا نہیں؟ مستفتی:خالدصاحب ڈیفنس فیز۲

﴿جواب﴾ نعت جو آپ ﷺ کی مدح پر مشتمل ہوتی ہے، بلاشبہ ذکر ہے خود نعت خواں کے لئے اور سننے والوں کے لئے بھی باعث اجر وثواب ہے، اس سے آپ ﷺ کیساتھ محبت وعقیدت میں ترقی ہوتی ہے جو کہ عین مقصود اور ایمان کا حصہ ہے۔

لیکن اس میں غیر شرعی چیزوں کی آمیزش مثلاً ڈھول باجوں کی آواز یا نعت خواں اپنی آواز اور لہجہ میں ایسا تکلف کرے تاکہ ڈھول باجوں کے شوقین لوگ بھی مزے سے سنے اور وہی لطف اٹھائے جو میوزک سے وہ لیتے رہتے ہیں تو یہ نہ صرف گناہ بلکہ نعت جیسی عبادت کی گستاخی ہے، آپ ﷺ نے قرآن مجید کی تلاوت کے بارے میں جہاں خوش الحانی اور دلکش آواز میں پڑھنے کی اجازت دی ہے

تو ساتھ ساتھ گانے والوں کے لہجہ اور آواز میں پڑھنے سے سختی سے منع بھی فرمایا ہے۔

لمافی مشکوۃ المصابیح (۱۹۱/۱، طبع سعید)

وعن حذیفۃ قال "قال رسول اللہ ﷺ اقرءوا القرآن بلحون العرب واصواتها وایاکم ولحون اہل العشق ولحون اہل الکتابین وسیجیئ بعدی قوم یرجعون بالقرآن ترجیع الغناء والنوح لایجاوز حناجرهم مفتونة قلوبهم وقلوب الذین یعجبهم شأنهم

ترجمہ: حضرت حذیفہؓ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ عنقریب میرے بعد ایک قوم آئے گی جو قرآن کو خوب گا گا کر پڑھیں گی اور نوحہ کرنے کی طرح پڑھے گی، ان کی گردن تک بھی قرآن کا اثر نہ پہنچے گا، ان کے دل فتنہ میں (گناہ و معصیت میں) پڑے ہونگے اور وہ لوگ بھی جن کے دل ان کی قراءت کو پسند کریں گے اور سنیں گے، اسی طرح فقہاء کرام نے گانے والوں کے لہجہ میں اذان دینے کو اور ایسی اذان شوق سے سننے کو بھی ناجائز قرار دیا ہے۔

لمافی حاشیۃ الطحطاوی (ص ۱۰۷، طبع قدیمی)

قوله وهو التطریب ای التغنی به بحیث یؤدی الی تغییر کلمات الأذان... فلا یحل فیه ولا فی قراءۃ القرآن ولا یحل سماعه لان فیه تشبهاً بفعل الفسقۃ فی حال فسقهم فانهم یترنمون.

اس مسئلہ کے بارے میں حضرت مفتی محمد رفیع عثمانی صاحب دام اقبالہ نوادر الفقہ: (۲/ ۳۵۲ طبع دارالعلوم کراچی) پر لکھتے ہیں: "اس کو شومئ قسمت کے علاوہ اور کیا نام دیا جا سکتا ہے کہ اول تو ہم ہر نیک کام سے روز بروز دور ہوتے جارہے ہیں اور اگر کبھی اچھا کام کرنے کا جذبہ پیدا بھی ہوتا ہے تو اس میں جب تک کچھ ناجائز اور حرام کی آمیزش نہ کرلیں تسکین نہیں ہوتی...... بلاشبہ یہ نعت جیسی روح پرور عبادت کو کھیل تماشا بنانا اور اسکے ساتھ کھلا مذاق ہے...... ایسے نعت گو حضرات کو اس فعل قبیح سے مناسب طریقہ سے روکنا چاہیے اور ان کی ہمت افزائی سے مکمل اجتناب کرنا چاہیے۔

واللہ اعلم بالصواب: عزیز الرحمٰن چارسدوی
فتویٰ نمبر: ۱۶۲۲

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ
۱۳ جمادی الثانی ۱۴۲۹ھ

﴿کچرے میں گرائی ہوئی اشیاء اٹھانے کا حکم﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے متعلق کہ میں ایک سرکاری ادارے میں

Scanned with CamScanner

Maktaba Tul Ishaat. com

ملازمت کرتا ہوں وہاں پر باہر سے مشینیں وغیرہ منگوائی جاتی تھی، ان کی پیکنگ کیلئے پلاسٹک کی چادر استعمال ہوتی تھی، مشینیں تو کھول کر لگا دی گئیں ہیں لیکن پیکنگ کی پلاسٹک چادر ایسی ہی بیکار کچرہ میں پھینک دی گئی جو کسی استعمال میں نہیں تھی وہ پلاسٹک کی چادر ہم اپنے ذاتی استعمال کے لئے وہاں سے بلا معاوضہ لا سکتے ہیں یا نہیں؟

نیز کچھ کاغذ کے ایسے ٹکڑے کہ جس سے ضرورت کے مطابق کاٹ لیا جاتا ہے باقی چھوٹے ٹکڑے پھینک دیے جاتے ہیں ان کو بعد میں کترے والی مشین سے باریک کر کے کچرے میں ڈال دیتے ہیں، وہ چھوٹے ٹکڑے ہم وہاں سے لا کر اپنی ضرورت میں استعمال کر سکتے ہیں یا نہیں؟

﴿جواب﴾ کچرے میں ڈالنا اس بات کی دلیل ہے کہ مالک کو اس چیز کی ضرورت نہیں رہی، اب یہ چیز اگرچہ کارآمد ہے، اس کو لے کر اپنے استعمال میں لانا جائز ہے۔

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ واللہ اعلم بالصواب: عزیز الرحمٰن چارسدوی

۸ جمادی الاولیٰ ۱۴۲۹ھ فتویٰ نمبر: ۱۴۳۰

﴿بارات والوں کا راستہ روک کر پیسے وصول کرنا﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے متعلق کہ ہمارے علاقے میں یہ رواج ہے کہ بارات جب لڑکی کو لینے آتی ہے تو واپسی میں کچھ لوگ راستہ روک کر بیٹھ جاتے ہیں اور بارات کو اس وقت تک جانے نہیں دیتے ہیں جب تک ان سے پیسے (جیرپے) وصول نہ کرے لیکن اکثر ایسا ہوتا ہے کہ اکثر خوش دلی سے نہیں دیتے، پوچھنا یہ ہے کہ شرعاً اسکا کیا حکم ہے؟

﴿جواب﴾ آپ کے علاقے کا یہ رواج نہ صرف خلاف شرع بلکہ کئی گناہوں پر مشتمل ہے علاقے کے علماء کو چاہیے کہ ترغیب وترہیب سے اس رواج کو ختم کرنے کی کوشش کریں، اس رواج کے تحت لوگوں سے پیسے وصول کرنا حرام ہے، راستہ روکنا کبیرہ گناہ ہے، لہذا ایسے رواجوں کو ختم کرنے کی کوشش کرنا ہر مسلمان کی خصوصاً علماء کی ذمہ داری ہے۔

لما فی مشکوٰۃ المصابیح: (۱/۲۵۵، طبع سعید)

عن ابی حرۃ الرقاشی عن عمه قال قال رسول الله ﷺ الا لا تظلموا الا لا یحل مال امرئ الا بطیب نفس منه الخ.

Scanned with CamScanner

ولمافی مشکوۃ المصابیح:(۱/۱۲،طبع سعید)

عن عبد اللہ بن عمرو قال قال رسول اللہ ﷺ المسلم من سلم المسلمون من لسانہ ویدہ والمھاجر من ھجر مانھی اللہ عنہ ھذا لفظ البخاری الخ.

الجواب صحیح: عبد الرحمن عفا اللہ عنہ　　　واللہ اعلم بالصواب: محمد احمد عفا اللہ عنہ

۱۵ ربیع الثانی ۱۴۲۹ھ　　　فتوی نمبر: ۱۳۱۳

﴿کمپنی کے ساتھ طے شدہ معاہدہ کی پاسداری ضروری ہے﴾

﴿سوال﴾ بعض نوجوان مختلف کمپنیوں کے ساتھ بیرون ملک جاتے ہیں چونکہ وقتی طور پر ان کی تنخواہ کم ہوتی ہے، اس لئے کسی بڑی تنخواہ کی غرض سے وہاں جاکر بھاگ جاتے ہیں اور کئی سالوں تک چھپ کرو ہی رہتے ہیں، پوچھنا یہ ہے کہ ان لوگوں کے اس عمل اور کمائی کا شرعاً کیا حکم ہے؟ نیز کمپنی کے ساتھ جانے والوں کیلئے لائف انشورنس کرانا ضروری ہے، اس کے بغیر شرکت اور جانے کی اجازت نہیں ہوتی تو کیا یہ لوگ اس گناہ میں شریک ہونگے اور انشورنس کرانے کی صورت میں جو پیسے ملتے ہیں اس کا کیا حکم ہے؟

﴿جواب﴾ کمپنی والے جس آدمی کو باہر ملک بھیجتے ہیں تو وہ اس سے یہ عہد لے کر بھیجتے ہیں کہ وہاں جاکر کمپنی کے بتائے ہوئے طریقہ کے مطابق کام کریگا، اب وہاں جاکر کمپنی کی منشاء کے خلاف کسی دوسری جگہ کام کرنا معاہدہ کی خلاف ورزی ہے، جو کہ ناجائز ہے، رہا کمائی کا مسئلہ تو چونکہ وہ اپنی قوت اور وقت صرف کر کے کماتے ہیں، لہٰذا انکی کمائی جائز ہوگی۔

لمافی قولہ تعالیٰ:(سورۃ المومنون،آیت۸)﴿والذین ھم لأماناتھم وعھدھم راعون﴾

لمافی البحر:(۸/۳،طبع سعید)

وأما رکنھا فھو الایجاب والقبول والارتباط بینھما وأما شرط جوازھا فثلاثۃ أشیاء أجر معلوم و عین معلوم وبدل معلوم ومحاسنھا دفع الحاجۃ بقلیل المنفعۃ وأما حکمھا فوقوع الملک فی البدلین ساعۃ فساعۃ.

رہا لائف انشورنس کا مسئلہ تو علماء ایسی صورت میں کہ بیمہ دار صرف اپنی اصل رقم کی واپسی چاہتا ہو تو اسکی گنجائش بتاتے ہیں، لہٰذا مذکورہ صورت میں اگر مجبوری کی وجہ سے کوئی انشورنس کرائے اور پھر اس پر سود نہ لے تو جائز ہے لیکن اس پر زیادتی لینا ہرگز جائز نہیں ہے۔

الجواب صحیح: عبد الرحمن عفا اللہ عنہ　　　واللہ اعلم بالصواب: محمد احمد عفا اللہ عنہ

۱۳ جمادی الثانی ۱۴۲۹ھ　　　فتوی نمبر: ۱۳۶۶

Maktaba Tul Ishaat. com

﴿فاسق کی برائی بیان کرنے کا حکم﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ جو شخص علی الاعلان تارک صوم وصلوٰۃ ہو تو دوسرے لوگوں کے سامنے ایسے شخص کی برائی بیان کرنا جائز ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾ نماز نہ پڑھنے والا اور روزہ نہ رکھنے والا شخص اگر چہ فاسق کے حکم میں ہے اور فاسق کے بارے میں یہ جو مشہور ہے کہ اس کی غیبت جائز ہے، یہ مطلقاً نہیں ہے بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ اسکے حال کو دوسروں کے سامنے ظاہر کرنا جائز ہے بشرطیکہ اسکی خیر خواہی اور اصلاح مقصود ہو (جیسا کہ تبلیغ والے احباب کارگزاری میں اپنے بھائیوں کی کمی صرف ان کی اصلاح کی غرض سے یعنی ساتھیوں کو ان کیلئے فکرمند کرنے اور انکو ترغیب دینے کے لئے ملاقاتوں کی ترتیب کی غرض سے بیان کرتے ہیں، البتہ خیر خواہی اور اصلاح سے ہٹ کر اس پر لعن طعن وتشنیع مقصود ہو تو جائز نہیں ہے۔

لمافی التنویر مع الدر:(۹/۵۸۵-۵۸۶،طبع امدادیه)

(وكذا)لااثم عليه(لوذكرمساوى أخيه علىٰ وجه الاهتمام لايكون غيبة.انما الغيبة أن يذكر علىٰ وجه الغضب يريد السب)......ومتظاهر بقبيح.

وفي الشامية:قوله:(لايكون غيبة)لأنه لوبلغه لايكره لأنه مهتم به متحزن ومتحسر عليه،لكن بشرط أن يكون صادقا في اهتمامه،والاكان مغتابا منافقا مرائيا مزكيا لنفسه، لأنه شتم أخاه المسلم واظهر خلاف ماأخفىٰ وأشعر الناس أنه يكره هٰذا الامر لنفسه وغيره وأنه من اهل الاصلاح حيث لم يأت بصريح الغيبة وانما أتىٰ بها في معرض الاهتمام،فقد جمع أنواعا من القبائح نسأل الله تعالىٰ العصمة......قوله:(ومتظاهر بقبيح) وهو الذى لايستتر عنه ولايؤثر عنده اذا قيل عنه انه يفعل كذااه.ابن الشحنة.قال في تبيين المحارم:فيجوز ذكره بمايجاهر به لاغيره.قال ﷺ"من ألقىٰ جلباب الحياء عن وجهه فلاغيبة له"وأما اذا كان مستترا فلاتجوز غيبته.اه قلت:وما اشتهر بين العوام من أنه لاغيبة لتارك الصلوٰة ان أريد به ذكره بذلك وكان متجاهرا فهو صحيح،والافلا.

ولمافي البحر:(۸/۲۰۸،طبع سعيد)

وفي فتاوىٰ أهل سمرقند ذكر مساوى أخيه المسلم علىٰ وجه الاهتمام به ليس بغيبة وعلىٰ وجه النقص يكون غيبة.

الجواب صحیح:عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ   واللہ اعلم بالصواب:خلیل اللہ دیروی عفا اللہ عنہ

۱۳رجب المرجب ۱۴۲۹ھ   فتویٰ نمبر:۱۶۵۱

Scanned with CamScanner

﴿کسی مسلمان کو گناہ کا طعنہ دینا جائز نہیں ہے﴾

﴿سوال﴾ کوئی کسی گناہ کا مرتکب ہو، مثلاً نماز نہ پڑھ رہا ہو تو لوگوں کے سامنے کسی مجلس میں اس کو اس گناہ کا طعنہ دینا یا عار دلانا جبکہ وہ سخت پر اماں رہا ہو، جائز ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾ کسی بھی گناہ کا عار دلانا یا طعنہ دینا ہرگز جائز نہیں ہے حرام ہے، احادیث میں آیا ہے کہ کسی مسلمان کو عار دلانا اس قدر سنگین جرم ہے کہ اللہ تعالیٰ ایسے شخص کو موت سے پہلے خود اسی گناہ میں مبتلا کر دیتا ہے۔

لمافی سنن ابی داود:(۲/۳۲۸،رقم الحدیث:۴۸۹۱،طبع رحمانیه)

حدثنا مسلم بن ابراهیم......عن النبی ﷺ قال من رای عورة فسترها کان کمن احییٰ موؤدة.

ولمافی مشکوٰة المصابیح:(۲/۴۱۴،طبع سعید)

عن خالد بن معدان عن معاذؓ قال قال رسول الله ﷺ من عیر اخاه بذنب لم یمت حتیٰ یعمله یعنی من ذنب قد تاب منه.

ولمافی الدر مع الرد:(۹/۵۸۷-۵۸۸،طبع امدادیه)

وفیها:الغیبة أن تصف أخاك حال کونه غائبا بوصف یکرهه اذا سمعه عن ابی هریرةؓ قال:قال علیه الصلاة والسلام "أتدرون ما الغیبة؟قالوا:الله ورسوله أعلم،قال:ذکرك أخاك بما یکره.

وفی الشامیة:قوله:(حال کونه غائبا)هذا القید مأخوذ من مفهومها اللغوی ولم یذکر فی الحدیث الآتی،والظاهر أنه لو ذکره فی وجهه،فهو سب وشتم،وهو حرام ایضا،لأنه أبلغ فی الایذاء من حال الغیبة سیما قبل بلوغها المغتاب،وهو احد تفسیرین لقوله تعالیٰ:(ولا تلمزوا أنفسکم)[الحجرات:۱۱]فقیل هو ذکر ما فی الرجل من العیب فی غیبته وقیل فی وجهه......قوله:(بما یکره)سواء کان نقصا فی بدنه أو نسبه أو خلقه أو فعله أو قوله أو دینه حتیٰ فی ثوبه أو داره أو دابته کما فی تبیین المحارم.

الجواب صحیح:عبد الرحمٰن عفا اللہ عنہ
واللہ اعلم بالصواب: خلیل اللہ دیروی عفا اللہ عنہ

۲۶ رجب المرجب ۱۴۲۹ھ
فتویٰ نمبر: ۱۶۹۰

﴿علم قیافہ کا مطلب اور حکم﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام کہ علم قیافہ کا کیا مطلب ہے؟ اور اس کا حکم کیا ہے؟

﴿جواب﴾ کسی شخص کے ہاتھ یا پاؤں کے نشانات دیکھ کر تجربہ سے پہچان لینا یا کسی شخص

Maktaba Tul Ishaat. com

کے خدوخال اور رنگ وہیئت دیکھ کر اس کی عادات اطوار و کردار کا اندازہ کر لینا اس کو کسی دوسرے کا بھائی، بیٹا یا باپ ٹھہرانا اور کسی خاندان کی طرف اسکی نسبت کر لینا قیافہ کہلاتا ہے، اس کے ذریعے سے جو حکم لگایا جاتا ہے، وہ شرعاً معتبر نہیں ہے کیونکہ وہ محض ظن وگمان اور تجربہ کے درجہ میں ہوتا ہے، جسکا یقینی ہونا ضروری نہیں لیکن ظن وگمان کے درجہ میں اس کیوجہ سے رائے قائم کرنا منع بھی نہیں ہے۔

لمافی صحیح البخاری:(۵۲۲/۲رقم الحدیث:۶۷۷۰،طبع رحمانیه)

عن عائشة أن النبی ﷺ دخل علی مسرورا تبرق أساریر وجهه فقال الم تری أن مجززا نظر آنفا الی زید بن حارثة وأسامة بن زید فقال ان هذه لأقدام بعضها من بعض.

ولمافی المشکوة:(ص۱۶۸،طبع سعید)

عن عبدالله بن سلام قال لما قدم النبی ﷺ المدینة جئت فلما تبینت وجهه عرفت أن وجهه لیس بوجه کذاب فکان أول ما قال یاایها الناس أفشوا السلام وأطعموا الطعام وصلوا الأرحام وصلوا بالليل والناس نيام تدخلوا الجنة بسلام(رواہ الترمذی وابن ماجه)

ولمافی المرقاة:(۳۵۱/۴،طبع رشیدیه)

(فلما تبینت وجهه)أی ابصرت وجهه ظاهرا وقیل تأملت وتفرست بامارات لائحة فی سیماه وأصل معناه تکلفت فی البیان ...الخ

ولمافی عمدة القاری:(۲۰۱/۲۳،طبع رشیدیه)

وقال الکوفیون والثوری وأبو حنیفة وأصحابه الحکم بها باطل لأنها حدس ولا یجوز ذلک فی الشریعة ولیس فی الحدیث الباب حجة فی اثبات الحکم بها لأن أسامة قد کان ثبت نسبه قبل ذلک الی قول أحد وانما تعجب من اصابة مجزز کما یتعجب من ظن الرجل الذی یصیب ظنه حقیقة الشئی الذی یظنه ولا یجب الحکم بذلک وترک رسول الله ﷺ الانکار علیه لأنه لم یتعاط بذلک اثبات مالم یکن ثابتا وقد قال الله تبارک وتعالی:ولا تقف مالیس لک به علم.

الجواب صحیح:عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب:حبیب الوہاب سواتی

۱۳جمادی الثانی ۱۴۲۹ھ — فتویٰ نمبر:۱۵۲۵

﴿الیکشن کے متعلق چند سوالات کے جوابات﴾

﴿سوال﴾(۱) کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ موجودہ دور کے انتخابات میں ووٹوں کی شرعاً کیا حیثیت ہے؟(۲) مروجہ انتخابات اسلامی ہیں یا غیر اسلامی اگر

Scanned with CamScanner

غیر اسلامی ہیں تو ان میں حصہ لینا کیسا ہے؟ (۳) اگر کوئی شخص ووٹ استعمال نہ کرے تو شرعاً اس کا کیا حکم ہے؟ (۴) انتخابات میں امیدوار کا خود کو نامزد کرنے کا شرعاً کیا حکم ہے؟

(۵) الیکشن کے موقع پر بعض امیدوار ووٹوں کے بدلے رقم تقسیم کرتے ہیں، پھر وہ رقم کبھی انفرادی طور پر لوگوں کو دی جاتی ہے اور کبھی اجتماعی رفاعی کاموں مثلاً مسجد، سکول، ٹیوب ویل وغیرہ پر خرچ کی جاتی ہے، پوچھنا یہ ہے کہ شرعاً اس رقم کا لینا دینا جائز ہے یا ناجائز؟ بینوا توجروا۔

﴿جواب﴾ (۱) ووٹ شرعاً تین حیثیتیں رکھتا ہے:

(۱) ووٹ کی ایک حیثیت شہادت کی ہے یعنی ووٹر امیدوار کے حق میں اس بات کی گواہی دیتا ہے کہ واقعی وہ اس منصب کا اہل ہے جس کے لئے اس نے خود کو نامزد کیا ہے۔

(۲) دوسری حیثیت سفارش کی ہے یعنی ووٹر اس بات کی سفارش کرتا ہے کہ امیدوار کو ہمارا نمائندہ منتخب کیا جائے۔ (۳) تیسری حیثیت حقوق مشترکہ میں وکالت کی ہے، ہر اعتبار سے جس طرح نیک، صالح، دیانت دار اور قابلیت رکھنے والے شخص کو ووٹ دینا موجب ثواب ہے، اس طرح نااہل اور بے دین شخص کو ووٹ دینا جھوٹی شہادت، بری سفارش اور ناجائز وکالت ہونے کی بناء پر شرعاً سخت گناہ ہے۔

لمافی قوله تعالیٰ:(سورة الطلاق،آیت ۲) واقیموا الشهادة لله...... الآية.

ولمافی قوله تعالیٰ:(سورة الحج،آیت ۳۰) واجتنبوا قول الزور...... الآية.

ولمافی قوله تعالیٰ:(سورة النساء،آیت ۸۵)

من يشفع شفاعة حسنة يكن له نصيب منها ومن يشفع شفاعة سيئة يكن له كفل منها ...... الآية.

(۲) موجودہ جمہوری طرز انتخاب اگرچہ اسلامی تو نہیں ہے لیکن اگر کوئی شخص اس نیت کیساتھ حصہ لے کہ پارلیمنٹ میں جاکر عدل وانصاف کے قیام اور اسلامی شعائر کی حفاظت کے علاوہ حتی الوسع اس غیر اسلامی نظام کو بدلنے کی بھی کوشش کرے گا تو اس کے لئے اس میں حصہ لینے کی گنجائش ہے۔

لمافی الاشباه:(ص ۹۱ طبع قدیمی)

من ابتلی ببلیتین وهما متساويتان یاخذ بايتهما شاء، وان اختلفا یختار اهونهما.

(۳) اگر کسی شخص کے ووٹ نہ ڈالنے سے نااہل، بے دین یا ظالم کے تسلط کا یقین ہو تو ایسی

Maktaba Tul Ishaat. com

صورت اس کے مقابل کے حق میں ووٹ کا استعمال کرنا واجب ہے، البتہ اگر نامزد افراد میں کوئی بھی اہل نہ ہو تو اپنی رائے کو محفوظ رکھنا یعنی ووٹ نہ ڈالنا بھی جائز ہے۔ کذا فی امداد المفتیین: (۲/۴۳۷، طبع دار الاشاعت)

ولما فی قوله تعالی:(سورة البقرة،أیت۲۸۲) ولا یأب الشهداء اذا ما دعوا ...... الأیة.

ولما فی قوله تعالی:(سورة البقرة،أیت۲۸۳)

ولا تکتموا الشهادة ومن یکتمها فانه اٰثم قلبه ...... الأیة.

ولما فی احکام القرآن للتهانوی:(۱/۴۲۰-۴۲۱،طبع ادارة القرآن)

وانما یلزم الشاهد اثبات الشهادة ابتداء واقامتها علی طریق الایجاب اذا لم یجد من یشهد غیره وهو فرض علی الکفایة ...... متی قام به البعض سقط عن الباقین.

ولما فی فقه السنة:(۳/۳۲۶،طبع دار الکتب پشاور)

وانما تجب متی قدر علی ادائها بلا ضرر یلحقه فی بدنه اوعرضه اوماله اواهله لقوله تعالی: ولا یضار کاتب ولا شهید، ومتی کثر الشهود ولم یخش علی الحق أن یضیع کانت الشهادة فی هذه الحالة مندوبة ان تخلف عنها لغیر عذر لم یأثم.

ولما فی احکام القرآن للجصاص:(۱/۴۲۹،طبع قدیمی)

فنهی الله تعالی الشاهد بهذه الأیات عن کتمان الشهادة التی ترکها یودی الی تضییع الحقوق.

(۴) اگر کسی شخص کو اس بات کا اندیشہ ہو کہ اس کے انتخابات میں حصہ نہ لینے کی صورت میں فاسق وفاجر مسلط ہوگا جو لوگوں کے حقوق کو ضائع کرے گا تو امیدوار کے لئے جائز ہے کہ وہ انتخابات میں خود حصہ لے بشرطیکہ اسکی نیت یہ ہو کہ پارلیمنٹ میں جا کر عدل وانصاف کو قائم کرے گا، البتہ اگر نیت دنیاوی عہدہ یا منصب حاصل کرنے کی ہو یا مال جمع کرنا مقصود ہو تو اس نیت سے حصہ لینا حرام ہے۔

لما فی تکملة فتح الملهم:(۳/۹۵-۲۹۳،طبع دار العلوم کراچی)

ومن اجل هذه الدلائل اختار اکثر الفقهاء التفصیل فان کان الطالب غیر اهل لذلک المنصب من الامامة والقضاء فان طلبه محظور مطلقا، کذلک اذا کان الطلب لحب المال والرئاسة والشرف فانه منهی عنه علی الاطلاق، واما اذا کان للاصلاح بین الناس واقامة العدل فلیس بمنهی عنه ...... فتبین بهذا ان ما یفعله الناس الیوم فی الانتخابات الدیمقراطیة من ترشیح انفسهم لشتی المناصب ودعوة الناس فی حقهم لیس من الاسلام فی شئی، لان المقصود بذلک فی الغالب هو طلب المنصب والرئاسة والشرف.

Scanned with CamScanner

ولما فی اعلاء السنن:(۲۸/۱۵،طبع دار الکتب بیروت)

ولا یبعد ان یقال ان طلب الامارة والحکومة لحب المال والرئاسة والشرف منھی عنه مطلقا سواء کان بالقلب وحده او باللسان ایضا لکونه من ناحیة الدنیا لا الدین واما طلبها لا من حیث الامارة بل لارادة الاصلاح بین الناس واقامة العدل فیهم والقضاء بالحق لما فی العدل من الاجر الجزیل فلیس بمنهی عنه.

(۵) الیکشن کے دوران جو رقم تقسیم کی جاتی ہے اس میں قدرے تفصیل ہے اگر انفرادی طور پر کسی علاقے کے سردار یا عام لوگوں کو اس غرض سے رقم دی جارہی ہو کہ وہ ووٹ اس کے حق میں استعمال کریں تو لینا دینا دونوں حرام اور رشوت ہیں، اسی طرح اگر رقم اجتماعی کاموں کے لئے اسی نیت سے دی جارہی ہو تو دینے والے کو تو اسکا ثواب نہیں ملے گا۔

البتہ اس رقم کو وصول کرنا جائز ہے بشرطیکہ ووٹ اہلیت رکھنے والے شخص کو دیا جائے کیونکہ اس کو نا اہل سمجھنے کے باوجود محض رقم کے بدلے میں ووٹ دینا رشوت ہوگا جو جائز نہیں ہے، ایک صورت یہ بھی ہوسکتی ہے کہ رقم اجتماعی رفاعی کاموں کے لئے خالص اللہ کی رضا کیلئے صرف کی جارہی ہو اور ووٹ لینا مقصود نہ ہو تو ایسی صورت میں اسکا یہ عمل بلا شبہ جائز ہے۔کذافی امداد المفتیین: (۲/۷۴۲-۷۴۳،طبع دار الاشاعت)

لما فی فقه السنة:(۳/۳۲۶،طبع دار الکتب پشاور)

ومتی تعینت فانه یحرم اخذ الاجرة علیها الا اذا تاذی بالمشی فله اجر مایرکبه.

الجواب صحیح:عبد الرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب:الحکیم کشمیری عفا اللہ عنہ

۱۶محرم الحرام ۱۴۲۹ھ — فتوی نمبر:۱۴۲۲

﴿دلال کا دھوکہ دے کر کمیشن حاصل کرنا بڑا گناہ ہے﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص جو دلال ہے ایسے شخص کو جو زبان سے واقفیت نہیں رکھتا تاجر کے پاس لے کر جاتا ہے اور تاجر سے کہتا ہے کہ اس کو فلاں چیز جو 90 روپے کی ہے 100 روپے کی فروخت کرو 10 روپے میرا کمیشن ہوگا، پوچھنا یہ ہے کہ اسکا یہ عمل جائز ہے یا ناجائز؟

مستفتی:محمد رسول تاجکستانی

﴿جواب﴾ مذکورہ صورت میں دلال کا یہ عمل جھوٹ اور دھوکہ ہے، دین اسلام میں دھوکہ

Maktaba Tul Ishaat. com

دینا یا جھوٹ بولنا حرام اور سخت گناہ ہے، دھوکہ سے کمایا ہوا مال اصل مالک کو واپس کر دینا ضروری ہے، اس کے بغیر توبہ کی کوئی صورت نہیں ہو سکتی۔

لمافی قوله تعالی:(سورة النساء،ایت ۲۹)﴿یاایها الذین امنوالاتاکلواموالکم بینکم بالباطل﴾

ولمافی سنن ابی داود:(۲/۱۴۸،طبع رحمانیه)

عبدالله بن عمرو قال:لعن رسول اللهﷺ الراشی والمرتشی کلاهما.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب: عبدالحکیم کشمیری عفا اللہ عنہ

۲۰ ربیع الاول ۱۴۲۹ھ — فتویٰ نمبر: ۱۲۲۹

﴿ کمپنی کا گاڑی انشورنس کروا کر ملازم کو شرائط لگا کر دینا جائز نہیں ﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام کہ ہماری کمپنی بعض ملازمین کو بینک سے گاڑی انشورنس پر لیکر دیتی ہے اور گاڑی کی قیمت کا پچاس فیصد کمپنی ادا کر کے باقی پچاس فیصد ملازم کی تنخواہ سے کاٹتی ہے جو تین سال کی مدت میں ملازم سے وصول کئے جاتے ہیں، اسی طرح کمپنی ملازم کے لئے یہ شرط بھی لگاتی ہے کہ اگر اس نے تین سال سے پہلے ملازمت چھوڑ دی تو کمپنی گاڑی کو ضبط کرنے کے ساتھ ملازم کی ادا کی ہوئی قسطیں بھی واپس نہیں کرے گی۔

نیز اس مدت کے دوران اگر گاڑی جل جائے تو انشورنس کی رقم ملازم اور کمپنی کے درمیان نصف نصف تقسیم ہوتی ہے، پوچھنا یہ ہے کہ ان شرائط کے ساتھ ملازم کا کمپنی سے گاڑی وصول کرنا جائز ہے یا نہیں؟ نیز ان شرائط میں سے کون سی شرائط جائز ہیں اور کون سی ناجائز؟

﴿جواب﴾ اگر کمپنی اور ملازم کے درمیان سوال میں ذکر کردہ شرائط کے مطابق معاہدہ طے پاتا ہے تو یہ معاہدہ شرعاً جائز نہیں ہے، اس لئے کہ یہ معاملہ بعض ایسی شرائط پر مشتمل ہے جس کی شریعت مطہرہ میں کوئی گنجائش نہیں ہے۔

مثلاً تین سال کی مدت پوری کرنا اور اس سے پہلے ملازمت چھوڑنے کی صورت میں ملازم کی ادا کی ہوئی قسطوں کو ضبط کرنے کے ساتھ گاڑی کو بھی واپس نہ کرنا یہ سب ایسی شرائط ہیں جن کی وجہ سے یہ معاملہ ناجائز ہو جاتا ہے، لہذا کمپنی اس معاملہ میں اس قسم کی تمام شرائط کو ختم کر دے اور ملازم گاڑی چوری ہونے کی صورت میں انشورنس کی رقم بھی نہ لے، اس لئے کہ انشورنس سود

اور جوئے پر مشتمل ہے اور اس سے حاصل ہونے والی رقم حرام ہے جس سے بچنا ضروری ہے۔

کمپنی کے ذمہ داروں کو چاہیئے کہ وہ انشورنس نہ کروائیں، نیز ملازم کے ساتھ معاملہ کی ایک جائز صورت یہ بھی ہوسکتی ہے کہ گاڑی ملازم کو کرائے پر دیدیں اور تین سال پورے ہونے کے بعد اسے گاڑی کا مالک بنائیں، ایسی صورت میں تین سال کی مدت سے پہلے ملازمت چھوڑنے کی وجہ سے کمپنی گاڑی ضبط کرنا چاہے تو کرسکتی ہے اور ضبط کرنے کی صورت میں وصول شدہ رقم بھی ملازم کو واپس کرنا ضروری نہ ہوگا بشرطیکہ صرف کرایہ ہی وصول کیا ہو۔

لمافی قوله تعالى:(سورة النساء،آيت۲۹)

يا ايها الذين آمنوا لاتاكلوا اموالكم بينكم بالباطل.....الأية.

ولمافی قوله تعالى:(سورة البقرة،آيت۲۷۸)

يا ايها الذين آمنوا اتقوا الله وذروا مابقي من الربوا.....الأية.

ولمافی قوله تعالى:(سورة المائدة،آيت۹)

انما الخمر والميسر والانصاب والازلام رجس من عمل الشيطن فاجتنبوه لعلكم تفلحون.....الأية.

ولمافی روح المعاني:(۲/۱۱۴-۱۵،طبع رشيديه)

وفي حكم ذلك جميع انواع القمار.....وعن ابن سيرين كل شئي فيه خطر فهو من الميسر.....ان فيه أكل الاموال بالباطل وانه يدعوا كثيرا من المقامرين الى السرقة، وتلف النفس، واضاعة العيال، وارتكاب الامور القبيحة، والرزائل الشنيعة، والعداوة الكامنة والظاهرة، وهذا امر مشاهد لاينكره الامن اعماه الله تعالى واصماه.

ولمافی احكام القرآن للجصاص:(۱/۳۵۰،طبع قديمي)

ولاخلاف بين اهل العلم في تحريم القمار وان المخاطرة من القمار، وقال ابن عباس ان المخاطرة قمار، وان اهل الجاهلية كانوا يخاطرون على المال والزوجة، وقد كان ذلك مباحا الى أن ورد تحريمه، وقد خاطر ابوبكر الصديق المشركين حين نزلت "الم غلبت الروم" وقال له النبي: زد في الخطر وابعد في الاجل ثم خطر ذلك ونسخ بتحريم القمار.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ | واللہ اعلم بالصواب: عبدالحکیم کشمیری عفا اللہ عنہ

۲۳ ربیع الاول ۱۴۲۹ھ | فتویٰ نمبر: ۱۲۲۵

﴿چوری کی بجلی استعمال کرنا حرام ہے﴾

﴿سوال﴾ (۱) کیا فرماتے ہیں علماء کرام کہ بعض لوگ اپنے گھروں کی بجلی کے میٹر روک،

Maktaba Tul Ishaat. com

لیتے ہیں یا خراب کر دیتے ہیں یا اس کی رفتار کم کر دیتے ہیں، اسی طرح بعض لوگ بجلی کے کھمبے سے کنڈا لگا کر چوری کی بجلی استعمال کرتے ہیں، پوچھنا یہ ہے کہ شرعاً ان کا یہ عمل کیسا ہے؟۔

(۲) اسی طرح بعض علاقوں میں بجلی والے میٹر چیک کرنے کے لئے نہیں جاتے اور اپنے دفاتر سے بل بنا کر بھیج دیتے ہیں چاہے بجلی کم استعمال ہو وہ لوگ مقررہ بل ضرور وصول کرتے ہیں، ایسی صورت میں اگر کوئی ایسا طریقہ اختیار کرے جس سے زائد بل کی ادائیگی سے بچ جائے تو کیا شرعاً اس کی گنجائش ہے یا نہیں؟

مستفتی عبدالکریم صاحب

﴿جواب﴾ (۱) واضح رہے کہ حکومت بجلی گیس اور پانی وغیرہ کے بلوں اور دیگر جائز ٹیکسوں کی شکل میں جو رقم عوام سے وصول کرتی ہے وہ قومی خزانے میں جمع کی جاتی ہے اور ملک کے تمام باشندوں کے حقوق اس رقم سے متعلق ہوتے ہیں اگر بعض لوگ اس رقم کی ادائیگی میں کوتاہی کریں تو اس سے محکمہ کو خسارہ ہوگا۔ لہذا میٹر بند کرنا یا اس کی رفتار کم کرنا یا چوری کی بجلی استعمال کرنا چوری ہونے کیوجہ سے حرام ہے۔ جس کی تلافی کا سوائے اس کے کوئی اور راستہ نہیں ہے کہ جتنی رقم کسی کے ذمہ محکمہ کی باقی ہو حساب کر کے اتنی رقم اس محکمہ میں جمع کروادی جائے۔

(۲) آج کل دیگر محکموں کی طرح بجلی کے محکمہ میں بھی بعض لوگ اپنی ڈیوٹی ایمانداری سے سرانجام نہیں دیتے اور بسا اوقات صارفین پر غیر قانونی بوجھ ڈال دیتے ہیں۔ خصوصاً دور دراز علاقوں کے پسماندہ لوگ اس ظلم کا شکار ہوتے ہیں بجلی کے ملازمین اپنے دفاتر سے ان کے لئے بل بنا کر بھیجتے ہیں ان کا یہ عمل سراسر ظلم اور ناانصافی ہے جو کہ شرعاً حرام ہے کسی علاقے میں ایسی صورت حال ہو تو علاقہ کے لوگ زائد بل کی ادائیگی سے بچنے کے لئے کوئی طریقہ اختیار کرنا چاہیں تو اس کی گنجائش ہے لیکن اس میں انتہائی احتیاط ضروری ہے تاکہ اجتماعی قومی مال میں خیانت لازم نہ آئے۔

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب: عبدالحکیم کشمیری عفا اللہ عنہ

۳ شعبان ۱۴۲۹ھ — فتویٰ نمبر: ۱۷۴۵

﴿چور کے قبضہ سے لی ہوئی ان چیزوں کا حکم جن کے مالکوں کا علم نہ ہو﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس بارے میں کہ ہمارے محلے کی مسجد میں عصر کی

Scanned with CamScanner

نماز کے وقت ایک چور چپل چراتے پکڑا گیا، اس چور کے قبضہ میں جس قدر چپل تھیں وہ ساری اہل محلہ نے اس سے لے لیں اور جن جن احباب کی جو جو چپل تھی انہوں نے اپنی اپنی چپل لے لی، اب کچھ جوڑے چپل اہل محلہ میں سے کسی کے نہیں ہیں بہت پوچھ گچھ کی لیکن ان چپلوں کا کوئی مالک نہ مل سکا، اب ان چپلوں کا کیا حکم ہے؟

مستفتی: وحید الرحمٰن صاحب

﴿جواب﴾ بیان کردہ صورت میں جب بہت معلوم کرنے کے باوجود ان چپلوں کا مالک نہ مل سکا تو شرعاً ایسی چیز کو لقطہ کا حکم دیا جاتا ہے، لہٰذا اصل مالکان کی طرف سے فقراء پر صدقہ کردی جائے۔

لمافی الشامی: (۲/۲۸۳، طبع سعید)

(قوله كمن في يده عروض لايعلم مستحقيها) يشمل مااذاكانت لقطة علم حكمها وان كانت غيرها فالظاهر وجوب التصدق باعيانها ايضاً (قوله سقط عنه المطالبة) كانه و الله تعالى اعلم لانه بمنزلة المال الضائع والفقراء مصرفه عندجهل اربابه.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ　　واللہ اعلم بالصواب: محمد طیب حسن زئی

۳۰ جمادی الاولیٰ ۱۴۳۰ھ　　فتویٰ نمبر: ۲۱۹۰

﴿کمپنی کی طرف سے ملازم کا جبری طور پر انشورنس کرنا﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص نے دبئی کی ایک کمپنی میں ملازمت اختیار کی کمپنی نے ویزے کی رقم کے ساتھ جبری طور پر زائد رقم وصول کر کے از خود اس کا لائف انشورنس کروالیا، بعد میں اس شخص کا دبئی میں انتقال ہوگیا کمپنی نے انشورنس کی رقم وصول کر کے ورثا کے لئے بھیجی ہے، پوچھنا یہ ہے کہ ورثا کے لئے اس رقم کا لینا جائز ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾ مذکورہ صورت میں وہ شخص جس کمپنی کا ملازم تھا انشورنس کا معاملہ اس کے اور انشورنس کمپنی کے درمیان ہوا ہے اور پریمیم یعنی قسطوں کی شکل میں جو رقم کمپنی نے ادا کی ہے مذکورہ شخص سے جبراً وصول کی گئی ہے، لہٰذا کمپنی کی طرف سے جو رقم آئی ہے ورثا کے لئے اس رقم کو لینے کی گنجائش ہے۔

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ　　واللہ اعلم بالصواب: عبدالحکیم کشمیری عفا اللہ عنہ

۲۰ جمادی الاولیٰ ۱۴۲۹ھ　　فتویٰ نمبر: ۱۵۳۸

Scanned with CamScanner

Maktaba Tul Ishaat. com

﴿روزانہ سات عجوہ کھجوریں کھانے کے فوائد﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ آیا یہ بات حدیث سے ثابت ہے کہ جو شخص سات عجوہ کھجوریں کھائے گا تو اس پر جادو اثر نہیں کرے گا؟ اگر واقعی یہ بات حدیث سے ثابت ہے تو برائے مہربانی حدیث کے الفاظ لکھیں اور کتاب کا نام بھی بتائیں۔

﴿جواب﴾ یہ حدیث مبارک صحیح بخاری شریف میں موجود ہے جس کا ترجمہ یہ ہے کہ جو شخص ہر صبح سات عجوہ کھجوریں کھالیں تو اس دن کوئی زہر اور جادو اسکو نقصان نہیں پہنچا سکتا۔

حدیث مبارک کے الفاظ مندرجہ ذیل ہیں:

صحیح البخاری:(۸۱/۲،۲باب الدواء بالعجوة للسحر، طبع رحمانیه)

قال عامر بن سعيدعن ابيه قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من تصبح كل يوم سبع تمرات عجوةلم يضره فى ذلك اليوم سم ولاسحر

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفااللہ عنہ　　　واللہ اعلم بالصواب: اسلام بادشاہ ہمیشی

۸ ربیع الثانی ۱۴۳۰ھ　　　فتویٰ نمبر: ۲۱۵۴

﴿بھیمۃ موطوءۃ غیر متعینۃ کا حکم﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص کی دو بکریاں ہیں، ان میں سے ایک کے ساتھ کسی شخص نے بدفعلی کی اور بھاگ گیا، اب پتہ نہیں چل رہا کہ وہ دونوں میں سے کون سی بکری تھی، ان بکریوں کا اب کیا حکم ہے؟ واضح رہے کہ اس بات کا علم صرف ایک دو افراد کو ہے۔

مستفتی: قاری عبدالستار صاحب

﴿جواب﴾ حدیث پاک میں ایسے جانور کو ذبح کرنے اور جلانے کا حکم آیا ہے لیکن فقہاء کرام نے اس کی علت یہ بتائی ہے کہ اس سے کوئی دوسرا فساد پیدا نہ ہو، فی نفسہ جانور کو ذبح کرنا اور جلانا واجب نہیں ہے۔ مذکورہ صورت میں چونکہ یہ بات اب تک پوشیدہ ہے اس کا تذکرہ نہیں کرنا چاہیئے اور جانور بھی یقینی طور پر متعین نہیں ہے، اسلئے کسی ایک بکری کو بھی ذبح کرنے اور جلانے کا حکم نہیں ہے۔

لمافی الهداية:(۵۰۸/۲،طبع رحمانیه)

ومن وطئ بهيمة:فلاحدعليه..... والذى يروى انه تذبح البهيمة وتحرق فلذلك لقطع

Scanned with CamScanner

التحدث به وليس بواجب.

ولمافي فتح القدير:(٥/٢٥٢،طبع رشيديه)

والذي يروى انه تذبح البهيمة وتحرق فذلك لتطع امتداد التحدث به كلمار ونيت فيتأذى الناعل به وليس براجب.

ولمافي الكفاية:(٥/٥٣،طبع رشيديه)

(والذي يروى انه تذبح البهيمة) روى عن علي ابن ابي طالب رضي الله تعالىٰ عنه انه اتى برجل اتى بهيمة فامر بالبهيمه فذبحت احرقت بالنار وهذاليس بواجب عندنا وتاويله انه فعل كذلك كي لايعير الرجل بهااذاكانت البهيمة باقية كذافي المبسوط.

ولمافي الشامي:(٢/٢٦،طبع سعيد)

(قوله وتذبح ثم تحرق)اى لتطع امتداد التحدث به كلمارؤيت وليس بواجب كمافي الهداية وغيرها.

الجواب صحیح:عبدالرحمٰن عفااللہ عنہ   واللہ اعلم بالصواب: محمد کاشف عزیز غفرلہ ولوالدیہ

۲۷ ذی الحجہ ۱۴۲۹ھ   فتویٰ نمبر: ۱۸۰۳

﴿بجلی کے میٹر کو اندازے سے آہستہ کرنے یا کروانے کا حکم﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام درج ذیل مسئلہ کے بارے میں کہ میں الیکٹریشن کا کام کرتا ہوں، لوگ مجھے کہتے ہیں کہ واپڈا والوں نے ظلم شروع کیا ہے اور پرانے میٹر کی جگہ نئے میٹر لگا دیئے ہیں، پرانے میٹر کی رفتار آہستہ تھی اور نئے میٹر کی رفتار بہت تیز ہے اور قیمت بھی 50 گنا زیادہ کردی ہے، ایسی صورت میں میں میٹر کی رفتار آہستہ کرسکتا ہوں یا نہیں؟

نیز ایک آدمی جو تنخواہ دار ہو یا اس کی آمدنی بہت محدود ہو وہ بجلی تو استعمال کرے گا ہی مگر بل اس کی استطاعت سے بڑھ کر آتا ہے وہ پریشان ہو جاتا ہے اور اسکی دیگر ضروریات میں حرج ہوتا ہے تو وہ اپنا میٹر آہستہ کرواسکتا ہے یا نہیں؟   مستفتی: اسرار احمد الیکٹریشن دہلی کالونی

﴿جواب﴾ بلاشبہ واپڈا محکمہ کی بدنظمی، لوگوں پر ظلم وغیرہ سے ہر خاص وعام پریشان ہے اس محکمہ کے ذمہ دار افسران کو عند اللہ اس کا حساب دینا ہوگا بعض اوقات تو حق سے زیادہ بل جاری کردیتے ہیں، ایک عام آدمی اسکی ادائیگی پر مجبور ہوتا ہے، ایسی صورت میں محتاط اندازے سے کسی درجہ میں اپنا حق وصول کرنے کی گنجائش بھی ہے۔

لیکن میٹر کی رفتار کم کرکے اصل معیار پر لانے کے لئے کسی بھی الیکٹریشن کے پاس وہ

Maktaba Tul Ishaat. com

آلات نہیں ہیں جو اس کے لئے درکار ہوتے ہیں اور اندازے سے کم زیادہ کرنا جائز نہیں ہے، نیز قانون کی خلاف ورزی بھی ہے، اس لئے ایسے کام سے بچنا ضروری ہے جس میں قانونی گرفت کے علاوہ عنداللہ مؤاخذہ کا بھی اندیشہ ہو۔

واللہ اعلم بالصواب: محمد کاشف عزیز — الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ

فتویٰ نمبر: ۱۹۱۹ — ۲۲ صفر الخیر ۱۴۳۰ھ

﴿غار حرا میں حضور علیہ السلام کی عبادت﴾

﴿سوال﴾ نبوت سے قبل حضور پاک علیہ السلام غار حرا میں اللہ تعالیٰ کی عبادت کے لئے تشریف لے جاتے تھے اور کافی وقت وہاں گزارتے تھے اس وقت جبکہ نماز کا تصور موجود نہ تھا تو آنحضرت علیہ السلام کی عبادت کس شکل میں ہوتی تھی، وہ اللہ کی بزرگی اور کبریائی کن الفاظ میں بیان فرماتے تھے؟ مستفتی: کامران کراچی

﴿جواب﴾ نبوت سے قبل آنحضرت علیہ السلام غار حرا میں عبادت فرماتے تھے لیکن آپ علیہ السلام کی عبادت کی تفصیل کے بارے میں کوئی صراحت نہیں ملی، البتہ بعض علماء نے فرمایا ہے کہ عبادت نفس خلوت کی صورت میں تھی، کیونکہ اس سے قوم اور انکی مشرکانہ خرافات سے اجتناب ہو جاتا تھا اور بعض حضرات فرماتے ہیں کہ آپ علیہ السلام نبوت سے قبل حضرت ابراھیم علیہ السلام کی شریعت پر تھے، اس لئے کہ نبوت سے قبل آپ علیہ السلام حج اور طواف فرماتے تھے۔

یہ خلوت اور گوشہ نشینی بھی حضرت ابراھیم علیہ السلام کی شریعت میں سے تھی اور بعض حضرات فرماتے ہیں کہ آپ علیہ السلام کی عبادت تفکر ہوا کرتی تھی یعنی آپ علیہ السلام کائنات اور مصنوعات الٰہیہ میں غور و فکر فرماتے تھے، البتہ نبوت سے قبل آپ علیہ السلام جن صفات کے حامل تھے ان صفات کا ذکر آتا ہے کہ آپ علیہ السلام صلہ رحمی کرتے اور ضعیفوں کا بوجھ اٹھاتے اور محتاجوں کو کما کر دیتے اور مہمان نوازی کرتے اور حق بجانب امور میں کمزوروں کی مدد فرماتے۔

لما فی فتح الملہم: (۲/۳۱۲-۳۱۳، طبع دار العلوم کراچی)

ولم یأت التصریح بصفة تعبده...... وجاء عن بعض المشایخ انه کان یتعبد بالتفکر و یحتمل ان تکون عائشة اطلقت علی الخلوة بمجردها تعبدا، فان الانعزال عن الناس و لا سیما من کان علی باطل من جملة العبادة...... الثالث ابراهیم ذهب الیه جماعة واستدلوا بقوله

Scanned with CamScanner

تعالى (أن اتبع ملة ابراهيم حنيفا) ـــ ولا يخفى قوة الثالث ولا سيما مع مانقل من ملازمته للحج والطواف ونحو ذالك مما بقي عندهم من شريعة ابراهيم

ولمافي صحيح البخاري: (۱/ ۳، طبع قديمي)

انك لتصل الرحم وتحمل الكل وتكسب المعدوم وتقري الضيف وتعين على نوائب الحق.

الجواب صحیح: عبد الرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب: محمد طیب حسن زئی

۱۲ صفر ۱۴۳۰ھ — فتویٰ نمبر: ۱۸۹۸

﴿شدید ضرورت کے علاوہ عورتوں کا مرد ڈاکٹر سے علاج کرانا جائز نہیں﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے علاقہ میں صرف ایک ہی ڈاکٹر ہے جس سے ہمارے اور ہمارے آس پاس کے تقریبا تمام گاؤں والے علاج کراتے ہیں، بعض اوقات ایسی بیماری کا علاج بھی کرانا پڑتا ہے جو کہ موضع ستر میں ہوتی ہے حتی کہ گاؤں کی عورتیں بھی اسی سے علاج کراتی ہیں، آپ حضرات سے یہ پوچھنا ہے کہ اگر عورتوں کو کوئی بیماری لاحق ہو جائے تو شریعت کی رو سے مرد ڈاکٹر سے انکا علاج کرانا صحیح ہے؟

﴿جواب﴾ مذکورہ صورت میں مردوں کا اس ڈاکٹر سے علاج کرانا صحیح ہے، البتہ عورتوں کا علاج مرد ڈاکٹر سے ضرورت شدیدہ کے علاوہ کرانا جائز نہیں ہے بلکہ ضروری ہے کہ کسی عورت کو طریقۂ علاج سکھایا جائے تاکہ وہ عورتوں کا علاج کرتی رہے، نہیں تو کسی دور علاقہ میں عورت معالجہ کے پاس محرم کے ساتھ جایا کرے۔

لمافي التنوير مع الدر: (۶/ ۳۷۰-۳۷۱، طبع سعيد)

(ينظر) الطبيب (الى موضع مرضها بقدر الضرورة) اذ الضرورات تتقدر بقدرها وكذا نظر قابلة وختان وينبغي أن يعلم امرأة تداويها لأن نظر الجنس الى الجنس أخف.

وفي الشامية: وقيل: ان الختان ليس بضرورة، لأنه يمكن أن يتزوج امرأة أو يشتري أمة تختنه ان لم يمكنه أن يختن نفسه كما سيأتي وذكر في الهداية الخافضة أيضا لأن الختان سنة للرجال من جملة الفطرة لا يمكن تركها وهي مكرمة في حق النساء أيضا كما في الكفاية ـــ (قوله وينبغي الخ) كذا أطلقه في الهداية والخانية وقال في الجوهرة: اذا كان المرض في سائر بدنها غير الفرج يجوز النظر اليه عند الدواء، لأنه موضع ضرورة، وان كان في موضع الفرج، فينبغي أن يعلم امرأة تداويها فان لم توجد وخافوا عليها أن تهلك أو يصيبها وجع لا تحتمله يستروا منها كل شيء الا موضع العلة ثم يداويها الرجل ويغض بصره ما استطاع الا عن موضع الجرح اهـ.

Maktaba Tul Ishaat. com

فتأمل، والظاهر أن ينبغي هنا للوجوب.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب: مزمل شاہ

۳؍رجب ۱۴۳۰ھ — فتویٰ نمبر: ۲۳۷۷

﴿نوٹ پاک کرنے کا طریقہ﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام کہ اگر کسی نوٹ پر مثلاً ہزار یا پانچ ہزار کے نوٹ پر نجاست لگ جائے اور قدر درہم سے زیادہ ہو تو (۱) اگر نجاست ذو جرم ہو اور نوٹ میں جذب نہ ہوئی ہو (۲) نجاست نظر آنے والی ہو اور کچھ جذب بھی ہوگئی ہو (۳) نجاست نظر آرہی ہو مثلاً پیشاب وغیرہ اور وہ نوٹ میں جذب ہو کر خشک ہوگئی ہو۔

ان تمام صورتوں میں نوٹ کو پاک کرنا ضروری ہے یا نہیں؟ کیونکہ اگر اس کو دھویا جائے تو نوٹ خراب ہونے کا اندیشہ ہے اگر نہ دھوئیں تو یہ جس کی بھی جیب میں ہوگا، اس کی نماز خراب ہوجائیگی؟ اس صورت میں اس کو کس طرح پاک کیا جائے؟ مستفتی: فیاض احمد

﴿جواب﴾ نجاست لگے ہوئے نوٹ کو صاف کرنا ضروری ہے، ذی جرم نجاست میں بھی تری ہوتی ہے، ورنہ تو نوٹ کو کیسے لگتی ہے؟

نوٹ صاف کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ پہلے ظاہری نجاست کسی نرم چیز سے مثلاً ٹیشو پیپر کے ذریعے دور کریں، پھر اس پر کئی بار پانی ڈالتے رہیں یہاں تک کہ نجاست کا اثر زائل ہوجائے اس سے نوٹ خراب نہیں ہوتا، البتہ رگڑنے سے نوٹ خراب ہوگا لیکن رگڑنا کوئی ضروری نہیں ہے اور مٹی کے تیل سے بھی نوٹ صاف کرایا جاسکتا ہے، آپ کو نوٹ خراب ہونے کا اندیشہ ہے اور ہمیں خراب نہ ہونے کا مشاہدہ ہے، لہذا آپ کے اندیشہ کا اعتبار نہیں ہے۔

لما في التنوير مع الدر: (۱/۳۲۸، طبع سعید)

(وكذا يطهر محل نجاسة) اما عينها فلا تقبل الطهارة (مرئية) بعد جفاف كدم (بقلعها) اى بزوال عينها وأثرها ولو بمرة او بما فوق ثلاث في الاصح.

وفي الشامية: (قوله بقلعها) فيه ايماء الى عدم اشتراط العصر، وهو الصحيح على ما يعلم من كلام الزيلعي..... (قوله ولو بمرة) اى اذا زال عين النجاسة بمرة واحدة تطهر، سواء كانت تلك الغسلة الواحدة في ماء جار او راكد كثيرا او بالصب او في اجانة، أما الثلاثة الاول فظاهر، واما الاجانة فلتصريح صاحب الدرر حيث قال: غسل المرئية عن

Scanned with CamScanner

الثوب فی اجانة حتی زالت طهراه.

ولمافی الشامی:(۱/۳۳۳-۳۳۲،طبع سعید)

(قوله مما يتشرب النجاسة الخ)حاصله كمافي البدائع أن المتنجس اماان لايتشرب فيه اجزاء النجاسة أصلاكالأواني المتخذة من الحجروالنحاس والخزف العتيق ،او يتشرب فيه قليلاكالبدن والجف والنعل اويتشرب كثيرا،ففي الاول طهارته بزوال عين النجاسة المرئية......واما في الثالث ،فان كان ممايمكن عصره كالثياب فطهارته بالغسل والعصر الى زوال المرئية وفي غيرها بتثليثهما،وان كان ممالاينعصر كالحصير المتخذ من البردى ونحوه ان علم انه لم يتشرب فيه بل أصاب ظاهره يطهر بازالة العين أوبالغسل ثلاثابلاعصر.

أقول:لكن قدعلمت ان المعتبر في تطهير النجاسة المرئية زوال عينها ولوبغسلة واحدة ولوفي أجانة كمامر،فلايشترط فيهاتثليث غسل ولا عصر،وأن المعتبر غلبة الظن في تطهير غير المرئية بلاعدد على المفتى به أومع شرط التثليث على مامر.

الجواب صحیح:عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ　　　واللہ اعلم بالصواب: نثار محمود ربانی عفا اللہ عنہ

۱۴ رجب ۱۴۳۰ھ　　　فتویٰ نمبر:۲۲۷۱

﴿موبائل میسج کے ذریعہ آیات قرآنیہ، احادیث، اقوال زرّیں وغیرہ بھیجنا﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام ان چند مسائل کے متعلق کہ آجکل عام طور پر لوگ موبائل کے ذریعہ ایک دوسرے کو آیات قرآنیہ، احادیث، اذکار، اقوال زرّیں، اصلاحی باتیں وغیرہ بھیجتے ہیں کیا یہ جائز ہے؟ جبکہ ٹی وی پر ایک مولوی صاحب نے اسکو ناجائز کہا ہے کہ یہ دین کا مذاق اڑانا ہے اور کیا آیات قرآنیہ کو بغیر وضوء کے میسج میں لکھنا جائز ہے؟ اسی طرح موبائل کی اسکرین پر بغیر وضوء کے ہاتھ رکھنے کا جبکہ اسمیں آیات قرآنیہ نظر آرہی ہوں کیا حکم ہے؟ نیز میسج کے ذریعہ اپریل فول منانا کیسا ہے؟

مستفتی: محمد یوسف صاحب راولپنڈی

﴿جواب﴾ سوال میں مذکورہ تمام امور (سوائے اپریل فول منانے کے) فی نفسہ جائز ہیں بلکہ اگر اصلاح کی نیت سے ہوں تو اجر بھی ملے گا، البتہ قرآنی آیات واحادیث کے میسج کرنے میں مخاطب کی طلب کا لحاظ رکھا جائے کہ ان کے دل میں قرآن وحدیث کی وقعت ہے یا نہیں؟ اگر ہے تو میسج کرنے میں کوئی حرج نہیں قرآنی آیات واحادیث کو محاورے اور مذاق کے طور پر استعمال کرنا بڑا خطرناک ہے، نیز بغیر تحقیق کے حدیث کا حوالہ دینا بھی ناجائز ہے۔

Scanned with CamScanner

Maktaba Tul Ishaat. com

قرآنی آیات کو بغیر وضوء کے میسج کرنا یا سکرین پر آیات ہوتے ہوئے اس کو چھونا اگر چہ جائز ہے لیکن زیادہ ادب اور احتیاط کا تقاضا یہ ہے کہ ہاتھ نہ لگائے۔

اپریل فول منانا موبائل کے ذریعہ ہو یا بغیر میسج کے انتہائی گھٹیا حرکت اور حرام ہے فول کا مطلب بیوقوف بنانا یہ نصاریٰ کی رسم ہے مسلمانوں کو اس سے اجتناب لازم ہے، یہ کوئی عقلمندی نہیں کہ جھوٹ بول کر دوسرے کو بیوقوف بنانے کی کوشش کر کے اس کو پریشان کرنے کو باعث فخر سمجھا جائے اور خود اپنے لئے بھی سوائے جہنم کے ٹھکانے کے کچھ حاصل نہ ہو۔

ولمافی سنن ابی داؤد:(۲/۳۳۷،طبع رحمانیه)

عن سفیان بن اسید الحضرمیؓ قال:سمعت رسول اللہ ﷺ یقول:کبرت خیانۃ ان تحدث اخاک حدیثاً ھولک به مصدق وانت له به کاذب.

ولمافی سنن ابی داؤد:(۲/۳۲۱-۳۲۰،طبع رحمانیه)

عن بهز بن حکیم قال حدثنی ابی عن ابیه قال سمعت رسول اللہ ﷺ یقول ویل للذی یحدث فیکذب لیضحک به القوم ویل له ویل له۔۔۔عن ابی ہریرۃؓ ان النبی ﷺ قال:کفی بالمرأ اثماان یحدث بکل ماسمع.

ولمافی مشکوٰۃ المصابیح:(۲/۳۷۵،کتاب اللباس،طبع سعید)

عن ابن عمرؓ قال:قال رسول اللہ ﷺ:من تشبه بقوم فهو منهم.(رواه احمد وأبوداؤد)

ولمافی التنویرمع الدر:(۱/۱۷۵،طبع سعید)

(و)لاتکره(کتابة قرآن والصحیفة اواللوح علی الارض عندالثانی)خلافاًلمحمدؒ

وفی الشامیة:(قوله خلافاًلمحمد)حیث قال احب الی ان لایکتب لانه فی حکم الماس للقرآن حلیةعن المحیط قال فی الفتح:والاول اقیس،لانه فی هذه الحالةماس بالقلم وهوواسطة منفصلةفکان کثوب منفصل الاان یمسه بیده۔۔۔(قوله علی الصحیفة) قیدبهالان نحواللوح لایعطی حکم الصحیفة،لانه لایحرم الامس المکتوب منه ط

ولمافی الهندیة:(۵/۳۲۳-۳۲۲،طبع رشیدیه)

ولوکان فیه اسم اللہ تعالی اواسم النبی ﷺیجوزمحوه لیلف فیه شیء،کذافی القنیة ولو محالوحاکتب فیه القرآن واستعمله فی امر الدنیایجوزوقدوردالنهی عن محواسم اللہ تعالی بالبزاق کذافی الغرائب۔۔۔ولوکتب علی خاتمه اسمه اواسم اللہ تعالی اومابدا له من اسماء اللہ تعالی نحوقوله حسبی اللہ ونعم الوکیل اوربی اللہ فانه لا بأس به ویکره لمن لایکون علی الطهارةان یاخذقلوساعلیهااسم اللہ تعالی کذافی قاضیخان.

Scanned with CamScanner

ولسافی الاشباہ والنظائر:(ص ۲۲-۳۱-۳۳، طبع قدیمی)

لاثواب الابالنیة۔۔۔الامور بمقاصدھا۔۔۔الشئ الواحد یتصف بالحل والحرمة۔

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفااللہ عنہ واللہ اعلم بالصواب: خادم الرحمٰن عفااللہ عنہ

۵ا جمادی الاولیٰ ۱۴۳۰ھ فتویٰ نمبر: ۱۶۷۷

﴿بچے کو نماز کا حکم دینے کی مدت﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ حدیث میں آتا ہے کہ بچہ جب سات سال کا ہو تو نماز کا حکم کرو اور جب دس سال کا ہو تو نہ پڑھنے پر مارنے کا حکم ہے تو اس سے مراد ساتواں سال شروع ہو جائے یا سات سال پورے ہو جائے؟ مستفتی: خاہر محمد راجہ فوادور

﴿جواب﴾ حدیث شریف میں بچے کو نماز کا حکم دینے کے بارے میں سات سال کا ذکر آیا ہے، اس سے مراد یہ ہے کہ سات سال پورے ہو جائے اور مارنے کے بارے میں بھی جو دس سال کا ذکر ہے اس سے مراد دس سال پورے ہو جائے۔

لمافی التنویر مع الدر:(۱/۳۵۲، طبع ایچ ایم سعید)

(وان وجب ضرب ابن عشر علیھا بید لابخشبة)لحدیث "مروا اولادکم بالصلوۃ وھم ابناء سبع واضربوھم علیھا وھم ابناء عشر۔

وفی الشامیة:ولفظہ "علموا الصبی الصلاة ابن سبع واضربوہ علیھا ابن عشر" وقال حسن صحیح وصححہ ابن خزیمة والحاکم والبیھقی اھ والظاھر ان الوجوب بعد استکمال السبع والعشر بان یکون فی اول الثامنة والحادیة عشر کما قالوا فی مدة الحضانة۔

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفااللہ عنہ واللہ اعلم بالصواب: بیت اللہ خان عفی عنہ

۱۳ جمادی الثانی ۱۴۳۱ھ فتویٰ نمبر: ۲۷۱۹

﴿دوران تلاوت آپ ﷺ کا نام مبارک آنے پر درود پڑھنا واجب نہیں﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کوئی شخص تلاوت کلام پاک میں مشغول ہو اور اسی دوران نبی اکرم ﷺ کا نام مبارک آجائے تو کیا ایسا شخص اسی وقت درود پڑھ سکتا ہے یا نہیں؟ اور دوران تلاوت درود پڑھنا کیسا ہے؟ مستفتی: محمد زاہد ہنگو

﴿جواب﴾ نبی اکرم ﷺ کا اسم گرامی سنتے ہی پہلی بار ایک مرتبہ سننے والے پر شرعاً درود

Maktaba Tul Ishaat. com

وسلام پڑھنا واجب ہو جاتا ہے، اسی مجلس میں دوبارہ واجب نہیں ہوتا اگرچہ ہر بار درود شریف پڑھنا مستحب اور افضل ہے لیکن دوران تلاوت اگر آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا نام مبارک آجائے تو درود وسلام پڑھنا واجب نہیں ہوگا، البتہ بہتر اور افضل یہ ہے کہ جب تلاوت سے فارغ ہو جائے تو بعد میں درود وسلام پڑھ لے۔

لمافی الشامی:(۱/۵۱۹،طبع سعید)

ولو قرأ القرآن فمر على اسم نبي فقراءة القرآن على تاليفه ونظمه افضل من الصلوة على النبي ﷺ في ذلك الوقت،فان فرغ ففعل فهو افضل والا فلاشيء عليه كذافي الملتقط اه.

ولمافی الهندية:(۵/۳۱۵-۳۱۶،طبع رشيديه)

ولو سمع اسم النبي ﷺ وآله واصحابه وهو يقرأ لا يجب ان يصلي وان فعل ذلك بعد فراغه من القرآن فحسن كذافي الينابيع

الجواب صحیح:عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ　　واللہ اعلم بالصواب:نعیم اقبال عفا اللہ عنہ

۱۴ ربیع الثانی ۱۴۳۱ھ　　فتویٰ نمبر:۲۶۲۰

﴿آپ ﷺ کو غسل دینے کی سعادت کن حضرات نے حاصل کی؟﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو غسل دینے کی سعادت کس نے حاصل کی؟ اور نماز جنازہ کی امامت کس نے فرمائی؟

﴿جواب﴾ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو غسل حضرت علی رضی اللہ عنہ نے دیا حضرت عباس اور انکے صاحبزادے فضل اور قثم رضوان اللہ علیہم آپ ﷺ کی کروٹیں بدل رہے تھے، اسامہ بن زید اور صالح رضی اللہ عنہما پانی ڈال رہے تھے، تجہیز و تکفین کے بعد آپ کی چارپائی مبارک کو حجرہ میں رکھ دیا گیا، لوگ جماعت در جماعت داخل ہوتے رہے اور آپ ﷺ پر نماز جنازہ پڑھتے رہے، مردوں کے فارغ ہونے کے بعد عورتیں داخل ہوتیں، جب وہ فارغ ہوتیں تو بچے داخل ہوتے اور نماز جنازہ پڑھتے باقاعدہ نماز جنازہ کسی نے نہیں پڑھائی بلکہ سب نے الگ الگ پڑھی لوگوں میں جو مشہور ہے کہ آپ پر صرف درود وسلام پڑھا گیا ہے، یہ بعض حضرات کا قول ہے، جمہور حضرات کا صحیح قول اور مذہب یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر باقاعدہ نماز جنازہ انفرادا پڑھی گئی ہے۔

Scanned with CamScanner

لمافی اعلاء السنن:(۱/۱۵۲،طبع دار الکتب العلمیة)

عن عبدالله بن الحارث قال غسل النبی صلی الله علیه وسلم علی رضی الله عنه وعلیّ یدعلی رضی الله عنه خرقة یغسله والقمیص علیه رواه الحاکم.....سکت عنه الحافظ ولم یتعقبه بشیء فهو صحیح اوحسن.

ولمافی البدایة والنهایة:(۵/۲۶۸،طبع رشیدیه)

فاسنده علی رضی الله عنه الی صدره وعلیه قمیص وکان العباس وفضل وقثم یقلبونه مع علی رضی الله عنه وعنهم وکان اسامة بن زیدؓ وصالح مولاه همایصبان الماء وجعل علی رضی الله عنه یغسله ولم یرمن رسول الله صلی الله علیه وسلم شیأمما یری من المیت.

ولمافی اعلاء السنن:(۸/۲۴۷،طبع دار الکتب العلمیة)

وقال مالک رحمه الله فی الموطا(۸۰)انه بلغه ان رسول الله صلی الله علیه وسلم توفی یوم الاثنین ودفن یوم الثلثاء وصلی علیه الناس افذاذالایؤمهم احدفقال ناس یدفن عندالمنبر.....وفی التلخیص الجیر.....قال ابن دحیه الصحیح ان المسلمین صلواعلیه افرادالایؤمهم احدوبه جزم الشافعی.

ولمافی اوجز المسالک:(۴/۳۶۵،طبع دار الکتب العلمیة)

قال عیاض الصحیح الذی علیه الجمهوران الصلوة علی النبی صلی الله علیه وسلم کانت صلوة حقیقیة لامجرد الدعاء فقط انتهی.

ولمافی البدایة والنهایة:(۵/۲۷۵،طبع رشیدیه)

عن عکرمة عن ابن عباس رضی الله عنه قال لمامات رسول الله صلی الله علیه وسلم ادخل الرجال فصلواعلیه بغیر امام ارسالاً حتی فرغوا ثم ادخل النساء فصلین علیه ثم ادخل الصبیان فصلواعلیه ثم ادخل العبیدارسالاًلم یأمهم علی رسول الله صلی الله علیه وسلم احد.

الجواب صحیح:عبدالرحمٰن عفااللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب:سلمان احمد

یکم ربیع الثانی ۱۴۳۰ھ — فتویٰ نمبر:۲۱۱۹

﴿خطبہ نکاح کے دوران باتیں کرنا ممنوع ہے﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے علاقہ میں جب مولوی صاحب نکاح پڑھاتے ہیں تو دوران خطبہ لوگ آپس میں باتیں کرتے رہتے ہیں، پوچھنا یہ ہے کہ صرف جمعہ کا خطبہ سننا واجب ہے یا نکاح کا خطبہ بھی سننا واجب ہے؟

﴿جواب﴾ جس طرح جمعہ کا خطبہ سننا واجب ہے، اسی طرح خطبہ نکاح بھی سننا واجب

ہے، خطبہ نکاح کے دوران باتیں کرنے والے سخت گنہگار ہونگے۔

لمافی الشامی:(۱/۵۴۵،طبع سعید)

وکذایجب الاستماع لسائر الخطب کخطبة نکاح وخطبة ختم وعید علی المعتمد۔

ولمافی البحرالرائق:(۲/۱۴۹،طبع سعید)

وفی خزانة الفقه لأبی اللیث الخطب ثمان خطبة الجمعة وخطبة عید الفطر والأضحی وخطبة الجمعة وخطبة الاستسقاء وخطبة النکاح.

ولمافی الهندیة:(۱/۱۴۷،طبع رشیدیه)

ویحرم فی الخطبة مایحرم فی الصلوٰة حتی لا ینبغی ان یأکل اویشرب والامام فی الخطبة هکذافی الخلاصة.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفااللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب: شاہد محمود عفااللہ عنہ

۴ جمادی الثانی ۱۴۲۹ھ — فتویٰ نمبر: ۱۵۵۸

﴿بغیر طہارت کے نماز پڑھنا سخت گناہ ہے﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ بندہ کو ایک مرتبہ غسل کی حاجت لاحق ہوئی، ساتھیوں نے نماز کیلئے اٹھایا میں باتھ روم گیا لیکن وہاں غسل کیلئے پانی نہیں ملا اور اگر میں مشین چلاتا تو نماز کا وقت بھی نکل جاتا، میں نے شرم کیوجہ سے ساتھیوں کے ساتھ بغیر غسل کے نماز پڑھی، تو کیا اس صورت میں میرا ایمان باقی رہا؟ اور اس نماز کا کیا حکم ہے؟

﴿جواب﴾ صورت مذکورہ میں آپ کیلئے ضروری تھا کہ شرم کی پرواہ کئے بغیر غسل کرتے اگرچہ نماز کا وقت نکل جاتا، آپ نے جو بغیر غسل کے نماز پڑھی ہے یہ سخت گناہ کا ارتکاب کیا ہے، اس پر توبہ واستغفار لازم ہے، آئندہ کے لئے اس کا خیال رکھیں، تاہم ایمان آپ کا باقی ہے اور وہ نماز چونکہ بغیر طہارت کے پڑھی تھی اس لئے دوبارہ پڑھنا ضروری ہے۔

لمافی قوله تعالی:(سورۃ المائدۃ آیت ۶)

﴿"یاأیها الذین آمنوا اذاقمتم الی الصلوٰة فاغسلوا وجوهکم......وان کنتم جنبا فاطهروا......الأیة﴾

لمافی الدرمع الرد:(۱/۸۱،طبع ایچ ایم سعید)

وبه ظهران تعمد الصلاة بلاطهر غیر مکفر کصلاته لغیر القبلة أومع ثوب نجس وهو ظاهر المذهب کمافی الخانیة.

وقال الشامية:(قوله كما في الخانية)حيث قال بعد ذكره الخلاف في مسألة الصلاة بلا طهارة وأن الاكفار رواية النوادر وفي ظاهر الرواية لا يكون كفراً وانما اختلفوا اذا صلى لا على وجه الاستخفاف بالدين،فان كان على وجه الاستخفاف ينبغي أن يكون كفراً عند الكل اه.

ولما في التنوير مع الدر:(۱/۴۰۲،طبع ايچ ايم سعيد)

ثم الشرط لغة العلامة اللازمة،وشرعا مايتوقف عليه الشيء، ولا يدخل فيه(هي) ستة(طهارة بدنه من حدث)بنوعيه.

الجواب صحیح:عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب:عباد اللہ غفرلہ ولوالدیہ

۱۴صفر الخیر۱۴۳۲ھ — فتویٰ نمبر:۲۸۵۷

﴿سودا فسخ ہونے کے بعد بیعانہ واپس کرنا ضروری ہے﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص کیساتھ میرا کچھ سودا ہوا،تو اس شخص نے سودے کو کینسل کیا میں نے سودے میں بیعانہ کی رقم سودا کینسل ہونے پر ڈبل لینا چاہا تو بعض ساتھیوں نے فرمایا کہ یہ جائز نہیں ہے،حالانکہ جو شخص معاہدہ توڑ کر وعدہ خلافی کرتا ہے سودا منظور کرنے کے بعد کینسل کر کے فریق مخالف کو سخت ذہنی اذیت اور مالی پریشانی میں مبتلا کرتا ہے،اس پر جرمانہ کے طور پر ڈبل رقم لینا کیوں جائز نہیں؟ وعدہ خلافی معاہدہ توڑ کر کسی مسلمان بھائی کو اذیت میں مبتلا کرنے والے کو سرزنش اور نصیحت کس طرح ہو؟ ورنہ وہ ہر کسی کے ساتھ اسی طرح کریگا۔بینوا توجروا

مستفتی: عبداللہ [illegible] کراچی

﴿جواب﴾ ایجاب وقبول سے عقد ہو جاتا ہے یعنی سودا پختہ ہو جاتا ہے اب دونوں میں کسی ایک کیلئے کوئی گنجائش نہیں ہے کہ وہ سودے سے انکار کرے عقد کی حیثیت صرف وعدہ کی نہیں ہے بلکہ وعدہ سے زیادہ اہمیت کا حامل ہے۔چونکہ لوگوں میں خدا کا خوف نہ رہا اور قانونی گرفت کا بھی کسی کو کوئی اندیشہ نہیں ہوتا اس لئے تو یہ پریشانیاں ہیں۔

سودا کرنے کے بعد مشتری اگر باقی پیسہ ادا نہیں کرتا اور آپ کو بھی بادل نخواستہ اب سودا فسخ کرنا منظور ہو تو بیعانہ آپکا حق نہیں بنتا پورا بیعانہ واپس لوٹانا واجب ہے البتہ واپس کرنے کے ارادہ سے ایک مدت تک آپ روکے رکھو اور واپس کرنے کا ارادہ بیشک اس پر ظاہر نہ کرے تا کہ اس کو سبق ملے لیکن بعد میں لوٹانا بہر حال ضروری ہے۔

Scanned with CamScanner

Maktaba Tul Ishaat. com

(بداية المجتهد ونهاية المقتصد كتاب البيوع، ص ۴۸۵ رشيدة)

ومن هذا الباب بيع العربان مجمهور علماء الامصار على انه غير جائز ـــــ وصورته :أن يشترى الرجل شيأ فيدفع الى المبتاع من ثمن ذلك المبيع شيأ على انه ان نفذ البيع بينهما كان ذلك المدفوع من ثمن السلعة وان لم ينفذ ترك المشترى بذلك الجزء من الثمن عند البائع ولم يطالبه به ،وانما صار الجمهور الى منعه لانه من باب الغرر والمخاطرة واكل المال بغير عوض

(لما فى حجة الله البالغة :جزء الثانى ،ص ۱۹۱ البيوع المنهى عنه قديمى)

ونهى عن بيع العربان ان يقدم اليه شئى من الثمن فان اشترى حسب من الثمن والا فهو له حجانا وفيه معنى الميسر ـــــ الخ

الجواب صحیح: مفتی عبد الرحمٰن عفا اللہ عنہ   واللہ اعلم بالصواب: صفی اللہ غفر لہ ولوالدیہ

۲۷ جمادی الاولیٰ ۱۴۳۳ھ   فتوی نمبر ۳۱۸۳

﴿سودا مکمل ہونے کے بعد اس سے انکار جائز نہیں ہے﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلے کے بارے میں کہ میں نے ایک دوکاندار سے گنا خریدنے کیلئے فون پر بات کی تو اس نے کہا کہ فی کلو ۲۰ کا ہے، میں نے کہا میں خریدتا ہوں جتنا گنا آپ کے پاس ہے میرا ہو گیا اتنے میں گنے کی قیمت بڑھ گئی اب وہ دوکاندار مجھے ۲۰ روپے فی کلو پر نہیں دیتے کہتا ہے قیمت میں اضافہ ہوا ہے پوچھنا یہ ہے کہ یہ بیع مکمل ہو گئی تھی یا نہیں؟ اور دوکاندار کا یہ کہنا کہ میں ۲۰ پر دینے کیلئے تیار نہیں ہوں کہاں تک درست ہے۔ شریعت کی روشنی میں جواب دے کر عنداللہ ماجور ہوں۔ مستفتی: نور محمد

﴿جواب﴾ مذکورہ صورت میں بائع کیلئے انکار کرنے کی کوئی گنجائش نہیں ہے صاحبین رحمہما اللہ کے نزدیک سودا مکمل ہے البتہ امام صاحب کا قول اس کے خلاف ہے لیکن اس مسئلے میں صاحبین کے قول پر فتوی دیا جاتا ہے۔

لما فى التنوير مع الرد :(۵۲۹/۴ مطبع :سعید کراچی)

(و) صح (فى صاع فى بيع صبرة كل صاع بكذا و) صح (فى الكل ان سمى جملة قفزانها) الى خيار لو عند العقد وبه لو بعده فى المجلس اوبعده عندهما به يفتى فان رضى هل يلزم البيع بلا رضا البائع ؟ الظاهر نعم نهر ـــ وفى الشامى والحاصل :انه ان لم يسم جملة المبيع وجملة الثمن صح فى واحد ،وان سمى احدهما صح فى الكل كما لو صح الكل ـــ (قوله وبه يفتى) عزاه فى الشرنبلالية الى البرهان وفى النهر عن عيو

ن المذاهب وبه يفتى،لالضعف دليل الامام بل تيسيرا اه...قلت:لكن رجح في الفتح قوله وقوى دليله على دليلهما ...ولعله من حيث قوة الدليل ولاينافي ترجيح قولهما من حيث التيسير ثم رأيته في شرح الملتقى افاد ذلك وظاهره ترجيح التيسير على قوة الدليل.

ولمافي البحر:(۲۸۴/۵،طبع:سعید کراچی)

(قوله ومن باع صبرة كل صاع بدرهم صح في صاع)يعني عند ابي حنيفة الاان يسمى جميع قفزانها اوجميع ثمنها وقالا يصح مطلقاله انه تعذر الصرف الى الكل لجهالة المبيع والثمن فينصرف الى الاقل وهو معلوم ...وظاهر مافي الهداية ترجيح قولهما لتأخيره دليلهما كماهو عادته وقد صرح في الخلاصة في نظيره بان الفتوى على قولهما...قال الفقيه ابو الليث والفتوى على قولهما تيسيرا للامر على المسلمين وفي فتح القدير:(۲۵۰/۶،طبع رشیدیه)وتفريع الصدر الشهيد اوجه ا ه

الجواب صحیح مفتی عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب [stamp]

۲۹ جمادی الثانیہ ۱۴۳۵ھ — فتویٰ نمبر: ۳۳۲۵

﴿ایک آدمی کا حدیث سے غلط کا استدلال اور اس کا جواب﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلے کے بارے میں کہ ہمارے یہاں ایک آدمی اس حدیث شریف "عن ابن عباس عن النبی ﷺ قال امرت ان اسجدعلى سبعة اعظم لا اكف شعرا ولا ثوبا" جس کا ترجمہ اس نے یوں کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "مجھے حکم ہوا کہ سات ہڈیوں پر سجدہ کروں اور بال یا کپڑا نہ موڑوں" صحیح البخاری (۱۱۳/۱) سے استدلال کر کے کہتا ہے کہ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ نماز سے پہلے شلوار موڑنا جائز نہیں ہے جبکہ بڑے بڑے علماء اور عوام الناس بھی اس میں مبتلاء ہیں۔ برائے کرم اس سوال کا مدلل جواب عنایت فرمائیں۔

﴿جواب﴾ شلوار، پائجامہ وغیرہ کو ٹخنوں سے نیچے لٹکانا سخت گناہ ہے، آپ علیہ السلام نے سختی سے منع فرمایا ہے، ایک حدیث میں تو یہاں تک ذکر ہے کہ ایسے شخص کی طرف اللہ تعالیٰ قیامت کے روز ناراضگی کی وجہ سے نظر بھی نہیں فرمائیں گے اور یہ حکم عام حالات میں ہے نماز میں اس گناہ کی شناعت مزید بڑھ جاتی ہے۔ لہٰذا شلوار، لنگی یا پائجامہ کو ٹخنوں سے اوپر تک اٹھانا بہت ضروری ہے اور نماز میں تو اور بھی زیادہ اس کا خیال رکھنا چاہیے، اور سوال میں جس

Maktaba Tul Ishaat. com

حدیث مبارک کا حوالہ دیا گیا ہے تو حدیث بلاشبہ صحیح اور قابل عمل ہے لیکن اس حدیث سے یہ سمجھنا کہ نماز سے پہلے ٹخنوں کو کھلا رکھنے کی غرض سے شلوار موڑنا منع ہے تو یہ سراسر جہالت ہے ۔الحمدللہ احادیث کی مستند شروحات ہیں کسی ایک شارح نے بھی اس حدیث کا اس طرح مطلب نہ لیا ہے اور نہ ہی ایسا مطلب لیا جا سکتا ہے بلکہ یہاں تو دوران نماز بال اور کپڑوں کو سمیٹنا مراد ہے، بعض لوگ سجدہ کرتے ہوئے کپڑوں کو سمیٹتے ہیں تاکہ گرد وغبار نہ لگے تو آپ علیہ السلام اس فعل سے منع فرمارہے ہیں کہ ایسا نہیں کرنا چاہیے جہاں چہرہ زمین پر اللہ رب العزت کے سامنے عجز وانکساری کے ساتھ رکھ دیا تو بال اور کپڑے بھی زمین پر بچھ جائیں تو یہ عمدہ سجدہ ہے چنانچہ تمام محدثین نے ایسی وضاحت فرمائی ہے۔معلوم نہیں ان لوگوں نے حدیث کا یہ غلط مطلب کہاں سے نکال دیا ہے۔

لمافی صحیح البخاری:(۲/ ۳۸۳،طبع:رحمانیه،لاہور)

عن ابی هريرة رضی الله عنه عن النبی ﷺ قال ماسفل من الكعبين من الازارففی النار.عن ابی هريرة ان رسول الله ﷺ قال لاينظرالله يوم القيامة الی من جزازاره بطراً.

ولمافی حاشية البخاری:(۱/ ۱۱۲،طبع:قدیمی)

قوله ولايكف شعره ولاثوبه أی لايضمهماوقاية لهماعن التراب بل يتركهماحتی يتعاعلی الارض كذافی المجمع.

ولمافی مرقاة المفاتيح:(۲/ ۵۶۰،۵۶۱،طبع:رشيديه)

وامرت ان لانكفتهمابل نتركهماحتی يقعاعلی الارض يسجد بجميع الاعضاء والثياب، قال الطيبی:فبهذاالحديث قالوايكره عقص الشعر وعقده خلف القفار ورفع الثياب عند السجود ،قال ابن حجر يكره باتفاق العلماء تنزيها ضم شعره وثيابه فی الصلاة وان لم يتعمد ذلك بل لو كان قبل الصلاة لشغل وصلی علی حاله خلافالمالك وحكمة النهی عن ذلك منعه من ان يسجد معه ،كذاقالوا ومن حكمته ايضاًمنافاة ذلك للخشوع او نحوه فی الصلاة اولهيئة الخاشع ان لم يفعله فيها.

الجواب صحیح:مفتی عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ　　　واللہ اعلم بالصواب:عمران الحق سواتی

جمادی الثانی ۱۴۳۵ھ　　　فتوی نمبر:۹ ۱۷ ۴

﴿اسلام میں کسی بھی شخص پر جادو یا سفلی عمل کرنے کی شرعاً کوئی گنجائش نہیں ہے﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان شرع دین متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ

Scanned with CamScanner

ایک آدمی دوسرے شخص پر ذاتی حسد وبغض کی وجہ سے بار بار جادو کرتا ہے اب اگر یہ شخص (جس پر جادو کیا جاتا ہے) اپنے نفس کی دفاع کے خاطر الٹا اپنے مدمقابل پر کسی عامل سے جادو کرائے تو آیا اس طرح کرنے سے یہ شخص گناہ گار ہوگا یا نہیں؟ مستفتی: شاکر اللہ

﴿جواب﴾ کسی پر جادو یا سفلی عمل جائز سمجھ کر اگر کوئی کرتا ہے تو کفر ہے اور اگر گناہ سمجھ کر کرتا ہے تو کرنے والا کافر تو نہیں لیکن بہت بڑے گناہ کا ارتکاب ہے جادو چونکہ ایک مخفی عمل ہے اس لیے یہ فیصلہ کرنا کہ فلاں نے جادو کیا ہے یا کسی سے کروایا ہے محض ایک بدگمانی ہے جسکی شرعا کوئی گنجائش نہیں ہے آجکل جعلی عاملوں کا یہ عام شیوہ ہے کہ مرض ہو یا واقعی کسی برے عمل کا اثر ہر ایک کو یہی بتاتے ہیں کہ تجھ پر جادو ہوا ہے اور مزید غیب کا بھی دعوی کرتے ہیں کہ قریبی رشتہ داروں نے کیا ہے۔ رشتہ داروں میں ناراضگیاں تو ہوتی ہی ہیں وہ بے چارہ نفسیاتی طور پر اس کی بات پر یقین کر لیتا ہے پھر بغیر کسی شرعی ثبوت کے ایک قریبی رشتہ دار کو مجرم ٹھہرا لیتا ہے تو ایسے عامل بلاشبہ شیطانی ڈیوٹی انجام دیتے ہیں ان عاملوں کے پاس جانے سے ایمان اور اعمال صالحہ کا بڑا نقصان ہو جاتا ہے ان عاملوں کے پاس جانا گناہ ہے۔ اور جس کے بارے میں خیال ہے کہ فلاں نے جادو کیا ہے بڑا بہتان اور سخت گناہ ہے۔ چہ جائیکہ الٹا اس پر جادو کرنے یا کسی سے کرانے کی شرعا گنجائش ہو۔

البتہ یہ خیال ہو کہ کسی نے جادو کیا ہے تو کسی خاص شخص کو مورد الزام ٹھہرائے بغیر اپنا علاج کریں۔ سات عدد بیری درخت کے تازہ پتوں کو دو پتھروں کے درمیان کوٹ کر پانی میں شامل کریں اسی سے غسل کریں اور کچھ پی لیں۔ اور صبح وشام تینوں قل ہاتھوں پر دم کر کے پورے بدن پر پھیر لیا کریں۔ اور کسی خاص شخص کے بارے میں اگر خیال آتا ہو کہ اس نے جادو کیا ہوگا تو اس بدگمانی پر توبہ واستغفار بھی کریں۔

لمافی الشامی: ۲۴۰/۴ (طبع سعید) السحر حرام بلاخلاف بین اهل العلم واعتقاد اباحته کفر.

ولمافی النووی: ۲۲۱/۲ (طبع قدیمی) فعمل السحر حرام وهو من الکبائر بالاجماع.

ولمافی شرح فقه اکبر: ص ۲۵۲ (طبع دار الکتب العلمیه بیروت)

واتفقوا کلهم ایضا علی ان کل رقیة وتعزیم أو قسم فیه شرك با الله فانه لایجوز التکلم به، وکذا الکلام الذی لایعرف معناه لایتکلم به لامکان أن یکون فیه شرك لانعرفه

معناه،ولذاقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم "لاباس بالرقی مالم تکن فیہ شرک"

لمافی الشامی:۳۶۳/۶(طبع سعید)

فائدة:نقل ط عن تبیین المحارم عن کتاب وھب بن منبہ انہ ممایںفع للمسحوروالمربوط أن یؤتی بسبع ورقات سدرخضروتدق بین حجرین ثم تمزج بماء مسحورویحسوویغتسل بالباقی فانہ یزول باذن اللہ تعالیٰ عزوجل۔

الجواب صحیح:مفتی عبدالرحمٰن عفااللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب:فضل حق زیزاروی

۱۹جمادی الثانیہ۱۴۳۵ھ — فتویٰ نمبر:۳۱۹۸

﴿حائضہ عورت پر آیت سجدہ سننے سے سجدہ تلاوت واجب نہیں ہوتا﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان شرع دین متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ حائضہ عورت اگر سجدہ تلاوت کسی سے سن لے تو کیا اس پر سجدہ تلاوت واجب ہوجاتا ہے کہ نہیں؟ براہ کرم شرعی حکم سے مطلع فرماکرعنداللہ ماجورہوں۔ مستفتی:مولوی فرقان عبدل خیلوی

﴿جواب﴾ حائضہ عورت اگر تلاوت کے دوران کسی سے آیت سجدہ سن لے تو از روئے شرع اسپر سجدہ تلاوت واجب نہیں ہوتا کیونکہ حالت حیض کے دوران حائضہ عورت سجدہ ادا کرنے کا اہل نہیں ہے۔

لمافی الدر:ج۲/۱۰۷(طبع سعید)

(فلاتجب علی کافروصبی ومجنون وحائض ونفساء قرء و أوسمعو)لانھم لیسو أھلالھا(وتجب بتلاوتھم یعنی المذکورین.

ولمافی الھندیة:ج۱/۱۳۲(طبع رشیدیہ)

حتی لوکان التالی کافرأومجنوناأوصبیاأوحائضاأونفساء أوعقیب الطھردون العشرة والاربعین لم یلزمھم وکذافی السامع کذافی الزاھدی۔

ولمافی مراقی الفلاح:ص۱۸۳(طبع قدیمی)

ویجب السجودعلی من سمع وان لم یقصدالسماع الاالحائض والنفساء:قال الشارح (وان لم یقصدالسماع)فھم أولم [illegible] عن اکابرالصحابة (الا)أنہ استثنی (الحائض والنفساء)فلاتجب علیھمابتلاوتھماوسماعھماشیئاوتجب بالسماع منھماومن الجنب کماتجب علی الجنب وبسماعہ منھمامن کافرأوصبی۔

الجواب صحیح:مفتی عبدالرحمٰن عفااللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب:فضل حق زیزاروی

۷جمادی الاولیٰ۱۴۳۵ھ — فتویٰ نمبر:۳۱۲۱

Maktaba Tul Ishaat. com

Scanned with CamScanner

﴿جھگڑے کے اندیشہ سے گھر پر نماز پڑھنے کی گنجائش ہے﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان شرع دین متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ جھگڑے کے اندیشہ سے گاؤں کی مسجد کو چھوڑ کر گھر پر بغیر جماعت کے نماز پڑھنے کی گنجائش ہے کہ نہیں؟ براہ کرم شرعی حکم سے مطلع فرما کر عنداللہ ماجور ہوں۔ مستفتی: سعید ملک خان

﴿جواب﴾ جھگڑے کا قوی اندیشہ وقعی اگر ہے تو ایسی صورت میں گھر پر نماز اداء کرنے کی گنجائش ہے تاہم مسجد اور جماعت کی فضیلت سے تو محرومی کا سبب ہے لہذا صلح کی کوشش ضرور کریں۔

لمافی الدر: ۵۵۶/۲ (طبع سعید)

وخوف علی ماله أومن غريم أو ظالم وأومدافعة الاخبثين .وفی الشامية :(قوله أوظالم)ای يخاف علی نفسه أوماله.

ولمافی مراقی الفلاح: ۱۱۱ (طبع قديمی كتب خانه)

يسقط حضور الجماعة لواحدمن ثمانية عشرشيئا:مطر وبرد وخوف وظلمة وحبس وعمی وفلج وقطع يد....واذاانقطع جماعة لعذرمن اعذارالمبيحة للتخلف يحصل له ثوبها.

ولمافی الفقه الحنفی وثوبه الجديد: ۲۶۰/۱ (طبع دارالقلم)

ويسقط حضور الجماعة بأحد أعذارالتالية:مطر وبرد شديدان أوظلمة شديدة وريح شديدة ليلا....خوف ظالم علی نفسه أوماله أوضياع ماله أوذهاب قافلته لواشتغل بصلاة الجماعة.

ولمافی الشامی: ۵۵۳/۲ (طبع سعيد)

(قوله من غير حرج)قيدلكونهاسنه مؤكدة أوواجبة فبالحرج يرتفع الاثم ويرخص فی تركهاولكنه يفوته الافضل.

الجواب صحیح: مفتی عبدالرحمٰن عفااللہ عنہ واللہ اعلم بالصواب محمد تقی زیزاروی

۴ جمادی الاولی ۱۴۳۵ھ فتوی نمبر: ۲۱۱۹

﴿نماز چھوڑنے پر تعزیر بالمال جائز نہیں ہے﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان شرع دین متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے گاؤں کے بڑے حضرات نے باہمی مشورہ سے یہ قانون بنایا ہے کہ اہل محلہ میں سے جو بھی شخص فجر کی نماز کیلئے مسجد میں بغیر کسی عذر کے حاضر نہیں ہوا تو اس سے بطور جرمانہ روپیہ وصول جائیگا ورنہ بصورت دیگر سب نمازی حضرات کو صبح کا ناشتہ دینا پڑے گا۔ اب پوچھنا یہ ہے

Maktaba Tul Ishaat. com

کہ کیا اس طرح کرنا شرعاً درست ہے کہ نہیں؟ براہ کرم شرعی حکم سے مطلع فرما کر عنداللہ ماجور ہوں۔

﴿جواب﴾ نماز چھوڑنے پر کسی سے جرمانہ وصول کرنا یا اس سے ناشتہ وغیرہ کا مطالبہ کرنا جائز نہیں ہے اور ابھی تک کسی سے جرمانہ اگر لیا ہے تو واپس کرنا ضروری ہے کیونکہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ کسی کا مال اس کی طیب خاطر بغیر لینا حلال نہیں ہے۔

لمافی المشکوۃ:۱/۲۵۵(طبع سعید)

عن ابی حرۃ الرقاشی عن عمہ قال:قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ألا لاتظلموا ألا لا یحل مال امرئ الا بطیب نفس منہ۔

ولمافی التنویر مع الرد:۴/ص۶۱(طبع سعید)

(لابأخذ مال فی المذھب)بحر وفیہ عن البزازیۃ :وقیل یجوز معناہ أن یمسکہ مدۃ ثم لینزجر ثم یعیدہ لہ ...وفی المجتبی انہ کان فی ابتداء الاسلام ثم نسخ۔

ولمافی البحر:۵/ص۴۱(طبع سعید)

والحاصل أن المذھب عدم التعزیر بأخذ المال۔

ولمافی الفقہ الاسلامی وادلتہ:ج۷/۵۵۹۶(طبع رشیدیہ)

ومعنی التعزیر بأخذ المال علی القول عند من یجیزہ :ھو امساک الشئی من مال الجانی عنہ لینزجر عما اقترفہ ثم یعید الحاکم الیہ لاأن یأخذ الحاکم بنفسہ ،أو لبیت المال کما یتوھم الظلمۃ ،اذلایجوز لاحد من المسلمین أخذ مال احد بغیر سبب شرعی۔

الجواب صحیح:مفتی عبدالرحمٰن عفااللہ عنہ　　واللہ اعلم بالصواب:فضل حق زیزاروی

۱۷ جمادی الاولی ۱۴۳۵ھ　　فتوی نمبر:۴۱۴۹

﴿ٹھیکیدار کام کم کرے اور آفیسر محکمہ کی ریکارڈ میں زیادہ ظاہر کرے تو یہ خیانت ہے﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہم ٹھیکے کے کام کرتے ہیں، ٹھیکے میں بعض آفیسر ٹھیکیدار کو بطور تعاون بل زیادہ دیتا ہے مثلاً ۹۰ فٹ کے کھدائی ہوئی اور آفیسر ۱۰۰ فٹ بل کے پیسے دیتے ہیں۔ یہ زائد ۱۰ فٹ کے پیسے کیسے ہیں۔ جبکہ آفیسر یہ جواز پیش کرتے ہیں کہ جس کام کے لئے گورنمنٹ نے جو پیسہ یا رقم مختص کی ہے اور ہمیں استعمال کی اجازت ہے وہی کام مکمل کر کے بقیہ رقم ٹھیکیدار کا حق ہے، اس لئے ہم زائد بل بناتے ہیں۔ اور بعض دفعہ اس زائد رقم کو ٹھیکیدار اور آفیسر بانٹ لیتے ہیں۔　　بھائی زاہداللہ صاحب

﴿جواب﴾ ٹھیکیدار کام کم کرے مثلاً نو(۹۰)فٹ کھدائی کرے اور آفیسر ریکارڈ میں محکمہ

Scanned with CamScanner

کوسو(۱۰۰)فٹ کی کھدائی ظاہر کرے تو یہ خیانت ہے اور جھوٹی گواہی کے مترادف ہے جسکی شریعت میں کوئی گنجائش نہیں ہے،

جھوٹ کے ذریعہ اضافی رقم حرام ہے اگر اس طرح کی رقم لی ہے تو محکمہ کولوٹانا ضروری ہے ورنہ توبہ قبول نہ ہوگی۔

(لمافی تفسیر روح المعانی :ج ۲۰۵/۲۲رشیدیه)

یٰایها الذین امنوا لاتاکلوا امولکم بینکم بالبطل الاان تکون تجرة عن تراض منکم ولا تقتلوا انفسکم ان الله کان بکم رحیما.بیان لبعض المحرمات المتعلقة بالاموال والنفس اثر بیان تحریم النساء علی غیر الوجوه المشروعة ،وفیه اشارة الی کمال العناية بالحکم المذکوروالمراد من الأکل سائر التصرفات ،وعبربه لانه معظم المنافع ،والمعنی لاياکل بعضکم اموال بعض ،والمراد بالبطل مايخالف الشرع کالربا والقمار والنجس والظلم ....

"الاان تکون تجرة عن تراض منکم "استثناء منقطع ،ونقل ابوالبقاء القول بالاتصال وضعفه و(عن) متعلقه بمحذوف وقع وصفة لتجارة ،و(منکم)صفة لتراض)ای الاان تکون التجارة تجارة صادرة (عن تراض) کائن (منکم)اوالا ان تکون الاموال اموال تجارة والنصب قراء اهل الکوفة ....الخ

(ولمافی فتح القدير :ج۸/ ۶کتاب الاجارة)

(قوله ولا تصح حتی تکون المنافع معلومة والاجرة معلومة لمارويناو هو قول علیه السلام من استاجر اجیرافليعلمه اجرة ،وهذاالحدیث بعبارته دل اشتراط اعلام الاجرة وبدل لالته علی اشترط اعلام المنافع .الخ

(ولمافی البزازية بهامشه عالمیگری :ج۵/ ۴۰رشیدية)

وکذا لوقال اصلح هذا الجدار بهذاالدرهم يجوز وان لم يذکر الوقت لانه یمکن له الشروع فی العمل حالا ...الخ

الجواب صحیح: مفتی عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ　　　واللہ واعلم بالصواب: صفی اللہ غفر لہ ولوالدیہ

۱۴ رجب ۱۴۳۵ھ　　　فتویٰ نمبر: ۴۲۳۵

﴿ کیا ہیڈ ماسٹر ایمرجنسی کی صورت میں استاد کو چھٹی دے سکتا ہے؟ ﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں.کہ اسکول کے اساتذہ کیلئے سالانہ ایگریمنٹ میں پچیس (۲۵) دن کی چھٹی منظور ہوتی ہے.اب اگر کوئی

Scanned with CamScanner

Maktaba Tul Ishaat. com

استاد ایمرجنسی کی صورت میں مزید چھٹی کرنا چاہے تو ہیڈ ماسٹر چھٹی دے سکتا یا نہیں؟ جبکہ یہ تو حکومت کا ملازم ہے ہیڈ ماسٹر کا نہیں؟

مستفتی: مولانا نصیب ولی

﴿جواب﴾ یہ بات تو صحیح ہے کہ سکول کے اساتذہ حکومت کے ملازمین ہیں ہیڈ ماسٹر کے نہیں لیکن ہیڈ ماسٹر سکول میں حکومت کیطرف سے بااختیار آفیسر ہوتا ہے. اساتذہ کی حاضری اور ڈیوٹی انجام دینے کا وہی مسئول ہوتا ہے. اور ایمرجنسی وغیرہ کی صورت میں اسکو رخصت دینے کا بھی اختیار ہوتا ہے اور اسکی جگہ دوسرے استاد سے کام لینا بھی اسی کی ذمہ داری ہوتی ہے. لہذا حسب ضابطہ ہیڈ ماسٹر صاحب چھٹی دے سکتا ہے. البتہ چھٹی دیکر ریکارڈ میں حاضر لکھنا یا ایمرجنسی کی کوئی صورت حال پیش نہ ہو ماسٹر صاحب نے ہیڈ ماسٹر صاحب کے تعاون سے جھوٹی وجہ ظاہر کی ہو تو یہ خیانت اور جھوٹ ہے. دونوں گناہ میں برابر کے شریک ہیں.

لما فی الدر المختار: (۷/۶، طبع سعید)

ولیس للخاص أن یعمل لغیرہ، ولو عمل نقص من أجرته بقدر ما عمل فتاوی النوازل

ولما فی المبسوط السرخسی: (۱۵/۲۲، طبع دار المعرفة)

ولو کان یبطل من الشهر یوما أو یومین لا یرعاها حوسب بذلک من أجره سواء کان من مرض أو بطالة لأنه یستحق الأجر بتسلیم منافعه وذلک ینعدم فی مدة البطالة سواء کان بعذر أو بغیر عذر

ولما فی شرح المجلة: (۲۱/۴، طبع رشیدیه)

فأما الاذن صریحا فظاهر، وأما الاذن دلالة فضابطه أن الاستعمال کسکنی الدار وخدمة العبد وتحمیل الدابة یکون مأذونا فیه دلالة

ولما فی تفسیر المظهری: (۱۹/۳، طبع رشیدیه)

ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان یعنی لاتعاونوا علی ارتکاب المنهیات ولا علی الظلم

الجواب صحیح: مفتی عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ

واللہ اعلم بالصواب: عمران الحق منگوری

۲۴ ربیع الاول ۱۴۳۵ھ

فتوی نمبر: ۳۹۸۳

﴿مشترکہ مال سے کچھ خریدا تو وہ چیز خریدار کی ہے﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان شرع دین متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے والد صاحب اور چچے کے مال، جائیداد اور زمینیں مشترک تھی زمین سے حاصل ہونے والی فصل گندم وغیرہ سے ہر ایک اپنی ضرورت کے مطابق استعمال کرتا تھا۔ باقی سب مشترک

Scanned with CamScanner

ہوتے تھے اس کے ساتھ ساتھ چونکہ ہمارا چچا بڑے تھے تو وہ زمین ادھار خرید کر گندم کی فصل تیار ہونے پر مشترکہ گندم سے ادائیگی کرتے تھے ان کے انتقال کے بعد ہمارے والد صاحب اور چچا شاد بھائی کے درمیان علاقہ کے جید علماء کرام اور باا ثر لوگوں کے موجودگی میں صلحہ ہوا جسمیں کچھ زمین ہمارے والد صاحب کے حصہ میں آئی اور کچھ چچازاد کی ملکیت میں آگئی اب چچازاد کا کہنا ہے کہ میں نے اس صلحہ کو اس وقت بھی تسلیم نہیں کیا تھا حالانکہ صلحہ کو تقریباً دس سال سے زیادہ عرصہ گزچکا ہے جبکہ علاقہ کے بڑے لوگوں کا کہنا ہے کہ اس کا یہ مطالبہ سات سال بعد سامنے آیا ہے اب استفتار طلب مسائل درجہ ذیل ہیں۔

(۱) کیا مشترکہ گندم سے خریدنے والی زمینوں میں ہمارے والد کا بھی حصہ ہوگا یا نہیں؟ جبکہ چچازاد کا کہنا ہے کہ میرے والد کی خریدی ہوئی زمینوں میں آپ کا کوئی حصہ نہیں ہے (۲) سات سال بعد سامنے آنے والے مطالبے سے کس حد تک سابقہ صلحہ متاثر ہوسکتا ہے؟ اور اب چچازاد کا یہ کہنا کہ میں نے اس تقسیم کو اس وقت تسلیم نہیں کیا تھا کہاں تک قابل غور اور لائق تصدیق ہے؟ (۳) ہم نے سنا ہے کہ شریعت بھی صلحہ کو نہیں توڑ سکتی کیا یہ بات درست ہے؟ اگر توڑ سکتی ہے تو ہم اس صلحہ کو توڑ کر شریعت کی روشنی میں دوبارہ فیصلہ کرنا چاہتے تو اس کی اجازت ہے یا نہیں؟ برائے مہربانی مسئلہ کے تمام جزئیات کے جوابات مع رہنمائی فرمائیں۔ مستفتی: ارشد علی

﴿جواب﴾ آپکے مرحوم تایا نے زمین اگر اپنے لئے خریدی تھی، پھر اس کی رقم اگرچہ مشترکہ کمائی سے ادا کی تھی تو زمین اس کی ملکیت ہے آپ لوگوں کا اس میں حصہ نہیں ہے ہاں آپ لوگوں کی اجازت کے بغیر مشترکہ مال سے رقم کی ادائیگی چوری اور خیانت کے حکم میں ہے۔ جس سے آپکے مرحوم تایا سخت گنہگار ہوگئے ہیں قبر میں یہ عمل اس کیلئے کافی پریشانی اور عذاب کا باعث ہوگا آپ کے تایازاد بھائی کو بھی اگر اس کا علم ہے کہ اس کے والد مرحوم نے مشترکہ مال دیگر شرکا سے چھپ کر زمین کی رقم ادا کی تھی تو اس کے ذمہ ہے کہ اب تمام شریک لوگوں کو ان کا حق واپس لوٹادے اور ان کو چاہیے کہ مرحوم کو معاف کردیں اور اب تک غیر کے مال کو ناحق استعمال میں لاکر جو کچھ منافع حاصل کئے وہ بھی حق دار کو لوٹادے یا ثواب کی نیت کئے بغیر صدقہ کرے، دس سال پہلے علاقہ کے علماء کرام کی سرپرستی میں آپس میں صلح ہوا تھا اب آپ کا تایازاد بھائی اس

Maktaba Tul Ishaat. com

پر ناراضگی کا اظہار کر رہا ہے ناراضگی کی وجہ اگر یہی ہے کہ اس کے والد مرحوم کی ذاتی زمین میں آپ کے والد کو بھی منصفین نے حصہ دار بنا دیا تھا اور ان کے علم کے مطابق شرعاً وہ آپ کے والد کو حصہ دار جانتے تھے تو یہ غلط فہمی تھی اس لئے فیصلہ غلط ہوا ہے دوبارہ صحیح فیصلہ ضروری ہے اور اگر ایسی غلط فہمی نہیں تھی بلکہ آپ کے تایازاد کی خوشی اور رضا مندی شامل تھی تو اب وہ فیصلہ فسخ نہیں ہوگا۔ اسی پر عمل واجب ہے۔

لمافی رد المحتار:(۳۰۷/۴،طبع:سعید کراچی)

[تنبيه]يقع كثيرافي الفلاحين ونحوهم ان احدهم يموت فتقوم اولاده على تركته بلاقسمة ويعملون فيهامن حرث وزراعة وبيع وشراء استدانة ونحوذالك ،وتارة يكون كبيرهم هوالذي يتوى مهماتهم ويعملون عنده بامره وكل ذلك على وجه الاطلاق والتفويض لكن بلاتصريح بلفظ المفاوضة ولابيان جميع مقتضياتهامع كون التركة اغلبهااوكلهاعروض لاتصح فيهاشركة العقد،ولاشك ان هذه ليست شركة مفاوضة ،خلافالماافتى به فى زماننا من لاخبرةله بل هي شركة ملك كماحررته في تنقيح الحامدية،ثم رأيت التصريح به بعينه فى فتاوى الحنوتي ،فاذكان سعيهم واحداولم يتميزماحصله كل واحد منهم بعمله يكون ماجمعوه مشتركابينهم بالسوية وان اختلفوافى العمل والرأى كثرة وصوابا كماافتى به فى الخيرية ،وماشتراه احدهم بنفسه يكون له ويضمن حصة شركائه من ثمنه اذادفعه من مال المشترك،وكل مااستدانه احدهم يطالب به وحده .

وهكذافى تنقيح الحامدية:(۹۴/۱،طبع:حقانية)

ولمافى الشامى:(۳۲۸/۴،طبع:سعيد كراچى)

(قوله وقال يلزمه نصف الثمن)لانه ادى ديناعليه خاصة من مال مشترك فيرجع عليه صاحبه بحر.

ولمافى الشامى:(۲۹۱/۲،طبع:سعيد كراچى)

ان المغصوب ان علمت اصحابه اورثتهم وجب رده عليهم والاوجب التصدق به .

ولمافى الشامى:(۱۸۹/۶،طبع:سعيد كراچى)

ويؤمران يتصدق بهالاستفادتهابدل خبيث وهوالتصرف فى مال الغير.

ولمافى الشامى:(۶۳۸/۵،طبع:سعيد كراچى)

(الصلح ان كان بمعنى المعاوضة ينتقض بنقضهما)اى بفسخ المتصالحين (وان كان لابمعناها)اى المعاوضة بل استيفاء البيع واسقاط البعض (فلا)تصح اقالته ولاتنقضه لان الساقط لايعود .

الجواب صحیح: مفتی عبد الرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب: عمران الحق سواتی

۱۲ شعبان ۱۴۳۵ھ — فتویٰ نمبر:

Scanned with CamScanner

﴿قرآن پاک کی تپائی سے پٹرا بنانے کا حکم﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلے کے بارے میں کہ قرآن پاک پڑھنے کی تپائی اگر ٹوٹ جائے لیکن وہ قابل مرمت ہو تو کیا متولی مدرسہ کیلئے اس کو کاٹ کر مدرسہ کے غسل خانہ کیلئے پٹرا بنانا جائز ہے؟ کیا اس صورت میں اس کی بے ادبی تو نہیں ہے؟ مستفتی: محمد زبیر انصاری

﴿جواب﴾ قرآن پاک اللہ تعالی کا کلام ہے اور کائنات میں سب سے زیادہ واجب الاحترام ہے اس محترم چیز سے کسی بھی دوسری چیز کو قدرے بھی نسبت حاصل ہوئی تو اس کا بھی احترام ضروری ہے تپائی کو قرآن پاک رکھنے کی نسبت حاصل ہوئی ہے اس لئے اس کا بھی احترام ضروری ہے لہذا جب تک تپائی قرآن پاک رکھنے کے قابل ہو تو اس خدمت میں اس کا استعمال زیادہ مناسب ہے اور جب وہ قابل استعمال نہ رہے اور اس جیسے دوسرے کام میں بھی استعمال میں لانے کے قابل نہ رہے تو کم از کم کسی پاک جگہ اس کو دفنانا چاہیے، غسل خانے کا پٹرا بنانا ادب واحترام کے منافی ہے اس لئے اس سے گریز کریں۔

لمافی الدر المختار:(۱۷۸/۱،طبع:سعید کراچی)

یجوز رمی برایة القلم الجدید ولاترمی برایة القلم المستعمل لاحترامه کحشیش المسجد وکناسة لایلقی فی موضع یخل بالتعظیم ولایجوز ان شیئفی کاغذفیه فقه وفی کتب الطب یجوز ...القرآن احب الی الله تعالی فی السموات والارض ومن فیهن بساط اوغیر کتب علیه الملک لله یکره وبسطه واستعماله.

ولمافی الشامی:(۳۳۹/۱،۳۴۰،طبع:سعید کراچی)

واما الشیئ المحترم فلما ثبت فی الصحیحین من النهی عن اضاعة المال واما حق الغیر ولوجدار مسجد اوملک آدمی فلما فیه من التعدی المحرم ...وینبغی ان یدخل فیه کناسة المسجد ،ولذالاتلقی فی محل ممتهن ...وانظر ما العلة فی ورق الشجر ولعلها کونه علفا للدواب اونعومته فیکون ملوثا غیر مزیل ،وکذا ورق الکتابة لصقالته وتقومه وله احترام ایضا لکونه آلة لکتابة العلم ولذا علله فی التاتارخانیة بان تعظیمه من ادب الدین وفی کتب الشافعیة لایجوز بما کتب علیه شیئ من العلم المحترم کالحدیث والفقه وماکان آلة لذالک.

الجواب صحیح: مفتی عبدالرحمٰن عفی اللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب: عمران الحق سواتی

۳ شعبان ۱۴۳۵ھ — فتوی نمبر: ۴۲۵۸

Scanned with CamScanner

Maktaba Tul Ishaat. com

﴿امام کے سلام پھیرنے کے بعد مدرک کھڑا ہو جائے تو اس پر سجدہ سہو لازم نہیں﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ میں امام کے ساتھ شروع نماز میں شریک تھا امام صاحب نے جب نماز سے فارغ ہو کر سلام پھیرا تو میں کھڑا ہوا اس خیال سے کہ میری ایک رکعت رہ گئی ہے بعد میں جب مجھے معلوم ہوا کہ شروع سے شریک ہوں پھر بیٹھ گیا اب یہ معلوم کرنا ہے کہ اس حالت میں مجھ پر سجدہ سہو لازم ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾ مقتدی پر سجدہ سہو لازم نہیں ہوتا البتہ وہ مسبوق ہو اور باقی ماندہ نماز پوری کرتے ہوئے کوئی واجب بھول سے اس سے رہ جائے تو اس پر سجدہ سہو واجب ہوتا ہے۔ مذکورہ صورت میں آپ چونکہ مدرک ہیں امام کے ساتھ آپ کی نماز پوری ہو جاتی ہے امام صاحب کے سلام پھیرنے سے آپ نماز سے نکل گئے۔ سلام پھیرنا بیشک واجب ہے لیکن تمام قولی واجبات کے بارے میں ضابطہ یہ ہے کہ امام کے ادا کرنے سے مقتدی کے بھی ادا ہو جاتے ہیں سلام قولی واجب ہے مقتدی کو بھی سلام کہنا چاہیے۔ لیکن امام کے کہنے سے مقتدی کی بھی کفایت ہو جاتی ہے۔

لما فی بدائع الصنائع ۱/۱۸ ۷طبع دار الکتب العلمية

واما بيان من يجب عليه سجود السهو ومن لا يجب عليه :فسجود السهو يجب على الامام وعلى المنفرد مقصودا لتحقق سبب الوجوب منهما وهو السهو اما المقتدى اذاسها فی صلاته فلا سهو عليه لانه لايمكنه السجود لانه ان سجد قبل السلام يكون مخالفا للامام وان اخر الى مابعد سلام الامام يخرج من الصلوة بسلام الامام الخ

ولما فی المبسوط للسرخسی

ولو نام المقتدی فلم يتشهد حتى سلم الامام فانه لا يصير خارجا بسلام الامام هاهنا ولكن ينبغی له ان يتشهد ثم يسلم لانه قد بقی عليه واجب من واجبات الصلوة وانمايصير خارجابسلام الامام اذالم يبق عليه شئی من واجبات فاما مع بقاء شئی من اعمال الصلوة عليه فلايصير خارجا بسلام الامام كلاحق والمسبوق.

ولمافی الشامی ۱/۴۷۰طبع سعید

(قوله ومتابعة الامام)قال فی شرح المنية:لاخلاف فی لزوم المتابعة فی الاركان الفعلية اذ هی موضوع الاقتداء...... والحاصل ان متابعة الامام فی الفرائض والواجبات من غير تاخير واجبة...... ثم ذكر ما حاصله انه تجب متابعته للامام فی الواجبات فعلا،وكذا تركا ان لزم من فعله مخالفته الامام فی الفعل كترك القنوت...... فعلم من هذا ان المتابعة ليست فرضا،بل تكون واجبة فی الفرائض والواجبات الفعلية.

Scanned with CamScanner

لما فی نصب الرایة:(۲/ ۲۳،مکتبه شامله)

عن عبدالله بن عمر رضی الله عنه عن النبی ﷺ: "اذاقضی الامام الصلاة فقعد فأحدث هو أو أحد ممن أتم الصلاة معه قبل أن يسلم الامام فقد تمت صلاته فلا يعيدها".

ولما فی البدائع:(۲/ ۲۵۸،طبع بیروت)

"وأما حكمه (التسليم)فهو الخروج من الصلاة،ثم الخروج يتعلق باحدى التسليمتين عند عامة العلماء،وروى عن محمد أنه قال:التسليمة الأولى للخروج والتحية والتسليمة الثانية للتحية خاصة،وقال بعضهم:لايخرج مالم يوجد التسليمتين جميعاً وهو خلاف اجماع السلف،ولأن التسليم تكليم القوم ،لأنه خطاب لهم فكان منافياًللصلاة".

الجواب صحیح :مفتی عبدالرحمٰن عفااللہ عنہ واللہ اعلم بالصواب: شفقت اللہ

ا جمادی الثانیہ ۱۴۳۵ھ فتویٰ نمبر: ۳۹۰۵

﴿سونے کے تبادلہ میں برابری ضروری ہے﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہم سونے کے جو زیورات تیار کرتے ہیں اسمیں ۷۵ فیصد سونا اور ۲۵ فیصد کھوٹ ہوتی ہے اور پھر ہم وہ زیورات ادھار بیچتے ہیں اس پر کہ مشتری کے ذمہ ۸۵ فیصد سونا ہوگا اور مشتری کو بھی اس سارے معاملہ کی خبر رہتی ہے کیا اسطرح کرنا شرعا درست ہے؟ مستفتی مولوی حبیب اللہ کوئٹہ

﴿جواب﴾ جب سونے کا سونے سے یا چاندی کا چاندی سے تبدلہ کیا جائے ،تو مقدار کا برابر ہونا ضروری ہوتا ہے اگر چہ ایک طرف سونا چاندی خالص ہو اور دوسری طرف سونے چاندی میں کچھ کھوٹ ملا ہو اس لئے کہ لین دین کی صورت میں معمولی کھوٹ یعنی اصل سونے سے کم کھوٹ کا اعتبار نہیں ہوتا لھذا سونا سونے کے بدلے یا چاندی چاندی کے بدلے میں جب معاملہ ہو تو دونوں طرف برابری ضروری ہے ورنہ سودی معاملہ ہوگا اور سخت گناہ ہوگا ،دوسری خرابی اس معاملہ میں یہ ہے کہ یہ بیع صرف ہے اور بیع صرف میں ادھار بھی جائز نہیں ہے اسی مجلس میں ہر دونوں عوض پر قبضہ ضروری ہے۔

لہذا آئندہ کیلئے اس طرح معاملہ سے گریز کریں ۔اس معاملہ کی جائز صورت یہ ہے کہ سونا چاندی فروخت کرنا ہو تو پیسوں کے بدلے معاملہ کریں ،پیسوں کے بدلے میں سودا کرنے کی صورت میں مہنگا یا ارزاں فروخت کرنے سے معاملہ خراب نہیں ہوتا اور ادھار پر بیچنے کی بھی گنجائش ہے۔

Scanned with CamScanner

Maktaba Tul Ishaat. com

(لمافی المشکوٰۃ باب الربوا ،ص ۲۴۴،سعید)

عن عبادة بن الصامت قال قال رسول الله ﷺ الذهب بالذهب والفضة بالفضة والبر بالبر والشعير بالشعير والتمر بالتمر والملح بالملح مثلا بمثل سواء بسواء يدا بيد فاذا اختلف هذه الاصناف فبيعوا كيف شئتم اذا كان يدا بيد رواه مسلم

(ولمافی اعلاء السنن :ج ۱۴/ ۳۵۰، ۳۵۱ دارلکتب لعلمية)

والزيافة قدتكون بغش من جنسها ،وقد تكون بغش ممن غيرجنسها ،فان كان بغش من جنسها فلاخلاف في اهدار الجيد والردى منها سواء ،وان كانت بغش دخلها من غيرجنسها فالحكم للغالب فان كانت الفضة هي الغالبة فحكمهاحكم الفضة الخالصة ،لايجوز الامثل بمثل ،لان اعتبارللغالب والحاق لمغلوب بالعدم واصل في احكام الشرع ،ولا ن الدراهم الجياد لاتخلو عن قليل غش لان الفضة لاتنطبع بدونه ماقيل ،فكانت قيل الغش مما لايمكن التحرز عنه فكانت العبرة للغبة ،فقوله ﷺ "الدينار بالدينار والدرهم بالدرهم لافضل بينهما" رواه الحاكم ....."لاتبيعوالدينار بالدينارين ولاالدرهم بالدرهمين رواه مسلم في صحيحه عن عثمان مرفوعا وقوله "الذهب بالذهب تبرها وعينها والفضة بالفضة تبرهاوعينهافمن زاداوازدادفقداربى" ابوداود ،النسائي ،والترمذي وصححه عن عبادة كمافي "شرح لمهذب "(۱۰:۲۲)دليل على ان قليل الغش في حكم العدم ،وقد اعترف بذلك ابن حزم ايضا.....ونصه وانما هذا الذي ذكرنا اى من عدم جواز بيع المخلوط لغير المخلوط كله اذا ظهر اثر الخط في شئ مماذكرنا ،واما مالم يؤثرولاظهر له فيه عين ولا نظر ايضا فحكمه حكم المحض ،لان الاسماء وانما هي موضوعة على حسب الصفات التي بها تنتقل الحدوداه

(وايضافيه :ج ۱۴/ ۳۴۸ دارلکتب العلمية)

ان عبدالله بن مسعود باع نفاية بيت المال زيوفا وقيسا نابدراهم دون وزنها فنهاه عمر عن ذلك ،وقال اوقد عليها حتى يذهب مافيها من حديداونحاس وتخلص ثم بع الفضة بوزنها...الخ

(ولمافی ھدایة :ج ۳/ ۱۱۱ کتاب الصرف رحمانیه)

قال الصرف هو البيع اذا كان كل واحد من عوضيه من جنس الاثمان ......فان باع فضة بفضة او ذهبا بذهب لايجوزالامثل بمثل وان اختلفت في الجودة والصياغة....وقال عليه السلام جيدها ورديهاسواء.....الخ

(وایضا فیھا:ج ۳/ ۸۳،رحمانیه)

ولايجوز بيع الجيد بالردى ممافيه الربوا الامثل بمثل لاهدار التفاوت في الوصف....الخ

الجواب صحیح :مفتی عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ واللہ اعلم بالصواب :صفی اللہ غفر لہ ولوالدیہ

۸ جمادی الثانیہ ۱۴۳۵ھ فتویٰ نمبر :۲۱۹۶

Scanned with CamScanner

﴿قرآن کریم میں ہر حکم کی تفصیل کا مطالبہ کرنا گمراہ کن سوچ ہے﴾

﴿سوال﴾ میرا سوال یہ تھا ہے کہ آپ اس بات کی واضاحت فرمائیں کہ ذبح کرتے وقت جس جانور پر اللہ کا نام نہ لیا گیا ہو تو وہ حرام ہے۔ آپ نے جوایت مبارک "ولا تاکلوا ممالم یذکر اسم اللہ علیہ ..." بطور دلیل پیش کی ہے اسمیں صراحتاً لفظ ذبح کہیں مذکور نہیں ہے کہ ذبح کرتے وقت اللہ کا نام نہ لیا گیا ہو تو حرام ہے آپ اس بات کی تصریح کرے کہ کوئی ایسی ایت پیش کرے کہ اسمیں صراحتاً لفظ ذبح مذکور ہو جیناً تو جزواً۔ محمد آصف شمسی ڈیفنس فیز ۲

﴿جواب﴾ اس سے پہلے بھی جواب میں عرض کر دیا تھا کہ قرآن مجید میں ہر حکم کا صراحۃً وتفصیلاً ذکر نہیں ہے، بلکہ حضرات مفسرین نے آپ ﷺ کی تعلیمات کی روشنی میں وضاحت فرمائی ہے قرآن کریم میں ہر حکم کی تفصیل وہی شخص ضروری جانتا ہے جو دین سے نکلنے کیلئے بہانے تلاش کر رہا ہو۔ آپ ﷺ کی تعلیمات کی روشنی میں اگر قرآن کی تفسیر تسلیم نہ کی جائے تو بے شمار ایات کا مطلب معلوم ہی نہیں ہوسکتا چنانچہ اس لئت میں "لم یذکر اسم اللہ علیہ" اگر ذبح کا مراد نہ لیا جائے تو آپ بتادیں اس لئت کا ترجمہ کس طرح کرسکتے ہیں جس سے ایک عام آدمی بھی سمجھ سکے۔

(لمافی احکام الذبائح ص:۱۴)

"ولاتاکلوا ممالم یذکراسم اللہ علیہ وانہ لفسق" وایۃ عبارۃ اصرح علی کون متروک التسمیۃ حراما من ہذہ الآیۃ الکریمۃ الواضحۃ التی لیس فیہا اجمال ولاخفاء؟فان فیہ نہیا صریحا والنہی یقتضی التحریم ولم یکتف القرآ ن بصیغہ النہی بل أتبعہا بقولہ "وانہ لفسق" بما یقطع کل شبہۃ فی ہذالباب ،ولیست ہذہ الآیۃہی الآیۃ الوحیدۃ فی القرآن الکریم التی تدل علی کون التسمیۃ رکنا من ارکان الذکاۃ ،وانما جاء ت فی القرآن الکریم آیات کثیرۃ تدل علی ذلک ،فمنہاالآیات الآتیۃ

(ولمافی الحکام القرآن :ج۲/۲۲۹قدیمی)

قولہ تعالی "حرمت علیکم المیتۃ والدم ولحم الخنزیر" المیتۃ مافارقتہ الروح بغیرتزکیۃ مما شرط علینا الذکاۃ فی اباحتہ .....

وایضافیہ :۲/۲۲۴،باب فی شرط الذکاۃ :قال ابوبکر قولہ تعالی "الاماذکیتم اسم شرعی یعتورہ معان : منہا موضع الذکاۃ ومایقطع منہ ،ومنہا الآیۃ،ومنہا الدین ومنہا التسمیۃ فی حال الذکر ،وذلک فیما کانت ذکاتہ بالذبح عند القدرۃ علیہ۔

(وایضافیہ :ج۲/۱۱قدیمی) قال: "المیتۃ" ویدل علی ذلک قولہ تعالی فی نسق التلاوۃ .....فاذا کانت الایۃ فی المیتۃ وفی ذبائح المشرکین فہی مقصورۃالحکم ولم

Scanned with CamScanner

Maktaba Tul Ishaat. com

یدخل فیھا ذبائح المسلمین .قیل لہ :نزول الآیة علی سبب لا یوجب لاقتصار بحکمھا علیہ بل الحکم للعموم اذاکان اعم من السبب فلو کان المراد ذبائح المشرکین لذکرھا ولم یقتصر علی ذکرترک التسمیة ...الخ

الجواب صحیح :مفتی عبدالرحمٰن عفااللہ عنہ | واعلم بالصواب :صفی اللہ غفرلہ ولوالدیہ

۶ جمادالثانیہ ۱۴۲۵ھ | فتویٰ نمبر :۴۲۲۹

﴿بائیں ہاتھ کے پوروں پر تسبیح پڑھنے کا حکم﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلے کے بارے میں کہ بائیں ہاتھ کے پوروں پر تسبیح پڑھنا کیسا ہے؟ کسی عالم دین کی طرف منسوب کرتے ہوئے کوئی کہتا ہے کہ ایسا عمل قابل قبول نہیں ہے؟

مستفتیہ :معلمہ معہد الفقیر

﴿جواب﴾ انگلیوں کے پوروں پر تسبیحات پڑھنے سے متعلق جناب نبی کریم ﷺ کی ایک حدیث مبارک کا مفہوم ہے کہ پوروں پر تسبیح پڑھو تا کہ ان سے جو گناہ سرزد ہو گئے ہیں وہ معاف ہو جائیں۔ حدیث شریف میں اس طرح کی کوئی تصریح ہماری نظروں سے نہیں گزری کہ آپ ﷺ نے خاص دائیں ہاتھ سے تسبیح پڑھنے کو فرمایا ہو اور بائیں ہاتھ سے تسبیح پڑھنے کو منع فرمایا ہو۔ البتہ بعض شراح نے صرف دائیں ہاتھ کے پوروں پر تسبیح پڑھنے کو فرمایا ہے، یہ ان کی اپنی رائے ہے یا افضلیت بتانا مقصود ہے اس لئے کہ حدیث میں پوروں پر تسبیح پڑھنے کی حکمت بھی بیان ہوئی ہے کہ ’’فانھن مسئولات ‘‘ یعنی ان سے جو گناہ ہوئے ہیں ان کے بارے میں پوچھ ہوگی یا اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں یہ اگر استعمال ہوئی ہیں تو یہ گواہی دیں گے اور ظاہر بات ہے کہ اس صفت میں دونوں ہاتھ برابر ہیں، البتہ دائیں ہاتھ کو چونکہ ایک گنا فضیلت حاصل ہے اور خیر کے کاموں میں بنسبت بائیں ہاتھ کے اس کو فوقیت حاصل ہے اس لئے زیادہ سے زیادہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ دائیں ہاتھ سے تسبیح پڑھنا افضل ہے بنسبت بائیں ہاتھ کے، لہٰذا بائیں ہاتھ کی انگلیوں پر تسبیح پڑھنے کو منع کرنے کی کوئی دلیل چونکہ سامنے نہیں آئی اس لئے منع کرنا مشکل ہے، موصوف عالم دین سے حوالہ معلوم کریں تا کہ ہمارے علم میں بھی اضافہ ہو۔

لمافی مرقاة المفاتیح :(۵/۲۲۷،طبع :رشیدیہ)

عن یسیرة رضی اللہ تعالی عنھا وکانت من المھاجرات :قالت :قال لنا رسول اللہ ﷺ

Scanned with CamScanner

:علیکن بالتسبیح والتهلیل ,والتقدیس,واعقدن بالأنامل.....قال الطیبیؒ:حرضهن ﷺ علی ان یحصن تلک الکلمات باناملهن لیمحط عنها بذالک ماا جترحته من الذنوب ویدل علی انهن کنا یعرفن عقدا لحساب ......وانما قید العقد بالانامل دلالة علی الافضل ,ویدل علیه تعلیله بقوله (فانهن مسئولات)ای یسألن یوم القیامة عما اکتسبن وبأی شیئ استعملن(مستنطقات)ای متکلمات بخلق النطق فیها فیشهدن لصاحبهن او علیه بما اکتسبه قال تعالی:یوم تشهد علیهم السنتهم وایدیهم وارجلهم بما کانو یعملون)النور ۲۴(وما کنتم تستترون ان یشهد علیکم سمعکم ولا ابصارکم ولا جلودکم)فصلت ۲۲وفیه حث علی استعمال الاعضاء فیما یرضی الرب تعالی تعریض بالتحفظ عن الفواحش والأثام.

ولما فی البذل المجهود :(۳۵۶/۲،طبع:مکتبۃ الشیخ)

حدثنا عبید الله بن عمر بن میسرة ومحمد ابن قدامة فی آخرین قالوا ناعثام عن الاعمش عن عطاء بن السائب عن ابیه عن عبد الله بن عمرو قال :رأیت رسول الله ﷺ یعقد التسبیح ای یعقد الانامل بالتسبیح قال ابن قدامة بیمینه ای بیده الیمنی زاد هذا اللفظ ابن قدامة ولم یذکر عبید الله.

الجواب صحیح:مفتی عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب:عمران الحق سواتی

۱۰ رجب المرجب ۱۴۳۵ھ — فتوی نمبر:۴۲۵۲

﴿جھوٹ کی چار اقسام اور ان کا کفارہ﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلے کے بارے میں کہ مجھ سے جھوٹ بولا گیا ہے اس وجہ سے میں رات سے بڑا پریشان ہوں، برائے مہربانی حل بتادیں میں نے بیٹے کیلئے سم نام کرانا چاہا، کمپنی والوں نے پوچھا میں نے بیٹے کا نام بتادیا پھر پوچھا آپ کی والدہ کا نام کیا ہے میں نے بیٹے کی والدہ یعنی اپنی وائف کا نام لیا، شناختی کارڈ کا یہ نمبر آپ کا ذاتی ہے؟ میں نے کہا جی ذاتی ہے اب بڑا پریشان ہوں ایسا نہ ہو نکاح پر کچھ اثر پڑا ہو، جھوٹ ویسے بھی گناہ ہے کیا کروں؟

مستفتی:ہیڈ ماسٹر ارشد کمالیہ

﴿جواب﴾ جھوٹ بڑا گناہ ہے جلب منفعت یا دفع مضرت کیلئے بولا جاتا ہے یعنی نفع حاصل کرنے کی غرض سے یا نقصان سے بچنے کیلئے بولا جاتا ہے پھر ہر ایک دو طرح کا ہوتا ہے ایک یہ کہ اس کے ذریعے کسی دوسرے کا حق مارا گیا ہو اور دوسرا یہ کہ کسی اور کا کوئی نقصان اس سے لازم نہ ہو پہلی قسم کا تعلق چونکہ حقوق اللہ اور حقوق العباد دونوں سے ہے۔اس لئے جب تک بندہ

Maktaba Tul Ishaat. com

کے نقصان کی تلافی نہ ہو یا وہ خود معاف نہ کرے صرف توبہ سے معاف نہیں ہوگا اور دوسری قسم کا تعلق چونکہ صرف حقوق اللہ سے ہے تو سچے دل سے توبہ کرنے سے معاف ہو جاتا ہے، مذکورہ صورت میں اس جھوٹ کے ذریعہ آپ نے کسی کا کوئی نقصان نہیں کیا، اس لئے سچے دل سے توبہ کریں اللہ معاف فرمادیں گے اور اپنی بیوی کی نسبت ماں کہہ دینا بھی اسی قسم کا جھوٹ ہے، گناہ ہے اس سے بھی توبہ کریں تاہم اس سے کوئی طلاق واقع نہیں ہوتی۔

لمافی مشکوۃ المصابیح :(۱۷/۱، طبع سعید کراچی)

عن عبد الله بن عمرو قال قال رسول الله ﷺ الکبائر الاشراک بالله وعقوق الوالدین۔۔۔۔وفی روایة انس وشهادة الزور (ای الکذب) بدل الیمین الغموس متفق علیه

ولمافی شرح کتاب الفقه الاکبر:(۲۶۴،طبع:دار الکتب العلمیة،بیروت)

ثم هذا ان کانت التوبة فیمابینه وبین الله کشرب الخمر، وان کانت عمافرط فیه من حقوق الله کصلاة وصیام وزکاة فتوبته ان یندم علی تفریطه اولاثم یعزم علی ان لایعود ابداولوبتاخیرصلاة عن وقتهاثم یقضی مافاته جمیعاوان کانت عمایتعلق بالعباد فان کانت من مظالم الاموال فتتوقف صحة التوبة منهامع ماقدمناه فی حقوق الله تعالی علی الخروج عن عهدة الاموال وارضاء الخصم فی الحال والاستقبال بان یتحلل منهم اویردهاالیهم اوالی من یقوم مقامهم من وکیل اووارث هذا۔

وفی الشامی:(۲۶۱/۳،طبع سعید کراچی)واحترزبه عن نحو انت امی بلاتشبیه فانه باطل

الجواب صحیح: مفتی عبدالرحمٰن عفی اللہ عنہ | واللہ اعلم بالصواب: عمران الحق سواتی

۱۱ جمادی الاولی ۱۴۳۵ھ | فتوی نمبر: ۴۱۳۲

﴿افیون کھانا جائز نہیں ہے﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص بطور عادت اور لذت کے افیون کھاتا تھا، اللہ رب العزت نے اس کو تبلیغ میں جانے کی توفیق نصیب فرمائی تبلیغ سے واپس آنے کے بعد وہ کہتا ہے کہ افیون مثل شراب کے اگر حرام ہے تو میں اس کو کبھی بھی نہیں کھاؤں گا اگر گنجائش ہے تو کھاؤں گا، اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ اس آدمی کیلئے افیون کھانے کی کوئی گنجائش ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾ افیون نشہ آور مقدار میں کھانا حرام ہے اگر چہ شراب سے کم درجہ حرام ہے لیکن اتنی مقدار میں کھانا جس سے عام آدمی کو نشہ آجائے اس کی گنجائش نہیں ہے، البتہ تھوڑی مقدار

Scanned with CamScanner

میں دوا وغیرہ کی غرض سے اکیلے یا دیگر ادویات کے ساتھ ملا کر نسخہ میں استعمال کرنے کی گنجائش ہے اس شخص کو چاہئے کہ آہستہ آہستہ اس عادت کو چھوڑنے کی کوشش کرے اور اب تک جو کھایا ہے اس پر توبہ کرے سنا ہے یکدم چھوڑنا انتہائی مشکل ہوتا ہے لیکن تدریجا کم کرنے سے عادت چھوٹ جاتی ہے۔

لمافی الدر المختار:(۴/۴۲،طبع:سعید کراچی)

ونقل في الاشربة عن الجوهرة حرمة أكل بنج وحشيشة وافيون لكن دون حرمة الخمر ولوسكر باكلها لايحد بل يعزر انتهى.

ولمافی التنویر مع الدر والرد:(۶/۴۵۷،۴۵۸،طبع:سعید کراچی)

(ويحرم اكل البنج والحشيشة)هي ورق القنب (والافيون)لانه مفسد للعقل ويصد عن ذكر الله وعن الصلاة (لكن دون حرمة الخمر)فان أكل شيئامن ذلك لاحد عليه وان سكر منه (بل يعزر بمادون الحد)

ولمافی فقه الاسلامی وادلته:(۷/۵۵۰۵،طبع:رشیدیه)

يحرم كل مايزيل العقل من غير الاشربة المائعة كالبنج والحشيشة والافيون لمافيهامن ضرر محقق ولاضرر ولاضرار في الاسلام ولكن لاحد فيهالانهاليست فيهاالذة ولاطرب ولايدعو اقليلهاالى كثيرها وانمافيهاالتعزير لضررها، ولمارواه ابوداؤد عن ام سلمة قالت:نهى رسول الله ﷺ عن كل مسكرومفتر.

ولمافی حاشية شرح الوقاية آخرين :(۲۷كتاب الاشربة ،طبع:مكتبه امداديه)

والجامد كالبنج والحشيشة والافيون ومايقوم مقامهاقال صاحب التنويرانهاحرام وعزرمن اكلهاواسكر لكنهاحلال للتداوي ولانجاسة فيهاوقال الشامي :سئل ابن حجرمكي ممن ابتلى بالافيون وصارحيث لاياكلهايموت فاجاب حل له لكن ينتقص شيئافشيئاحتى يزول اثره وهذايدل على الكراهة التحريمة.....

ولمافی الجوهرة :(۲/۲۲۸،طبع:میر محمد كتب خانه)

ولايجوز أكل البنج والحشيشة والافيون وذلك كله حرام لانه يفسد العقل.

الجواب صحیح: مفتی عبدالرحمٰن عفی اللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب: عمران الحق سواتی

۸ جمادی الاولی ۱۴۳۵ھ — فتوی نمبر: ۱۳۱

﴿ قالین پر نماز پڑھنا درست ہے ﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ میں نے کچھ دن پہلے اپنے محلّہ کی مسجد کیلئے قالین لایا، وہ عام قالین ہے جو کراچی جیسے بڑے شہروں کی مساجد میں بچھی

Maktaba Tul Ishaat. com

ہوتی ہے۔تو میرا ایک چچا حاجی صاحب وہ فرماتے ہیں کہ میں نے علماء سے سنا ہے کہ زمین پر پیشانی نہ لگتی ہوتو سجدہ نہیں ہوتا، اس لئے وہ قالین مسجد میں بچھانے نہیں دیتے، وہ فرماتے ہیں کہ آپ علماء سے تحقیق کر کے لاؤ کہ اس پر نماز صحیح ہے تو پھر اجازت دونگا تو میں اس مسئلہ میں بہت پریشان ہوں آپ حضرات اس حوالہ سے مدلل جواب تحریر فرما کر ثواب دارین حاصل کریں۔

﴿جواب﴾ سجدہ کسی بھی ایسی چیز پر جائز نہیں ہوتا جس میں قرار اور ٹھہراؤ نہ ہو مثلاً بڑا موٹا اور نرم فوم یا اس جیسے کوئی چیز جس پر پیشانی رکھ کر دھنتا ہی جائے اور قرار نہ پکڑے لیکن قالین ایسی نہیں ہوا کرتی اگرچہ نرم ہوتی ہے اور وزن سے کچھ دھنتی بھی ہے لیکن فوم کیطرح نہیں ہوتی کہ اس پر پیشانی رکھ کر قرار نہ پکڑے، لھذا مسجد میں قالین بچھانے دیا جائے۔

(لمافی الهندیة :ج۴/۲۳ رشیدیة)

ولا بأس بالصلاة والسجود علی الحشیش والحصیر والبسط والبواری

(لمافی ردالمختار :ج۲/۵۰۰ سعید)

(قوله وان یجد حجم الارض) تفسیره ان الساجد لوبالغ لایتسفل رأسه أبلغ من ذلک ،فصح علی طنفسة وحصیر وحنطة وشعیر وسریر وعجلة ان کانت علی الارض لاعلی ظهور حیوان کبساط مشدود بین أشجار ،ولا علی ارز او ذرة الا فی جوالق او ثلج ان لم یلبده وکان یغیب فیه وجهه ولا یجد حجمه ،او حشیش الا ان وجد حجمه ،ومن هنا یعلم الجواز علی الطراحة القطن ،فان وجد الحجم جاز والا فلا بحر

الجواب صحیح :مفتی عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ واللہ اعلم بالصواب :جمعی اللہ غفرلہ والوالدیہ

۹ جمادی الاول ۱۴۳۵ھ فتوی نمبر :۴۱۳۸

﴿اپنے مسلمان بھائی کی آبروریزی کرنا بدترین سود ہے﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ گزشتہ کل ایک صاحب اصلاحی بیان فرمارہے تھے انہیں فرمایا کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ سود کا ایک درھم جو آدمی قصدا کھائے وہ چھتیس دفعہ زنا کرنے سے بدتر ہے پھر فرمایا کہ سود کے گناہ کے ستر درجات ہیں سب سے ادنی درجہ اپنی ماں کیساتھ زنا کرنے کے برابر ہے۔اور فرمایا کہ بدترین سود اپنے مسلمان بھائی کی ابروریزی کرنا ہے۔

Scanned with CamScanner

اب پوچھنا یہ ہے کہ حقیقت میں یہ حدیث ہے؟ اگر ہے تو کتب حدیث میں کونسی کتاب میں موجود ہے آپ اس حوالہ سے راہنمائی فرمائیں۔

﴿جواب﴾ خطیب صاحب کی یہ بات بلاشبہ احادیث ہی کا مفہوم ہے مختلف احادیث سے بطورہ خلاصہ یا مفہوم کے انہوں نے بیان کیا ہوگا ذیل میں احادیث بحوالہ ملاحظہ ہوں۔

(لمافی مشکوٰۃ ص:۲۴۵/۲۴۶ باب الربا۔سعید)

عن عبدالله ابن حنظله غيسل الملائكةقال قال رسول الله ﷺ درهم ربوٰياكله الرجل وهو يعلم اشد من ستة وثلثين زينة رواه احمد والدار قطنى وروى البيهقى فى شعب الايمان عن ابن عباس وزاد وقال من بنت لحمه من السحت فالنار اولىٰ به مشكوٰة.

وعن ابى هريرة قال قال رسول الله ﷺ الربواسبعون جزء أاليسرها ان ينكح الرجل امه

(وايضا فيه ص ۴۲۹ باب ماينهى عنه عن التهاجروالتقاطع واتباع العورات الفصل الثانى)

وعن سعيد بن زيد عن النبى الله ﷺ قال ان من اربى الربوا الاستطالة فى عرض المسلم بغيرحق رواه ابوداوٗدوالبيهقى فى شعب الايمان وفى حاشية المشكوٰة فى هذه الصحفه قوله اربى الربوا الخ الربوا فى اللغة الزيادة مطلقاوفى الشرع اخذ الزيادة فى البيع

الجواب صحیح: مفتی عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ

واللہ اعلم بالصواب: صفی اللہ غفرلہ ولوالدیہ

فتویٰ نمبر: ۴۲۱۱

۱۰ جمادی الثانیہ ۱۴۳۵ھ

Maktaba Tul Ishaat.com

Scanned with CamScanner